بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہ بدمستی سزد گر متہم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادۂ پارینہ ام پیمانہ بو دارد! (۱)

بنگال کے ایک مشہور ھندو جرنلسٹ اور پولیٹکل رھنما نے روئداد کے انگریزی ایڈیشن کیلیے جو تحریر بطور دیباچہ کے لکھی ھے' اُسی کا ترجمہ یہاں بطور اُردو دیباچہ کے درج کیا جاتا ھے - وہ لکھتے ھیں :

مولانا ابو الکلام کی گرفتاری اور مقدمہ کی یہ مختصر روئداد ھے' جو ملک کے ...رار طلب سے سرسری طور پر مرتب کرکے شائع کی جاتی ھے - مقدمہ کی ...ئداد زیادہ تر مقامی اخبارات کی رپورٹوں اور ایسوشیئیٹڈ پریس کے تاروں سے نقل ...ب گئی ھے - بہت سے تفصیلات بخوف طوالت نظر انداز کردی گئیں - اثناء مقدمہ ...یں عدالت سے باھر جو واقعات ظہور میں آے اور جن میں سے اکثر ایسے ھیں جو ...ولانا کی گرفتاری سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے' اُنکا بھی کچھہ ذکر نہیں کیا گیا ' ...یونکہ روئداد مقدمہ کے موضوع سے وہ خارج تھے -

(فہرست مضامین)

اس مجموعہ میں' سب سے پہلے وہ " پیغـــام " درج ھے جو گرفتاری سے دو دن پہلے مولانا نے لکھکر اپنے کاغذات میں رکھدیا تھا اور گرفتاری کے بعد شائع ھوا - اُسکے بعد گرفتاری کی مختصر کیفیت درج ھے - پھر تاریخ وار تمام پیشیوں کی روئداد دی گئی ھے - اسکے بعد مولانا کا بیان ھے' جو اُنھوں نے عدالت کیلیے لکھا -

---

(۱) مولانا نے اپنے بیان کا عنوان اسی شعر کو رکھا ھے ' جیسا کہ اُنکے مسودہ میں ھے - لیکن چونکہ بیان اسلیے لکھا گیا تھا کہ اُسکا انگریزی ترجمہ عدالت میں داخل کیا جاے ' اسلیے ترجمہ کے وقت نکال دیا گیا -

نہیں دی گئی تھی - لیکن مولانا نے صاف صاف کہدیا کہ اگرچہ اِسوقت اس قانون کی خلاف ورزی کرنے کا عام طور پر حکم نہیں دیا گیا ھے ' لیکن میرے لیے افضلیت (عزیمت) اِسی میں ھے کہ خلاف ورزی کروں ' اور سچائی کے اعلان سے باز نہ رھوں - جب میں افضل بات پر عمل کرسکتا ھوں تو کم مرتبہ طریقہ کے دامن میں کیوں پناہ لوں ؟ ۱) چنانچہ انہوں نے اعلان کردیا کہ جمعہ کے دن شاہی مسجد میں بیان کرینگے - بعض وزراء حکومت پنجاب نے مہاتما جی سے شکایت کی کہ مولانا کا طرز عمل آپ کے خلاف ھے - لیکن مہاتما جی نے کہا - بلا شبہ میں عام طور پر سول نس اوبیڈینس کی اجازت کا مخالف ھوں' لیکن ایسے ذمہ دار افراد کیلیے جیسے کہ مولانا ھیں' ھر وقت اُسکا دروازہ کھلا ھے - چنانچہ جمعہ کے دن اُنہوں نے پہلے جمعہ کا خطبہ دیا - اُس کا موضوع بھی وقت ھی کے مسائل تھے - پھر نماز کے بعد صحن مسجد میں ترک موالات پر ایسی دل ھلا دینے والی تقریر کی جو ھمیشہ اھل لاھور کو یاد رھیگی - لاھور کے نیم سرکاری اینگلو انڈین آرگن " سول اینڈ ملیٹری " نے اس پر لکھا تھا کہ اس کارروائی کے ذریعہ علانیہ اھل پنجاب کو قانون شکنی کی دعوت دی گئی ھے - مسٹر گاندھی اپنے رفیق کو اس سے باز رکھنا ضروری نہیں سمجھتے - اگر گورنمنٹ پنجاب نے اس پر فوری کارروائی نہیں کی تو پنجاب کے نوان کو اپریٹرز کی جراتیں بہت بڑھجائینگی - یہ بھی لکھا تھا کہ مارشل لا کے حکام نے شاہی مسجد کو اسی مجبوری سے بند کردیا تھا - اب سول حکام کو بھی اس پر غور کرنا چاھیے - اس نوٹ کی سرخی " صحن مسجد میں باغیانہ لکچر " تھا -

ایک ھفتہ کے بعد وہ امرتسر آے - یہاں بھی تقریر ممنوع تھی - لیکن جامع مسجد میں انہوں نے خطبہ دیا - اور نماز کے بعد مکرر تقریر کی - اُسی وقت

---

(۱) مولانا نے اس موقعہ پر اسلام کی دو اصطلاحیں بولی ھونگی " رخصت " اور " عزیمت " - ھر نیک عمل میں ایک طریقہ رخصت کا ھوتا ھے ' اور ایک عزیمت کا - اھل عزائم ھمیشہ عزیمت پر عمل کرتے ھیں اور رخصت کی آسانیوں کو عامۃ الناس کیلیے چھوڑ دیتے ھیں - یہی بات مولانا نے مضمون نگار سے بھی دھرائی ھوگی اور اسکا مطلب سمجھایا ھوگا - انہوں نے اسی کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ھے - رخصت اور عزیمۃ دعوۃ کا فرق مولانا نے " تذکرہ " میں خوب واضح کیا ھے -

فی الحقیقت اصل مقصود اس رسالہ کی ترتیب سے اُسي کي اِشاعت ھے - آخر میں بطور ضمیمہ کے مولانا کا وہ مضمون بھي شامل کردیا ھے ' جو کلکتہ پہنچکر اُنھوں نے " پیغـام " میں شائع کیا تھـا ' اور جسمیں گورنمنٹ کے تازہ جبر و تشدد کے جواب میں ایک نئي مدافعانہ حرکت کي اپیل کي گئي تھی - ملـک نے اس اپیل کا جس جوش و مستعدي کے ساتھہ جواب دیا ' اور خصوصا بنگال میں جیسي یادگار اور غیر مسخر دفاعي پیش قدمي شروع ھوئي ' وہ موجودہ تحریک کي تاریخ کا سب سے زیادہ شاندار اور پر فخر کارنامہ ھے - اگر بدقسمتي سے اس فتح مندي کے تمام ثمرات یکایک ضائع نہ کردیے جاتے تو فی الحقیقت ملـک نے میدان کا پہلا مرحلہ جیت لیا تھا ' اور قریب تھا کہ ایک نیا کامیاب دور شروع ھو جاے - چونکہ مولانا کي گرفتاري ھي سے اس نئي حرکت کا سلسلہ شروع ھوا ' اسلیے ضروري معلوم ھوا کہ یہ مضمون بھي روئداد میں شامل کردیا جاے - پہلي دسمبر سنہ ۲۱ - سے ۱۱ - فروري تـک ملـک نے جو فتح مند دفاع کیا ھے ' وہ گویا اِسي دعوت کا عملي جواب تھا -

(مولانا کي گرفتاري اور اُسکي نوعیت)

ملک کے مسلمہ لیڈروں میں سب سے آخري گرفتاري مولانا اور مسٹر سي - آر - داس کي ھوئي - مسٹر داس کي گرفتاري بنگال کے مقامي حالات کا نتیجہ تھي - لیکن مولانا کا معاملہ اُسسے بالکل مختلف تھا - اگر ۱۷ - نومبر کے بعد کے حالات پیش نہ آتے ' جب بھي اُنکي گرفتاري اٹل تھي ' اور ھر صبح و شام متوقع تھي - گذشتہ ایک سال کے اندر شاید ھي کسي نے اسقدر صاف صاف اور بے پردہ چیلنج گورنمنٹ کو دیا ھوگا ' جیسا کہ مولانا نے دیا - مسئلۂ خلافت اور سواراج سے قطع نظر ' خاص طور پر بھي وہ برابر گورنمنٹ کو اپني گرفتاري کیلیے دعوت دیتے رھے ' اور اُنکا طرز عمل ھمیشہ اَن کمپرو مائزنـگ رھا -

(گرفتاري کیلیے مسلسل دعوت)

مارچ سنہ ۲۱ - میں مہاتما گاندھي کے ھمراہ مولانا نے پنجاب کا تیسرا دورہ کیا - اُسوقت ضلع لاھور اور امرتسر میں سڈیشن میٹنگس ایکٹ نافذ تھا - یعنی نہ تو کوئي پبلک جلسہ ھوسکتا تھا - نہ کوئي پبلک تقریر کي جاسکتي تھي - اسي لیے مہاتما جي نے بھي گجرانوالا جاکر تقریر کي - لاھور اور امرتسر میں کوئي تقریر نہیں کي - کیونکہ اُسوقت تـک قانوني خلاف ورزي کي اجازت

چنانچہ تمام ملک میں جلسوں کے انعقاد اور کراچی رزولیوشن کي تصدیق کا سلسلہ شروع ھوگیا - اور گورنمنٹ حیران و درماندہ ھوکر رھگئي !

پھر کراچي ' بمبئي ' آگرہ ' لاھور وغیرہ مقامات میں بھي وہ برابر اس کا اعلان کرتے رھے - بمبئي ' آگرہ ' اور لاھور کي کانفرنسوں کے صدر بھي وھي تھے - آگرہ کي پراونشیل خلافت کانفرنس میں کراچي رزولیوشن پیش کرتے ھوے انھوں نے جس طرح گورنمنٹ کو چیلنج دیا ' اُسے سنکر بڑے بڑے با ھمت اشخاص بھي دم بخود ھوگئے تھے اور فیصلہ کردیا تھا کہ صبح سے پہلے ھي وہ گرفتار کرلیے جائینگے !

علی برادرز کي گرفتاري کے بعد مہاتما گاندھی جي نے ھندو مسلمان لیڈروں کو بمبئي میں جمع کرکے ایک مینوفسٹو شائع کیا تھا - اس میں کراچي رزولیوشن کي اس بنا پر تائید کي تھي کہ موجودہ حالت میں سرکار کي سول اور فوجي ملازمت کو ملکي غیرت کے خلاف کہنا کوئي جرم نہیں ھے ' اور ایسا کہنا ایک جائز فعل ھے - اسپر اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا تھا کہ گورنمنٹ اس مینوفسٹو پر دستخط کرنے والوں کے خلاف کوئي کارروائي نہیں کریگی - کیونکہ صرف اس خیال کو زبان سے ظاھر کردینا یا شائع کرنا جرم نہیں ھے - بلکہ عملاً سپاھیوں کو ورغلانا - اور اُنکو ترک ملازمت کي دعوت دینا جرم اور سازش ھے - کراچي کا مقدمہ عملي اقدام کي بنا پر کیا گیا ھے - مجرد رزولیوشن پاس کردینے کی بنا پر نہیں ھے -

یہ بات بہت سے کمزور دلوں کیلیے ایک حیلہ بن گئی - وہ کراچی رزولیوشن کا اعلان کرتے ' مگر " ایسا کرونگا " اور " ایسا ھونا چاھیے " وغیرہ الفاظ کے ساتھہ بولتے - بالفعل عمل کرنے پر زور نہ دیتے ' نہ اپنے عمل کرنے کا اظہار کرتے - لیکن مولانا نے یہ تسمہ بھي لگا نہ رکھا - انھوں نے بمبئي ' آگرہ ' لاھور وغیرہ کي تقریروں اور اپنے تحریري اعلانات میں صاف صاف کہدیا کہ یہ صرف میرا اعتقاد یا زبانی اعلان ھی نہیں ھے ' اور نہ لیڈروں کے مینوفسٹو کی طرح صرف اس بات کے جواز کا مدعی ھوں - بلکہ دو سال سے اس پر عمل بھی کر رھا ھوں - آئندہ بھی کرونگا اور ھر شخص سے کہتا ھوں کہ وہ بھی ایسا ھی کرے - میں پوري جد و جہد کرونگا کہ ھر سپاھی تک اس پیغام حق کو پہنچا دوں -

بمبئی کی اُس میٹنگ میں میں بھی شریک تھا - مولانا نے میٹنگ میں بھی اپنی یہ راے ظاھر کردي تھی کہ مینوفسٹو کا مضمون ناکافی ھے اور صرف ایسا کہنے کے " جواز " کا اظہار کرنا حصول مقصد کیلیے سودمند نہیں - اُنھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے عملاً ایسا کیا ھے اور ھمیشہ کرتا رھونگا -

وہ میل ٹرین سے لکھنؤ جارہے تھے - اسلیے دس پندرہ منٹ سے زائد نہ بول سکے - تاہم انہوں نے صرف اسلیے تقریر کي تھي کہ گورنمنٹ پنجاب کو یہ کہنے کا موقعہ باقي نہ رہے کہ جمعہ کا خطبہ معمولي تقریر نہیں ہے' جس کے ارتکاب سے سرکاري آرڈر کي خلاف ورزي ہوئي ہو - پس عام بول چال کے مطابق جس تقریر کو پولیٹکل تقریر کہہ سکتے ہیں' وہ بھي انہوں نے نماز کے بعد کردي اور گورنمنٹ کیلیے کسي حیلے حوالے کي گنجائش باقي نہ چھوڑي !

مگر گورنمنٹ پنجاب نے بالکل تغافل کیا - گرفتار کرنے کي جرأت نہ کرسکي - مولانا نے یہ واقعہ خود مجھسے بیان کیا تھا -

اُسکے بعد کراچي خلافت کانفرنس کے رزولیوشن کی بنا پر علي برادرز اور دیگر اصحاب کي گرفتاري عمل میں آئي - اُس موقعہ پر تو مولانا نے اپني گرفتاري کیلیے یکے بعد دیگر ایسے شجاعانہ بلاوے دیے' کہ شاید ہي کوئي نظیر اسکي ملسکے - علي برادران ۱۴ - اگست کو گرفتار کیے گئے' لیکن کلکتہ میں ۱۸ - کي صبح کو خبر پہنچي - اُنہوں نے اُسي وقت ہالیڈے پارک میں جلسہ کے انعقاد کا اشتہار دیا' اور شام کو بیس ہزار سے زیادہ کے مجمع میں تقریر کي - انہوں نے کہا تھا :

" جس رزولیوشن کي بنا پر علي برادران گرفتار کیے گئے ہیں' وہ اسلام کا ایک مانا ہوا اور مشہور معروف مسئلہ ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُسکا اعلان کرے - وہ رزولیوشن در اصل میرا ہي طیار کیا ہوا ہے اور میري ہي صدارت میں سب سے پہلے اسي کلکتہ کے ٹون ہال میں منظور ہوا ہے - میں اُس سے بھي زیادہ تفصیل اور صفائي کے ساتھہ اسوقت اُسکے مضمون کا اعلان کرتا ہوں - یہ سي - آئي ڈي کے رپورٹر بیٹھے ہیں اور میں اُنہیں کہتا ہوں کہ حرف بحرف قلمبند کرلیں - اگر یہ جرم ہے تو گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہیے کہ اسکا ارتکاب ہمیشہ جاري رہیگا "

اسکے بعد دهلي میں مرکزي جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹي کا جلسہ ہوا - ان دونوں جلسوں میں بھي اُنہوں نے کراچي رزولیوشن کو زیادہ صاف اور واضح لفظوں میں پیش کیا - نیز ایک تجویز اس مضمون کي بھي پیش کی کہ "چونکہ گورنمنٹ نے اس اسلامي حکم کي تبلیغ کو جرم قرار دیا ہے' اسلیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اب اسکے اعلان میں اپني جان لڑا دے' اور ہر مقام پر اس غرض سے جلسے منعقد کیے جائیں - "

پس اِن حالات میں اگر اسقدر توقف اور پس و پیش کے بعد گورنمنٹ نے اُنہیں گرفتار کیا ' تو جیسا کہ خود اُنہوں نے کہا ھے' فی الحقیقت یہ کوئی خلاف توقع بات نہیں ھے' اور اُنکی طرح ھمیں بھی اسپر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاھیے -

(آخري دفاعي معـرکہ)

ایسا معلوم ھوتا ھے کہ خدا کي حکمت اُنکي گرفتاري سے برونت ایک خاص کام لینا چاھتي تھي - اسیلیے تعجب انگیز طور پر اُنکي گرفتاري برابر ملتوي ھوتي رھي - اور پھر ٹھیک اُسي وقت ھوئي ' جبکہ تحریک کي نئي زندگي کیلیے اُسکي ضرورت تھي - اگر یہي واقعہ دسمبر سے پہلے ظہور میں آ جاتا ' تو وہ نتائج کیونکر حاصل ھوتے جو دسمبر کے بعد کے حالات ھي میں وجود پذیر ھوسکتے تھے ؟

١٧ - نومبر کے بعد اچانک قومي تحریک جن حالات میں گھر گئي تھي ' اُسکا صرف اُنھي لوگوں کو اندازہ ھے جو تحریک کے اندروني نظم و نسق میں دخل رکھتے ھیں - یہ وہ موقعہ تھا کہ ملک نہایت بے چیني کے ساتھہ کسي نئے اِقدام کا انتظار کر رھا تھا - سال کے اختتام میں (جو نوان کوا پریشن پروگرام کے نفاذ کي مجوزہ مدت تھي) صرف دو ماہ باقي رہگئے تھے ' اور ساري اُمیدوں کا مرکز مہاتما گاندھي جي کا یہ اعلان تھا کہ پہلي دسمبر سے وہ بردولي تعلقہ میں اجتماعي سول ڈس اوبیڈین شروع کردینگے - لیکن یکایک بمبئي میں پرنس آف ویلز کے ورود کے موقعہ پر شورش نمودار ھوئی ' اور اُس سے مہاتما گاندھی جی کے ذکی الحس قلب پر ایسا شدید اثر پڑا کہ اُنھوں نے نہ صرف بردولی کا کام ملتوي کردیا ' بلکہ پے درپے تین بیانات شائع کرکے اعلان کردیا کہ موجودہ حالات میں تحریک کی ناکامیابی کا ھمیں اعتراف کرلینا چاھیے !

اس اعلان نے تمام ملک میں افسردگی اور مایوسی کی ایک عام لہر دوڑا دي - قریب تھا کہ لوگوں کے دل بالکل ھی بیٹھہ جائیں - چنانچہ ٢٢ - نومبر کو جب کانگرس کي ورکنگ کمیٹی کا جلسہ ھوا تو تمام ممبروں پر یاس و حسرت چھائی ھوئی تھی اور کچھہ نظر نہیں آتا تھا کہ تحریک کو زندہ رکھنے کیلیے کونسا فوري عمل اختیار کیا جاے ؟ مولانا اور مسٹر داس نے خود مجھسے واپسي کے بعد کہا تھا : " ھم بالکل تاریکي میں گھر گئے تھے " لیکن خدا کي رحمت نے فوراً چارہ سازي کی - جبکہ ٢٢ - نومبر کو بمبئي میں لوگ راہ عمل سوچ رھے تھے ' تو ٹھیک اُسی وقت گورنمنٹ کے نئے جبر و تشدد سے کلکتہ میں ایک نیا دروازۂ عمل کھل چکا تھا -

ابتدا میں گورنمنٹ نے علی برادران اور انکے ساتھیوں کے برخلاف صرف کرانچی رزولیوشن کا الزام لگایا تھا - لیکن جب مولانا نے بار بار اعلان کیا کہ کرانچی رزولیوشن خلافت اور جمعیت العلماء کی گذشتہ تجویزوں کا صرف اعادہ ھے - ورنہ سب سے پہلے خود انہوں نے ۲۹ - فروری سنہ ۲۰ - کو خلافت کانفرنس کلکتہ میں اسکا اعلان کیا ھے' تو پھر گورنمنٹ بھی چونکی' اور جونہی مقدمہ سشن کورٹ میں شروع ھوا' سرکاری وکیل نے دعوے میں ترمیم کرکے کلکتہ کانفرنس کا رزولیوشن بھی شامل کردیا - اسپر مولانا نے ایک برقی بیان فوراً تمام اخبارات میں شائع کرایا تھا - جسکی بے باک شجاعانہ اسپرٹ نہایت ھی عجیب و غریب تھی اور ھمیشہ ھندوستان کی تاریخ میں یادگار رھیگی - اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ صرف اتنی ھی ترمیم سے سرکاری دعوا مکمل نہیں ھوسکتا - اور مرحلے بھی ابھی باقی ھیں :

" سب سے پہلے کلکتہ خلافت کانفرنس کیلیے یہ رزولیوشن میں نے طیار کیا - خود اپنی قلم سے لکھا' اور میری ھی صدارت میں منظور ھوا - اسکے بعد دھلی میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ھوا اور میں نے اس رزولیوشن پر بصورت فتوی کے دستخط کیا - پھر بریلی میں جمعیۃ کا جلسہ ھوا - اس کا بھی میں ھی صدر تھا' اور صدارت کی طرف سے اس رزولیوشن کو پیش کرکے منظور کرایا تھا - علاوہ بریں رسالۂ خلافت میں ایک خاص باب اس موضوع پر لکھہ چکا ھوں' اور اسکی بے شمار کاپیاں تقسیم ھوچکی ھیں - پھر کلکتہ' دھلی' کرانچی' بمبئی وغیرہ میں بھی میں نے ایسا ھی بیان کیا ھے - میں اس کا بھی اقرار کرتا ھوں کہ یہ صرف میرا زبانی اظہار ھی نہ تھا بلکہ میں نے اس پر عمل بھی کیا ھے اور ھمیشہ لوگوں کو کہتا رھا ھوں کہ اسکی تبلیغ کرتے رھیں - اگر یہ " سازش " اور " اغوا " ھے تو مجھے اسکے ارتکاب کا ھزار مرتبہ اقرار ھے - گورنمنٹ کو چاھیے تھا کہ علی برادر سے پہلے (جنھوں نے صرف نقل و اعادہ کیا ھے) مجھپر مقدمہ چلاتی "

۳۰ - ستمبر سنہ ۲۱ - کو یہ بیان ملک کے تمام انگریزی اور وَرنی کلر اخبارات میں شائع ھوگیا' مگر گورنمنٹ کی جانب سے بالکل اغماض کیا گیا اور کوئی کارروائی آنکے برخلاف نہ کی گئی - یہ امر واقعہ ھے کہ تمام ملک کو اسپر سخت تعجب اور حیرانی ھوئی تھی - جیسا کہ آنھوں نے اپنے " بیان " کی دفعہ ۲ - میں اشارہ کیا ھے -

یہ واقعہ علاوہ اُن بے شمار تقریروں اور کارروائیوں کے ھے' جن میں وہ برابر بلا کسی ادنی تزلزل کے یکساں قول و فعل کے ساتھہ مشغول رھے -

(مقدمہ کی چند خصوصیات)

اب ہم اُن بعض امور کی طرف ناظرین کو توجہ دلانا چاہتے ہیں جنکی وجہ سے یہ سادہ اور مختصر مقدمہ ملک کے بے شمار پولیٹکل مقدمات میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے ' اور جن میں ہماری اخلاقی اور پولیٹکل زندگی کیلیے نہایت ہی قیمتی رہنمائی پوشیدہ ہے :

(کامل صادقانہ روش)

سب سے پہلے جو چیز ہمارے سامنے آتی ہے ' وہ مولانا کا مضبوط ' یک سو ' قطعی ' اور ہر طرح کی دو رنگیوں اور تذبذب آمیز باتوں سے محفوظ کیرکٹر ہے - یہ اگرچہ اُنکی پبلک لائف کے ہر حصے میں ہمیشہ نمایاں رہا ہے' اور نظر بندی کی چار سالہ زندگی میں اچھی طرح ہم اُس کا اندازہ کرچکے ہیں' لیکن عدالت اور باقاعدہ چارہ جوئی کی صورت نظر بندی سے بالکل ایک مختلف صورت ہے - پہلے میں کوئی موقعہ اظہار بریت اور بحث و دلائل کا نہیں ہوتا - دوسرے میں سزا دہی کی بنیاد ہی بحث و دلائل اور ڈیفنس پر ہوتی ہے - پس در اصل ایک لیڈر کی روش اور استقامت کی اصلی آزمائش گاہ عدالت ہی کا ہال ہے -

اس حقیقت کو دونوں پہلوؤں سے جانچنا چاہیے - اس لحاظ سے بھی کہ عام طور پر ایک قومی رہنما اور سیاسی لیڈر کی روش گرفتاری کے بعد عدالت میں کیا ہونی چاہیے ؟ اور اس لحاظ سے بھی کہ خاص طور پر نون کو اپریشن اُصولوں کے ماتحت ایک سچے نون کو اپریٹر کو عدالت میں کیا کرنا چاہیے ؟ مولانا کی روش دونوں حیثیتوں سے ہمارے لیے سبق آموز ہے -

سب سے بڑی چیز " قول " اور " عمل " کی مطابقت ہے - یعنی ہم جو کچھ کہا کرتے ہیں ' وقت پڑنے پر ٹھیک ٹھیک ویسا ہی بلکہ اُس سے زیادہ کر دکھائیں - مولانا نے اپنے مضبوط طرز عمل سے دکھلا دیا کہ وہ وقت پر اپنی کوئی بات اور کوئی دعوی بھی واپس لینا نہیں چاہتے -

ایک لیڈر جب گورنمنٹ کے خلاف طرز عمل اختیار کرتا ہے ' اور اظہار حق میں اپنے آپ کو نڈر اور بے پروا بتلاتا ہے ' تو وہ بار بار ظاہر کرتا ہے کہ ہر طرح کی قربانیوں کیلیے طیار ہے - اور گورنمنٹ کو چیلنج دیتا ہے کہ اُسے جب چاہے گرفتار کرلے - لیکن جب گورنمنٹ خود اُسی کے اختیار کیے ہوے اور پسند کیے ہوے طریقہ کے

جونہی گورنمنٹ بنگال نے رضا کاروں کی جماعت اور مجالس کو خلاف قانون قرار دیا ' فوراً اھل کلکتہ نے ایک ھزار دستخطوں سے نئی جماعت رضا کاراں کا اعلان شائع کردیا - اسکے بعد مسٹر سي - آر - داس اور مولانا کلکتہ پہنچے ' اور اُنھوں نے معلوم کرلیا کہ فتح مندي کا اصلی میدان بنگال ھی میں گرم ھوگا - اُنھوں نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی یا ورکینگ کمیٹی ' یا مہاتما گاندھي کی اجازت کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کیا ' بلکہ فوراً رضاکاروں کي تنظیم اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا - روزانہ چار چار پانچ پانچ سو گرفتاریوں کي تعداد پہنچ گئي - بنگال کي پیش قدمي نے دوسرے صوبوں پر بھي اثر ڈالا - نئي حرکت ھر طرف شروع ھوگئي' اور اچانک ملک میں ایک ایسي نئي زندگي پیدا ھوگئي کہ لوگوں کو پچھلي افسردگي و مایوسی کا ایک گزرے ھوے خواب جتنا بھی خیال باقي نہ رھا -

خود مولانا کو بھي اس حقیقت کا پورا یقین تھا جیسا کہ اُنکے " پیغام " مورخہ ۸ - ڈسمبر سے واضح ھوتا ھے - علاوہ بریں ۴ - سے ۸ - تک اُنھوں نے جو خطوط لوگوں کو لکھے ' اُن میں بھي صاف صاف اپنا ارادہ و یقین ظاھر کردیا ھے - ایک خط کي نقل ھمیں اُنکے سکریٹري سے ملي ھے ' جو مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء دھلي کے نام اُنھوں نے لکھوایا تھا - اُس میں لکھتے ھیں :

" بدایون کے جلسہ (جمعیت) میں شرکت کا قطعي ارادہ تھا - لیکن یہاں پہنچکر جو حالات دیکھے' اور جو حالات روز بروز ظہور پذیر ھو رھے ھیں ' اُن کے بعد بہت مشکل ھوگیا ھے کہ میں کلکتہ سے نکل سکوں - کلکتہ سے نکلنے کے یہ معني ھونگے کہ میں ایک بہترین مہلت عمل دیدہ و دانستہ ضائع کردوں - مجھے تو ایسا نظر آتا ھے کہ شاید سول ڈس اوبیڈین کا عقدہ یہیں حل ھوگا - روز بروز ایک نئي شاھراہ کامیابي کي میرے سامنے کھلتي جاتي ھے - یقین کیجیے کہ بدایون کے جلسہ میں عدم شرکت کا مجھے بھي نہایت افسوس ھے - لیکن میں محسوس کرتا ھوں کہ بحالت موجودہ کلکتہ سے نکلنا کم از معصیت نہوگا "

واقعات ما بعد نے ثابت کردیا کہ اُنکا خیال کسقدر صحیح تھا ؟ فی الحقیقت کلکتہ نے پوري شجاعت کے ساتھہ میدان سر کیا اور اسکي کامیابي کے سامنے حریف کو علانیہ سرجھکانا پڑا - افسوس ھے کہ بدبختانہ عین وقت پر رھنمایان ملک کے قوت فیصلہ نے غلطی کي' اور یکے بعد دیگرے ایسي لغزشیں ھوگئیں کہ ۱۸ - سے ۲۳ - ڈسمبر تک جو عظیم الشان فتح ھوئي تھي' وھي اب شکست بنکر ھمارے سامنے آگئي ھے !

(۳) کچھہ لوگ ان دونوں قسموں سے بھي بلند تر ھیں - وہ زیادہ باھمت اور نڈر دل رکھتے ھیں - اسلیے عدالت کے سامنے بھي اُنکي جرأت و شجاعت اُسي آن بان کے ساتھہ نظر آتي ھے جس طرح پبلک مجمعوں میں نظر آتي تھي - لیکن زیادہ دقت نظر کے ساتھہ جب اُنکے طرز عمل کو دیکھا جاتا ھے ' تو وہ بھي بے لاگ اور یکسر ثابت نہیں ھوتا - کیونکہ گو وہ ساري باتیں ھمت اور بے باکي کي کرتے ھیں' لیکن حقیقت اور اصلیت کے اقرار و برداشت سے اُنھیں بھی گریز ھوتا ھے - یعنے عدالت کی سزا سے بچنے کیلیے وہ بھی کوئی دقیقہ حیلے حوالوں کا اُٹھا نہیں رکھتے - البتہ اُنکی حیلہ جوئی بہت ھی مخفی اور باریک ھوتی ھے - پچھلی دو جماعتوں کی طرح کھلی ھوئی اور صاف نہیں ھوتی - وہ گورنمنٹ کی مخالفت سے انکار تو نہیں کرتے لیکن ساتھہ ھی عدالت اور قانون کی آڑ میں پناہ بھی لینا چاھتے ھیں - یعنی یہ ظاھر کرتے ھیں کہ گو اُنھوں نے یہ سب کچھہ کہا اور کیا ھے ' تاھم اُنھیں سزا نہیں ملنی چاھیے - کیونکہ عدالت اور قانون کی رو سے وہ ھر طرح ایک جائز فعل تھا - کسی طرح بھی سزا کا موجب نہیں ھوسکتا - ساتھہ ھي وہ اس بات کی بھي سخت شکایت کرتے ھیں کہ بلا " قصور " اُنھیں گرفتار کیا گیا - نیز عدالت کو باور کرانے کی کوشش کرتے ھیں کہ اُنکو سزا کا دینا نہایت " نا انصافی " کی بات ھوگی ! یہ طرز عمل اُنکا اُس گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی عدالت میں ھوتا ھے جسکے ظلم و ستم کا وہ شب و روز رونا روچکے ھیں ' اور جسکے انصاف سے اُنھوں نے ھمیشہ مایوسی ظاھر کی ھے - نیز جسکی نسبت اُنھیں یقین بھی ھے کہ خواہ کتني ھی قانون اور انصاف کے نام پر اپیلیں کی جائیں ' لیکن اُنھیں سزا دیے بغیر نہیں چھوڑا جائیگا !

یہ آخري قسم گویا سب سے بلند اور اعلی سے اعلی جماعت ھے جو ھماري پولیٹکل جد و جہد کا دور اسوقت تک پیدا کرسکا ھے - لیکن " قول " اور " فعل " کی مطابقت سے اسکا طرز عمل بھی خالی ھے - اگر فی الواقع وہ اپنے تمام دعوؤں میں سچی تھی ' اور دعوت آزادي و حق پرستي کے نتائج بھگتنے کیلیے طیار تھی ' تو چاھیے تھا کہ اپنی گرفتاري اور سزا یابي کا بلا کسي اعتراض اور شکایت کے استقبال کرتي ' اور صاف صاف کہدیتي کہ فی الواقع اُس نے ایسا ھي کام کیا ھے جس پر گورنمنٹ کے نقطۂ خیال کے مطابق سزا ملني چاھیے - اور چونکہ اُس نے خود اپني پسند سے یہ راہ اختیار کي ھے ' اسلیے اُسکے قدرتي نتائج کیلیے

مطابق اُسے گرفتار کرلیتی ہے اور اپنے نقطۂ نظر اور قانون کے مطابق مجرم ٹھہرا کر سزا دلانا چاہتی ہے ، تو پھر اُس وقت سونا آگ پر تپنے لگتا ہے - اور کھوٹے کھرے کے پہچان کی گھڑی آجاتی ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ اُسوقت تین طرح کی طبیعتیں تین طرح کی راہیں اختیار کرتی ہیں :

(۱) کچھہ لوگ جنکے زبانی دعوؤں کے اندر کوئی محکم ایمان اور سچائی نہیں ہوتی ، وہ تو فوراً اپنے دعوؤں سے دست بردار ہوجاتے ہیں ، اور اپنے کیے پر پشیمانی ظاہر کرکے عجز و نیاز کا سر جھکا دیتے ہیں - یہ سب سے ادنی درجہ ہے -

(۲) کچھہ لوگ جو اِس سے بلند درجہ رکھتے ہیں ، اُنکی طبیعت اس درجہ گر جانے کو تو گوارا نہیں کرتی ، لیکن سزا سے بچنے کیلیے وہ بھی بیقرار ہوتے ہیں - اسلیے وہ بھی فوراً اپنا طرز عمل بدلدیتے ہیں ، اور عدالت پر ظاہر کرنے لگتے ہیں کہ جو کچھہ وہ کرتے رہے ، اُسکا مقصد وہ نہیں ہے جو گورنمنٹ نے سمجھا ہے ، بلکہ کچھہ دوسرا ہی ہے - پھر طرح طرح سے اُسکی تاویلیں کرتے ہیں ، اور مخالفت کو موافقت بنانا چاہتے ہیں - کبھی پولیس اور سی - آئی - ڈی کی رپورٹوں کو بالکل جھوٹا بتادیتے ہیں ، کبھی اپنے کہے ہوے اور لکھے ہوے جملوں کو توڑ مروڑ کر کچھہ کا کچھہ بنانا چاہتے ہیں - کبھی گورنمنٹ کا شکوہ کرتے ہیں کہ کیوں خواہ مخواہ بلا قصور اُنہیں گرفتار کرلیا ؟ غرضکہ اپنی تمام پچھلی شجاعانہ آمادگیوں کو فراموش کر کے اچانک ایک نیا پوزیشن اختیار کرلیتے ہیں ، اور اگرچہ سزا سے نہ بچ سکیں لیکن سزا سے بچنے کیلیے جسقدر بھی حیلے حوالے کرسکتے ہیں ، اُسمیں کمی نہیں کرتے - پہلی قسم کی طرح اس قسم کے لوگ بھی بعد کو اپنے طرز عمل کی حمایت یا معذرت میں یہ حیلہ اختیار کرتے ہیں کہ لڑائی بھی ایک طرح کا فریب ہے - ہم نے صرف اپنے بچاؤ کیلیے دشمن سے فریب کھیلا ، ورنہ دراصل ہمارے دل میں وہی ہے جو پہلے تھا - لوگ بھی اسے مان لیتے ہیں -

یہ بات گویا اسقدر مسلم اور پیشتر سے سمجھی بوجھی ہوئی ہے کہ جب کوئی لیڈر عدالت میں ایسا رویہ اختیار کرتا ہے ، تو پبلک ذرا بھی تعجب نہیں کرتی اور سمجھہ لیتی ہے کہ یہ سب کچھہ صرف عدالت کیلیے کیا گیا ہے جہاں ایسا ہی کرنا چاہیے پالیٹکس میں ایسا کرنا ہی پڑتا ہے - گویا پالیٹکس میں جھوٹ ، نفاق ، دورنگی ، ذلت نفس ، اور مکر و فریب کے سوا چارہ نہیں !

اسکے بعد انہوں نے یہ بھي واضح کردیا ھے کہ وہ کیوں " جرم " کا اقرار کرتے هیں ؟ وہ کہتے هیں - اسلیے کہ جب ایک قوم اپنے ملک کي آزادي کا مطالبہ کرتي ھے تو اُسکا مقابلہ اُس طاقت سے هوتا ھے جو عرصہ سے اُسکے ملک پر قابض و متصرف ھے - کوئي انسان یہ پسند نہیں کریگا کہ اسکے قبضہ میں آئي هوئي چیز واپس چلي جاے - پس قدرتي طور پر یہ مطالبہ قابض طاقت پر شاق گزرتا ھے اور جہانتک اُسکے بس میں هوتا ھے وہ اپنے فوائد کے تحفظ کیلیے جد و جہد کرتي ھے - یہ جد و جہد کتني هي خلاف انصاف هو ' مگر کسي طرح بھي قابل ملامت نہیں ھے - کیونکہ هر وجود اپني حفاظت کیلیے ضرور هاتھہ پانوںماریگا - ایسا هي مقابلہ هندوستان میں بھي شروع هوگیا ھے - پس یہ ضروري ھے کہ جو لوگ موجودہ بیورو کریسي کے خلاف جد و جہد کر رھے هیں ' بیورو کریسي بھي اُنکي مخالفت میں جد و جہد کرے ' اور جہانتک اُسکے امکان میں ھے ' اُنکو سزائیں دے - چونکہ وہ نہ صرف جد و جہد کرنے والے هی هیں ' بلکہ اس جد و جہد کي دعوت دینے والے هیں ' اسلیے ضروري ھے کہ اُنہیں سزا دي جاے ' بلکہ زیادہ سے زیادہ سزا دي جاے - وہ کہتے هیں کہ میں کیوں گورنمنٹ سے یہ توقع رکھوں کہ وہ اپنے مخالفوں کو پیار کریگي ؟ وہ تو وهی کریگی جو همیشہ طاقت نے آزادي کی جد و جہد کے مقابلہ میں کیا ھے - پس یہ ایک ایسا قدرتی معاملہ ھے جسمیں دونوں فریق کیلیے شکوہ و شکایت کا کوئی موقعہ نہیں - دونوں کو اپنا اپنا کام کیے جانا چاهیے "

اُنھوں نے اپنے بیان کے آخر میں اسکا بھي اعتراف کیا ھے کہ آزادي و حق طلبي کي جد و جہد کي مقاومت میں دنیا کي جابر گورنمنٹیں جو کچھہ کر چکي هیں ' اسکو دیکھتے هوے تسلیم کرنا چاهیے کہ هندوستان میں اسوقت جسقدر جبر و تشدد هو رها ھے ' وہ بہت هي کم ھے !

کیسي بے لاگ اور خالص صداقت شعاري ھے ' جو اس بیان سے ٹپک رهي ھے ؟ کیا اس سے بھي بڑھکر راست بازي اور شجاعت و استقامت کي کوئي مثال هوسکتي ھے ؟

لوگوں کو شیوۂ حق گوئي کے اس نئے نمونہ پر اگر تعجب هو تو کوئی حیرت کی بات نہیں - کیونکہ ابھی هم اس مقام سے بہت هي دور پڑے هوے هیں - ابھی تک تو همارا یہ خیال ھے کہ پالیٹکس میں هر طرح کی هٹ دھرمی اور صریح غلط بیانی تک جائز ھے !

وہ کسی طرح گورنمنٹ کو ملامت بھی نہیں کرتی - گورنمنٹ دنیا کے تمام جانداروں کی طرح یقیناً اپنے مخالفوں کو سزا ہی دیگی - پھولوں کا تاج نہیں پہنائیگی - پس جب ایک بات قدرتی طور پر ناگزیر ہے تو کیوں اس سے گریز کیا جاے ؟ اگر گریز ہے تو آزادی و حق طلبی کی راہ میں قدم رکھنا ہی نہیں چاہیے -

لیکن مولانا کا طرز عمل اس اعتبار سے بالکل ایک نئی راہ ہمارے سامنے کھولتا ہے - انہوں نے بتلادیا ہے کہ " قول " اور " فعل " کی مطابقت اور سچی اور بے لاگ حقیقت پرستی کے معنی کیا ہیں ؟ اُنہوں نے اپنے بیان میں سب سے پہلے اِسی سوال پر توجہ کی ہے - اُنہوں نے صاف صاف تسلیم کرلیا ہے کہ وہ بحالت موجودہ گورنمنٹ کے نقطۂ نظر اور قانون سے واقعی " مجرم " ہیں ' اور یہ ہرگز قابل ملامت و شکایت نہیں ہے کہ گورنمنٹ اُنہیں سزا دلانا چاہتی ہے - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جب اُنہوں نے استغاثہ کے مواد کو بہت ہی کمزور پایا ' تو ایک ایسی جرأت کے ساتھہ جسکی کوئی نظیر موجود نہیں ' استغاثہ کا بار ثبوت بھی اپنے ذمے لے لیا ' اور خود اپنے قلم سے وہ تمام باتیں بتفصیل لکھدیں جنکا ثبوت استغاثہ کیلیے بہت مشکل تھا اور اسلیے وہ پیش نہ کرسکا تھا - اس طرح عدالت پر اچھی طرح واضح ہوگیا کہ استغاثہ کے دعوے سے بھی کہیں زیادہ وہ گورنمنٹ کے مجرم ہیں - اور یہ بالکل ایک قدرتی بات ہے کہ اُنہیں سزا دی جاے -

چنانچہ ہم خود اُنہی کی زبانی سنتے ہیں کہ اُنکا ارادہ بیان دینے کا نہ تھا - کیونکہ اُنہیں یقین تھا کہ اُنکے خلاف گورنمنٹ کو جو کچھہ کہنا چاہیے وہ سب کچھہ پیش کردیگی - لیکن جب کارروائی شروع ہوئی اور اُنہوں نے دیکھا کہ صرف دو تقریروں کی بنا پر استغاثہ دائر کیا گیا ہے اور وہ اُن بہت سی باتوں سے بالکل خالی ہیں' جو ہمیشہ وہ کہتے رہے ہیں - تو اُنہوں نے محسوس کیا کہ " گورنمنٹ میرے خلاف تمام ضروری مواد مہیا کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی اسلیے میرا فرض ہے کہ میں عدالت کو اصلیت سے با خبر کردوں " وہ تسلیم کرتے ہیں کہ " قواعد عدالت کی رو سے یہ میرا فرض نہیں ہے " مگر چونکہ " حقیقت کا قانون عدالتی قواعد کی حیلہ جوئیوں کا پابند نہیں ہے " اسلیے " یقیناً یہ سچائی کے خلاف ہوگا کہ ایک بات صرف اسلیے پوشیدگی میں چھوڑ دی جاے کہ مخالف اپنے عجز کی وجہ سے ثابت نہ کرسکا "

لیکن مولانا کا طرزعمل کسقدر یک سو اور کامل معنوں میں ڈیفنس سے مبرا ہے ؟ اُنہوں نے اظہار بے جرمی کی جگہہ جرم کا صاف صاف اعتراف کیا ' اور بجاے انصاف کی اپیل کرنے کے عدالت کو خود ھی اپنے تمام جرائم کی فہرست سنادی - ساتھہ ھی اول سے آخر تک کسی طرح کی قانونی بحث نہیں کی - ایک حرف بھی اس بارے میں ہم اُنکی زباں سے نہیں سنتے - حتی کہ یہ تک نہیں پوچھتے کہ جو دفعہ اُنپر لگائی گئی ہے' واقعی انکی تقریریں اُسمیں آتی بھی ہیں یا نہیں ؟ اور آتی ھیں تو کیونکر؟ وہ تو خود ھی اپنی تقریروں کے تمام سخت سخت مقامات نقل کر دیتے ھیں اور سی - آئی - ڈی کے رپورٹروں کی ناقابلیت سے جہاں کہیں کوئی کمی رھگئی ہے' اُسکو استغاثہ کے حسب منشاء مکمل کردیتے ھیں ! فی الحقیقت ترک موالات اور عدالتوں کے مقاطعہ سے اصل مقصود یہ تھا جسکا مکمل نمونہ ہم اُن میں دیکھتے ھیں - یہ نہیں تھا کہ ڈیفنس اور بریت کا ایک طریقہ چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرلیا جاے -

جو لوگ صاحب نظر و انصاف ھیں ' وہ یقیناً اس طرز عمل سے متاثر ھوے اور متاثر ھونگے - مولانا کے بعد ھی لاھور میں لالہ لاجپت راے جی پر دوبارہ مقدمہ چلایا گیا لیکن جب اُن سے پوچھا گیا کہ وہ کوئی بیان دینگے ؟ تو جواب میں اُنہوں نے کہا " چونکہ بیان میں از روے قانون اپنی بریت کو لازمی طور پر لکھنا پڑیگا اور یہ نوان کو اپریشن کے خلاف ہے - اسلیے غور کرنے کے بعد اب میری راے یہی ہوگئی ہے کہ کوئی بیان نہیں دینا چاھیے" گویا اُنہوں نے بھی مولانا کے طرز عمل کی تائید کی -

جب تک ایک حقیقت نظروں سے مستور رھتی ہے ' اُسکا عام طور پر احساس نہیں ھوتا - لیکن جب سامنے آجاتی ہے تو پھر تعجب ھوتا ہے کہ اتنی صاف بات کیوں لوگونکو محسوس نہیں ھوئی ؟ یہی حال اس معاملہ کا ہے - مولانا کا بیان پڑھنے کے بعد فی الواقع تعجب ھوتا ہے کہ کیوں اسقدر صاف اور سچی بات سے بڑے بڑے لیڈروں کو گریز رہا ؟ یہ واقعہ ہے کہ ہم موجودہ گورنمنٹ اور بیورو کریٹک حکام کے جبر و ظلم کے خلاف جد و جہد کرتے ھیں اور صاف صاف کہتے ھیں کہ ھمارا مقصد اُنکے قبضہ سے اپنا حق واپس لینا ہے - پس یہ بالکل قطعی اور یقینی بات ہے کہ ہم جو کچھہ کر رہے ھیں ' وہ ھمارے دلائل اور عقائد کی رو سے کتنا ھی صحیح ھو ' لیکن موجودہ گورنمنٹ کے قانون اور پوزیشن کی رو سے

مولانا کا یہ طرز عمل عام خیالات سے کسقدر مختلف ہے ؟ اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے ہوگا - مولانا نے مندرجۂ بالا مطالب لکھتے ہوے یہ الفاظ لکھے ہیں "کہا جاسکتا ہے کہ پہلے فریق کی طرح دوسرے فریق کی جد و جہد بھی قابل ملامت نہیں" یعنے قوم کی طرح گورنمنٹ بھی اپنی جد و جہد میں قابل ملامت نہیں - چونکہ یہ خیال عام خیال سے بالکل ہی بعید تھا - لوگوں کی سمجھہ میں کسی طرح یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ گورنمنٹ کو بھی اُسکی جابرانہ جد و جہد میں ناقابل ملامت مانا جاے - اسلیے تمام اخبارات نے اِسے کتابت کی غلطی سمجھا اور "کہا جاسکتا ہے" کی جگہہ "کہا جاتا ہے" بنا دیا ؛ گویا گورنمنٹ یا اُسکے طرفدار ایسا کہتے ہیں ' ورنہ در اصل ایسا نہیں ہے - حالانکہ اسکے بعد کی عبارت بالکل اس تبدیلی کے خلاف تھی !

(نوان کوا پریشن اُصول)

یہ جو کچھہ ہمیں نظر آیا ' مولانا کے مسلک کی عام حیثیت تھی - اگر ترک موالات " کا پروگرام نہ ہوتا ' جب بھی وہ ایسا ہی کرتے - لیکن اب اس اعتبار سے بھی دیکھنا چاہیے کہ " ترک موالات " کا اصول ملحوظ رکھتے ہوے اُنکے طرز عمل کا کیا حال ہے ؟

ترک موالات اور عدالت کے بائیکاٹ سے مقصود یہ تھا کہ عدالت میں کسی طرح کا بھی ڈیفنس نہ کیا جاے - یعنی اپنے کو سزا سے بچانے کیلیے کوئی کارروائی نہ کی جاے ' کیونکہ نوان کوا پریشن عدالت کے انصاف اور جواز ہی سے منکر ہے - اس اعتبار سے بھی مولانا نے ہمیں بتلادیا ہے کہ ڈیفنس نہ کرنے کے کیا معنی ہیں ؟

بہت سے لوگوں نے " ڈیفنس نہ کرنے" پر صرف اتنا ہی عمل کیا کہ عدالتی دستور کے مطابق وکلا اور قانون پیشہ اشخاص کو اپنے طرف سے مقرر نہیں کیا - لیکن جہانتک تعلق اصل ڈیفنس کا ہے' اسمیں اُنہوں نے کوئی کمی نہیں کی - پوری طرح اپنی بے قصوری اور استغاثہ کے خلاف قانون و انصاف ہونے پر بحثیں کیں ' اور ہر طرح کے قانونی مواد سے استدلال کیا ' بعض حالتوں میں عدالت سے انصاف کی اپیل بھی کی گئی - یعنی خود اپنی زبان و قلم سے وہ سب کچھہ کرگزرے جو وکیل اور کونسلی اُنکی جانب سے ڈیفنس میں کرسکتا تھا - پس فی الحقیقت یہ " ڈیفنس نہ کرنا " نہیں ہوا ' بلکہ " براہ راست خود ڈیفنس کرنا " ہوا -

اُنکی موافقت میں کوئي کلمہ زبان سے نہ نکالا جاے - وہ کہتے ھیں کہ یہ مصالح جنگ ھیں - غلط بیاني اور جھوٹ نہیں لیکن في الحقیقت یہ یورپ کا پولٹیکل اخلاق ھے جس پر یورپ سے بیزار ھوکر بھي ھم شوق سے عمل کررھے ھیں -

ابھي اسي سال کي بات ھے کہ علي گڈہ میں پولیس کے اشتعال سے فساد ھوا تھا - جیسا کہ قاعدہ ھے پولیس کے اشتعال اور تشدد سے پبلک بھي مشتعل ھوئي ' اور پھر مشتعل ھونے کے بعد اُس نے بھي وہ سب کچھہ کیا جو ایک پر جوش مجمع کي فطرت کیا کرتي ھے - لیکن " اخبار انڈي پینڈنٹ" کے نامہ نگار اور بعض دیگر مقامي لیڈروں نے اِس سے صاف صاف انکار کردیا وہ آخر تک بھي کہتے رھے کہ مجمع نے کوئي انتقامي کارروائي نہیں کی - نہ تو کوتوالي پر حملہ کیا گیا - نہ پولیس پر پتھر پھینکے گئے - نہ کوتوالي کا سامان جلایا گیا - یہ سب جھوٹ ھے - حالانکہ یہ سب سچ تھا ' اور سچ کو سچ ماننے ھی میں ھماري طاقت اور فتح مندي ھے - آخر جب مہاتما گاندھی نے سختی کے ساتھہ مضامین لکھے ' تب جاکر لوگ کہیں خاموش ھوے - اس طرح کی ھٹ دھرمیوں کا نتیجہ یہ نکلتا ھے کہ حریف کی نظروں میں جو یقیناً اصلیت سے بے خبر نہیں ھے ' ھمارے کریکٹر کی کمزوري خود کھل جاتی ھے ' اور ھماري بات بالکل ھلکی اور بے وزن ھوکر رھجاتی ھے - ھمیں یاد نہیں پڑتا کہ آجتک کبھی کسي نے یہ تسلیم کیا ھو کہ اُسکے خلاف پولیس کا بیان صحیح ھے - بلاشبہ یہ سچ ھے کہ پولیس کي کذب بیانیوں کي بھی کوئي حد نہیں - لیکن انہیں جھوٹ گھڑنے کي ضرورت وھیں پڑتي ھے جہاں اصل میں کچھہ نہو جہاں فی الواقع گورنمنٹ کے خلاف کارروائي کي گئي ھے ' وھاں تو وہ بھی اس سے زیادہ نہیں کرینگے کہ مخالف کو مخالف ھی دکھلائیں - یا کچھہ مبالغہ کردیں - پھر کیوں واقعات کو صریح جھٹلایا جاے ؟

(اُنکا عفو و تحمل اور روش کي متانت)

ایک بڑي سبق آموز حقیقت اُنکے روش کی کمال درجہ سنجیدگی و متانت' اور نہایت ھي موثر عفو و درگذر بھی ھے - یہ وصف بھی ایسا ھے کہ جس پر غور کرنے کی ھمارے قومی لیڈروں اور کارکنوں کو بڑي ھی ضرورت ھے -

یہ قدرتی کمزوري ھم تمام انسانوں میں ھے کہ مخالف کے مقابلے میں غصہ اور غیظ و غضب سے بھرجاتے ھیں - علی الخصوص اس حالت میں جبکہ مخالف

تو ضرور جرم اور بلا کسي نزاع کے ۱۲۴ - الف ھے - یعني "گورنمنٹ کے خلاف حقارت اور نفرت پھیلانا" ھے - پس اگر ھم اس بات سے بے خبر ھیں' تو ھم اس کام کے لائق ھي نہیں ھوسکتے - اگر جان بوجھکر ایسا کر رھے ھیں تو پھر ھم کو مان لینا چاھیے کہ گورنمنٹ اور گورنمنٹ کے نافذ کردہ قانون کي رو سے ھم ضرور مجرم ھیں' اور وہ سزا دلانے میں حق بجانب ھے - اسمیں بچاؤ اور بریت کیلیے چناں چنیں کیوں کي جاے ؟ اور شکوہ و شکایت کیوں ھو ؟ کیا لوگ ایسا سمجھتے ھیں کہ وہ گورنمنٹ کے خلاف جد و جہد بھي کرینگے' اُسے جنگجو حریفوں کي طرح چیلنج بھي دینگے' اور پھر وہ اُنہیں گرفتار بھي نہ کریگي' اور محض معمولي معمولي سزائیں بھي نہ دے ؟ مولانا کے لفظوں میں کہنا چاھیے کہ "گورنمنٹ مسیح نہیں ھے" !

یا پھر تسلیم کرلینا چاھیے کہ جو کچھہ زبان سے کہا جاتا ھے' وہ دل میں نہیں ھے - زبان چیلنج دیتي ھے' مگر دل میں یہي ھوتا ھے کہ ھم آخر تک بچتے رھینگے - اور یہ محض زباني شیخي کر رھے ھیں' ورنہ سچ مچ کو پکڑے نہیں جائینگے -

(سي - آئي - ڈي کے رپورٹر)

اسي سلسلہ میں مولانا کے طرز عمل کي ایک اور صداقت ھمارے سامنے آتي ھے - اُنھوں نے کیسي صفائي اور راست بازي کے ساتھہ تسلیم کرلیا ھے کہ سي - آئي - ڈي - کے رپورٹروں نے اُنکے خلاف جو کچھہ کہا' وہ صحیح ھے - اُس میں کوئي بات شرارت کي نہیں -

ھماري پولیٹکل جد و جہد کي تاریخ میں یہ سب سے پہلي مثال ھے کہ اس فراخ دلي کے ساتھہ خود ملزم نے اُن لوگوں کي شہادت کي تصدیق کي ھے جو ملزم کے برخلاف اسکي کوشش کر رھے ھیں کہ عمر بھر کي قید کي سزا دلا دي جاے !

انسان کی ایک سب سے بڑي عام کمزوري یہ ھے کہ وہ فریقانہ تعصب سے اپنے آپکو محفوظ نہیں رکھہ سکتا - صداقت کیلیے سب سے زیادہ مشکل آزمائش اُسیوقت ھوتي ھے جب وہ دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلے میں کھڑي ھوتی ھے - ھم روزانہ دیکھتے ھیں کہ ھمارے بڑے بڑے لیڈر بھي اسمیں کوئي مضائقہ نہیں سمجھتے کہ مخالف فریق کو بوقت ضرورت غلط الزامات دیدیے جائیں - یا کم از کم

خوبصورتي و صداقت كي وجه سے هميشه ياد رهے جائينگے - هم بيان كے مطالب كي اهميت ' طرز بيان كي دلنشيني ' اسلامي حريت كي عالمانه ترجماني ' اور فرائض ملک و ملت كي بهترين سبق آموزي كى قدر و قيمت كا اندازه ناظرين كے ذوق سليم پر چهوڑتے هيں ' اور مولانا هى كے لفظوں ميں يه كهكر اپني گذارش ختم كرديتے هيں كه " مستقبل فيصله كريگا اور اُسي كا فيصله آخري فيصله هوگا " !

نالہ از بہرِ رہائی نہ کند مُرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود !

ايک عظيم الشان بيان

A great Statement !

مهاتما گاندهي جي اپنے اخبار " ينگ انڈيا " كي اشاعت ۲۳ - فروري سنه ۲۲ - ميں عنوان بالا سے رقم طراز هيں :

" مولانا ابو الكلام آزاد نے جو بيان عدالت ميں ديا هے ' اُسكي نقل ابهي ميرے پاس پهنچي هے - يه فلسكيپ سائز كے ۳۳ - صفحوں پر ٹائپ كيا هوا هے' ليكن اسقدر طول طويل هونے پر بهي سب كا سب پڑهنے كے قابل هے - اصل بيان مولانا كي فصيح و بليغ اردو ميں هوگا - يه اُسكا انگريزي ترجمه هے - ترجمه برا نهيں هے ليكن ميں خيال كرتا هوں كه اس سے بهتر ممكن تها -

مولانا كے بيان ميں بهت بڑي ادبي خوبصورتي هے ' وه نهايت وسيع رواني كے ساتهه پرجوش بهي هے - وه نهايت دليرانه هے - اُسكا لهجه غير متزلزل اور غير آشتي طلب (ان كمپرو مائزينگ) هے - مگر ساتهه هي سنجيده اور متين بهي هے - تمام بيان ميں اول سے آخر تک ايک پرجوش اثر پايا جاتا هے' اور ايسا معلوم هوتا هے - گويا خلافت اور نيشنلزم پر مولانا ايک پر اثر خطبه دے رهے هيں ! ميں اميد كرتا هوں كه اس بيان كو چهاپكر شائع كرديا جائيگا - ميں مولانا كے سكريٹري كو مشوره دونگا كه احتياط كے ساتهه انگريزي ترجمه پر نظر ثاني كريں' اور كتاب كي صورت ميں چهاپكر شائع كرديں -

مولانا كا بيان پڑهكر جب ميں فارغ هوا ' تو ايک بات بهت زياده واضح هوكر ميرے سامنے آگئي - يعنى عدالتوں كو بائيكاٹ كرنے كي اصلي ضرورت كيا هے ؟ ميں نے محسوس كيا كه اگر هم نے ايسا نه كيا هوتا تو يه بے خوفى اور مضبوطي

صاحب اختیار و طاقت بھی ھو - لیکن ایک لیڈر اور بڑے آدمی کو عام انسانوں سے زیادہ جذبات پر قابو رکھنا چاھیے - کسی انسان کی بڑائی کیلیے یہ کم سے کم بات ھے کہ وہ وقت پر اپنے غصہ کو ضبط کرسکے - بہت سے لوگ یہ غلطی بھی کرجاتے ھیں کہ شجاعت و ھمت اور طیش و غضب میں فرق نہیں کرتے - بہت زیادہ غصہ میں آ جانے کو ھمت اور بہادری کی بات سمجھتے ھیں - حالانکہ سچا بہادر وھی ھے جو تکلیف جھیلنے میں اسقدر مضبوط ھو کہ تکلیف دیکھکر اُسے غصہ ھی نہ آے - علاوہ بریں غصہ اور طیش کے ھیجان میں واقعات اور حقیقت کی تاثیر بھی نمایاں نہیں ھوسکتی -

مولانا کے طرز عمل کی ایک بڑی نمایاں بات اُنکی بیحد متانت اور سنجیدگی ھے - عدالت کی تمام کارروائیوں کی اثنا میں کہیں بھی یہ نظر نہیں آتا کہ وہ غصہ میں بھرے ھوے ھیں - یا دشمن کے قابو میں اپنے آپ کو پاکر پیچ و تاب کھا رھے ھیں - برخلاف اسکے اُنکے "بیان" کی ھر سطر سے کامل متانت اور ضبط ٹپکتا ھے ' اور جس حصے کو دیکھا جاے ' جذبات کے جوش کا کوئی اثر نظر نہیں آتا - اُنھوں نے سخت سے سخت جوش انگیز پولیٹکل معاملات پر اس طرح بحث کی ھے ' گویا ایک شخص نہایت سادگی کے ساتھہ محض واقعات و حقائق پر لکچر دے رھا ھے - وہ گویا گرفتار ھونے کے بعد غضبی جذبات سے بالکل خالی ھوگئے تھے !

اس سے بھی زیادہ موثر مقام بیان کا خاتمہ ھے جہاں اُنھوں نے اُن تمام لوگوں کا ذکر کیا ھے - جو اُنکے خلاف مقدمہ میں کام کررھے تھے - اپنے مخالفت گواھوں ' سرکاری وکیل ' اور مجسٹریٹ کی نسبت پوری خوشدلی کے ساتھہ لکھدیا ھے کہ اُنھیں کوئی شکایت یا رنج اُن سے نہیں ھے - اور اگر اُن سے کوئی قصور اس بارے میں ھوا ھے تو وہ سچے دل سے معاف کردیتے ھیں - مجسٹریٹ کی نسبت لکھا ھے کہ وہ تو اپنا فرض انجام دے رھا ھے اور حکومت کی مشینری کا ایک جزء ھے - جب تک مشینری میں تبدیلی نہو ' اُسکے اجزاء کے افعال میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ھوسکتی - پس اس سے بھی انھیں کوئی شکایت نہیں ھے !

اُنکے بیان کا خاتمہ بیحد موثر ھے - وہ ضرب المثل کی طرح ھمارے لٹریچر میں زندہ رھیگا - جس طرح بیان کے بہت سے جملے اپنی لفظی و معنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغـــام

وقل الحمد للہ - سیریکم آیاتہ فتعرفونہا ' و ما ربک بغافل عما تعملون -

مباش غمزدہ عرفي کہ زلف و قامت یار

جزاء ھمت عالي و دست کوتہ ماست !

آج ۸ - دسمبر ۱۹۲۱ - کي صبح ھے - کل شام کو مجھے قابل وثوق ذرائع سے اطلاع ملگئي ھے کہ گورنمنٹ بنگال نے ویسرائے کے مشورہ کے بعد میري اور مسٹر سي - آر - داس کي گرفتاري کا فیصلہ کرلیا - میري نسبت گورنمنٹ کا ارادہ یہ ھے کہ اگر میں گیارہ تاریخ تک کلکتہ سے باھر نہ گیا تو مجھے گرفتار کرلیگي ' لیکن اگر میں بدایون کے جلسہ جمعیۃ العلماء کیلیے چلا گیا تو پھر گویا اسکے سر سے بلا ٹل جائیگي - صرف مسٹر داس گرفتار کرلیے جائینگے -

میرا وقت تمام تر بنگال سے باھر ھندوستان کے کاموں میں خرچ ھوتا رھا ھے - اسوقت بھي میں تحریک کے نہایت اھم کاموں میں مشغول تھا ' اور ۲۵ - دسمبر تک کا پروگرام میرے سامنے تھا - لیکن اچانک بنگال میں گورنمنٹ کي نئي سرگرمي شروع ھوگئي ' اور اسکے بعد دوسرے صوبوں میں بھي اسکي تقلید کي گئي - میں کانگریس کي ورکنگ کمیٹي کے جلسہ کي وجہ سے بمبئي میں تھا - مہاتما گاندھي جي سے میں نے مشورہ کیا - انہوں نے کہا کہ چند دنوں کیلیے کلکتہ چلاجانا ضروري ھے - چنانچہ یکم دسمبر کو میں کلکتہ پہونچا - میں نے دیکھا کہ ورنمنٹ نے آخري حد تک تشدد کا ارادہ کرلیا ھے ' اور کوئي ناجائز طریقہ ایسا ہیں ھے جو ۲۴ - کي ھڑتال روکنے کیلیے عمل میں نہ آرھا ھو - تاھم لوگ پوري ستقامت کے ساتھہ صبر و سکون پر قائم ھیں -

هم میں کہاں هوتي جو آج همارے اندر کام کررهي هے ؟ مسٹرسي - آر - داس ' لاله لاجپت راے ' پنڈت موتي لال نہرو کے شریفانه اعلانات سے پہلے همارے اندر صرف چھوٹے چھوٹے زبانی جھگڑے اور بامعنی گر الزامات تھے جو کبھي ایک قوم کو سر بلند نہیں کرسکتے -

اس سے بھي بڑھکر یه که اگر هم نے عدالتوں کا بائیکاٹ نه کیا هوتا تو همکو آج مولانا کے بیان جیسی گرانقدر چیز نہیں ملتی جو بجاے خود ایک بہترین سیاسی تعلیم هے -

عدالتوں کے بائیکاٹ کا اثر صرف اسي چیز میں نہیں دیکھنا چاهیے که کتنے قانون پیشه اصحاب نے پریکٹس چھوڑي ؟ اصلی چیز دیکھنے کي یه هے که آج سے دو سال پہلے جو هما همی اور رونق عدالت گاهوں کے اندر باهر نظر آتي تھي ' وه کس طرح اب مفقود هوگئي هے ؟ اب تو وه صرف لین دین کرنے والوں اور قمار بازوں کي ایک کمین گاه هیں - نه وه قومي آزادي کا سرچشمه هیں ' نه انفرادي آزادي کا - اس بات کا اندازه که قوم کیسي تیزي کے ساتھه آگے بڑھه رهي هے ؟ صرف بہادر اور بے خوف دلوں کے جذبات دیکھنے هي سے هوسکتا هے -

مولانا کے بیان کا روے سخن اگرچه عدالت کي طرف هے ' لیکن در اصل وه ملک و ملت سے خطاب کر رهے هیں - في الحقیقت اُن کا بیان ایسا هے گویا عمر بھر کیلیے سخت سے سخت سزاؤں کا مطالبه کیا جا رها هے !

ایک سال قید با مشقت سزا کا فیصله سنکر مولانا نے کیا خوب کہا : " میں جس سزا کا متوقع تھا ' اُس سے تو یه بہت هي کم هے " !

اب میں مولانا کے بیان کے چند حصے نقل کرتا هوں ' تا که ناظرین خود اندازه کرلیں "

(نـــوٹ)

اسکے بعد مولانا کے بیان کا انگریزي ترجمه درج کیا گیا هے - انگریزي ترجمه کي نسبت مہاتما جي نے جو خیال ظاهر کیا هے وه صحیح هے -

بلا شبه ترجمه میں اصل بیان کي بہت سي ادبي خوبیاں مفقود هوگئیں - وه زور بھي باقي نه رها جو اصل میں موجود هے - لیکن ترجمه کي مشکلات اور وقت کي کوتاهي پر بھي نظر رکھني چاهیے - علی الخصوص ایک ایسے لٹریچر کیلیے جیسا که مولانا کا هے - بهرحال اب مہاتما جي کے ارشاد کے مطابق انگریزي ترجمه کي از سرنو نظرثاني کردي گئي هے - ایک مسلم انگریزي انشا پرداز بھي مشوره میں شریک هیں - اُمید هے که پہلے سے زیاده پر زور اور مکمل هوگا - اگرچه اصل کے محاسن اب بھي ترجمه میں نظر نہیں آسکتے - اُردو ایڈیشن کي طرح وه بھي رساله کي شکل میں چھپ رها هے - جن حضرات کو مطلوب هو ' مرکزي خلافت کمیٹي بمبئي سے منگوالیں -

گورنمنٹ نے میری گرفتاری کا فیصلہ کرکے مجھے ایک بہت بڑے بوجھہ سے نجات دیدی - خدا بہتر جانتا ھے کہ میرے لیے اب جیل سے باھر رھنا کسقدر تکلیف دہ ھوگیا تھا ؟ جو چلے جاتے ھیں انہیں کیا معلوم کہ پیچھے رھجانے والوں کے دلوں پر کیا گذرتی ھے ؟ محمد علی ' شوکت علی ' لالہ لاجپت رائے ' پنڈت موتی لال نہرو ' سب کا سفر پورا ھوگیا ' اور میں اب تک منزل کے انتظار میں تھا - اب منزل میرے سامنے ھے ' اور میرا دل خوشی سے معمور ھے کہ ایک آخری مگر فتحمند میدان اپنے پیچھے چھوڑ رہا ھوں - میں نے کلکتہ کے موجودہ میدان عمل کو " آخری اور فتح مند میدان " کہا - یہ میرا یقین ھے ' اور عنقریب تمام ملک دیکھہ لیگا کہ جو کام دو سال کے اندر تمام ملک میں انجام نہ پاسکا ' وہ ان چند دنوں کے اندر کلکتہ میں انجام پا جائیگا - و لتعلمن نباہ بعد حین -

البتہ اس آخری کام کی تکمیل اور مضبوطی کیلیے ایک آخری مرحلہ باقی ھے ' اور میں بے فکر ھوگیا ھوں کہ گورنمنٹ بنگال کے ھاتھوں وہ بھی پورا ھوجائیگا - اگر دو تین دن کے اندر مجھے اور مسٹر سی - آر - داس کو گرفتار کرلیا گیا ' تو یہ نہ صرف کلکتہ بلکہ تمام بنگال کو ایک نئی بیداری اور زندگی سے معمور کردیگا بنگال کو ھم دو سال تک آزاد رھکر بیدار نہ کرسکے ' لیکن ھماری گرفتاری ایک منٹ کے اندر بیدار کردیگی -

میں اپنی گرفتاری میں تمام مسلمانان ھند کی ایک نئی کروٹ دیکھہ رھا ھوں - مجھے خاص طور پر پنجاب ' صوبۂ سرحد ' اور بہار پر اعتماد ھے ان تین صوبوں کے مسلمانوں نے ھمیشہ میری صداؤں کو محبت ' اعتماد ' اور قبولیت کے ساتھہ سنا ھے - وہ گذشتہ دس سال سے میری تمام امیدوں کا مرکز ھیں - مجھے یقین ھے کہ میری گرفتاری اُن کیلیے آخری دعوت عمل ھوگی - جو حقیقت تین سال کی پیہم تقریروں اور تحریروں میں نہیں سمجھا سکا تھا ' وہ میری گرفتاری کی خاموشی سمجھا دیگی -

اسطرح گورنمنٹ بنگال صرف بنگال ھی کیلیے نہیں بلکہ تمام ملک کیلیے ایک بہترین خدمت انجام دے رھی ھے -

میرا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے ایمان اور استقامت' دونوں کي نسبت اطمینان حاصل کرلوں - یہ اطمینان مجھے ۵ - تک حاصل ہوگیا' اب میں نے سونچا کہ کلکتہ سے باہر جاؤں یا نہ جاؤں؟ بدایوں کے جلسۂ جمعیۃ میں جانا بھي نہایت ضروري تھا - ۶ - تک میں مذبذب رہا - میں نے مہاتما گاندھي جي کو لکھدیا کہ بقیہ کاموں کیلیے مسٹر سي - آر - داس کافي ہونگے - میں بدایوں ہوکر بمبئي آتا ہوں - لیکن ۶ - کي شام کو یکایک حالات نے دوسري شکل اختیار کرلی- میں نے محسوس کیا کہ گورنمنت کي تمام طاقت کلکتہ میں سمت آئي ہے' اور گویا مقابلہ کا فیصلہ کن میدان یہیں پیدا ہوگیا ہے - پس میرے لیے ضروري ہوگیا کہ تمام کاموں کو ترک کرکے کلکتہ کیلیے وقف ہو جاؤں - میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب میں یہیں رہونگا - یہانتک کہ گورنمنت جابرانہ احکام واپس لیلے' یا مجھے گرفتار کرلے -

میں نے یہ بھي دیکھا کہ گورنمنت نے خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کو بالکل توڑ دینے اور معطل کردینے کا ارادہ کرلیا ہے - ایک ایک کرکے تمام کارکن گرفتار کیے جارہے ہیں - قومي اخبارات بھي عنقریب بند کردیے جائینگے - مسٹر داس بالکل تنہا رہگئے ہیں اس بنا پر بھي میرے لیے کلکتہ چھوڑنا ناممکن تھا -

یہ سچ ہے کہ گورنمنت بنگال مجھے گرفتار کرنے سے بچنا چاہتي ہے' اور منتظر ہے کہ میں کلکتہ سے باہر چلا جاؤں - گورنمنت کے ایک بھیجے ہوے دوست نے مجھے اس سے مطلع بھي کردیا ہے' لیکن افسوس ہے کہ گورنمنت کي تمام خواہشوں کي طرح یہ خواہش بھي میري خواہش سے متضاد ہے' اور میرا موجودہ فرض تعمیل نہیں ہے بلکہ خلاف ورزي -

میں نے پوري طرح غور کرکے یہ فیصلہ کیا ہے - بلا شبہ بہت سے کاموں کیلیے میں اپني موجودگي ضروري دیکھتا ہوں - کام اور ضرورت کا یہ حال ہے کہ جسقدر بھي مہلت ملجاے اُس سے کام لینا چاہیے - لیکن اللہ کے فضل نے کلکتہ میں جو میدان عمل پیدا کردیا ہے' وہ بھي ہراعتبار سے مجھے قیمتي اور اہم معلوم ہوتا ہے - میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا انتخاب غلط نہ ہوگا -

(۲) امن -

(۳) نظم -

(۴) قربانی اور اسکی استقامت -

مسلمانوں سے میں خاص طور پر التجا کرونگا کہ اپنے اسلامی شرف کو یاد رکھیں، اور آزمایش کی اس فیصلہ کن گھڑی میں اپنے تمام هندوستانی بھائیوں سے آگے نکل جائیں - اگر وہ پیچھے رہے، تو انکا وجود چالیس کروڑ مسلمانان عالم کیلیے شرم و ذلت کا ایک دائمی دھبہ ہوگا -

میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں اور بھی کہونگا - ایک یہ کہ اپنے هندو بھائیوں کے ساتھہ پوری طرح متفق رهیں - اگر انمیں سے کسی ایک بھائی یا کسی ایک جماعت سے کوئی بات ذاتی کی بھی ہو جاے تو اسے بخشدیں، اور اپنی جانب سے کوئی بات ایسی نہ کریں، جس سے اس مبارک اتفاق کو صدمہ پہنچے - دوسری بات یہ ہے کہ مہاتما گاندھی جی پر پوری طرح اعتماد رکھیں، اور جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ چاهیں (اور وہ کبھی نہ چاهینگے) جو اسلام کے خلاف هو، اسوقت تک پوری سچائی اور مضبوطی کے ساتھہ انکے مشوروں پر کاربند رهیں -

(مرکزی خلافت کمیٹی)

مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کی طرف سے میں مطمئن ہوں - اسکے باهمت اور سرگرم صدر سیٹھہ چھتانی صاحب کی موجودگی ہر طرح کفایت کرتی ہے - میرے عزیز ڈاکٹر سید محمود سکریٹری منتخب ہوچکے هیں، اور نہایت سرگرمی سے کام کر رہے هیں - انکی اعانت کیلیے مسٹر احمد صدیق کھتری پیشتر سے موجود هیں - مجھے امید ہے کہ دفتر کے تمام اخوان و ارکان اُن باتوں کو فراموش نہ کرینگے جو گذشتہ قیام بمبئی کے موقعہ پر میں نے اُنسے کہی تھیں - اُنکی متحدہ زندگی اور سعی هماری عدم موجودگی کی پوری طرح تلافی کردیگی -

(حکیم محمد اجمل خاں صاحب)

حکیم صاحب کو میرا پیام پہنچا دیا جاے، کہ اب آپکی دوش همت پر

(اولیـــن مبـارکبـــاد)

اگر میں گرفتار ہوگیا تو مہاتما گاندھی جی کو میرا یہ پیام پہونچا دیا جاے :

" میں آپکو آپکی فتح یابی پر سب سے پہلے مبارکباد دیتا ہوں ' اس مبارکبادی کیلیے آپ مجھے جلد باز نہ سمجھیں - میں اُس اٹل وقت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھہ رہا ہوں ' اور چاہتا ہوں کہ اسکی مبارکباد دینے میں کوئی دوسرا مجھہ پر سبقت نہ کر جاے - آپکے ساتھہ انسانی رفاقت روز بروز گھٹ رہی ہے ' مگر خدا کی مدد بڑھتی جاتی ہے - بمبئی کے حادثہ نے آپکے دل کو بہت صدمہ پہنچایا - میں آپکو افسردہ اور غمگین دیکھکر نہایت درد مند ہوا تھا - لیکن اب کلکتہ اُتھا ہے ' تاکہ غمگینی کی جگہہ خوشی اور کامیابی کا تحفہ آپکے سامنے پیش کرے - آپ نے ۲۵ - نومبر کی شام کو جب مجھہ سے کلکتہ کے بارے میں گفتگو کی ' تو میں نے آپکو اطمینان دلایا تھا - میں خوش ہوں کہ میرا اطمینان بالکل صحیح نکلا - کلکتہ میں میں پندرہ سال سے کام کر رہا ہوں - نصف صدی کی خاندانی زندگی رکھتا ہوں ' اسلیے میرا اطمینان علم و یقین پر مبنی تھا - گذشتہ تین سال کے اندر تحریک خلافت کے سب سے اہم کام کلکتہ ہی کے مسلمانوں نے انجام دیے ہیں - اب آخری منزل میں بھی پہلا قدم وہی اُتھائیگا - اُسنے با امن قربانی کا راز پالیا ہے - وہ نہ تو بھڑکیگا ' نہ بجھیگا ' مگر اسکی آگ برابر سلگتی رہیگی - با امن سول ڈس اوبیڈینس کی منزل طے کرنا اسی کے حصہ میں آیا ہے ' اور وہ اس کا حقدار تھا "

(آخـــری پیغـــام)

میرا آخری پیغام وہی ہے جو اب سے دس برس پہلے پہلا پیغام تھا : لاتھنوا ولا تحزنوا و انتم الا علون ان کنتم مومنین - نہ تو ہراساں ہو ' نہ غمگین ہو - تم ہی سب پر غالب رہوگے ' اگر سچا ایمان اپنے اندر پیدا کر لو -

ہماری تمام فتح مندیوں کی بنیاد چار سچائیوں پر ہے ' اور میں اسوقت بھی ملک کے ہر باشندے کو انہی کی دعوت دیتا ہوں :

(۱) ہندو مسلمانوں کا کامل اتفاق -

(۱) آپ سب کا باهمي اتحاد هر حال میں ضروري اور تمام مقاصد کیلیے بنیاد کار هے -

(۲) هندو مسلمانوں کے اتفاق کي ضرورت و اهمیت اور شرعي استحسان آپکي نظر سے پوشیدہ نہیں - اسکي پوري طرح حفاظت کرني چاهیے' اور اسکي حفاظت آپ هي کے هاتھہ میں هے -

(۳) احمد آباد کانگریس میں تمام علماء اسلام کو اور خاصة ارکان جمعیة کو ضرور شریک هونا چاهیے ' اور جمعیة العلماء کي جانب سے اسکا اهتمام کرنا چاهیے -

(۴) لاهور میں ارکان عامه کي جو تجویز منظور هوئی هے ' اسپر فوراً عمل در آمد شروع هوجاے' اور جهانتک جلد ممکن هو مجوزہ تعداد ممبروں کي بهم پہنچائي جاے -

(گـــورنمنت بنـــگال)

آخر میں مجھے گورنمنت بنگال کیلیے بهي ایک پیغام لکھنا هے : " ۲۴ - کي هرتال ضرور هوگي ' اور خلافت اور کانگریس رضاکاروں کا سلسله هماري گرفتاري کے بعد دوگنی طاقت کے ساتھہ جاري رهیگا "

عـــزیـــزان ملـــک و ملت !

میں چار سال نظر بند رهنے کے بعد دسمبر سنه ۱۹۱۹ع میں رها هوا' اور دو سال کے بعد اب پهر جیل جا رها هوں - الله آپ سب کا مددگار هو' اور راہ خدمت حق میں مستقیم رکھے : و افوض امري الی الله ' إن الله بصیر بالعباد !

۸ - دسمبر - کلکته

احمد

صرف آپ هي کے فرائض کا نہیں بلکہ هم سب کا بوجهہ آ پڑا هے - حکمت الهي کا منشا ایسا معلوم هوتا هے کہ باهر کے تمام کام آخر تک آپ هي انجام دیں - بہتر یہ هے کہ اب آپ بمبئي تشریف لیجائیں اور دهلي کي فکر چهوڑ دیں -

(انگــورہ فنــڈ)

افسوس هے کہ انگورہ فنڈ کي مزید تکمیل کا صحیح موقعہ نہیں ملا - غالباً اسوقت تک دس لاکهہ روپیہ فراهم هوگیا هے - پہلے آخر دسمبر تک کا زمانہ قرار پایا تها - اب بہتر هوگا کہ ایک ماہ کي مدت اور بڑها دي جاے ' اور جنوري کے آخر تک فراهمي کا سلسلہ جاري رهے -

میرا ارادہ تها کہ دسمبر کے وسط میں ایک خاص تاریخ عام وصولي کیلیے قرار دي جاے ' اور جسطرح مردم شماري کے وقت انتظام هوتا هے ' اسي طرح هر جگہ انتظام کیا جاے - پہلے سے اعلان کردیا جاے کہ فلاں وقت چندہ کرنے والے نکلینگے - هر شخص حتی الامکان اپنے مکان میں رهے - پهر وصول کرنے والے تمام شهر میں پهیل جائیں اور هر مسلمان کے آگے دست سوال دراز کریں - کم از کم ایک مرتبہ تو ایسا هوجانا چاهیے کہ هندوستان کا هر مسلمان حفاظت اسلام و خلافت کے لیے کچهہ نہ کچهہ مالي قرباني کرے ؟

لیکن کلکتہ پہنچکر جب ملک کي عام حالت پر نظر ڈالي تو یہ وقت اسکے لیے موزوں معلوم نہ هوا - میں چاهتا هوں کہ احمد آباد خلافت کانفرنس میں اسکا اعلان هو جاے ' اور جنوري کے پہلے هفتہ کي کوئي تاریخ مقرر کردي جاے -

(جمعیــة العلــماء)

کا وجود اسوقت سب سے زیادہ اهم اور سب سے زیادہ ذمہ دار هے - وہ علماء کا مجمع هے ' اور علماء کے سوا کوئي نہیں جسے مسلمانوں کي دیني و دنیوي رهنمائي و پیشوائي کا منصب حاصل هو - جمعیة کے سامنے اسوقت ایک نہایت اهم اسلامي مسئلہ تها - الله تعالی تمام ارکان جمعیة کو توفیق دے کہ اجتماع بدایوں میں کامل اتفاق و اجماع کے ساتهہ کسي بہتر فیصلہ پر پہنچیں - سردست میں ارکان جمعیة سے بہ ادب عرض کرونگا :

۱۰ - کو ساڑھے چار بجے مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر اسپیشل برانچ ایک یورپین انسپکٹر پولیس کے ہمراہ آئے، اور مولانا کو دریافت کیا - مولانا اوپر کی منزل میں اپنے نوشت و خواند کے کمرے میں تھے، اور مسٹر فضل الدین احمد کو خطوط کا جواب لکھوا رہے تھے - انھوں نے مسٹر گولڈی کو وہیں بلوالیا - مسٹر گولڈی نے سلام کے بعد کہا - کیا وہ انکے ہمراہ چلینگے ؟ وہ انھیں لینے کیلیے آئے ھیں - مسٹر احمد نے پوچھا - کیا آپکے ہمراہ وارنٹ ھے ؟ جواب میں انکار کیا گیا - مگر مولانا نے کہا وہ بلا وارنٹ کے بھی جانے کیلیے مستعد ھیں - اسکے بعد وہ اندر مکان میں گئے اور پانچ چھہ منٹ کے بعد واپس آکر جانے کیلیے مستعدی ظاہر کی - انسپکٹر نے کہا - اسقدر جلدی نہ کیجیے - اگر کوئی چیز اپنے آرام کیلیے ساتھہ لینا چاھتے ھیں تو لے لیجیے - لیکن انھوں نے صرف ایک گرم چادر اوڑھہ لی - اور کوئی چیز ساتھہ نہ لی -

جاتے وقت انھوں نے صرف یہ کہا : " کلکتہ اور باھر کے تمام احباب اور قومی کارکنوں کو میرا پیام پہنچا دیا جاے کہ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں پوری مستعدی کے ساتھہ مشغول رھیں - مجھسے ملنے کیلیے کوئی شخص نہ آئے - نہ اپنی جگہہ اور اپنے کام کو چھوڑے - گرفتاریوں کو ایک معمولی اور متوقع واقعہ کی طرح محسوس کرنا چاھیے - کسی طرح کی خلاف معمول اھمیت نہیں دینی چاھیے - مجھے بڑا ھی رنج ھوگا اگر کسی، کارکن نے میری ملاقات کیلیے اپنا ایک گھنٹہ بھی ضائع کیا "

اسکے بعد وہ روانہ ھوگئے - مسٹر گولڈی موٹر کار تک ساتھہ گئے جو مکان سے کسی قدر فاصلے پر کھڑی کی گئی تھی - لیکن مولانا کے ساتھہ صرف انسپکٹر بیٹھا - وہ خود دوسری کار پر چلے گئے -

اس طرح زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر کامل سکون اور خاموشی کے ساتھہ یہ معاملہ انجام پا گیا - کسی شخص نے بھی محسوس نہیں کیا کہ کوئی نئی بات پیش آئی ھے - ایسا معلوم ھوتا تھا - گویا روز مرہ کا ایک معمولی واقعہ ھے جس میں دونوں فریق کیلیے کوئی خلاف توقع بات نہ تھی - جو لوگ آے، وہ بھی

گــــرفتـــاري

۱۰ - دسمبر سنه ۲۲ - جمعه

شهپر زاغ و زغن زیباے صیـد و بنـد نیست
این کرامت همرهٔ شهباز و شاهین کـرده اند !

۲ - دسمبر سے مولانا اور مسٹر سي - آر - داس کي گرفتاري کي افواه گرم تھي - لیکن ۷ - کو قابل وثوق ذرائع سے اسکي تصدیق ھوگئي - تاهم ۱۰ - تـک گرفتاري عمل میں نہیں آئي - ۸ - اور ۹ - کو صرف یه نظر آیا که بڑي کاوش کے ساتھه دریافت کیا جا رها ھے که مولانا بدایون کے جلسهٔ جمعیة العلماء کیلیے جا رھے ھیں یا نہیں ؟ اگرچه کئي دن پیشتر سے اسکا اعلان ھوچکا تھا که اب وہ کلکته سے باھر نه جائینگے اور سفر کا پورا پروگرام منسوخ کردیا گیا ھے - حتی که بعض درمیاني اشخاص سے بھي اُنھوں نے زباني صاف صاف کہدیا تھا - تاهم معلوم ھوتا ھے که آخر تـک اُنکے سفر کي توقع باقي تھي ' اسلیے تفتیش جاري رھي -

بدایون کا جلسه ۱۰ - ۱۱ - تاریخ کو تھا - اُسکے لیے کلکته سے روانگي کي آخري تاریخ ۸ - تھي - یا حد درجه ۹ - پس گویا ۹ - کي شام تـک اُسکا انتظار کیا گیا -

اس اثناء میں رضا کاروںکي تنظیم اور تبلیغ کا کام روز بروز ترقي کرتا جاتا تھا - روزانه گرفتاریوں کي تعداد بھي روز افزوں تھي - ۱۰ - کي صبح تـک ایک هزار سے زیاده رضا کار گرفتار ھوچکے تھے -

۹ - کو مولانا اور مسٹر داس نے آئنده کام کے نظام کي نسبت از سر نو مشوره کیا ' اور یه بات بھي طے کردي گئي که اگر وہ دونوں به یک دفعه گرفتار کرلیے گئے ' تو مسٹر شیام سندر چکرورتي اُنکي جگهه کام کرینگے - وہ بھي گرفتار ھوگئے تو یکے بعد دیگرے فلاں فلاں اصحاب کام هاتھه میں لیتے رهینگے -

ھے بلکہ واقعی انکے دل کی سچی آواز ھے - پس اُنکو گرفتار کرنے کیلیے کسی اهتمام کی ضرورت نہیں - صرف اطلاع دیدینا ھی کافی ھے - دوسرے یہ کہ ایسے موقعوں پر طاقت کی نمائش ھی سے گرفتاری کا کام مشکل ھوجاتا ھے - غیر معمولی اهتمام اور پولیس کا هجوم دیکھکر فوراً پبلک معلوم کرلیتی ھے کہ گرفتاری کیلیے لوگ آئے ھیں ' اور پھر اچانک عوام میں بھی جوش اور سرگرمی پیدا ھوجاتی ھے - اگر ایسا نہ کیا جاے تو گرفتاری کا بر وقت کسی کو بھی علم نہو ' اور نہایت آسانی اور تیزی سے کام انجام پا جاے -

چنانچہ مولانا کی گرفتاری کا واقعہ خود اطراف و جوانب کے لوگوں کو بھی اُسوقت معلوم ھوا ' جب شہر میں اسکا اعلان کیا گیا - جاتے وقت بہت سے لوگوں نے اُنہیں موٹر کار میں ایک یوروپین کے ساتھہ بیٹھے دیکھا ' لیکن کسی کو بھی یہ خیال نہ ھوا کہ وہ جیل میں جا رہے ھیں - جب وہ موٹر کار میں سوار ھو رہے تھے تو حسب معمول کچھہ دوکاندار اور کچھہ راهگیر سلام کرنے کیلیے جمع ھوگئے ' جیسا کہ وہ ھر روز آتے اور جاتے کیا کرتے تھے ' لیکن اُنہوں نے بھی کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کی - فی الحقیقت یہ طریقہ فریقین کیلیے ھر طرح آرام دہ اور بہتر ھے - کاش گورنمنٹ ابتدا سے اسی پر عمل در آمد کرتی تو بہت سی دقتیں اور پریشانیاں نہ اُسے پیش آتیں ' نہ ملک کو -

مولانا کو پہلے پولیس کمشنر کے آفس میں پہنچایا گیا - تقریباً بیس منٹ وھاں بیٹھے ھونگے کہ مسٹر سی - آر - داس بھی وھیں پہنچا دیے گئے - پھر ایک موٹر کار لائی گئی ' اُسمیں دونوں سوار ھوے - ایک یوروپین پولیس افیسر موٹر ڈرائیور کے ساتھہ بیٹھہ گیا - اور موٹر پریسیڈنسی جیل (علی پور) کی طرف روانہ ھوگئی - موٹر کار اُسوقت بھی بالکل کھلی تھی - پریسیڈنسی جیل میں پیشتر سے اطلاع دیدی گئی تھی اور تمام انتظامات مکمل تھے - پولیس افیسر نے دونوں صاحبوں کو جیلر سے ملایا ' اور اُسکے حوالے کرکے واپس چلا آیا ۔

بالکل سنجیدہ اور معمولي انداز میں تھے ' اور جو گیا ' وہ بھي اپني معمولي متین اور شگفتہ حالت میں تھا - دفتر کے تمام لوگوں کو تو ایسا معلوم ھوا ' گویا وہ اپنے روزانہ معمول کے مطابق کانگرس آفس میں جا رھے ھیں !

ٹھیک اُسي وقت مسٹر کد ڈپٹي کمشنر پولیس مع دو تین بنگالي انسپکٹروں کے مسٹر سي - آر - داس کے یہاں گئے - اور اُنھیں اپنے ساتھہ لے آئے -

جو سادہ طریقہ گرفتاري کیلیے اختیار کیا گیا ' وہ بالکل نیا ھے - اس سے پہلے کبھي یہ روش اختیار نہیں کي گئي تھي - کوئي گرفتاري بھي ھمیں یاد نہیں جو بغیر پولیس اور فوج کي نمائش کے عمل میں آئي ھو - خود مولانا کو سنہ ۱۹۱٦ میں جب نظر بند کیا گیا ' تو رات کي پچھلي پہر کا محفوظ وقت اسکے لیے منتخب کیا گیا تھا ' اور ایک فوجي حملہ کي شان سے قوت کي نمائش ھوئي تھي - تین بجے پولیس افسروں اور سپاھیوں کي مسلح جماعت ڈپٹي کمشنر کے ماتحت پہنچي -جسمیں علاوہ سپرنٹنڈنٹ سي- آئي - ڈي کے ' سپرنٹنڈنٹ پولیس' ڈپٹي سپرنٹنڈنٹ' دو انسپکٹر' اور پانچ سب انسپکٹر بھي تھے - اور سب انسپکٹروں کے سوا سب کے ھاتھوں میں ریوالور تھے - سپاھیوں نے پہلے دور تک سڑک کي ناکہ بندي کي' پھر مکان کا محاصرہ کرلیا - اسکے بعد دروازہ پر دستک دي گئي - برخلاف اسکے اس مرتبہ معمولي انتظام بھي نہیں کیا گیا - صرف دو آدمي بلا یونی فارم کے معمولي ملاقاتیوں کي طرح آگئے' اور چپ چاپ اپنے ساتھہ لیگئے - پولیس کي وردي اور فوج کے اسلحہ کا نام و نشان بھي نہ تھا -

مولانا جس مکان میں رھتے ھیں ' وہ علاقہ کے تھانے سے بالکل ملا ھوا ھے - صرف دیوار بیچ میں حائل ھے - لیکن تھانے میں بھی کوئی طیاري نمایاں نہیں کی گئی -

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اب گورنمنٹ نے کم از کم دو باتیں ضرور سمجھہ لی ھیں جنکے سمجھنے سے اب تک اُسے انکار تھا - اول یہ کہ ملک کے لیڈر جب کہتے ھیں کہ گرفتار ھو جانے کیلیے بالکل طیار ھیں ' تو یہ کوئی ڈپلومیسی نہیں

سے پہلے آنکھہ نہ کھلي - سنتري کے فوجي بوتوں کي آواز سيمنٹ کے برامدے ميں بڑے زور سے هورهي تهي - ليکن ميري نيند ميں ذرا بهي خلل نہ پڑا "

" يہ اطميذان اور بے فکري صرف اسليے نہ تهي کہ جيل ميں آگيا ' بلکہ اسليے تهي کہ کاموں کي تکميل کيليے مجهے اپني گرفتاري کے ضروري هونے کا کامل يقين تها - گرفتار هونے کے بعد ايسا محسوس هونے لگا 'گويا ايک بڑے پريشان کن بوجهہ سے دماغ هلکا هوگيا هے ! "

پہلے اسي وارڈ ميں مولوي عبد الرزاق ايڈيٹر پيغام ' بابو پدم راج جين ' مسٹر داس کے لڑکے ' اور کئي پوليٹکل قيدي رکهے گئے تهے' ليکن جب يہ دونوں صاحب يہاں لائےگئے تو دوسرے دن صبح هي سب کو دوسرے وارڈ ميں بهيجديا گيا -

صبح کو کرنيل هملٹن سپرنٹنڈنٹ اور جيلر وارڈ ميں آے - کرنيل هملٹن اپني ذات سے ايک شريف سويلين هيں - معلوم هوتا تها کہ حالات کي نوعيت سے وہ متاثر هيں' اور ايک طرح کي شرمندگي محسوس کررهے هيں - اگرچہ يہ بات بالکل واضح تهي مگر پهر بهي وہ بار بار کہتے " مجهے اس معاملہ سے کوئي تعلق نہيں - ميں صرف احکام کي تعميل کررها هوں - هم لوگوں کو جيل ميں آپ جيسے لوگوں سے کبهي سابقہ نہيں پڑا - ميں پريشان هوں کہ کيا کروں ؟ - آپ کو مجهسے کوئي شکايت نہيں هوني چاهيے "

جواب ميں انسے کہا گيا کہ " درخواست ' خواهش ' شکايت ' ان جذبات سے همارے دل بالکل خالي هوچکے هيں "

سپرنٹنڈنٹ نے يہ بهي کہا کہ ميں صرف يهي ايک صورت اپنے اطميذان کي ديکهتا هوں کہ آپکو اپني جگهہ ديدوں اور خود آپکے ان کمروں ميں چلا آؤں - مسٹر داس نے کہا " ليکن اگر ميں سپرنٹنڈنٹ بناديا گيا تو فوراً استعفا ديدونگا "

معلوم هوا کہ انکے متعلق حکام جيل بلا چيف سکريٹري گورنمنٹ بنگال کے استصواب کے خود کچهہ نہيں کرسکتے - يہ حکم آچکا هے کہ ان لوگوں کو کسي شخص سے ملنے نہ ديا جاے - حتي کہ عزيز و اقارب سے بهي - اخبارات کے دينے کي بهي قطعي

مولانا نے جیل کے آفس میں مغرب کی نماز پڑھی - نماز کے بعد سپرنٹنڈنٹ سے اُنہیں ملایا گیا - یہ در اصل سپرنٹنڈنٹ کے سامنے قیدیوں کو حسب قاعدہ پیش کرنا تھا - سپرنٹنڈنٹ نے کہا - میں نے کھانے کیلیے حکم دیدیا ہے - نہیں معلوم اس حکم کا مقصد کیا تھا ؟ کیونکہ اُسکا کوئی نتیجہ ظہور میں نہیں آیا - اگر مقصد یہ تھا کہ تمھارے مکان سے کھانا طلب کرلینے کا حکم دیدیا ہے تو باوجودیکہ دونوں صاحبوں کے یہاں تیلیفون ہے' لیکن کوئی اطلاع اُنکے یہاں نہیں دی گئی - اگر مقصود جیل کے کھانے سے تھا تو جس وارڈ میں وہ رکھے گئے' وہاں کوئی انتظام کھانے کا نہ تھا -

اسکے بعد وہ یوروپین وارڈ میں پہنچادیے گئے' جہاں الگ الگ کمروں میں فوراً مقفل کردیا گیا - کمروں پر گورکھا سپاہیوں کا پہرہ تھا -

یہ وارڈ جیل کا بہتر حصہ سمجھا جاتا ہے - اور یہاں صرف اندرترایل یوروپین قیدی رکھے جاتے ہیں - یہ دو منزلہ عمارت ہے - اُوپر نیچے پانچ پانچ کمرے ہیں - ہر کمرہ دس فیٹ طول و عرض کا ہوگا - ہر کمرہ میں ایک صراحی' تام چینی کا کٹورا ' اسٹول ' اور ایک تیبل ہوتا ہے - سونے کیلیے ٹاٹ کی گدیلی اور دوکالے کمل ہوتے ہیں' جو جیل میں مستعمل ہیں - تکیہ کی جگہہ ٹاٹ کی ایک پتلی اور چھوتی سی گدیلی سرہانے لگی ہوتی ہے -

مولانا نے بعد کو بیان کیا " ہم لوگ تقریباً سات بجے اپنے اپنے کمروں میں بند کیے گئے - سارھے سات بجے میں نے دروازہ کی سلاخوں سے آسمان کو دیکھا تو عشاء کا وقت اچھی طرح آچکا تھا - میں نے عشاء کی نماز پڑھی - دو چار گھونٹ پانی کے پیے اور لیت گیا - دو سال کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے کہ مجھے اسقدر جلد اور ایسی گہری نیند آ گئی - برسوں سے میری نیند بہت کمزور ہوگئی ہے - آجکل یہ حال تھا کہ گیارہ بارہ بجے لیتتا تھا - ایک دو گھنتے کے تکلیف دہ انتظار کے بعد کہیں نیند آتی تھی - وہ بھی اسقدر کمزور کہ ذرا سی کھڑکھڑاہٹ خلل ڈالدیتی تھی - لیکن اُس رات سارھے آتھہ بجے لیتا ' اور لیتتے ہی سوگیا - تین بجے

پهلي پيشي

(١٣ - دسمبر)

يه گويا پهلي پيشي تهي - ملزموں کو عدالت کے سامنے نه جانا پڑا - خود عدالت ملزموں کے دروازے پر آ گئي ! انکے کمروں کے سامنے جو برامدا هے ' اُسي ميں وارڈر (محافظ وارڈ) کا ٹوٹتا هوا ميز بچهايا گيا - اُسي کي ٹوٹي هوئي کرسي مجسٹريٹ کيليے رکهي گئي - سامنے ملزموں کيليے اِسٹول تهے - اس ساز و سامان کے ساتهه عدالت کا اجلاس شروع هوا -

ليکن کارروائي نهايت هي مختصر تهی - اور مجسٹريٹ صاحب کي مضطربانه عجلت اور زياده اختصار کا باعث هوئی - انهوں نے کها " دفعه ١٧ الف کے ماتحت آپ لوگ گرفتار کيے گئے هيں - مقدمه کی تاريخ ٢٣ - دسمبر قرار دي جاتی هے " يه کهکر جلدي سے انهوں نے وارنٹ پر مهر لگانے کيليے کها اور اُٹهنے لگے - ليکن بيچاره پيشکار زياده هوشمند ثابت هوا - اُس نے کها که ضمانت کيليے تو حسب قاعده پوچهه ليجيے - مجسٹريٹ صاحب کو بهی ياد آ گيا که واقعی ملزموں کو ضمانت دينے کا بهي حق هوا کرتا هے - ليکن اُنهوں نے کها " يه حضرات ضمانت نهيں دينگے اسليے ميں نے پوچهنا ضروري نهيں سمجها "

آخر ميں مسٹر خان نے معذرت کے لهجه ميں کها که وه اس بارے ميں کچهه نهيں جانتے اُنسے يهاں آنے کيليے کها گيا ' وه چلے آئے -

٢٣ - تاريخ کے تعين ميں يه مصلحت تهي که ٢٤ - سے کرسمس کي تعطيل تهي - ٢٣ - کو جب مقدمه ملتوي کرديا جائيگا تو تعطيل کی وجه سے ايک هفته خود بخود مهلت نکل آئيگی -

ممانعت ہے - یورروپین وارڈ کو " انگلشمین " دیا جاتا ہے لیکن انکے لیے وہ بھی ممنوع قرار پایا کیونکہ باہر کی خبریں اُس میں بھی درج ہوتی ہیں - صرف بستر اور کھانا لے لیا گیا - اور سپرنٹنڈنت نے تھوڑی دیر کے بعد اپنے آفس سے دو کرسیاں بھیجدیں -

(" لا " اینڈ " آرڈر ")

" لا اینڈ آرڈر " کی جیسی پابندی آجکل کی جا رہی ہے ' وہ ہرجگہ دیکھی جا سکتی ہے - انکے معاملہ میں بھی ابتدا سے اسکی نمایش شروع ہوگئی - گرفتاری جمعہ کے دن سہ پہر کو ہوئی - اُس دن کورٹ بند نہ تھا - وارنت لیا جاسکتا تھا لیکن کوئی وارنت حاصل نہیں کیا گیا - گرفتاری کے بعد حسب قاعدہ مجسٹریت کے سامنے پیش کرنا چاہیے ' اور جب تک پیش نہ ہوں ' پولیس کے چارج میں رہنا چاہیے نہ کہ جیل میں - لیکن انہیں فوراً جیل میں بھیجدیا گیا - جیل میں ظاہر کیا گیا کہ آپ لوگ اسوقت تک گویا جیل میں نہیں ہیں - پولیس کے چارج میں ہیں -

لیکن بہر حال مجسٹریت کے سامنے پیش کرنا ناگزیر تھا - پیش کرنے کیلیے کورٹ میں لیجانا پڑتا اور اسمیں پبلک کے مظاہرہ کا خدشہ تھا - مجبوراً یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ چوتھے دن مسٹر کڈ ڈپٹی کمشنر پولیس کو بھیجا گیا - اور کہا گیا کہ اسکی موجودگی مجسٹریت کی قائم مقامی کا حکم رکھتی ہے - خیال یہ تھا کہ نوان کو اپریشن کی وجہ سے کسی طرح کا قانونی اعتراض تو کیا نہیں جائیگا - مجسٹریت کے سامنے پیش کرنے اور مقدمہ کی تاریخ مقرر کرنے کی مشکل سے نجات مل جائیگی ' لیکن مسٹر داس نے مذاق کرتے ہوے کہدیا کہ " شاید میرے پریکٹس چھوڑنے کے بعد سے قانون بدل گیا ہے " اس سے ایک گونہ پریشانی ہوئی اور خوف پیدا ہوا کہ کہیں کارروائی بالکل بے ضابطہ مشہور نہ ہو جاے - اسلیے مجبوراً تین بجے مسٹر اے - زیڈ - خاں فورتھہ پریسیڈنسی مجسٹریت کو ایک پیشکار کے ساتھہ جیل میں بھیجدیا گیا اور زیر دفعہ ۱۷ - ۲ - کرنمنل لا امنڈمنت ایکت وارنت ' بھی طیار کرلیے گئے -

۱۷ - ۲ - کا تھا - اسلیے ۱۲۴ - کا مقدمہ شروع نہیں ہوسکتا تھا جبتک از سرنو ۱۲۴ - کے ماتحت وارنٹ سرو نہ کیا جاے، اور اسکی گرفتاری کا نفاذ نہو - لیکن پچھلے لطیفہ سے بھی بڑھکر لطیفہ یہ ہے کہ ۱۲۴ - الف کے ماتحت کوئی ضابطہ کی کارروائی عمل میں نہیں آئی - نہ تو اسکا وارنٹ سرو کیا گیا، نہ ضابطہ کی گرفتاری ہی کا نفاذ ہوا - تاہم ۶ - کو مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر سی - آئی - ڈی نے اپنے حلفیہ بیان میں کہا کہ " اس نے پریسیڈنسی جیل میں وارنٹ سرو کیا " مولانا اپنے بیان میں لکھتے ہیں " یہ معاملہ بے قاعدگی اور کذب بیانی، دونوں کا انتہائی نمونہ ہے - ۶ - تاریخ تک تو مجھے اسکا بھی علم نہ تھا کہ ۱۲۴ - کے ماتحت دعوی کیا جائیگا ؟ وارنٹ کے نفاذ سے کیا تعلق ؟ نہ تو جیل میں کوئی شخص اس غرض سے آیا - نہ مجھپر وارنٹ سرو کیا گیا "

پس گویا ۵ - جنوری سے مولانا از روے قانون بالکل آزاد تھے انکی گرفتاری شام کے بعد کوئی وجود نہیں رکھتی تھی - اگر وہ جیل کے افسروں پر ہرجانے کی نالش کردیں کہ کیوں انہیں ۵ - کے بعد جیل میں مقید رکھا گیا ؟ تو وہ کیا جواب دینگے ؟ البتہ یہ سب کچھہ اسی صورت میں ہے جبکہ " از روے قانون " کے کوئی معنی ہوں - لیکن در اصل اسی کے کوئی معنے نہیں ہیں !

غرضکہ بجاے ۵ - کے ۶ - جنوری کو ساڑھے گیارہ بجے مولانا پریسیڈنسی کورٹ میں لاے گئے اور اسی پیشی سے کارروائی شروع ہوئی - مولانا جیل کی بند موٹرلاری میں لاے گئے تھے - مسلم فوجی پولیس کا کپتان محافظ تھا -



دوســـري پیشـــي

—* :*:○*—

(۲۳ - دسمـــبر)

۲۳ - کو چار بجے پھر مسٹر اے - زید - خاں بھیجے گئے - لیکن اس مرتبہ سپرنٹنڈنت کے آفس میں عدالت کا اجلاس ہوا - میز کے سامنے ملزموں کیلیے بھي کرسیاں رکھدي گئی تھیں' لیکن کارروائی کے اختصار کی وجہ سے بیٹھنے کی ضرورت ھي نہیں ھوئی - کارروائی صرف اسقدر ھوئی کہ مقدمہ ٥ - جنوري پر ملتوي کردیا گیا ' مجسٹریت نے اپني لاعلمی اور بے تعلقی کا بار بار اظہار کیا -

(٥ - جنـــوري)

٥ - جنوري کی پیشی کی کارروائی یہ ھے کہ کوئی کارروائی نہ ھوئی - دس بجے مسٹر سی - آر - داس کو پریسیڈنسی کورت جانے کیلیے طلب کیا گیا ' لیکن مولانا کی طلبی نہیں ھوئی -

بعد کو معلوم ھوا کہ گو ابتدا میں مسٹر داس اور اُنکي پیشي کیلیے ایک ھي تاریخ قرار دیدي گئي تھي ' لیکن پھر کسي مصلحت سے مولانا کا مقدمہ ایک دن پیچھے ڈالدیا گیا - عدالت کے قوانین کي روسے ضروري تھا کہ یہ التوا بھی عدالت کے حکم و تصدیق سے ھوتا - یعنی مجسٹریت کے سامنے پیش کیا جاتا اور پھر کارروائی دوسرے دن کیلیے ملتوي کردي جاتی ' لیکن موجودہ عہد قانون و نظم (لا اینڈ آرڈ) میں ان پابندیوں کے درد سر سے بھی عدالتوں کو نجات ملگئی ھے - نہ نوان کو اپریٹر ڈیفنس کرینگے ' نہ بچنا چاھینگے - پھر قواعد وضوابط کی پابندي سے کیا حاصل -

٦ - کی کارروائی سے معلوم ھوگا کہ گورنمنت نے دفعہ ۱۷ - ۲ - کریمنل لا امنڈمنت ایکت واپس لے لیا اور کارروائی از سرنو دفعہ ۱۲۴ - الف پینل کوڈ کے ماتحت شروع ھوئی - گرفتاري کے بعد جو وارنت حاصل کیا گیا تھا ' وہ دفعہ

مجسٹریٹ : (مولانا کو مخاطب کرکے) " آپ رہا کردیے گئے

کورٹ انسپکٹر نے مجسٹریٹ کو بتایا کہ مولانا انگریزی نہیں سمجھتے -

مولانا ـــ " میں کچھہ نہیں سمجھتا اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں

لیکن مجسٹریٹ نے ایک اُردو مترجم کو بلوایا - بابو بی - سی - چٹرجی کے سپرد یہ خدمت ہوئی - سرکاری وکیل نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوے کہا :

" ملزم کے خلاف موجودہ مقدمہ زیر دفعہ ١٢٤ - الف تعزیرات ہند ھے - یہ انکی اُن دو تقریروںکی بنا پر ھے ، جو انہوں نے پہلی اور ١٥ جولائی سنہ ١٩٢١ کو مرزا پور پارک کلکتہ میں کی تھیں - پہلے جلسہ کا مقصد تین اشخاص : حکیم سعید الرحمن ، جگدمبا پرشاد اور اجودھیا پرشاد کی گرفتاری کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا تھا - اسکے بعد ١٥ - جولائی کو ملزم نے اسی جگہہ ایک دوسری تقریر کی - اسمیں مذکورۂ بالا اشخاص کی سزا یابی پر صداے احتجاج بلند کرتے ہوے موجودہ وقت میں خلافت کے متعلق لوگوں کو اُنکا فرض بتایا - یہ تقریریں اُردو شارٹ ہینڈ میں لی گئیں تھیں - اسکے بعد انہیں صاف کرکے انگریزی ترجمہ کرایا گیا - یہ ترجمہ ابھی آپکے سامنے پیش کیا جائیگا - میں نے خود یہ تقریریں پڑھی ھیں ، اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ تقریریں دفعہ ١٢٤ - کے ماتحت آتی ھیں - لیکن خیر ، یہ تو میری راے ھے "

" میں ان تقریروںکا انگریزی ترجمہ پڑھتا ہوں - فیصلہ یور آنر پر منحصر ھے کہ آیا اس دفعہ کے ماتحت آتی ھیں یا نہیں ؟ مزید براں میں یہ بھی بتا دینا چاھتا ہوں کہ گورنمنٹ نے زیر دفعہ ١٩٦ - (تعزیرات ہند) اس مقدمہ کیلیے سینکشن دیدیا ھے ، اور اسکے اثبات کے لیے میں سب سے پہلے مسٹر گولڈی کو پیش کرتا ہوں "

(مسٹـــر گـــولـڈي)

اسکے بعد مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر اسپیشل برانچ شہادت کیلیے بلاے گئے - سرکاری وکیل نے دریافت کیا " کیا ملزم کو گرفتار کرنیکے لیے تمہیں گورنمنٹ آف بنگال سے کوئی اختیار دیا گیا تھا ؟ "

تیســـری پیشـــی

(٦ - جنوری کی کارروائی)

٦ تاریخ کو ساڑھے بارہ بجے مولانا کا مقدمہ مسٹر سوینہو چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا -

کارروائی شروع ہونیسے پیشترہی عدالت کا کمرہ مشتاقان زیارت سے پر ہوچکا تھا ' جس میں ہر قوم کے اشخاص مسلمان ' ہندو ' مارواڑی وغیرہ موجود تھے -

احاطہ عدالت اور سڑک پر بھی ایک جم غفیر موجود تھا ' اور لوگ جوق جوق چلے آرہے تھے -

جسوقت مولانا کٹھرے میں لاے گئے ' تمام حاضرین مع وکلاء تعظیم کیلیے سرو قد کھڑے ہوگئے -

مولانا نے سب کے سلام کا جواب نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھہ دیا - اسکے بعد مولانا کٹھرے میں اس انداز سے کھڑے ہوے کہ آپ کا ایک ہاتھہ کٹھرے پر تھا ' اور ہتیلی پر سر تھا - چہرہ پر ایک خفیف سی مسکراہٹ تھی - اور نہایت ہی بے پروائی کے ساتھہ اپنے اِرد گرد کا تماشہ دیکھہ رہے تھے -

کارروائی شروع کرتے ہوے راے بہادر تارک ناتھہ سادھو سرکاری وکیل نے بیان کیا :

" مولانا ابو الکلام آزاد کے خلاف دو مقدمے ہیں - ایک دفعہ ۱۷ - ۲ ترمیم ضابطہ فوجداری کے ماتحت - دوسرا زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند (بغاوت) چونکہ موخر الذکر جرم نہایت ہی سنگین ہے ' لہذا میں انکے خلاف قانون ترمیم شدہ ضابطہ فوجداری کے ماتحت کوئی کارروائی کرنا نہیں چاہتا - اور اپنے اس دعوی کو واپس لیتا ہوں ' مولانا اس دفعہ کے ماتحت آزاد ہیں - "

یہاں مجسٹریٹ نے مولانا کو مخاطب کرکے کہا : " کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپکے لیے گواہی کا ترجمہ کرایا جاے ؟ "

جواب میں مولانا نے فرمایا " مجھے کسی ترجمہ کی ضرورت نہیں - ہاں اگر عدالت کو ضرورت ہو تو وہ خود ایسا کرسکتی ہے - "

مجسٹریٹ — " تو کیا آپ انگریزی سمجھتے ہیں ؟ "

مولانا — " نہیں "

مجسٹریٹ — مترجم سے " بہتر ہے کہ تم ترجمہ کرتے جاؤ "

گواہ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوے کہا :

" میں کلکتہ یونیورسیٹی کا تعلیم یافتہ ہوں - تقریباً ۱۸ - مہینہ تک لکھنؤ کرسچین کالج میں رہچکا ہوں - وہاں میں نے اُردو مختصر نویسی میں ایک آنر سرٹیفکٹ اور سند حاصل کی - "

" ۱۶۰ - حرف فی منٹ میری رفتار ہے - میں اُردو سمجھتا ہوں - اُردو مختصر نویسی میں نے لکھنؤ میں سیکھی ہے - "

" یکم جولائی مجھے یاد ہے - اُس روز میں مرزا پور پارک کے ایک جلسہ میں مقرر ہوا تھا - اُردو میں وہاں جو جو تقریریں ہوئیں' انکے میں نے نوٹ لیے تھے - ملزم نے وہاں اُردو میں تقریر کی تھی - اور وہی اس جلسہ کے صدر تھے - "

" حتی الامکان میں نے بہتر نوٹ لیے ' اور حسب معمول مسٹر گولڈی کمشنر کے پاس بھیج دیا - مسٹر گولڈی نے اسپر ۲۵ - تاریخ کو دستخط کیا - اسکے بعد میں نے اسی تقریر کی نقل اردو لانگ ہینڈ میں لی - اور مسٹر گولڈی کے سامنے پیش کیا - "

" اسپر مسٹر گولڈی کا ۱۴ - دسمبر سنہ ۲۱ - کا دستخط موجود ہے - "

(بابو باما چرن چٹر جی)

اسکے بعد باما چرن چٹر جی سرکاری مترجم پیش ہوا - اسنے بیان کیا " وہ اردو اور ہندی کا مترجم ہے ' اور اله آباد یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ ہے "

جواب — " هاں "

سوال — " کیا انہي تقریرونکے لیے ؟ یہ کن تاریخوں میں کي گئي تھیں ؟ "

جواب — " هاں - یکم اور ۱۵ - جولائي سنه ۱۹۲۱ کو " -

سوال — " کیا یہي سینکشن تمہیں ملا تھا ؟ "

جواب — " هاں "

سوال — " کیا اسیکے ذریعه سے تمہیں مولانا ابو الکلام آزاد کو گرفتار کرنیکے لیے حکم دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " هاں "

سوال — "کیا اسپر گورنمنت آف بنگال کے چیف سکریٹري کا دستخط ثبت هے ؟ "

جواب — " هاں - میں انکے دستخط کو پہچانتا هوں "

سوال — " سینکشن کس تاریخ کو دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " ۲۲ دسمبر سنه ۱۹۲۱ کو "

سوال — " کیا سینکشن ملنے کے بعد تم نے چیف پریسیڈنسي مجسٹریت کي خدمت میں کوئي درخواست پیش کي تھي ؟ "

جواب — " هاں "

سوال — " تو پھر کیا تمہیں کوئي وارنت ملا ؟ "

جواب — " هاں - میں نے پریسیڈنسي جیل میں سرو کیا "

سوال — " عام طور پر جب تمہیں کسي جلسه کي اطلاع ملتي هے تو کیا تم کوئي رپورٹر وهاں بهیجتے هو ؟ "

جواب — " هاں "

سوال — " کیا یہي وہ رپورٹ اور اسکي نقل هے جو تمہیں دکھائي گئي تھي ؟ "

جواب — " هاں "

(ابو اللیث محمد)

اسکے بعد سرکاري شارٹ هینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد پیش هوا - اسنے بیان کیا " میں گورنمنت آف بنگال کا شارٹ هینڈ رپورٹر هوں - "

یہاں سرکاری وکیل نے گواہ سے کہا " نوٹ دیکھکر ذرا اپنے حافظہ کو درست کرو " گواہ نے نوٹ دیکھکر بتایا " ۱۰ - هزار کا مجمع تھا - اور هم نے ایک مثا ترکہ نوٹ داخل کیا تھا "

(پولیس انسپکٹر کے - اِیس - گھوسال)

اسکے بعد کے - ایس - گھوسال انسپکٹر اسپیشل برانچ کی شہادت لیگئی · اسنے بیان کیا :

" میں کلکتہ یونیورسٹی کا گریجوئٹ هوں - یکم جولائی سنہ ۱۹۲۱ کو مرزا پور اسکوئر کے جلسہ میں میں گیا تھا - ملزم اس جلسہ کے صدر تھے - میں نے تقریروں کے نوٹ لانگ هینڈ میں لیے تھے - میں تقریر کے صرف انھی حصوں کا نوٹ لیا کرتا هوں جنھیں میں ضروری سمجھتا هوں - میں نے انکے صحیح نوٹ لیے تھے (نوٹ پیش کرتے هوے) یہ پہلی جولائی کی متفقہ رپورٹ ھے - اسمیں صدر (ملزم) کی تقریر بھی شامل ھے - یہ نوٹ مسٹر گولڈی کی خدمت میں پیش کردیے گئے تھے - جنپر انھوں نے اپنا دستخط کردیا تھا - "

سرکاری وکیل - " جلسہ کس غرض سے هوا تھا ؟ "

جواب — " سعید الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودھیا پرشاد کی گرفتاری کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنیکی غرض سے - تقریباً ۱۲ - هزار آدمیوں کا مجمع تھا - هر قسم کے لوگ اسمیں شریک تھے - لیکن نصف کے قریب هندوستانی مسلمان تھے - بقیہ نصف هندوستانی هندو اور بنگالی تھے "

(انسپکٹر بی - بی - مکرجی)

اسکے بعد بی - بی مکر جی انسپکٹر سی - آئی - ڈی پیش هوا - اسنے بیان کیا :

" مرزا پور پارک کے ایک جلسہ میں نوٹ لینے کیلیے میں مقرر هوا تھا - میں نے نوٹ لیے اور ۱۵ - جولائی سنہ ۱۹۱۲ - کو ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں پیش کر دیا - "

سرکاري وکيل — " پہلي جولائي کي اردو تقرير کو ذرا ديکھو ؟ "

گواہ — " ميں نے هي اسکا ترجمه کيا تھا - اسپر ميرا دستخط موجود هے - ميں نے حتی الامکان اسکا بہتر ترجمه کيا - "

سرکاري وکيل — " دوسري تقرير کو ديکھو جو ۱۵ جولائي کي هے - "

گواہ — " ميں نے اسکا بھي صحيح ترجمه کيا هے - "

(انسپکٹر محمد اسمعيل)

اسکے بعد محمد اسمعيل انسپکٹر اسپيشل برانچ بلوايا گيا - اسنے بيان کيا :

" ميں مرزا پور پارک ميں متعين کيا گيا تھا - وهاں ميں نے ملزم کو ديکھا - انہوں نے وهاں ايک تقرير کي تھي - ميں نے اردو لانگ هينڈ ميں پہلي جولائي کي تقرير کا نوٹ ليا تھا - ملزم اس جلسه کے صدر تھے - اور اسي حيثيت سے تقرير کی تھي - "

سرکاري وکيل — " جلسه کس غرض سے هوا تھا ؟ "

گواہ — " مبلغيں خلافت : حکيم سعيد الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودھيا پرشاد کي گرفتاري کے متعلق - "

" جلسه ميں تقريباً ۱۲ - هزار آدميوں کا مجمع تھا - هر قسم کے لوگ جلسه ميں موجود تھے ' ليکن ۵۰ - في صدي مسلمان تھے - ميں نے صحيح نوٹ ليے تھے - انسپکٹر کے - ايس گھوسال اور دوسرے افسر ميرے همراہ تھے - اور يه (مولانا ابو الکلام آزاد) صدر جلسه کي اردو تقرير کا نوٹ هے - اسکے بعد بابو پنچکوري بنرجي نے تقرير کي تھي - "

" بابو پنچکوري بنرجي کي تقرير صدر جلسه کي تقرير کے ساتھه شامل هے - "

" ۱۵ - جولائي کو بھي ميں مرزا پور پارک ميں متعين کيا گيا تھا - ميں وهاں گيا تھا - ميں نے وهانکي تقريروں کے نوٹ ليے - انسپکٹر مکرجي اور مسٹر کر بھي ميرے همراہ تھے - مولوي نجم الدين اور ملزم نے اس جلسه ميں تقرير کي تھي - ميں نے ان تقريروں کا نوٹ لانگ هينڈ ميں ليا - ميں نے تقرير کے صرف انھي حصوں کا صحيح نوٹ ليا جنھيں ميں نے ضروري سمجھا تھا - "

" ميں کلکته يونيورسٹي کا تعليم يافته اور بي - ايس - سي - هوں - ميں اردو سمجھتا هوں - تقريباً ۱۰ / ۱۰ - ۱۲ - هزار کے درميان جلسه ميں لوگوں کا مجمع تھا - "

سے رہگئے رھے - مجسٹریٹ نے گھبرا کر فوراً سرجنٹ کو کمرہ خالي کرا دینے کا حکم دیا جسپر فوراً عمل کیا گیا - صرف چند آدمي جو کرسیوں پر بیٹھے ھوے تھے اندر رھگئے -

شارٹ ھینڈ اُردو رپورٹر نے ان دونوں تقریروں کو جنکي بنا پر دعوی کیا گیا ھے ' پڑھکر سنایا -

اسکے بعد ۱۲۴ - الف کے ماتحت فرد قرارداد جرم لگا دي گئي -

مجسٹریٹ ـــ مولانا سے - " کیا آپ کچھہ کہنا چاھتے ھیں ؟ "

مولانا ـــ " نہیں "

مجسٹریٹ ـــ " کیا آپ کوئي گواہ پیش کرنا چاھتے ھیں ؟ "

مولانا ـــ " نہیں - اگر میں نے ضرورت دیکھي تو آخر میں اپنا تحریري بیان پیش کرونگا " -

مجسٹریٹ ـــ " کیا آپکو کاغذ کي ضرورت ھے ؟ "

مولانا ـــ " نہیں "

مجسٹریٹ ـــ کیا آپکو اور کسي چیز کي ضرورت ھے ؟ "

مولانا ـــ میں اپني تقریروں کي نقل چاھتا ھوں - (جو انہیں دے دي گئي)

یہاں سرکاري وکیل نے مجسٹریٹ سے درخواست کي کہ عرضي دعوی کي بھي ایک نقل ملزم کو دے دي جاے -

اسکے بعد مقدمہ ۱۱ - جنوري تک کیلیے ملتوي کردیا گیا ' مقدمہ کے تمام دوران میں عدالت کے احاطہ اور سڑک پر عظیم الشان مظاھرہ جاري تھا - قومي نعروں کي آوازیں برابر بلند ھو رھي تھیں - جونہي مولانا جیل کي گاڑي میں سوار ھونے لگے ' ابو الکلام آزاد کي جے ' بندے ماترم ' مہاتما گاندھي کي جے ' ھندو مسلمانوں کي جے ' اور اللہ اکبر کے پر شکوہ نعروں سے تمام فضا گونج اُٹھي !

لوگوں کي اسقدر کثرت تھي کہ کچھہ عرصہ تک گاڑیوں کي آمد و رفت بھي بند ہوگئي تھي -

" ملزم اس جلسه کے صدر تھے - انھوں نے وھاں ایک تقریر کی تھی - میں نے اُسکے صحیح نوٹ لیے تھے - یہ نوٹ اُسی روز شام کو مسٹر گولڈی کے سامنے پیش کردیے گئے - اسپر انکا دستخط موجود ھے - محمد اسمعیل اور میں' دونوں نے ایک مشترکہ نوٹ داخل کیا تھا - ملزم نے اُردو میں تقریر کی تھی - میں کچھہ کچھہ اس زبان کو سمجھتا ھوں - "

" یہ جلسہ تین مبلغین خلافت: حکیم سعید الرحمن'، جگدمبا پرشاد' اور اجودھیا پرشاد کی گرفتاری کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنے اور لوگوں کو جیل جانے کی ترغیب دینے اور شوق دلانے کی غرض سے ھوا تھا "

تقریباً ۱۰ - ھزار کا مجمع تھا - مسلمان' ھندو' اور ھوڑا اور للوا کے ملوں کے بہت سے مزدور اسمیں شریک تھے - تقریباً ۵۰ - والنٹیر بیج لگاے ھوے تھے جسپر یہ لکھا تھا " جیل جانے کیلیے طیار ھیں "

(مسٹر گولڈی دو بارہ)

مسٹر گولڈی پھر بلواے گئے - انھوں نے رپورٹ اور نوٹ پر جو وھاں پیش کیے گئے تھے' اپنے دستخط ھونیکی تصدیق کی -

اسکے بعد سرکاری وکیل نے پہلی جولائی کی تقریر کا انگریزی ترجمہ پڑھکر سنایا - اور کہا " ۱۵ - جولائی کو بھی اسی قسم کی تقریر ھوئی تھی "

پھر اسنے چارج مجسٹریت کے حوالہ کردیا - اسکے بعد لنچ کیلیے کارروائی ملتوی کی گئی -

(لنچ کے بعد کی کارروائی)

۳ بجکر ۲۰ - منٹ پر مجسٹریت عدالت میں داخل ھوا - مولانا کو بلوایا گیا - جسوقت مولانا صحن سے ھوکر عدالت کے کمرہ میں لاے جارھے تھے' تو باھر کے عظیم الشان مجمع نے جو سڑک پر کھڑا تھا - مولانا کی ایک ذرا سی جھلک دیکھہ پائی' اور اللہ اکبر کی گونج سے در و دیوار ھل نے لگے -

جب مولانا کمرہ میں داخل ھوے تو تمام حاضرین سرو قد اُٹھہ کھڑے ھوے' اور بلا قصد انکی زبان سے بھی اللہ اکبر کا نعرہ نکل گیا اگرچہ خود مولانا ھاتھہ کے اشارے

(۳) دونوں موقعوں پر اسپیشل برانچ کے تین اور افسروں نے بھي لانگ هینڈ میں نوٹ لیے تھے - اور وہ اُس شارٹ هینڈ رپورٹ کي تصدیق کرتے هیں -

(۴) تقریروں کے دیکھنے سے اندازہ هوسکتا هے کہ مقرر نے اپني ان تقریروں سے گورنمنٹ قائم شدہ بروے قانون کے خلاف لوگوں میں حقارت و نفرت پھیلانے کي کوشش کي - اور اسطرح ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا جسکي وجہ سے ۱۲۴ - الف تعزیرات هند کے ماتحت سزا کا مستوجب قرار پاسکتا هے -

(۵) گورنر ان کونسل نے مدعي کو یہ حکم اور اختیار دیا هے کہ وہ مولانا ابو الکلام آزاد کو مذکورۂ بالا جرم کي بنا پر زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات هند گرفتار کرے ' اور انکے خلاف چارہ جوئي کرے - سینکشن کي اصل کاپي منسلک هے ' اور اسپر حرف " اي " کا نشان هے - لہذا مدعي یہ درخواست کرتا هے کہ ملزم کے خلاف حکم نامہ جاري کیا جاے کہ وہ مذکورۂ بالا الزامات کي جوابدهي کرے ' اور اسکے حاضر هونے پر مقدمہ چلایا جاے ' نیز قانون کے مطابق کارروائي عمل میں لائي جاے -

---

چـــوتھي پیشـــي

(۱۱ - جنوري)

۱۱ تاریخ کو مسٹر سوینھو چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کي عدالت میں چوتھي پیشي هوئي - حسب معمول کمرہ اور احاطۂ عدالت لوگوں سے پرتھا - لیکن قبل اسکے کہ کارروائي شروع هو ' سارجنٹ نے کمرہ لوگوں سے خالي کرالیا - حتی کہ ان لوگوں کو بھي رهنے نہ دیا جو کرسیوں پر بیٹھے هوے تھے -

اسکے بعد مولانا لاے گئے - جونھي انھوں نے کٹھرے میں قدم رکھا ' تمام وکلاء جو وهاں موجود تھے ' تعظیم کیلیے اُٹھہ کھڑے هوے -

مجسٹریٹ نے مولانا سے دریافت کیا :

" کیا آپ کوئي بیان دینا چاهتے هیں ؟ "

نقـــل اِستغـــاثـــه

بعدالت چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کلکته

براے گرفتاري زیر دفعه ۱۲۴ - الف تعزیرات هند

جے - اے - ایم - گولڈي - ڈپٹي کمشنر آف پولیس - اسپیشل برانچ کالکته - مدعي

مولانا ابوالکلام آزاد - مدعا علیه

مذکورۂ بالا مدعی کا بیان حسب ذیل ھے :

(۱) یکم جولائي سنه ۱۹۲۱ کو مدعا علیه نے مرزاپور پارک میں نان کواپریشن اور بائیکاٹ کے مضمون پر اُردو میں ایک تقریر کي تھي -

ایک اُردو مختصر نویس نے انکي پوري تقریر کے نوٹ اُردو میں لیے - مذکورۂ بالا نوٹ کے نقل کي ایک اردو کاپي جسپر انگریزي حرف " اِے " کا نشان بنا ھے ' منسلک درخواست ھذا ھے - مذکورۂ بالا شارٹ ھینڈ نوٹ کا انگریزي ترجمه بھي شامل ھے ' جسے گورنمنٹ آف بنگال کے ایک بنگالي مترجم نے کیا ھے - اُس پر انگریزي حرف " بي " کا نشان ھے -

(۲) پھر ۱۵ - جولائي سنه ۱۹۲۱ کو ملزم مذکور نے اردو میں ایک دوسري تقریر اُسي جگهه اور اُسي مضمون پر کي - اور ایک اردو رپورٹر نے انکي پوري تقریر کا اردو شارٹ ھینڈ میں نوٹ لیا - اُس نوٹ کي ایک نقل جسپر حرف " سي " کا نشان ھے ' منسلک ھے - اور دوسرا کاغذ جسپر حرف " ڈي " کا نشان ھے ' مذکورۂ بالا شارٹ ھینڈ نوٹ کا انگریزي ترجمه ھے ' جسے گورنمنٹ بنگال کے ایک بنگالي مترجم نے کیا ھے -

تو اپنے اپنے گھروں کو مایوس واپس گئے - پھر بھي ایک معقول تعداد هندو مسلمانوں کي فوراً ٹکسیوں پر سوار ھوکر جیل پہنچ گئي - مگر وھاں انہیں احاطہ جیل کے اندر جانیکي اجازت نہ دي گئي - بعد کو معلوم ھوا کہ مولانا کے اعزاء اور اخبارات کے نمایندونکو بھي اندر جانے کي اجازت نہیں ملیگي - عدالت کے اندر صرف مسٹر گرلڈي ڈپٹي کمشنر اسپیشل برانچ اور چند سي - آئي - ڈي - پولیس افسر موجود تھے - ۱۲ بجے مسٹر سوینہو چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ بمعیت راے بہادر تارک ناتھہ سادھو سرکاري وکیل آئے -

اخبارات کے نمائندوں نے اندر جانے کي پھر کوشش کي لیکن عدالت کے پیشکار نے کہا - حکام جیل سے اسکي درخواست کرني چاهیے - وھي اسکي اجازت دیسکتے ھیں - چنانچہ اسکي تعمیل میں جیلر سے کہا گیا - اُسنے کہا - وہ کمرہ اب عدالت کو دیدیا گیا ھے - انکا اسمیں کوئی اختیار باقي نہیں - چنانچہ مجسٹریٹ کو اسکي اطلاع دي گئي - لیکن جواب ملا کہ سپرنٹنڈنٹ جیل کے پاس درخواست دي جاے - سپرنٹنڈنٹ اسوقت موجود نہ تھا ' اسلیے ملاقات نہ ھوسکي - لیکن بعد کو سپرنٹنڈنٹ نے مولانا سے کہا کہ نہ تو اسکے طرف سے کوئي روک تھي ' اور نہ وہ روکنے کا مجاز تھا - اسکا اختیار تو صرف مجسٹریٹ کو ھے -

ٹھیک پونے ۱۲ - بجے جیلر کے ھمراہ مولانا آئے - مولانا نے کمرۂ عدالت کے اندر قدم رکھتے ھي دریافت کیا " یہ کارروائي پبلک ھے یا پرائیوٹ ؟

مجسٹریٹ ـــ " پرائیوٹ ؟ "

مجسٹریٹ ـــ " آپ تشریف رکھیں "

مولانا ـــ " کیا آپنے یہ مجھسے کہا ھے ؟ غالباً آپکو یاد نہیں رھا کہ پہلے بھي میں دو مرتبہ آپکے سامنے پیش ھوچکا ھوں "

مجسٹریٹ ـــ " مجھے یاد ھے "

مولانا ـــ " گذشتہ موقعوں پر جب میں دو تین گھنٹے تک مسلسل کھڑا رہسکا - تو آج بھي کھڑے رھنے میں مجھے کوئي تکلیف نہیں ھوسکتي "

مجسٹریٹ ـــ " افسوس ھے کہ مجھے ان موقعوں پر یاد نہ رھا -

مولانا ـــ " (آپکے اس اعتراف کا) شکریہ "

مولانا - " ھاں "

" اگر عدالت کو کوئي اعتراض نہ ھو ' تو میں ایک تحریری بیان پیش کرونگا - "

مجسٹریٹ ـــ " کیا وہ آپکے ساتھہ ھے ؟ "

مولانا ـــ " ھاں - یہ اُردو میں ھے - لیکن میں چاھتا ھوں ' اسکا انگریزي ترجمہ عدالت میں داخل کروں "

مجسٹریٹ ـــ " تو کیا آپ خود اسکا ترجمہ کرالینگے ؟ "

مولانا ـــ " ھاں اگر عدالت کو اسمیں کوئي اعتراض نہ ھو "

مجسٹریٹ ـــ " کیا آپ کو اور کسي چیز کي ضرورت ھے ؟ "

مولانا ـــ اگر کوئي حرج نہ ھو تو میں اپني اس تقریر کا جسے مغویانہ بتایا گیا ھے انگریزي ترجمہ دیکھنا چاھتا ھوں "

مجسٹریٹ ـــ " کیا بیان کیلیے اسکي ضرورت ھے ؟ "

مولانا ـــ " - میں اسے دیکھنا چاھتا ھوں "

مجسٹریٹ نے عدالت سے دریافت کیا کہ انگریزي ترجمہ ملزم کو پہلے ھي کیوں نہ دیا گیا ؟ اب انھیں فوراً دیدیا جاے - سرکاري وکیل نے ایک پولیس افسر سے کہا - اسنے بیان کیا کہ اسوقت وہ وھاں موجود نہیں ھے - جیل میں بھیجدیا جایگا -

اسکے بعد مقدمہ ۱۷ - جنوري سنہ ۱۹۲۲ تک کیلیے ملتوي کردیا گیا -

سابق کي طرح آج بھي ایک بہت بڑا مجمع سڑک پر موجود تھا اور برابر قومي نعرے لگا رھا تھا -

---

پانچـــویں پیشـــي

(۱۷ - جنوري)

۱۷ - جنوري کو مولانا کے مقدمہ کي سماعت پریسیڈنسي سول جیل میں ھوئي - حسب معمول ھزاروں آدمي وقت مقررہ پر پریسیڈنسي کورٹ پہنچ گئے تھے - لیکن جب انھیں معلوم ھوا کہ مقدمہ کورٹ کے بجاے جیل میں ھوگا '

بھي ہوا - جيل کے ڈاکٹر نے کہا - ايسي حالت ميں انکا عدالت ميں جانا نہايت مضر ہوگا - سپرنٹنڈنٹ طيار ہے کہ عدالت کو اطلاع ديکر پيشي ملتوي کرادي جاے - ليکن مولانا نے پسند نہيں کيا نہ انکي وجہ سے کارروائي ميں کسي طرح کا التوا يا تاخير ہو - انہوں نے کہا - جب کارروائي جيل هي کے احاطہ ميں ہوتي ہے تو تھوڑي ديرکيليے چند قدم چلا جانا کچھہ دشوار نہ ہوگا - جيل سے کوئي اطلاع عدالت کو نہ دي جاے -

ليکن تھوڑي دير کے بعد سپرنٹنڈنٹ جيل مسٹر سوينھو پريسيڈنسي مجسٹريٹ کي چٹھي ليکر آے جو ۳۰ - کي لکھي ہوئي تھي اور اس ميں لکھا تھا کہ مولانا کا مقدمہ ۹ - فروري پر ملتوي کرديا گيا -

۵ - جنوري کي کارروائي کے مقابلے ميں يہ کارروائي غنيمت تھي - کم از کم اطلاع تو ديدي گئي - مگر سوال يہ ہے کہ کيا اس طرح کي چٹھي مجسٹريٹ کي موجودگي اور ملزم کي حاضري کے قائم مقام ہوسکتي ہے ؟ اگر جواب اثبات ميں ہو تو يہ گويا قوانين مسلمۂ عدالت ميں ايک نئے قاعدہ کا اضافہ ہوگا - ہم اسے " ترميم " بھي کہہ سکتے تھے ' مگر جہانتک معلوم ہے ' سنہ ۱۹۰۸ ميں صرف ضابطۂ فوجداري هي کي " ترميم " ہوئي تھي ' ضابطۂ عدالت کي نہيں ہوئي تھي !

اب ہم پہلے مولانا کا بيان درج کرتے ہيں - اسکے بعد آخري پيشي کي روئداد اور عدالت کا فيصلہ نقل کرينگے - بيان آئندہ صفحہ سے شروع ہوتا ہے !

مجسٹریٹ — "کیا آپ اپنا بیان لاے هیں ؟"

مولانا نے اپنا اُردو بیان پیش کردیا اور کہا کہ انکے سکریٹری کي عدم موجودگي کہ وجہ سے انگریزي ترجمہ مکمل نہ هوسکا -

مجسٹریٹ — " توکیا آپ اسکے ترجمہ کیلیے اور مہلت چاهتے هیں ؟ "

مولانا — " نہیں - میں نہیں چاهتا کہ محض ترجمہ کیلیے مقدمہ میں تاخیر هو - "

مجسٹریٹ — " لیکن اگر اسکا انگریزي ترجمہ هو جاتا تو عدالت کیلیے اسمیں بڑي آساني هوتي "

اسکے بعد مقدمہ ۱۹ - تاریخ تک کیلیے ملتوي کردیا گیا - لیکن بعد کو خود بخود ۱۹ - کے بجاے ۲۴ - تاریخ کردي گئي -

---

چھٹـــي پیشـــي

—•••(**)•••—

(۲۴ - جـــنـوري)

۲۴ - جنوري کو مولانا کا مقدمہ سول جیل میں چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کے سامنے پیش هوا - آج خلاف معمول پبلک کي ایک معقول تعداد کو اندر جانیکي اجازت ملگئي تهي -

ایک بجے کے قریب مولانا تشریف لاے' اور صرف یہ کارروائي هوئي کہ مولانا کا بیان عدالت نے لے لیا اور ۳۱ - جنوري آئندہ پیشي کیلیے قرار پائي -

---

ساتویں پیشـــي

—•••[:*:]•••—

(۳۱ - جـــنـوري)

مولانا کي طبیعت کئي دن سے سخت علیل تهي - جگر کا فعل ناقص هوجانے کي وجہ سے اسهال کي شکایت لاحق هوگئي - ۳۱ - کو ایک مرتبہ استفراغ

ن کو اپریشن کرتا ھے' توگویا اعلان کرتا ھے کہ وہ گورنمنٹ کے انصاف اور حق
مندي سے مایوس ھوچکا - وہ اسکي غیر منصف طاقت کے جواز سے منکر ھے' اور
ی لیے تبدیلي کا خواھشمند ھے - پس جس چیز سے وہ اس درجہ مایوس ھوچکا
تبدیلي کے سوا کوئي چارہ نہیں دیکھتا' اس سے کیونکر اُمید کرسکتا ھے کہ ایک
نصف اور قابل بقا طاقت کیطرح اسکے ساتھہ انصاف کریگي ؟

اس اصولی حقیقت سے اگر قطع نظر کرلیا جاے' جب بھي موجودہ حالت
یں بریت کي امید رکھنا ایک بے سود زحمت سے زیادہ نہیں ھے - یہ گویا اپني
علومات سے انکار ھوگا - گورنمنٹ کے سوا کوئي ذي حواس اس سے انکار نہیں کرسکتا
ہ بحالت موجودہ سرکاري عدالتوں سے انصاف کي کوئي امید نہیں ھے - اسلیے
یں کہ وہ ایسے اشخاص سے مرکب ھیں جو انصاف کرنا پسند نہیں کرتے - بلکہ
سلیے کہ ایسے نظام (سستم) پر مبني ھیں جنمیں رھکر کوئي مجسٹریٹ ان
لازموں کے ساتھہ انصاف نہیں کرسکتا' جنکے ساتھہ خود گورنمنٹ انصاف کرنا پسند
ہ کرتي ھو -

میں یہاں واضح کردینا چاھتا ھوں کہ " نان کو اپریشن " کا خطاب صرف
رنمنٹ' گورنمنٹ کے سستم' اور موجودہ حکومتي اور قومی اُصولوں سے ھے -
اد و اشخاص سے نہیں ھے -

(عدالت گاہ نا انصافي کا قدیم ترین ذریعہ ھے)

ھمارے اس دور کے تمام حالات کیطرح یہ حالت بھی نئی نہیں ھے -
یخ شاھد ھے کہ جب کبھی حکمراں طاقتوں نے آزادي اور حق کے مقابلہ میں
یار اُتھاے ھیں' تو عدالت گاھوں نے سب سے زیادہ آسان اور بے خطا ھتیار کا کام
ا ھے - عدالت کا اختیار ایک طاقت ھے' اور وہ انصاف اور نا انصافي' دونوں کے
ے استعمال کی جاسکتي ھے - منصف گورنمنٹ کے ھاتھہ میں وہ عدل و حق
سب سے بہتر ذریعہ ھے لیکن جابر اور مستبد حکومتوں کیلیے اس سے بڑھکر انتقام
نا انصافی کا کوئي آلہ بھی نہیں -

مولانا ابوالکلام کا تحریري بیان

——*:):[:*:]:(:*——

الحمد للہ وحدہ

—*:*:*—

(عارضي وقفہ)

میرا ارادہ نہ تھا کہ کوئي تقریري یا تحریري بیان یہاں پیش کروں - یہ ایک ایسي جگہ ھے جہاں ھمارے لیے نہ توکسي طرح کي اُمید ھے ' نہ طلب ھے ' نہ شکایت ھے - یہ ایک موڑ ھے جس سے گذرے بغیر ھم منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے ' اسلیے تھوڑي دیرکیلیے اپني مرضي کے خلاف یہاں دم لے لینا پڑتا ھے - یہ نہ ھوتي تو ھم سیدھے جیل چلے جاتے -

یہي وجہ ھے کہ گذشتہ دو سال کے اندر میں نے ھمیشہ اسکي مخالفت کي کہ کوئي نان کوا پریٹر کسي طرح کا بھي حصہ عدالت کي کارروائي میں لے - آل اِنڈیا کانگرس کمیٹي ' سنٹرل خلافت کمیٹي ' اور جمعیۃ العلماء ھند نے اگرچہ اسکي اجازت دیدي ھے کہ پبلک کي واقفیت کیلیے تحریري بیان دیا جاسکتا ھے' لیکن ذاتي طور پر میں لوگوں کو یہي مشورہ دیتا رھا کہ خاموشي کو ترجیح ھے - میں سمجھتا ھوں کہ جو شخص اسلیے بیان دیتا ھے کہ مجرم نہیں ' اگرچہ اسکا مقصد پبلک کي واقفیت ھو' تاھم وہ اشتباہ سے محفوظ نہیں ھے - ھوسکتا ھے کہ اپنے بچاؤ کي ایک ھلکي سي خواھش اور سماعت حق کي ایک کمزور سي توقع اسکے اندر کام کر رھي ھو- حالانکہ نان کو اپریشن کي راہ بالکل قطعي اور یک سو ھے - وہ اس بارے میں اِشتباہ بھي گوارا نہیں کرسکتي -

(کامل مایوسي ' اسلیے کامل تبدیلي کا عزم)

" نان کو اپریشن " موجودہ حالت سے کامل مایوسي کا نتیجہ ھے' اور اسي مایوسي سے کامل تبدیلي کا عزم پیدا ھوا ھے - ایک شخص جب گورنمنٹ سے

(حمـــد و شکـــر !)

اس جگهه کي عظيم الشان اور عميق تاريخ پر جب ميں غور کرتا هوں ' اور ديکهتا هوں که اسي جگهه کهڑے هونيکي عزت آج ميرے حصه ميں آئي هے ' تو بے اختيار ميري روح خدا کے حمد و شکر ميں ڈوب جاتي هے ' اور صرف وهي جان سکتا هے که ميرے دل کے سرور و نشاط کا کيا عالم هوتا هے ؟ ميں سمجهتا هوں کے اس کٹهرے ميں محسوس کرتا هوں که پادشاهوں کيليے قابل رشک هوں - انکو اپني خوابگاه عيش ميں وه خوشي اور راحت کهاں نصيب جس سے ميرے دل کا ايک ايک ريشه معمور هو رها هے ؟ کاش غافل اور نفس پرست انسان اسکي ايک جهلک هي ديکهه پاے ! اگر ايسا هوتا تو ميں سچ کهتا هوں که لوگ اس جگهه کيليے دعائيں مانگتے !

(ميں بيان کيوں ديتا هوں ؟)

بهر حال ميرا اراده نه تها که بيان دوں - ليکن ٦ - جنوري کو جب ميرا مقدمه پيش هوا ' تو ميں نے ديکها - گورنمنٹ مجهے سزا دلانے کے معاملے ميں نهايت عاجز اور پريشان هو رهي هے ' حالانکه ميں ايسا شخص هوں جسکو اسکي خواهش اور خيال کے مطابق سب سے پہلے اور سب سے زياده سزا ملني چاهيے -

پہلے ميرے خلاف دفعه ١٧ - ٢ ترميم ضابطۂ فوجداري کا دعوی کيا گيا تها - ليکن جب اسکا ويسا ثبوت بهي بهم نه هوسکا ' جيسا آجکل اثبات جرم کيليے کافي تصور کيا جاتا هے ' تو مجبوراً واپس لے ليگئي - اب ١٢٤ - الف کا مقدمه چلايا گيا هے - ليکن بد قسمتي سے يه بهي مقصد براري کيليے کافي نهيں - کيونکه جو تقريريں ثبوت ميں پيش کي گئي هيں ' وه اُن بهت سي باتوں سے بالکل خالي هيں جو ميں نے بے شمار تقريروں اور تحريروں ميں هميشه کهتا رها هوں اور جو شايد گورنمنٹ کيليے زياده کار آمد هوتيں -

يه ديکهکر ميري راے بدل گئي - ميں نے محسوس کيا که جو سبب بيان نه دينے کا تها ' وهي اب متقاضي هے که خاموش نه رهوں - اور جس بات کو گورنمنٹ

تاریخ عالم کی سب سے بڑی نا انصافیاں میدان جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں ھی میں ھوئی ھیں - دنیا کے مقدس بانیان مذھب سے لیکر سائنس کے محققین اور مکتشفین تک ' کوئی پاک اور حق پسند جماعت نہیں ھے جو مجرموں کی طرح عدالت کے سامنے کھڑی نہ کی گئی ھو - بلا شبہ زمانے کے انقلاب سے عہد قدیم کی بہت سی برائیاں مٹ گئیں - میں تسلیم کرتا ھوں کہ اب دنیا میں دوسری صدی عیسوی کی خوفناک رومی عدالتیں' اور ازمنۂ متوسطہ (مڈل ایجز) کی پراسرار " انکویزیشن " وجود نہیں رکھتی ' لیکن میں یہ ماننے کیلیے طیار نہیں کہ جو جذبات ان عدالتوں میں کام کرتے تھے ' ان سے بھی ھمارے زمانے کو نجات ملگئی ھے - وہ عمارتیں ضرور گرادی گئیں جنکے اندر خوفناک اسرار بند تھے ' لیکن ان دلوں کو کون بدل سکتا ھے جو انسانی خود غرضی اور نا انصافی کے خوفناک رازوں کا دفینہ ھیں ؟

(ایک عجیب مگر عظیم الشان جگہ)

عدالت کی نا انصافیوں کی فہرست بڑی ھی طولانی ھے - تاریخ آج تک اسکے ماتم سے فارغ نہ ھوسکی - ھم اسمیں حضرت مسیح جیسے پاک انسان کو دیکھتے ھیں جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت کے سامنے چوروں کے ساتھہ کھڑے کیے گئے - ھم کو اسمیں سقراط نظر آتا ھے ' جسکو صرف اسلیے زھر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے زیادہ سچا انسان تھا - ھم کو اسمیں فلورنس کے فدا کار حقیقت گایلیو کا نام بھی ملتا ھے ' جو اپنی معلومات و مشاھدات کو اسلیے جھٹلا نہ سکا کہ وقت کی عدالت کے نزدیک انکا اظہار جرم تھا - میں نے حضرت مسیح کو انسان کہا ' کیونکہ میرے اعتقاد میں وہ ایک مقدس انسان تھے جو نیکی اور محبت کا آسمانی پیام لیکر آئے تھے - لیکن کروڑوں انسانوں کے اعتقاد میں تو وہ اس سے بھی بڑھکر ھیں ؟ تاھم یہ مجرموں کا کٹھرا کیسی عجیب مگر عظیم الشان جگہ ھے ' جہاں سب سے اچھے اور سب سے برے ' دونوں طرح کے آدمی کھڑے کیے جاتے ھیں ؟ اتنی بڑی ھستی کیلیے بھی یہ ناموزوں جگہ نہیں !

سکا مجرم هوں ' بلکه ان لوگوں میں هوں جنهوں نے اس جرم کی اپني قوم کے
دلوں میں تخم ریزي کی هے ' اور اسکي آبیاري کیلیے اپني پوري زندگي وقف
کردي هے - میں مسلمانان هند میں پہلا شخص هوں جس نے سنه ۱۹۱۲ - میں
اپني قوم کو اس جرم کي عام دعوت دي ' اور تین سال کے اندر اس غلامانه روش
سے انکا رخ پهیر دیا جس میں گورنمنت کے پر پیچ فریب نے مبتلا کر رکها
تها - پس اگر گورنمنت مجهے اپنے خیال میں مجرم سمجهتي هے اور اسلیے سزا دلانا
چاهتي هے ' تو میں پوري صاف دلي کے ساتهه تسلیم کرتا هوں که یه کوئي خلاف
توقع بات نہیں هے جسکے لیے مجهے شکایت هو -

میں جانتا هوں که گورنمنت فرشته کے طرح معصوم هونے کا دعوی رکهتي هے
کیونکه اس نے خطاؤں کے اقرار سے همیشه انکار کیا ' لیکن مجهے یه بهي معلوم هے که اس
نے مسیح هونے کا کبهي دعوی نہیں کیا - پهر میں کیوں امید کروں که وه اپنے
مخالفوں کو پیار کریگي ؟ وه تو وهي کریگي جو کررهي هے ' اور جو همیشه استبداد
نے آزادي کے مقابله میں کیا هے - پس یه ایک ایسا قدرتي معامله هے جسمیں
دونوں فریق کیلیے شکوه و شکایت کا کوئي موقعه نہیں - دونوں کو اپنا اپنا کام کیے
جانا چاهیے -

(گورنمنت بنگال اور میري گرفتاري)

(۲) میں یه بهي ظاهر کردینا چاهتا هوں که میرا معامله جو کچهه تها '
گورنمنت آف انڈیا سے تها - وه کسي خاص معین الزام کي بنا پر نہیں بلکه موجوده
تحریک کي عام مشغولیت کیوجه سے مجهے گرفتار کرسکتي تهي ' اور جیسا که قاعده
هے گرفتاري کیلیے کوئي حیله پیدا کرلیتي - چنانچه ملک میں عام طور پر خیال
کیا جاتا تها که علي برادر سے مجهے زیاده مہلت دي گئي مگر اب زیاده عرصه تک
تغافل نہیں کیا جائیگا - لیکن یه واقعه هے که گورنمنت بنگال کے سامنے اس
وقت میرا معامله نه تها - نه وه دفعه ۱۲۴ - الف کا مقدمه چلانا چاهتي تهي -
س دفعه کے ثبوت میں جو تقریریں پیش کي گئي هیں ' وه نصف سال پہلے کلکته
میں کي گئي هیں ' اور گورنمنت نے مقدمه کي اجازت ۲۲ - دسمبر کو دي

باوجود جاننے کے دکھلا نہیں سکتي ' اسے خود کامل اقرار کے ساتھہ اپنے قلم سے لکھدوں - میں جانتا هوں که قانون عدالت کي رو سے یه میرے فرائض میں داخل نہیں هے - میري جانب سے پراسکیوشن کیلیے یہي بہت بڑي مدد هے که میں نے ڈیفنس نہیں کیا - لیکن حقیقت کا قانون عدالتي قواعد کي حیله جوئیوں کا پابند نہیں هے - یقیناً یه سچائي کے خلاف هوگا که ایک بات صرف اسلیے پوشیده رهنے دي جاے که مخالف اپني عاجزي کیوجه سے ثابت نه کرسکا -

(اقـــرار " جـــرم ")

(۱) هندوستان کي موجوده بیورو کریسي ایک ویسا هي حاکمانه اقتدار هے جیسا اقتدار ملک و قوم کي کمزوري کي وجه سے همیشه طاقتور انسان حاصل کرتے رهے هیں - قدرتي طور پر یه اقتدار قومي بیداري کے نشو و نما اور آزادي و انصاف کي جد و جهد کو مبغوض رکھتا هے - کیونکه اِسکا لازمي نتیجه اُسکي غیر منصفانه طاقت کا زوال هے ' اور کوئي وجود اپنا زوال پسند نہیں کرسکتا اگرچه از روے انصاف کتنا هي ضروري هو - یه گویا تنازع للبقاء (Struggle for Existance) کي ایک جنگ هوتي هے جسمیں دونوں فریق اپنے اپنے فوائد کیلیے جد و جهد کرتے هیں - قومي بیداري چاهتي هے که اپنا حق حاصل کرے - قابض طاقت چاهتي هے که اپني جگهه سے نه هٹے - کہا جاسکتا هے که پہلے فریق کیطرح آخر الذکر بھي قابل ملامت نہیں - کیونکه وه بھی اپنے بچاؤ کے لیے هاتهه پانؤں مارتا هے - یه دوسري بات هے که اسکا وجود انصاف کے خلاف واقع هوا هو - هم طبیعت کي مقتضیات سے تو انکار نہیں کر سکتے ؟ یه واقعه هے که دنیا میں نیکي کي طرح برائي بھی زنده رهنا چاهتي هے - وه خود کتني هی قابل ملامت هو ' لیکن زندگي کي خواهش کو قابل ملامت نہیں هے -

هندوستان میں بھی یه مقابله شروع هوگیا هے - اسلیے یه کوئي غیر معمولي بات نہیں هے اگر بیورو کریسي کے نزدیک آزادي اور حق طلبي کي جد و جهد جرم هو ' اور وه اُن لوگوں کو سخت سزاؤں کا مستحق خیال کرے جو انصاف کے نام سے اسکي غیر منصفانه هستي کے خلاف جنگ کر رهے هیں - میں اقرار کرتا هوں که میں نه صرف

اور بنگال پر اونشیل خلافت کمیٹي کے کاموں کي دیکھه بھال کرکے پھر باھر چلا گیا - وسط نومبر سے بھي میں سفر میں تھا - ۱۶ کو کلکته سے روانه ھوا تاکه جمعیة العلماء ھند کے سالانه اجلاس لاھور میں شریک ھوں - وھاں مہاتما گاندھي کے تار سے بمبئي کي شورش کا حال معلوم ھوا اور میں بمبئي چلا گیا - جنوري تک میرا اراده واپسي کا نه تھا - کیونکه ۱۰ - دسمبر کو جمعیة العلماء کا اسپیشل اجلاس بدایوں میں تھا - اُس میں شرکت ضروري تھي - اسکے علاوه مجھے تمام وقت انگوره فنڈ کي فراھمي میں صرف کرنا تھا - لیکن یکایک گورنمنت بنگال کے تازه جبر و تشدد اور ۱۸ - کے کمیونک کي اطلاع بمبئي میں ملي ' اور میرے لیے ناممکن ھوگیا که ایسي حالت میں کلکته سے باھر رھوں - میں نے مہاتما گاندھي سے مشوره کیا - اُنکي بھي یہي راے ھوئي که مجھے تمام پروگرام ملتوي کرکے کلکته چلا جانا چاھیے - زیاده خیال ھمیں اس بات کا تھا که کہیں ایسا نہو - گورنمنت کا جبر و تشدد لوگوں کو بے قابو کردے اور کوئي بات صبر و ضبط کے خلاف کر بیٹھیں - علی الخصوص جبکه " سول گارڈ " کے قیام کي خبریں بھي آچکي تھیں' اور اس بارے میں ھمیں کوئي نہیں غلطي ھوسکتي تھي که یه نئي اسلحه بندي کن شریفانه اور پر امن اغراض کیلیے وجود میں آئي ھے ؟

میں پہلي دسمبر کو کلکته پہنچا - میں نے ظلم اور برداشت ' دونوں کے انتہائي مناظر اپنے سامنے پاے !

میں نے دیکھا که ۱۷ - نومبر کي یادگار ھڑتال سے بے بس ھوکر گورنمنت اُس آدمي کي طرح ھوگئي ھے جو جوش اور غصه میں آپے سے باھر ھو جاے ' اور غیظ و غضب کي کوئي حرکت بھي اُس سے بعید نہو - سنه ۱۹۰۸ کے کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت قومي رضا کارونکي تمام جماعتیں " مجمع خلاف قانون " (ان لافل) قرار دیدي گئي ھیں ' پبلک اجتماعات یکقلم روک دیے ھیں ' قانون صرف پولیس کي مرضي کا نام ھے ' وه " ان لافل جماعت " کي تفتیش اور شبه میں جو چاھے کرسکتي ھے - حتی که راه چلتوں کي جان و آبرو بھي محفوظ نہیں

ھے- یعني میري گرفتاري سے بارہ دن بعد - اگر فی الواقع ان تقریروں میں سڈیشن تھا ' تو کیوں مجھے چھہ ماہ تک گرفتار نہیں کیا گیا ؟ اور اب گرفتار کیا بھي تو گرفتاري کے بارہ دن بعد ؟ ھر شخص ان دو واقعات سے صاف صاف سمجھہ لے سکتا ھے کہ صورت حال کیا ھے ؟ خصوصاً جب یہ تیسرا واقعہ بھي بڑھا دیا جاے کہ ابتدا میں جو دفعہ ظاھر کي گئي ' وہ ۱۲۴ - نہ تھي - ۱۷ - ترمیم ضابطۂ فوجداري تھی - پچیس دن کے بعد مجھسے کہا جاتا ھے کہ وہ واپس لے لیگئي ھے !

(گرفتاري کا اصلي باعث)

حقیقت یہ ھے کہ میري گرفتاري میں اس دفعہ کو کوئي دخل نہیں - یہ قطعي ھے کہ مجھے اُنھی حالات کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا جو ۱۷ - نومبر کے بعد رو نما ھوے ھیں ' اگر میں پہلي دسمبر کو کلکتہ نہ آتا ' یا ۱۰ - دسمبر سے پہلے باھر چلا جاتا - جسکي جلسۂ جمعیۃ العلماء بدایون کي وجہ سے توقع تھي ' تو گورنمنٹ بنگال مجھسے کوئي تعرض نہ کرتي -

۱۷ - نومبر کے بعد دنیا کي تمام چیزوں میں سے جو چاھي جاسکتي ھیں ' وہ صرف یہ چاھتي تھي کہ ۲۴ - نومبر کو جب پرنس کلکتہ پہنچیں تو ھڑتال نہو ' اور جو جابرانہ بے وقوفي ترمیم ضابطہ فوجداري سنہ ۱۹۰۸ کے نفاذ میں ھوگئي ھے ' وہ ایک دن کیلیے بھي قبول کرلي جاے - وہ خیال کرتي تھي کہ میري اور مسٹر سي - آر- داس کي موجودگي اس میں حارج ھے ' اسلیے کچھہ عرصہ کے تذبذب اور غور و فکر کے بعد ھم دونوں گرفتار کرلیے گئے - گرفتاري بلا وارنٹ کے ھوئي تھي ' لیکن جب دوسرے دن ضابطہ کي نمائش پوري کرنے کیلیے مجسٹریٹ جیل میں بھیجا گیا ' تو مسٹر داس کي طرح میري گرفتاري کیلیے بھي دفعہ ۱۷ - ۲ - ترمیم ضابطہ فوجداري کے ماتحت وارنٹ پیش کیا گیا -

میں گذشتہ دو سال کے اندر بہت کم کلکتہ میں رھسکا ھوں - میرا تمام وقت زیادہ تر تحریک خلافت کي مرکزي مشغولیت میں صرف ھوا - با ملک کے پیہم دوروں میں - اکثر ایسا ھوا کہ مہینے دو مہینے کے بعد چند دنوں کیلیے کلکتہ آیا

میدان چھوڑ رھا تھا - میرا دل خوشي سے معمور ھے کہ کلکتہ اور بنگال نے میري توقعات پوري کردیں - وہ پہلے جسقدر پیچھے تھا - اُتنا ھي آج سب سے آگے ھے - میں تسلیم کرتا ھوں کہ اس کامیابي کیلیے گورنمنٹ کي امداد کا ھمیں پوري طرح اعتراف کرنا چاھیے - اگر وہ ۱۷ - نومبر کے بعد یہ طرز عمل اختیار نہ کرتي' تو فی الواقع ھمارے لیے آئندہ کاموں کے انتخاب میں چند در چند مشکلات تھیں - ھم ۲۲ - کو بمبئي میں انھي مشکلات پر باھم غور و خوض کررھے تھے -

(دو حقیقتیں)

حقیقت یہ ھے کہ اِن گذشتہ ایام نے بہ یک وقت دونوں حقیقتیں صفحات تاریخ کیلیے مہیا کردیں - اگر ایک طرف گورنمنٹ کے چھرے سے اِدعا ؤ نمائش کے تمام نقاب دور ھوگئے ' تو دوسري طرف ملکي طاقت بھي ایک سخت آزمائش میں پڑکر پوري طرح نمایاں ھوگئي - دنیا نے دیکھہ لیا کہ اگر گورنمنٹ ھر طرح کے جبر و تشدد میں بالکل بے حجاب اور بے لگام ھے ' تو ملک میں بھي صبر وبرداشت کي طاقت روز افزوں نشوؤنما پا رھي ھے - جیسا کہ ھمیشہ انکار کیا گیا ھے ' آج بھي اس کا موقعہ حاصل ھے کہ انکار کردیا جاے ' لیکن کل تاریخ کیلیے یہ ایک نہایت ھی عبرت انگیز داستان ھوگي - یہ مستقبل کي رھنمائي کریگي کہ کیونکر اخلاقی مدافعت مادي طاقت کے جارحانہ گھمنڈ کو شکست دیسکتي ھے ؟ اور یہ کیسے ھوسکتا ھے کہ صرف برداشت اور قرباني کے ذریعہ خونریز اسلحہ کا مقابلہ کیا جائے ؟ البتہ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں فریقوں میں سے کس فریق کے اندر اس بڑے انسان کي تعلیم تلاش کي جاے جو برائي کے مقابلہ میں صبر و عفو کي تعلیم لیکر آیا تھا ؟ گورنمنٹ میں یا ملک میں ؟ میں خیال کرتا ھوں کہ بورو کریسي کے حکام اسکے نام سے ناواقف نہ ھونگے - اُسکا نام " مسیح " تھا -

(گورنمنٹ کا فیصلہ اور شکست)

(۳) فلسفۂ تاریخ ھمیں بتلاتا ھے کہ ناداني اور نا عاقبت اندیشی ھمیشہ زوال پذیر طاقتوں کی رفیق ھوتی ھے - گورنمنٹ نے خیال کیا کہ وہ جبر و تشدد

گورنمنت نے پہلے ۱۸ - نومبر کے کمیونک میں صرف سابق و موجودہ رضاکار جماعتوں کا ذکر کیا تھا ' لیکن ۲۴ - کو دوسرا کمیونک جاری کرکے تمام آئندہ جماعتیں بھی خلاف قانون قرار دیدیں' اور پولیس نے بلا امتیاز ہر شخص کو جو اُسکے سامنے آگیا ' گرفتار کرنا شروع کردیا - کوئی بات بھی جس سے ۲۴ - کی ہڑتال کے رکنے کا امکان ہو' پولیس اور پولیس سے بھی زیادہ " شریف قوم " سول گارڈ کیلیے ناجائز نہیں - سول گارڈ گویا قومی رضا کاروں کا جواب ہے - وہ بالکل نہتے ہونے پر بھی " جبر و تشدد " سے ہڑتال کرادیتے تھے - یہ ریوالور سے مسلح ہونے پر بھی " امن و صلح " کے ذریعہ ہڑتال رکدینگے !

اسکے مقابلہ میں لوگوں نے بھی برداشت اور استقامت ' دونوں کا گویا آخری عہد کرلیا ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اپنی راہ سے ہٹینگے - نہ تشدد کا مقابلہ کرینگے !

ان حالات میں میرے لیے فرض کی راہ بالکل صاف اور یکسو تھی - میں نے اپنے سامنے دو حقیقتیں بے نقاب دیکھیں : ایک یہ کہ گورنمنت کی تمام طاقت کلکتہ میں سمٹ آئی ہے - اسلیے فتح و شکست کا پہلا فیصلہ یہیں ہوگا دوسری یہ کہ ہم کل تک پوری آزادی کیلیے جد و جہد کر رہے تھے - لیکن موجودہ حالت نے بتلا دیا کہ ہماری آزادی کی مبادیات تک محفوظ نہیں ہیں - آزادی تقریر اور آزادی اجتماع انسان کے پیدائشی حقوق ہیں - انکی پامالی مشہور فلاسفر مل کی زبان میں " انسانیت کے قتل عام سے کچھہ ہی کم " کہی جاسکتی ہے ' لیکن یہ پامالی بلا کسی جھجھک کے علانیہ ہو رہی ہے - پس میں نے باہر کا تمام پروگرام منسوخ کردیا ' اور فیصلہ کرلیا کہ اُسوقت تک کلکتہ ہی میں رہونگا جب تک دوباتوں میں سے کوئی ایک بات ظہور میں نہ آجاے : یا گورنمنت اپنا کمیونک اور آرڈر واپس لیلیے - یا مجھے گرفتار کرلے -

گورنمنت نے ۱۰ - دسمبر کو مجھے گرفتار کرلیا - میں پورے اطمینان اور مسرت کے ساتھہ جیل کی طرف روانہ ہوا - کیونکہ میں اپنے پیچھے ایک فتح مند

شریفانه کام کیلیے مستعد رهتا هے' اور ضرورت کو کبهي مایوس نهیں کرتا -
پس اس طرح به هزار زحمت دفعه ۱۲۴ - الف کا دعوی طیار هوگیا -

(اجتمـــاع ضـــدین)

(۴) یه پریشاني گورنمنت کو خود اسي کي منافقانه روش کي وجه سے پیش آرهی هے - ایک طرف تو وہ چاهتی هے که شخصي حکمرانوں کی طرح بے دریغ جبر و تشدد کرے - دوسري طرف چاهتی هے که نمائشي قانون و عدالت کی آڑ بهی قائم رهے - یه دونوں باتیں متضاد هیں - جمع نهیں هوسکتیں - نتیجه یه هے که اسکی پریشانی و درماندگی روز بروز بڑهتی جاتی هے - جو لوگ اسکے خیال میں سب سے زیادہ مستحق تعزیر هیں' اُنهی کو سزا دلانا اسکے لیے مشکل هوگیا هے - ابهی چند هی مهینے گزرے هیں که هم کرانچی میں گورنمنت کی سراسیمگی و درماندگی کا تمسخر انگیز تماشا دیکهه رهے تهے - جو سرکاري اِستغاثه اس دعوی اور اهتمام کے ساتهه شروع کیا گیا تها' اس سے خود گورنمنت کی پسندیدہ اور انتخاب کردہ جیوري بهی اتفاق نه کرسکی !

لطف یه هے که یه مشکلات گورنمنت کو ایسی حالت میں پیش آ رهی هیں جبکه وہ جانتی هے که نان کو اپریٹرز کی جانب سے ڈیفنس نهیں کیا جائیگا' اور سخت سے سخت غلط بیانی اور قانون شکنی کی حالت میں بهی پردہ دري اور شکست کا کوئی کهٹکا نهیں هے -

(نئي قانوني تشریحات)

گورنمنت نے اس اطمینان سے پوري طرح کام لینے میں کوئي کوتاهي بهي نهیں هے - نان کو اپریٹرز کے مقدمات آجکل جسطرح چکاے جا رهے هیں' اس سے وم کیا جاسکتا هے که " لا " اور " آرڈر " کے معنی بیورو کریٹک اصطلاح میں کیا ؟، " لا " اور " آرڈر " کي طرح اب دعوی' ثبوت' شهادت' تشخیص' ئي - ڈینٹي فائي) وغیرہ تمام عدالتي مصطلحات کے معاني میں بهي انقلاب یا هے - گویا نان کو اپریٹرز کو جلد سزا دیدینے کیلیے هر طرح کي بے قاعدگي اور

سے تحریک خلافت و سواراج کو پامال کردیگی ' اور ۲۴ - کی هڑتال رک جائیگی - اس نے والنٹیر کورز کو خلاف قانون قرار دیا ' اور بلا امتیاز تمام کارکن گرفتار کرلیے گئے - وہ سمجھتی تھی کہ والنٹیرز کی ممانعت اور کارکنوں کی گرفتاری کے بعد خلافت اور کانگریس کا نظام معطل هو جائیگا ' اور اس طرح خود بخود هڑتال رک جائیگی - لیکن بہت جلد گورنمنٹ کو معلوم هوگیا کہ جبر و تشدد جب قومی بیداری کے مقابلہ میں نمایاں هو ' تو وہ کوئی مہلک چیز نہیں هوتی - نہ تو هڑتال رک سکی ' نہ خلافت اور کانگریس کمیٹیاں معطل هوئیں ' اور نہ والنٹیرز کا کام ایک دن کیلیے بھی بند هوا ' بلکہ هماری غیر موجودگی میں یہ ساری چیزیں زیادہ طاقتور اور غیر مسخر هوگئیں - میں نے ۸ - دسمبر کو جو پیغام ملک کے نام لکھا تھا ' اسمیں گورنمنٹ بنگال کیلیے بھی یہ پیغام تھا : " میری اور مسٹر سی - آر - داس کی گرفتاری کے بعد کام زیادہ طاقت اور مستعدی کے ساتھہ جاری رهیگا ' اور ۲۴ - کو هڑتال اس سے زیادہ مکمل هوگی ' جسقدر هماری موجودگی میں هوسکتی تھی " چنانچہ ایسا هی هوا - گورنمنٹ خود اپنے پسند کیے هوے میدان میں هار گئی - اب وہ اپنی شرمندگی چھپانے کیلیے هاتھہ پانؤں مار رهی هے ' اور جن لوگوں کو گرفتار کرچکی هے ' انہیں کسی نہ کسی طرح سزا دلانا چاهتی هے - لیکن یہ بالکل بے سود هے - طاقتور آدمی کو شکست کے بعد زیادہ غصہ آتا هے ' لیکن کوئی شکست اس لیے فتح نہیں بن جاسکتی کہ هم بہت زیادہ جھنجلا سکتے هیں !

(دفعہ ۱۲۴ - الف)

غرضکہ میری گرفتاری صریح طور پر انہی واقعات کا نتیجہ هے ' اور اسی لیے دو هفتہ تک میرے خلاف دفعہ ۱۷ - ترمیم ضابطہ فوجداری هی کا دعوی قائم رها ' لیکن جب اس بارے میں کوئی سہارا نہ ملا تو میرے پریس اور مکان کی تلاشی لیگئی - تاکہ میری کوئی تحریر حاصل کرکے بناے مقدمہ قرار دی جاے - جب وهاں سے بھی کوئی مواد هاتھہ نہ آیا ' تو مجبوراً سی - آئی - ڈی کے محفوظ ذخیرہ کی طرف توجہ کی گئی - یہ ذخیرہ همیشہ اس

(میـــري تقـــريـــریں)

(۵) پراسیکیوشن کي جانب سے میري دو تقریریں ثبوت میں پیش کیگئي هیں‘
جو میں نے پہلي اور پندرھویں جولائي کو مرزا پور پارک کے جلسے میں کي تھیں -
اس زمانہ میں گورنمنٹ بنگال نے گرفتاریوں کیطرف پہلا قدم اُٹھایا تھا اور چار مبلغین
خلافت پر مقدمہ چلا کر سزائیں دلائي تھیں - میں اُس وقت سفر سے بیمار واپس آیا
تھا - میں نے دیکھا کہ لوگوں میں بے حد جوش پھیلا ھوا ھے ‘ اور ھر طرح کے
مظاھرے کیلیے لوگ بیقرار ھیں - چونکہ میرے خیال میں گرفتاریوں پر مظاھرہ کرنا
نان کو اپریشن کے اُصول کے خلاف تھا ‘ اسلیے میں نے ھڑتال اور جلوس یک قلم
روکدیے - اس پر عوام کو شکایت ھوئي ‘ تو میں نے یہ جلسے منعقد کیے ‘ اور
لوگوں کو صبر و تحمل کي نصیحت کرتے ھوے سمجھایا کہ نان وایلنس نان
کو اپریشن کے اصول میں یہ بات داخل ھے کہ گرفتاریوں پر صبر و سکون کے خلاف کوئي
بات نہ کي جاے - اگر فی الواقع ان گرفتاریوں کا تمھارے دل میں درد ھے تو چاھیے
کہ اصلي کام کرو ‘ اور بیروني کپڑا ترک کرکے دیسي گاڑھا پہن لو -

اِستغاثہ نے جو نقل پیش کي ھے ‘ وہ نہایت ناقص ‘ غلط ‘ اور مسخ
شدہ صورت ھے ‘ اور محض بے جوڑ اور بعض مقامات پر بے معني جملوں کا
مجموعہ ھے ‘ جیسا کہ اسکے پڑھنے سے ھر شخص سمجھہ لے سکتا ھے - تاھم میں
اسکے غلط اور بے ربط جملوں کو چھوڑ کر (کیونکہ اسکے اعتراف سے میرا ادبي ذوق اِبا
کرتا ھے) باقي وہ تمام حصہ تسلیم کرلیتا ھوں جسمیں گورنمنٹ کي نسبت خیالات
کا اظھار ھے ‘ یا پبلک سے گورنمنٹ کے خلاف جد و جہد کي اپیل کي گئي ھے -

اِستغاثہ کي جانب سے صرف تقریریں پیش کردي گئي ھیں - یہ نہیں
بتلایا ھے کہ انکے کن جملوں کو وہ ثبوت میں پیش کرنا چاھتا ھے ؟ یا اسکے خیال
میں " مائي ڈیر برادرن " سے لیکر آخر تک سب ۱۲۴ - الف ھے ؟ میں نے
یہ دریافت نہیں کیا - کیونکہ دونوں صورتیں میرے لیے یکساں ھیں - تاھم
جب نقول کو دیکھتا ھوں تو اِستغاثہ کے خیال کے مطابق زیادہ سے زیادہ قابل ذکر جملے
حسب ذیل ھیں :

قانون شکني جائز هے - حتی که اس بات کی بهي تحقیق ضروري نهیں که جس انسان کے ملزم هونے کا دعوی کیا گیا هے' کٹهرے کا ملزم وهي آدمی هے بهی یا نهیں ؟ ابهی اِسی هفته جوڑا بگان کی عدالت سے ایک شخص " عبد الرحمن هاشم " کو اس پر زور قانوني اور منطقی ثبوت پر چهه ماه کی سزا دیدیگئی هے که " اعظم هاشم " نامي ایک خلافت والنتیر دنیا میں وجود رکهتا هے ' اور دونوں کے نام میں لفظ " هاشم " مشترک هے ! خود میرے مقدمه میں جو صریح بے ضابطگیاں کی گئی هیں' انکا ذکر لا حاصل سمجهکر نهیں کرنا چاهتا ' ورنه وهی اس حقیقت کے انکشاف کیلیے کافي تهیں - مثال کے طور پر صرف ایک واقعه کا ذکر کرونگا جو بے قاعدگي اور غلط بیاني' دونوں کا مجموعه هے - مجهے دفعه ۱۷ - ترمیم ضابطهٔ فوجداري سے بري کردیا گیا اور ۱۲۴ - الف کے ماتحت وارنٹ حاصل کیا گیا - قاعده کي رو سے رهائي اور از سر نو گرفتاري ' دونوں باتیں وقوع میں آني چاهیے تهیں - لیکن یه واقعه هے که ۱۲۴ - کا کوئي وارنٹ مجهپر تعمیل نهیں کیا گیا - حتی که ۲ - جنوري تک مجهے اسکا علم بهی نهیں هوا - لیکن میرے سامنے مسٹر گولڈي ڈپٹي کمشنر پولیس نے یه حلفیه شهادت دي هے که اس نے پریسیڈنسي جیل میں مجهپر وارنٹ سرو کیا هے !

یه سچ هے که نان کو اپریٹر کسي طرح کا ڈیفنس نهیں کرتے ' لیکن میں سمجهتا هوں که یه کوئي اچهي بات نهیں هے که آدمي اپنے تمام کپڑے اُتار ڈالے - اسلیے که شریف آدمي آنکهیں بند کرلینگے - شریف آدمیوں نے تو سچ مچ آنکهیں بند کرلي هیں ' لیکن دنیا کی آنکهیں بند نهیں هیں !

(قانـــون کا ڈرامـــا !)

في الحقیقت " لا " اور " آرڈر " کا ایک ڈراما کهیلا جا رها هے جسے هم کامیڈي اور ٹریجڈي ' دونوں کهه سکتے هیں -

وه تماشه کی طرح مضحک بهي هے اور مقتل کی طرح درد انگیز بهی - لیکن میں ٹریجڈي کهنا زیاده پسند کرونگا - حسن اتفاق سے اسکا چیف ایکٹر انگلستان کا سابق چیف جسٹس هے !

" اگر تم صرف چند گھڑیوں کیلیے گورنمنٹ کو حیران کرنا چاھتے ھو' تو اُسکے لیے میرے پاس بہت سے نسخے ھیں - اگر خدا نخواستہ میں اِس گورنمنٹ کا اِستحکام چاھتا' تو وہ نسخے بتلادیتا . . . . (لیکن) میں تو ایسی جنگ چاھتا ھوں (جو) ایک ھی دن میں ختم نہ ھو جاے' بلکہ فیصلہ کے آخری دن تک (جاری رھے) اور جب فیصلہ کی گھڑی آجائے' تو پھر یا تو یہ گورنمنٹ باقی نہ رھے' یا تیس کروڑ (انسان) باقی نہ رھیں "

جو الفاظ بریکٹ کے اندر ھیں' وہ تقریر کی پیش کردہ کاپیوں میں نہیں ھیں لیکن عبارت کے با معنی ھونے کیلیے ضروری ھیں - میں نے اسلیے تصحیح کردی کہ پراسیکیوشن کو استدلال میں مدد ملے - اگر اسکے مقصد کیلیے پوری تقریر کی تصحیح و تکمیل ضروری ھو' تو میں اسی طرح کردینے کیلیے تیار ھوں -

ان کے علاوہ دونوں تقریروں میں لوگوں کو نان کواپریشن کی دعوت دی ھے' مطالبات خلافت اور سوراج کو دھرایا ھے' پنجاب کے مظالم کو وحشیانہ کہا ھے' لوگوں کو بتلایا ھے کہ جو گورنمنٹ جلیانوالا باغ امرتسر میں چند منٹوں کے اندر سینکڑوں انسانوں کو قتل کرڈالے اور اسکو جائز فعل بتلاے' اس سے نا انصافی کی کوئی بات بھی بعید نہیں -

(اقـــرار)

(۹) میں اقرار کرتا ھوں کہ میں نے نہ صرف انھی دو موقعوں پر بلکہ گذشتہ دو سال کے اندر اپنی بے شمار تقریروں میں یہ' اور اسی مطلب کے لیے اس سے زیادہ واضع اور قطعی جملے کہے ھیں - ایسا کہنا میرے اعتقاد میں میرا فرض ھے - میں فرض کی تعمیل سے اسلیے باز نہیں رھسکتا کہ وہ ۱۲۴ - الف - کا جرم قرار دیا جائیگا - میں اب بھی ایسا ھی کہنا چاھتا ھوں' اور جب تک بول سکتا ھوں' ایسا ھی کہتا رھونگا - اگر میں ایسا نہ کہوں تو اپنے آپ کو خدا اور اسکے بندوں کے آگے بدترین گناہ کا مرتکب سمجھوں -

" ایسی گورنمنٹ ظالم ھے - جوگورنمنٹ ناانصافی کے ساتھہ قائم ھو' ایسی گورنمنٹ کو یا تو انصاف کے آگے جھکنا چاھیے یا دنیا سے مٹا دینا چاھیے "

" اگر فی الحقیقت تمھارے دلوں میں اپنے گرفتار بھائیوں کا درد ھے' تو تم میں سے ھر شخص کا فرض ھے کہ وہ آج سونچ لے - کیا وہ اس بات کیلیے راضی ھے کہ جس جابرانہ قوت نے انہیں گرفتار کیا ھے' وہ اس براعظم میں اُسی طرح قائم رھے جس طرح اُن کی گرفتاری کے وقت تھی ؟ "

" اگر تم ملک کو آزاد کرانا چاھتے ھو' تو اسکا راستہ یہ ھے کہ جن چالاک دشمنوں کے پاس خونریزی کا بے شمار سامان موجود ھے' اُنہیں رائی برابر بھی اُسکے استعمال کا موقعہ نہ دو - اور کامل امن و برداشت کے ساتھہ کام کرو . . . . بعض لوگوں کا خیال ھے کہ جب تقریروں میں کوئی ایسی بات کہی جاتی ھے تو اُس سے مقرر کا مطلب یہ ھوتا ھے کہ اپنے بچاؤ کا سامان کرلے' ورنہ اُسکی دلی خواھش یہ نہیں ھوتی - لیکن میں سمجھتا ھوں کہ جو لوگ آج تمھارے لیے کام کر رھے ھیں' تم میں سے کوئی آدمی بھی یہ ماننے کیلیے طیار نہ ھوگا کہ وہ جیل جانے یا نظربند ھونے سے ڈرتے ھیں - (پس) اگر وہ یہ کہتے ھیں کہ امن و نظم کے ساتھہ کام کرنا چاھیے' تو انکا مطلب یہ نہیں (ھوسکتا) کہ اس ظالمانہ گورنمنٹ (کے ساتھہ) وفاداری کرنی چاھتے ھیں - جو گورنمنٹ' اُسکی طاقت' اور (اُسکا) تخت آج دنیا میں سب سے بڑا گناہ ھے' یقیناً وہ اس گورنمنٹ کے وفادار نہیں ھوسکتے " اِسکے بعد میں نے کہا ھوگا' مگر کاپی میں نہیں ھے " وہ تو صرف اسلیے یہ کہتے ھیں کہ خود تمھاری کامیابی با امن رھنے پر موقوف ھے - تمھارے پاس وہ شیطانی ھتیار نہیں ھیں' جن سے یہ گورنمنٹ مسلح ھے - تمھارے پاس صرف ایمان ھے' دل ھے' قربانی کی طاقت ھے - تم اِنھی طاقتوں سے (اصل میں " ھتیاروں سے " ھوگا) کام لو - اگر تم چاھو کہ اسلحہ کے ذریعہ فتح کرو' تو تم نہیں کرسکتے - آج امن و سکون سے بڑھکر (تمھارے لیے) کوئی چیز نہیں " -

ـــکوم بنائے - محکومي اور غلامي کيليے کيسے هي خوشنما نام کيوں نه رکهه ليے
بائيں' ليکن وہ غلامي هي هے ' اور خدا کي مرضي اور اسکے قانون کے خلاف هے -
س ميں موجودہ گورنمنٹ کو جائز حکومت تسليم نهيں کرتا' اور اپنا ملکي' مذهبي'
ر انساني فرض سمجهتا هوں که اس کي محکومي سے ملک و قوم کو نجات دلاؤں -

" اصطلاحات " اور " بتدريج توسيع اختيارات" کا مشهور مغالطه ميرے اس
ساف اور قطعي اعتقاد ميں کوئي غلط فهمي پيدا نهيں کرسکتا - آزادي انسان کا
يدائشي حق هے ' اور کسي انسان کو اختيار نهيں که حقوق کي ادائيگي ميں
حد بندي اور تقسيم کرے يه کهنا که کسي قوم کو اُسکي آزادي بتدريج ملني
چاهيے ' بعينه ايسي هي هے جيسے کها جاے که مالک کو اُسکي جائداد اور قرضدار
و اُسکا قرض ٹکڑے ٹکڑے کرکے دينا چاهيے - ميں تسليم کرتا هوں که اگر مقروض
سے ايک هي دفعه قرض واپس نه ملسکے تو قرضدار کو يهي کرنا پڑيگا که قسط کي
سورت ميں وصول کرے - ليکن يه ايک مجبوري کا سمجهوتا هوگا - اس سے به يک
دفعه وصولي کا حق زائل نهيں هو جاسکتا -

" رفارم " کي نسبت ميں روس کے عظيم الشان ليو ٹالسٹائي (Leo Talstoy)
لفظوں ميں کهونگا " اگر قيديوں کو اپنے ووٹ سے اپنا جيلر منتخب کرلينے کا
ر ملجاے ' تو اس سے وہ آزاد نهيں هو جائينگے "

ميرے ليے اسکے اچهے برے کاموں کا سوال ايک ثانوي سوال هے - پهلا سوال
سکے وجود کا هے - ميں ايسے حاکمانه اقتدار کو به اعتبار اُسکي خلقت هي کے
يقين کرتا هوں - اگر وہ تمام نا انصافياں ظهور ميں نه آتيں جو اس کثرت
اقع هوچکي هيں ' جب بهي ميرے اعتقاد ميں وہ ظلم تها - کيونکه اسکي
هی سب سے بڑي نا انصافي هے ' اور اسکي برائي کيليے اسقدر کافي هے
جود هو - اگر وہ اچهے کام کرے' تو اسکي اچهائي تسليم کرلي جائيگي '
سکا وجود ناجائز اور نا انصافي هي رهيگا - اگر ايک شخص هماري جائداد پر
وکر بهت اچهے اور نيک کام انجام دے' تو اُسکے کاموں کي خوبي کی وجه
قبضه جائز نهيں هو جاسکتا -

(موجودہ گورنمنٹ ظالم ھے)

(۷) یقیناً میں نے کہا ھے " موجودہ گورنمنٹ ظالم ھے " لیکن اگر میں یہ نہ کہوں تو اور کیا کہوں ؟ میں نہیں جانتا کہ کیوں مجھسے یہ توقع کی جاے کہ ایک چیز کو اسکے اصلی نام سے نہ پکاروں ؟ میں سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتا ھوں ۔

میں کم سے کم اور نرم سے نرم لفظ جو اس بارے میں بول سکتا ھوں یہی ھے۔ ایسی ملفوظ صداقت جو اس سے کم ھو' میرے علم میں کوئی نہیں -

میں یقیناً یہ کہتا رہا ھوں کہ ھمارے فرض کے سامنے دو ھی راھیں ھیں : گورنمنٹ نا انصافی اور حق تلفی سے باز آجاے - اگر باز نہیں آسکتی تو مٹا دی جاے - میں نہیں جانتا کہ اسکے سوا اور کیا کہا جاسکتا ھے ؟ یہ تو انسانی عقائد کی اتنی پرانی سچائی ھے کہ صرف پہاڑ اور سمندر ھی اسکے ھم عمر کہے جاسکتے ھیں - جو چیز بری ھے' اسے یا تو درست ھوجانا چاھیے' یا مٹ جانا چاھیے - تیسری بات کیا ھوسکتی ھے ؟ جبکہ میں اس گورنمنٹ کی برائیوں پر یقین رکھتا ھوں' تو یقیناً یہ دعا نہیں مانگ سکتا کہ درست بھی نہ ھو اور اسکی عمر بھی دراز ھو !

(میرا یہ اعتقاد کیوں ھے ؟)

(۸) میرا اور میرے کروڑوں ھم وطنوں کا ایسا اعتقاد کیوں ھے ؟

اسکے وجوہ و دلائل اب اسقدر آشکارا ھوچکے ھیں کہ ملٹن کے لفظوں میں جاسکتا ھے " سورج کے بعد دنیا کی ھر چیز سے زیادہ واضح اور محسوس محسوسات کیلیے ھم صرف یہی کہہ سکتے ھیں کہ انکار نہ کرو - تاھم میں کہنا چاھ ھوں کہ میرا یہ اعتقاد اسلیے ھے کہ میں ھندوستانی ھوں' اسلیے ھے کہ مید مسلمان ھوں' اسلیے ھے کہ میں انسان ھوں -

(شخصی اقتدار بالذات ظلم ھے)

میرا اعتقاد ھے کہ آزاد رھنا ھر فرد اور قوم کا پیدائشی حق ھے - کوئی انسا یا انسانوں کی گڑھی ھوئی بیورو کریسی یہ حق نہیں رکھتی کہ خدا کے بندوں کو ا

انا خلقنا کم من ذکر و انثی ، و جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند اللہ اتقا کم ! (سورۂ حجرات)

(اسلام ایک جمہوری نظام ہے)

انسانی حقوق کا یہ وہ اعلان ہے جو انقلاب فرانس سے گیارہ سو برس پہلے ہوا - یہ صرف اعلان ہي نہ تھا ، بلکہ ایک عملي نظام تھا جو مشہور مورخ گبن کے لفظوں میں " اپني کوئي مثال نہیں رکھتا " - پیغمبر اسلام اور انکے جانشینوں کي حکومت ایک مکمل جمہوریت تھي ، اور صرف قوم کي راے ، نیابت ، اور انتخاب سے اسکي بناوٹ ہوتي تھي - یہي وجہ ہے کہ اسلام کي اصطلاح میں جیسے جامع اور عمدہ الفاظ اس مقصد کیلیے موجود ہیں ، شاید ہي دنیا کي کسي زبان میں پاے جائیں - اسلام نے " پادشاہ " کے اقتدار اور شخصیت سے انکار کیا ہے ، اور صرف ایک رئیس جمہوریۃ (پریسیڈنت اف ري پبلک) کا عہدہ قرار دیا ہے - لیکن اسکے لیے بھي " خلیفہ " کا لقب تجویز کیا جسکے لغوي معني نیابت کے ہیں - گویا اسکا اقتدار محض نیابت ہے - اِس سے زیادہ کوئي اختیار نہیں رکھتا - اسي طرح قرآن نے نظام حکومت کیلیے " شوری " کا لفظ استعمال کیا : و امرھم شوری بینھم چنانچہ ایک پوري سورت اسي نام سے قرآن میں موجود ہے - " شوری " کے معني باہم مشورہ کے ہیں - یعنی جو کام کیا جاے ، جماعت کے باہم راے اور مشورہ سے کیا جاے - شخصي راے اور حکم سے نہو - اس سے زیادہ صحیح نام جمہوري نظام کیلیے کیا ہوسکتا ہے ؟

(قومي اور مسلم بیوروکریسي بھی ظام ہے)

جب اسلام مسلمانوں کا یہ فرض قرار دیتا ہے کہ وہ ایسي اسلامي حکومت کو بھي منصفانہ تسلیم نہ کریں ، جو قوم کي راے اور انتخاب سے نہ ہو ، تو پھر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کیلیے ایک اجنبي بیوروکریسي کیا حکم رکھتي ہے ؟ اگر آج ہندوستان میں ایک خالص اسلامي حکومت قائم ہو جاے مگر اسکا نظام بھی شخصي ہو ، یا چند حاکموں کي بیوروکریسي ہو ، تو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے اسوقت بھي

برائي ميں كم و كيفيت كے اعتبار سے تقسيم كي جاسكتي هے ' ليكن حسن و قبح كے اعتبار سے اُسكي ايک هي قسم هے - يعني اس اعتبار سے تقسيم هوسكتي هے كه وه كتني هے اور ايسي هے ؟ اس اعتبار سے نہيں هوسكتي كه وه اچهي هے يا بري هے ؟ هم يه كہه سكتے هيں كه " زياده بري چوري " اور " كم بري چوري " ليكن يه تو نہيں كہه سكتے كه " اچهي چوري " اور " بري چوري " ؟ پس ميں بيوروكريسي كي اچهائي اور جائز هونے كا كسي حال ميں بهي تصور نہيں كرسكتا - كيونكه وه في نفسه ايک ناجائز عمل هے - البته اسكي برائي كم اور زياده هوسكتي هے - ليكن هندوستان كي بيوروكريسي تو اتنا بهي نه كرسكي كه اپني خلقي برائي هي پر قانع رهتي - جب اُسكي خلقي برائي پر اُسكي بے شمار عملي برائيوں كا بهي برابر اضافه هورها هے ' تو پهر كيونكر اِسكا تصور بهي كيا جاسكتا هے كه اسكے ظلم كا اعلان نه كيا جاے ؟

(اسلام اور بيوروكريسي)

(۹) ميں مسلمان هوں' اور بحيثيت مسلمان هونے كے بهي ميرا مذهبي فرض يهي هے -

اسلام كسي ايسے اقتدار كو جائز تسليم نہيں كرتا جو شخصي هو ' يا چند تنخواه دار حاكموں كي بيوروكريسي هو - وه آزادي اور جمهوريت كا ايک مكمل نظام هے' جو نوع انساني كو اسكي چهيني هوئي آزادي واپس دلانے كيليے آيا تها - يه آزادي بادشاهوں ' اجنبي حكومتوں ' خود غرض مذهبي پيشواؤں ' اور سرمايتي كي طاقتور جماعتوں نے غصب كر ركهي تهي - وه سمجهتے تهے كه حق طاقت اور قبضه هے - ليكن اسلام نے ظاهر هوتے هي اعلان كيا كه حق طاقت نہيں هے بلكه خود حق هے' اور خدا كے سوا كسي انسان كو سزاوار نہيں كه بندگان خدا كو اپنا محكوم اور غلام بناے - اُس نے امتياز اور بالا دستي كے تمام قومي اور نسلي مراتب يكقلم مٹادیے ' اور دنيا كو بتلاديا كه سب انسان درجے ميں برابر هيں ' اور سب كے حقوق مساوي هيں - نسل ' قوميت ' رنگ ' معيار فضيلت نہيں هے ' بلكه صرف

عمل هے - اور سب سے بڑا وهي هے' جسكے كام سب سے اچهے هوں : يا ايها الناس !

اور " دو اور دو " کو اسلیے " چار " نہ کہا جاے کہ ایسا کہنے سے انسانی جسم مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے ' تو پھر سچائی اور حقیقت ہمیشہ کیلیے خطرہ میں پڑ جائے ' اور حق کے ابھرنے اور قائم رہنے کی کوئی راہ باقی نہ رہے - حقیقت کا قانون نہ تو طاقت کی تصدیق کا محتاج ہے نہ اسلیے بدل جاسکتا ہے کہ ہمارے جسم پر کیا گزرتی ہے ؟ وہ تو حقیقت ہے - اور اسوقت بھی حقیقت ہے جب اسکے اعلان سے ہمیں پھولوں کی سیج ملے ' اور اسوقت بھی حقیقت ہے جب اسکے اظہار سے ہمارا جسم آگ کے شعلوں کے اندر جھونک دیا جاے - صرف اسلیے کہ ہمیں قید کردیا جائیگا ' آگ میں ٹھنڈک اور برف میں گرمی نہیں پیدا ہو جاسکتی !

(شہادۃ علی الناس)

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی کتاب شریعت (قرآن) میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ خدا کی زمین میں " شاهد " ہیں - یعنی سچائی کی گواہی دینے والے ہیں - بہ حیثیت ایک قوم کے یہی انکا قومی وظیفہ (نیشنل ڈیوٹی) ہے' اور یہی انکی قومی خصلت (نیشنل کیرکٹر) ہے جو انکو تمام پچھلی اور آئندہ قوموں

میں ممتاز کرتی ہے : وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ! اسی طرح پیغمبر اسلام نے فرمایا - " انتم شہداء اللہ فی الارض " (بخاری) تم خدا کی زمین پر خدا کے طرف سے سچائی کے گواہ ہو - پس ایک مسلمان جب تک مسلمان ہے ' اس گواہی کے اعلان سے باز نہیں رہسکتا -

(کتمان شہادت)

اگر وہ باز رہے ' تو یہ قرآن کی اصطلاح میں " کتمان شہادت " ہے - یعنی گواہی کو چھپانا - قرآن نے ایسا کرنے والوں کو خدا کی پھٹکار کا سزاوار بتلایا ہے - اور بار بار کہا ہے کہ اسی کتمان شہادت کی وجہ سے دنیا کی بڑی بڑی قومیں برباد و ہلاک

ہوگئیں : ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب ' اولائک یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون - (بقرہ) لعن الذین کفروا من

میرا فرض یہي ھوگا کہ اُسکو ظلم کہوں ' اور تبدیلي کا مطالبہ کروں - اسلام کے علماء حق نے ھمیشہ جابر مسلمان پادشاھوں کے خلاف ایساھي اعلان و مطالبہ کیا ھے -

میں تسلیم کرتا ھوں کہ یہ نظام بعد کو قائم نہ رھسکا - مشرقي رومي حکومت اور ایراني شہنشاھي کے پر شوکت افسانوں نے مسلمان حکمرانوں کو گمراہ کردیا - اسلامي خلیفہ کي جگہ ' جو بسا اوقات پھٹے پرانے کپڑوں میں ایک عام فرد کي طرح ملبوس ھوتا تھا ' انہوں نے قیصر و کسری بننے کو ترجیح دي - تاھم تاریخ اسلام کا کوئي عہد بھي ایسے مسلمانوں سے خالي نہیں رھا ھے ' جنہوں نے علانیہ حکام وقت کے استبداد و شخصیت کے خلاف احتجاج نہ کیا ھو ' اور ان تمام تکلیفوں کو خوشي خوشي جھیل نہ لیا ھو جو اس راہ میں پیش آئی ھیں -

(مسلمانوں کا قومي وظیفہ)

ایک مسلمان سے یہ توقع رکھني کہ وہ حق کا اعلان نہ کرے اور ظلم کو ظلم نہ کہے ' بالکل ایسي ھي بات ھے ' جیسے یہ کہا جاے کہ وہ اسلامي زندگي سے دست بردار ھو جاے - اگر تم کسي آدمي سے اس مطالبہ کا حق نہیں رکھتے کہ وہ اپنا مذھب چھوڑ دے ' تو یقیناً ایک مسلمان سے یہ مطالبہ بھي نہیں کرسکتے کہ وہ ظلم کو ظلم نہ کہے - کیونکہ دونوں باتوں کا مطلب ایک ھي ھے -

یہ تو اسلامي زندگي کا وہ عنصر ھے ' جسکے الگ کردینے کے بعد اُسکي سب سے بڑي ما بہ الامتیاز خصوصیت معدوم ھو جاتي ھے - اسلام نے مسلمانوں کي قومیت کي بنیاد ھي اس بات پر رکھي ھے کہ وہ دنیا میں سچائي اور حقیقت کے گواہ ھیں - ایک گواہ کا فرض ھوتا ھے کہ جو کچھہ جانتا ھے بیان کرے - ٹھیک اُسي طرح ھر مسلمان کا بھی وظیفہ (ڈیوٹي) ھے کہ جس سچائي کا اُسے علم و یقین دیا گیا ھے ' ھمیشہ اُسکا اعلان کرتا رھے ' اور اداء فرض کي راہ میں کسي آزمائش اور مصیبت سے نہ ڈرے - علی الخصوص جب ایسا ھو کہ ظلم و جور کا دور دورہ ھوجائے ' اور جبر و تشدد کے ذریعہ اعلان حق کو روکا جاے ' تو پھر یہ فرض اور زیادہ لازمي اور ناگزیر ھو جاتا ھے - کیونکہ اگر طاقت کے ڈر سے لوگوں کا چپ ھو جانا گوارا کرلیا جاے '

ے گورنمنٹ کی برائیاں دور کردیں - اسلیے هم نے دوسرا درجه اختیار کیا جسکی
ستطاعت حاصل هے - یعنے زبان سے اسکا اعلان کرتے هیں -

(ارکان اربـــعـــه)

قرآن نے مسلمانوں کي اسلامي زندگي کي بنیاد چار باتوں پر رکھي هے اور
لایا هے که هر طرح کي انساني ترقي اور کامیابي انهي کے ذریعه حاصل هوسکتی
ے : ایمان - عمل صالح - توصیۂ حق - توصیۂ صبر -

" توصیۂ حق " کے معني یه هیں که همیشه حق اور سچائي کي ایک
سرے کو وصیت کرنا - " توصیۂ صبر " کے معني یه هیں که هر طرح کي مصیبتوں
ر رکاوٹوں کو جهیل لینے کی وصیت کرنا - چونکه حق کے اعلان کا لازمي نتیجه یه
ے که مصیبتیں پیش آئیں ' اسلیے حق کے ساتهه صبر کي وصیت بهي ضروري
ي ' تاکه مصیبتیں اور رکاوٹیں جهیل لینے کیلیے هرحق گو طیار هوجاے : والعصر '
ن الانسـان لفي خسر ' الا الذین آمنـوا ' و عملـوا الصالحات ' و تواصوا بالحـق
تواصوا بالصبر !

(اسلامي توحید اور امر بالمعروف)

اسلام کي بنیاد عقیدۂ " توحید " پر هے - اور " توحید " کا ضد " شرک
ے جس سے بیزاري اور نفرت هر مسلمان کي فطرت میں داخل کي گئی هے -
وحید سے مقصود یه هے که خدا کو اسکي ذات اور صفات میں ایک ماننا - شرک
معنی یه هیں که اسکي ذات اور صفتوں میں کسي دوسري هستي کو شریک
کرنا - پس سچائي کے اظهار میں بے خوفي اور بے باکي ایک مسلمان زندگي
مایۂ خمیر هے - توحید مسلمانوں کو سکهلاتي هے که ڈرنے اور جهکنے کي سزاوار
رف خدا هي کي عظمت و جبروت هے - اُسکے سوا کوئي نہیں جس سے ڈرنا چاهیے
جسکے آگے جهکنا چاهیے - وہ یقین کرتے هیں که خدا کے سوا کسي دوسري هستی
ڈرنا ' خدا کے ساتهه اُسکو شریک کرنا اور اپنے دل کے خوف و اطاعت کا حقدار
نا هے - یه بات توحید کے ساتهه اکٹهی نہیں هوسکتی -

بني اسرائيل علیٰ لسان داؤد و عيسی ابن مريم ° ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون !

(امر بالمعروف و نهي عن المنكر)

اسي ليے اسلام کے واجبات و فرائض میں ایک اهم فرض " امر بالمعروف اور " نهي عن المنكر " هے - يعنی نيكي كا حكم دينا اور برائي سے روكنا - قرآن نے عقيدۂ توحيد كے بعد جن كاموں پر سب سے زيادہ زور ديا هے ' اُن میں سے ایک كام يه هے - قرآن نے بتلايا هے كه مسلمانوں كی تمام قومي بڑائي كي بنياد اسي كام پر هے - وہ سب سے بڑي اور اچهي قوم اسيليے هیں كه نيكي كا حكم ديتے هیں اور برائي كو روكتے هیں - اگر وہ ايسا نه كریں تو اپني ساري بڑائي كهوديں : كنتم خير امة اخرجت للناس : تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر -

قرآن سچے مسلمانوں كي پهچان يه بتلاتا هے : " وہ حق كے اعلان میں كسي سے نهیں ڈرتے - نه دنيا كی كوئي لالچ انپر غالب آسكتي هے ' نه كوئي خوف - وہ طمع بهي ركهتے هیں تو صرف خدا سے ' اور ڈرتے بهی هیں تو صرف خدا سے "

پيغمبر اسلام كے بے شمار قولوں میں سے جو اس بارے میں هیں ' ایک قول يه هے " نيكی كا اعلان كرو - برائی كو روكو - اگر نه كروگے تو ايسا هوگا كه نهايت برے لوگ تم پر حاكم هو جائينگے ' اور خدا كا عذاب تمهیں گهير ليگا - تم دعائیں مانگوگے كه يه حاكم ٹل جائیں مگر قبول نه هوگی " (ترمذي و طبرانی عن حذيفه و عمر رض)

ليكن يه فرض كيونكر انجام ديا جاے ؟ تو اسلام نے تين مختلف حالتوں میں اِسكے تين مختلف درجے بتلائے هیں - چنانچه پيغمبر اسلام نے فرمايا : " تم میں سے جو شخص برائی كی بات ديكهے تو چاهيے ' اپنے هاتهه سے درست كردے - اگر اسكی طاقت نه پاے تو زبان سے اعلان كرے - اگر اسكی بهی طاقت نه پاے تو اپنے دل میں اُسكو برا سمجهے - ليكن يه آخري درجه ايمان كی بڑي هی كمزوري كا درجه هے " (مسلم) هندوستان میں همیں يه استطاعت نهیں هے كه اپنے هاتهه

دوسرا دور شخصي حکمرانی اور شہنشاهی کا هے جو خاندان بنو امیه سے
روع هوا - اِس دور میں اسلامي جمهوریت درهم برهم هوگئی - قوم کے انتخاب
ی جگه طاقت و تسلط کا دور شروع هوگیا - شاهی خاندان سے طبقۂ امراء (ارستو
یت) کی بنیاد پڑي ' اور اسلام کے گلیم پوش خلیفه کی جگه شہنشاهیت کا تاج
تخت نمودار هوگیا -

تاهم مسلمانوں کی زبانیں جس طرح پہلے دور کی آزادي میں بے روک تهیں '
سی طرح دوسرے دور کے جبر و استبداد میں بهی بے خوف رهیں - میں بتلانا
اهتا هوں که تعزیرات هند (پینل کوڈ) کی طرح اسلامی قانون میں کوئی دفعه
۱۲۱ - الف نہیں هے !

پہلے دور کے مسلمانوں کی حق گوئی کا یه حال تها که دار الخلافت کی ایک
رهیا عورت خلیفۂ وقت سے بر سر عام کہه سکتی تهی " اگر تم انصاف نه کروگے تو
لے کی طرح تمهارے بل نکالدینگے " لیکن وہ مقدمۂ بغاوت چلانے کي جگه خدا کا
کر کرتا که قوم میں ایسي راست باز زبانیں موجود هیں ! عین جمعه کے مجمع
یں جب خلیفه منبر پر خطبه کیلیے کهڑا هوتا اور کہتا " اسمعوا و اطیعوا " سنو اور
طاعت کرو - تو ایک شخص کهڑا هو جاتا اور کہتا " نه تو سنینگے اور نه اطاعت
رینگے " کیوں ؟ " اسلیے که تمهارے جسم پر جو چغه هے وہ تمهارے حصه کے کپڑے
ے زیادہ کا بنا هوا هے اور یه خیانت هے " اسپر خلیفه اپنے لڑکے سے گواهي دلاتا -
اعلان کرتا که میں نے اپنے حصه کا کپڑا بهي اپنے باپ کو دیدیا تها - اس سے چغه
ار هوا -

قوم کا یه طرز عمل اُس خلیفه کے ساتهه تها ' جس کی صولت و سطوت نے
سر او ر ایران کا تخت اُلٹ دیا تها - تاهم اسلامي حکومت میں کوئي دفعه ۱۲۴ -
ے نه تهي -

دوسرا دور شخصي جبر و استبداد (Autocracy) کا تها ' جسکي پهلي ضرب
دي راے اور آزادي تقریر هي پر پڑتي هے - لیکن اس دور میں بهي زبانوں کي
ے باکي اور دلوں کي بے خوفي اُسي طرح سرگرم رهي ' اور قید خانے کي تاریک

اسي ليے اسلام تمامتر بے خوفي اور قرباني کی دعوت هے - قرآن جا بجا کہتا هے : " مسلمان وہ هے جو خدا کے سوا کسي سے نہ ڈرے - هر حال میں سچي بات کہے " (و لم یخش الا اللہ) پیغمبر اسلام نے فرمایا " سب سے بہتر موت اُس آدمی کی موت هے جو کسی ظالم حکومت کے سامنے حق کا اظہار کرے اور اسکی پاداش میں قتل کیا جاے " (ابوداؤد) وہ جب کسی آدمی سے اسلام کا عہد و قرار لیتے تھے تو ایک اقرار یہ هوتا تھا " میں همیشہ حق کا اعلان کرونگا - خواہ کہیں هوں' اور کسی حالت میں هوں " (بخاري و مسلم)

اسی کا نتیجہ هے کہ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں حق گوئی اور حق گوئی کیلیے قربانی کی ایسی مثالیں نہیں ملسکتیں' جنسے تاریخ اسلام کا هر باب معمور هے - اسلام کے عالموں' پیشواؤں' بزرگوں' مصنفوں کے تراجم (Baiography) تمام تر اسی قربانی کی سرگذشت هیں !

جن مسلمانوں کے مذهبی فرائض میں یہ بات داخل هے کہ موت قبول کرلیں مگر حق گوئی سے باز نہ آئیں' انکے لیے دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ یقینا کوئی بڑي ڈراؤنی چیز نہیں هوسکتا جسکي زیادہ سے زیادہ سزا سات برس کی قید هے !

(اسلام میں کوئي دفعہ ۱۲۴ - نہیں)

تاریخ اسلام کے دو دور هیں - پہلا دور پیغمبر اسلام اور اُنکے چار جانشینوں هے - یہ دور خالص اور کامل طور پر اسلامي نظام کا تھا - یعنی اسلامي جمہوریت (ری پبلک) اپني اصلی صورت میں قائم تھي - ایراني شہنشاهی اور رومی امارت (Aristocracy) کا کوئی اثر ابھی اسلامی مساوات عامہ (Democracy) پر نہیں پڑا تھا - اسلامي جمہوریت کا خلیفہ خود بھی طبقۂ عوام (ڈیمو کریٹ) کا ایک فرد هوتا تھا' اور ایک عام فرد قوم کی طرح زندگی بسر کرتا تھا - وہ دار الخلافت کے ایک خس پوش چھپر میں رهتا اور چار چار پیوند لگے هوے کپڑے پہنتا - اسلام کے دار الخلافت میں امریکن ري پبلک کا کوئی قصر سفید (وھائٹ هاؤس) نہ تھا -

سعید بن مسیب بہت بڑے تابعی تھے - وہ علانیہ برسر بازار حکام کے ظلم جور کا اعلان کرتے اور کہتے "کتوں کا پیٹ بھرتے ہو مگر انسانوں کو تم سے ںان نہیں"

اس عہد کے بعد بھی مسلمان عالموں اور پیشواؤں کی حق گوئی کا ی عالم رہا - منصور عباسی کے خوف و ہیبت سے گھر میں بیٹھے ہوے لوگ کانپا تے تھے - سفیان ثوری سے ایک بار اس نے کہا "مجھ سے اپنی کوئی حاجت بیان بھیجیے" انہوں نے جواب دیا "اتق اللہ فقد ملأت الارض ظلما و جورا" خدا ے ڈر - زمین ظلم و جور سے بھر گئی ہے -

جب مشہور عباسی خلیفہ، ہارون الرشید تخت نشین ہوا (جس نے رانس کے شارلیمین کو ایک عجیب گھڑی بطور تحفہ کے بھیجی تھی، اور یصرروم کو بقول گبن "اے کتے کے بچے" کے لقب سے خط لکھا تھا) تو س نے انھی سفیان ثوری کو اپنے ہاتھ سے اشتیاق ملاقات کا خط لکھکر بھیجا - خط میں لکھا تھا کہ میں نے تخت نشینی کی خوشی میں بے شمار مال و دولت وگوں میں تقسیم کی ہے - تم بھی مجھسے آکر ملو - سفیان کوفہ کی مسجد میں ایک بڑے مجمع کے اندر بیٹھے تھے کہ یہ خط پہنچا - لیکن انہوں نے لینے سے انکار کردیا ور کہا "جس چیز کو ایک ظالم کے ہاتھ نے چھوا ہے، میں اسے چھونا نہیں چاہتا" جب پڑھکر سنایا گیا تو اسی کی پشت پر جواب لکھوادیا "خدا کے مغرور بندے ہارون کو جسکا ذوق ایمان سلب ہوچکا ہے، معلوم ہو - تو نے قوم کا مال بلا کسی حق کے اپنی تخت نشینی کی خوشی میں لٹایا اور اسکا حال لکھکر اپنے گناہ پر مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھی گواہ ٹھہرایا - پس ہم سب کل کو اللہ کے آگے اسکی گواہی دینگے - اے ہارون! تو نے انصاف و حق سے کنارہ کیا - تو نے پسند کیا کہ ظالم بنے اور ظالموں کی سرداری پائے - تیرے حاکم بندگان خدا کو ظلم و جور سے پامال کررہے ہیں اور تو تخت شاہی پر عیش و عشرت کررہا ہے" ہارون نے جب یہ خط پڑھا تو بے اختیار رونے لگا اور کہا - یہ خط ہمیشہ میرے ساتھ رہیگا!

کوٹھریاں ' تازیانوں کي ضرب ' اور جلاد کي تیغ بھي اُنھیں روک نه سکي - پیغمبر اسلام کے ساتھي (صحابۂ کرام) جب تک زندہ رھے ' رقت کے جابر پادشاھوں کے ظلم کا اعلان کرتے رھے' اور برابر مطالبه کرتے رھے که حکومت قوم کے مشورہ اور انتخاب سے ھوني چاھیے - جو لوگ انکے تربیت یافته تھے (تابعین) اُنکا اعلان بھي بعینه یھي رھا که " درست ھو جاؤ یا مٹ جاؤ" امام محمد غزالي نے (جنکو یورپ کے مورخین فلسفه بھي Algazel کے نام سے پہچانتے ھیں ' اور اب میڈم کاریلي کے ناول Ardath کے دوسرے باب نے انگریزي عام ادب کو بھي روشناس کردیا ھے) صرف ان صحابه اور تابعین کا ذکر کیا ھے جو خلیفه ھشام بن عبد الملک کے زمانے تک موجود تھے' اور جنھوں نے حکمرانوں کے مظالم کا اعلان کرکے ھمیشه منصفانه اور نیابتي گورنمنٹ کا مطالبه کیا تھا - انکي تعداد ۲۳ - سے بھي زیادہ ھے -

ھشام بن عبد الملک نے طاؤس یماني کو بلایا - وہ آئے ' مگر اسکا نام لیکر سلام کیا " امیر المومنین " یعني قوم کا سردار نه کہا جو مسلمان خلفاء کا لقب تھا - ھشام نے سبب پوچھا تو کہا " قوم تیري حکومت سے راضي نہیں' اسلیے تجھے انکا امیر کہنا جھوٹ ھے " ھشام نے کہا - نصیحت کیجیے - فرمایا " خدا سے ڈر' کیونکه تیرے ظلم سے زمین بھر گئي "

مالک بن دینار بصرہ کي جامع مسجد میں اعلان کرتے " ان ظالم پادشاھوںکو خدا نے اپنے بندوں کا چرواھا بنایا تھا تاکه انکي رکھوالي کریں - پر انھوں نے بکریوں کا گوشت کھا لیا - بالوں کا کپڑا بن کر پہن لیا - اور صرف ھڈیاں چھوڑ دیں "

سلیمان بن عبد الملک جیسے ھیبت ناک خلیفه سے ابو حازم کہتے :

ان آباءک قھروا الناس بالسیف ' و اخذوا الملک عنوۃ من غیر مشورۃ من المسلمین ولا رضا منھم " تیرے باپ دادوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو مقہور کیا ' اور بلا قوم کي راے اور انتخاب کے ملک پر بیٹھ گئے - سلیمان نے کہا - اب کیا کیا جاے ؟ جواب دیا " جن کا حق ھے انہیں لوٹا دے " کہا - میرے لیے دعا کیجیے - فرمایا " خدایا ! اگر سلیمان حق پر چلے تو اسے مہلت دے - لیکن اگر ظلم سے باز نه آئے تو پھر تو ھے اور اسکي گردن "

سفاکوں کے زمانے میں بھي وہ مسلمان موجود رہے جنکي زبانیں اعلان حق میں آنکي تلواروں سے بھي زیادہ تیز تھیں - شیخ سعدي شیرازي نے (جنکي "گلستاں" کا نام اس کورٹ نے بھي سنا ہوگا) ہلاکو خاں کے منہہ پر اُسے ظالم کہا - شمس الدین تیاري نے منکو خاں کے درباز میں اسکي ہلاکت کي دعا مانگي - شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ نے ابا قا آن پر بر سر دربار لعنت بھیجي - تاتاریوں کے پاس بے دریغ قتل کردینے کا قانون تھا - تاہم " تورۂ چنگیز خاني " (قوانین چنگیز خاں) میں کوئي دفعہ ١٢۴ - الف نہ تھي !

(" حجاج " اور " ریڈنگ ")

ہم مسلمانوں کا جب اپني قومي گورنمنٹوں کے ساتھہ (جنکي اطاعت از روے شرع ہم پر واجب ہے) ایسا سلوک رہا ہے ' تو پھر ایک اجنبي گورنمنٹ کے کارندے ہم سے کیا امید رکھتے ہیں ؟ کیا ہندوستان کي " از روے قانون قائم شدہ " گورنمنٹ ہمارے لیے اُس گورنمنٹ سے بھي زیادہ محترم ہے جو " از روے شریعت اسلام " واجب الاطاعت ہے ؟ کیا انگلستان کي پادشاہت اور لارڈ ریڈنگ کي نیابت عبد الملک کي خلافت اور حجاج بن یوسف کي نیابت سے بھي ہمارے لیے زیادہ مقتدر ہوسکتي ہے ؟ اگر ہم " اجنبي و غیر مسلم " اور " قومي و مسلم " کا عظیم الشان اور شرعي فرق بالکل نظر انداز کردیں ' جب بھي ہم سے صرف یہي امید کي جاسکتي ہے کہ جو کچھہ حجاج بن یوسف از رخالد قسري کي گورنمنٹوں کیلیے کہہ چکے ہیں' وہي " چمسفورڈ " اور " ریڈنگ " کي گورنمنٹوں کیلیے بھي کہیں - ہم نے اُنسے کہا تھا " اتق اللہ فقد ملاءت الارض ظلما و جورا " خدا سے ڈرو کیونکہ تمھارے ظلم سے زمین بھر گئي ہے ! یہي ہم آج بھي کہتے ہیں !

حقیقت یہ ہے کہ ہم اپني کمزوري اور بے بسي کي وجہ سے آج ہندوستان میں جو کچھہ کر رہے ہیں ' وہ دراصل قومي حکمرانوں کے ظلم و جور کیلیے ہمیں بتلایا گیا تھا ' نہ کہ ایک اجنبي قبضۂ و تصرف کے مقابلے میں - اگر برٹش گورنمنٹ کے ارکان اس حقیقت کو سمجھتے تو انہیں تسلیم کرنا پڑتا کہ مسلمانوں کے تمام آور

مسلمان عالموں اور اماموں پر موقوف نہیں' اس عہد کا ہر عام فرد بھي اس اعلان میں بالکل بے خوف تھا - منصور عباسي ایک دن کعبہ کا طواف کررہا تھا - آواز آئي کہ کوئی شخص دعا مانگ رہا ہے " خدایا ! میں تیرے آگے فریاد کرتا ہوں - ظلم غالب آگیا ہے اور حق اور حقداروں کے درمیان روک بنگیا ہے " منصور نے اُس شخص کو بلاکر پوچھا " وہ کون ہے جسکا ظلم روک بنگیا ہے ؟ " کہا " تیرا وجود اور تیري حکومت "

حجاج بن یوسف کا ظلم و ستم تاریخ اسلام کا نہایت مشہور واقعہ ہے - لیکن اسکي بے پناہ تلوار بھي مسلمانوں کي حق گوئي پر غالب نہ آسکي - حطیط جب گرفتار ہوکر آیا تو پوچھا - اب میرے لیے کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا " تو خدا کي زمین پر اسکا سب سے بڑا دشمن ہے " پوچھا - خلیفہ کیلیے کیا کہتے ہو؟ کہا " اسکا جرم تجھسے بھي زیادہ ہے - تیرا ظلم تو اسکے بے شمار ظلموں میں سے صرف ایک ظلم ہے "

مامون الرشید کے عہد میں ایسے مسلمان موجود تھے جو پکار پکارکر برسر دربار کہتے " یا ظالم ! انا ظالم ان لم اقل لك یا ظالم ! " اے ظالم ! میں ظالم ہوں اگر تجھے ظالم کہکر نہ پکاروں ! "

(فتنۂ تاتار اور فتنۂ یورپ)

یہ تو تاریخ اسلام کے ابتدائي اوراق ہیں ' لیکن اس عہد کے بعد بھي ہر دور کا یہي حال رہا - مسلمانوں کیلیے موجودہ عہد کا عالمگیر فتنہ کوئي پہلا واقعہ نہیں ہے - وہ ایک ایسے ہي سیلاب میں ڈوب کر اُچھل چکے ہیں - جس طرح آج یورپ اور علی الخصوص انگلستان کے ظہور اور تسلط سے تمام ایشیا اور اسلامي ممالک کي آزادي کا خاتمہ ہوگیا ہے - ٹھیک اسي طرح پندرھویں صدي مسیحي میں بھي تاتاریوں کے وحشیانہ تسلط سے ظہور میں آیا تھا - یورپ کے فتنہ کا آخري نتیجہ عثماني خلافت کي پامالي اور ایشیاء کوچک کا قتل عام ہے - تاتاري فتنہ کي آخري وحشت ناکي عباسي خلافت کا خاتمہ اور بغداد کا قتل عام تھا - تاتاري انسان نہیں تھے ' درندے تھے - تاہم ہلاکو خاں ' منکو خاں ' اباقاآن خاں جیسے

(انقـــلاب حـــال !)

میں سچ کہتا ھوں - مجھے اسکي رائي برابر بھي شکایت نہیں کہ سزا دلانے کیلیے مجھہ پر مقدمہ چلایا گیا ھے - یہ بات تو بہرحال ھوني ھي تھي - لیکن حالات کا یہ انقلاب میرے لیے بڑا ھي درد انگیز ھے کہ ایک مسلمان سے کتمان شہادت کي توقع کي جاتي ھے ' اور کہا جاتا ھے کہ وہ ظلم کو صرف اسلیے ظلم نہ کہے کہ دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ چلایا جائیگا !

مسلمانوں کو حق گوئي کا جو نمونہ انکی قومي تاریخ دکھلاتي ھے' وہ تو یہ ھے کہ ایک جابر حکمران کے سامنے ایک بے پروا انسان کھڑا ھے - اسپر الزام یہي ھے کہ اس نے حکمراں کے ظلم کا اعلان کیا - اِسکي پاداش میں اُسکا ایک ایک عضو کاٹا جا رہا ھے - لیکن جب تک زبان نہیں کٹ جاتي' وہ یہي اعلان کرتي رھتي ھے کہ حکمراں ظالم ھے ! یہ واقعہ خلیفۂ عبد الملک کے زمانے کا ھے جسکي حکومت افریقہ سے سندھہ تک پھیلي ھوئي تھي - تم دفعہ ۱۲۴ - الف کو اس سزا کے ساتھہ تول لے سکتے ھو !

میں اس درد انگیز اور جانکاہ حقیقت سے انکار نہیں کرتا کہ اس انقلاب حالت کے ذمہ دار خود مسلمان ھي ھیں - انہوں نے اسلامي زندگي کے تمام خصائص کھو دیے ' اور انکي جگہ غلامانہ زندگی کے تمام رذائل قبول کرلیے - اُنکی موجودہ حالت سے بڑھکر دنیا میں اسلام کیلیے کوئي فتنہ نہیں - جبکہ میں یہ سطریں لکھہ رھا ھوں ' تو میرا دل شرمندگی کے غم سے پارہ پارہ ھو رھا ھے کہ اسي ھندوستان میں وہ مسلمان بھی موجود ھیں جو اپني ایمانی کمزوري کی وجہ سے علانیہ ظلم کي پرستش کر رھے ھیں !

(یا آزادي یا مـــوت)

لیکن انسانوں کي بدعملی سے کسی تعلیم کی حقیقت نہیں جھٹلائی جاسکتي - اسلام کی تعلیم اُسکي کتاب میں موجود ھے - وہ کسی حال میں بھي

درگذر کي حد هوگئي هے - اس سے زیادہ وہ اسلام کو برطانیہ کیلیے نہیں چھوڑ سکتے !

اسلام نے حکمرانوں کے ظلم کے مقابلہ میں دو طرح کے طرز عمل کا حکم دیا هے کیونکہ حالتیں بھي دو مختلف هیں: ایک ظلم اجنبي قبضۂ و تسلط کا هے - ایک خود مسلمان حکمرانوں کا هے - پہلے کیلیے اسلام کا حکم هے کہ تلوار سے مقابلہ کیا جاے - دوسرے کیلیے حکم هے کہ تلوار سے مقابلہ تو نہ کیاجاے لیکن " امر بالمعروف " اور " اعلان حق " جسقدر بھي امکان میں هو ' هر مسلمان کرتا رهے - پہلي صورت میں دشمنوں کے هاتھوں قتل هونا پڑیگا - دوسري صورت میں ظالم حکمرانوں کے هاتھوں طرح طرح کي اذیتیں اور سزائیں جھیلني پڑینگي - مسلمانوں کو دونوں حالتوں میں دونوں طرح کي قربانیاں کرني چاهئیں ' اور دونوں کا نتیجہ کامیابي و فتح مندي هے - چنانچہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مسلمانوں نے دونوں طرح کي قربانیاں کیں - اجنبیوں کے مقابلے میں سر فروشي بھي کي ' اور اپنوں کے مقابلے میں صبر و استقامت بھي دکھلائي - پہلي صورتوں میں جس طرح انکي " جنگي جد و جہد " کوئي مثال نہیں رکھتی - اسي طرح دوسري صورت میں اُنکي " شہري جد و جہد " بھي عدیم النظیر هے -

هندوستان میں آج مسلمانوں نے دوسري صورت اختیار کي هے ' حالانکہ مقابلہ انکا پہلي حالت سے هے - اُنکے لیے " جنگي جد و جہد " کا وقت آ گیا تھا - لیکن انھوں نے " شہري جد و جہد " کو اختیار کیا - انھوں نے " نوان و ایلنس " رهنے کا فیصلہ کرکے تسلیم کرلیا هے کہ وہ هتیار سے مقابلہ نہ کرینگے - یعني صرف وهی کرینگے ' جو اُنھیں مسلمان حکومتوں کے ظلم کے مقابلے میں کرنا چاهیے - بلاشبہ اس طرز عمل میں هندوستان کي ایک خاص طرح کي حالت کو بھي دخل هے - لیکن گورنمنٹ کو سونچنا چاهیے کہ اس سے زیادہ بدبخت مسلمان اور کیا کرسکتے هیں حد هوگئي کہ اجنبیوں کے ظلم کے مقابلے میں وہ بات کر رهے هیں' جو اُنھیں اپنوں کے مقابلے میں کرني تھي !

بالاخر رھي ھوا - گورنمنٹ صریح وعدہ خلافي سے باز نہ رھی - اُس وعدہ کا
ی ایفا ضروري نہ سمجھا گیا جوگورنمنٹ آف اِنڈیا نے ۲ - نومبر سنہ ۱۹۱۴-
اعلان میں کیا تھا ' اور وہ وعدہ بھي فریب وقت ثابت ھوا جو مسٹر لائڈ جارج
بر اعظم انگلستان نے ٥ - جنوري سنہ ۱۹۱۸ - کو ھاؤس آف کامنس کی تقریر
ں کیا تھا - شریف آدمیوں کیلیے وعدہ خلافي عیب ھے ' لیکن طاقتور حکومتوں
یے کوئي بات بھی عیب نہیں ھے !

اس حالت نے مسلمانوں کیلیے آخري درجہ کي کشمکش پیدا کردي -
لامی قانون کي رو سے کم از کم بات جو انکے فرائض میں داخل تھی ' یہ تھی کہ
می گورنمنٹ کي اعانت اور کوا پریشن سے ھاتھہ کھینچ لیں - چنانچہ انھوں نے
سا ھی کیا - وہ اُسوقت تک اسپر قائم رھینگے ' جب تک اُنھیں اپنا مذھب اور
ذھب کے اٹل احکام عزیز ھیں -

مسلمانوں کو یقین ھوگیا ھے کہ اگر وہ حق و انصاف چاھتے ھیں تو اسکی راہ
ف ایک ھی ھے - سواراج کا حصول - یعنی ایسي قومی گورنمنٹ کا حصول
ر ھندوستانیوں کی ھو ' ھندوستان میں ھو ' اور ھندوستان کیلیے ھو -

(اگر ظلم نہیں تو کیا عدل ھے ؟)

(۱۱) غرضکہ اس بارے میں میرا اقرار بالکل صاف اور واضح ھے - موجودہ
رنمنٹ محض ایک ناجائز بیورو کریسی ھے ' وہ کروروں انسانوں کی مرضی
ر خواھش کیلیے محض نفی ھے ' وہ ھمیشہ انصاف اور سچائی پر پرسٹیج کو
جیح دیتي ھے ' وہ جلیانوالا باغ امرتسر کا وحشیانہ قتل عام جایز رکھتي ھے ' وہ
سانوں کیلیے اس حکم میں کوئي نا انصافی نہیں مانتي کہ چارپایوں کي طرح
ٹ کے بل چلائیں جائیں ' وہ بے گناہ لڑکوں کو صرف اسلیے تازیانے کي ضرب
بے ھوش ھو جانے دیتي ھے کہ کیوں ایک بت کي طرح " یونین جیک " کو
م نہیں کرتے ؟ وہ تیس کرور انسانوں کي پیہم التجاؤں پر بھي اسلامي خلافت
، پامالي سے باز نہیں آتي ' وہ اپنے تمام وعدوں کے توڑ دینے میں کوئي عیب

جائز نہیں رکھتی کہ آزادی کھوکر مسلمان زندگی بسر کریں - مسلمانوں کو مت جانا چاهیے - یا آزاد رهنا چاهیے - تیسری راہ اسلام میں کوئی نہیں -

اسی لیے میں نے آج سے بارہ سال پہلے " الهــلال " کے ذریعہ مسلمانوں کو یاد دلایا تھا کہ آزادی کی راہ میں قربانی و جان فروشی انکا قدیم اسلامی ورثہ ہے - اُنکا اسلامی فرض یہ ہے کہ هندوستان کی تمام جماعتوں کو اس راہ میں اپنے پیچھے چھوڑ دیں - میری صدائیں بیکار نہ گئیں - مسلمانوں نے اب آخری فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنے هندو ' سکھہ ' عیسائی ' پارسی بھائیوں کے ساتھہ ملکر اپنے ملک کو غلامی سے نجات دلائینگے -

(مسئلۂ خلافت و پنجاب)

(١٠) میں یہاں گورنمنت کی اُن نا انصافیوں کا افسانہ نہیں چھیڑونگا جو مسئلۂ " خلافت " اور مظالم " پنجاب " کا عالمگیر افسانہ هیں - لیکن میں اقرار کرونگا کہ گذشتہ دو سال کے اندر کوئی صبح و شام مجھہ پر ایسی نہیں گذری ہے ' جسمیں میں نے " خلافت " اور " پنجاب " کیلیے گورنمنت کے مظالم کا اعلان نہ کیا هو - میں تسلیم کرتا هوں کہ میں نے همیشہ یہ کہا ہے - جو گورنمنت اسلامی خلافت کو پامال کر رهی هو ' اور مظالم پنجاب کیلیے کوئی تلافی اور شرمندگی نہ رکھتی هو ' ایسی گورنمنت کیلیے کسی هندوستانی کے دل میں وفاداری نہیں هوسکتی - گورنمنت کی جگہ وہ ایک فریق محارب کی حیثیت رکھتی ہے -

میں نے ١٣ دسمبر سنہ ١٩١٨ - کو (جب میں رانچی میں گورنمنت آف اِنڈیا کے حکم سے نظر بند تھا) لارڈ چمسفورڈ کو ایک مفصل چٹھی لکھی تھی - اسمیں واضح کردیا تھا کہ خلافت اور جزیرۃ العرب کے بارے میں اسلامی احکام کیا هیں ؟ میں نے لکھا تھا کہ اگر برٹش گورنمنت اسلامی خلافت اور اسلامی ممالک پر خلاف وعدہ متصرف هوگئی ' تو اسلامی قانون کی رو سے هندوستانی مسلمان ایک انتہائی کشمکش میں مبتلا هو جائینگے - اُنکے لیے صرف دو هی راهیں رهجائینگی - یا اسلام کا ساتھہ دیں ' یا برٹش گورنمنت کا - وہ مجبور هونگے کہ اسلام کا ساتھہ دیں -

-یں اقرار کرتا ہوں کہ میری کوئی تقریر گذشتہ دو سال کے اندر ایسی نہیں ہوئی ہے جسمیں یہ تمام باتیں میں نے بیان نہ کی ہوں -

میں متصل بارہ سال سے اپنی قوم و ملک کو آزادی و حق طلبی کی علیم دے رہا ہوں - میری ۱۸ - برس کی عمر تھی جب میں نے اس راہ میں تقریر تحریر شروع کی - میں نے زندگی کا بہترین حصہ یعنی عہد شباب صرف سی مقصد کے عشق میں قربان کردیا - میں اسی کی خاطر چار سال تک نظر بند رہا ' مگر نظر بندی میں بھی میری ہر صبح و شام اسی کی تعلیم و تبلیغ میں بسر ہوئی - " رانچی " کے در و دیوار اسکی شہادت دے سکتے ہیں جہاں میں نے نظر بندی کا زمانہ بسر کیا ہے - یہ تو میری زندگی کا دائمی مقصد ہے - میں صرف اسی ایک کام کیلیے جی سکتا ہوں : ان صلاتی ' و نسکی ' و محیای ' و مماتی ' لله رب العالمین !

(آخــری اســلامی تحــریک)

(۱۳) میں اس " جرم " سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں جبکہ میں ہندوستان کی اس آخری " اسلامی تحریک " کا داعی ہوں ' جس نے مسلمانان ہند کے پولیٹکل مسلک میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا - اور بالاخر وہاں تک پہونچا دیا جہاں آج نظر آرہے ہیں - یعنی اُن میں سے ہر فرد میرے اس جرم میں شریک ہوگیا ہے - میں نے سنہ ۱۹۱۲ - میں ایک اردو جرنل " الہلال " جاری کیا جو اس تحریک کا آرگن تھا ' اور جسکی اشاعت کا تمام تر مقصد وہی تھا جو اوپر ظاہر کرچکا ہوں - یہ امر واقعہ ہے کہ الہلال نے تین سال کے اندر مسلمانان ہند کی مذہبی اور سیاسی حالت میں ایک بالکل نئی حرکت پیدا کردی - پہلے وہ اپنے ہندو بھائیوں کی پولیٹکل سرگرمیوں سے نہ صرف الگ تھے ' بلکہ اسکی مخالفت کیلیے بیورو کریسی کے ہاتھہ میں ایک ہتیار کی طرح کام دیتے تھے - گورنمنٹ کی تفرقہ انداز پالیسی نے انہیں اس فریب میں مبتلا کر رکھا تھا کہ ملک میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے ' ہندوستان اگر آزاد ہوگیا تو ہندو گورنمنٹ قائم ہوجائیگی - مگر الہلال نے مسلمانوں کو تعداد کی جگہ ایمان پر اعتماد کرنے کی تلقین کی '

نهیں سمجھتي ' وہ سمرنا اور تھریس کو صریح نا منصفانہ طور پر یونانیوں کے حوالہ کردیتي ھے ' اور پھر تمام اسلامي آبادي کے قتل و غارت کا تماشا دیکھتي ھے -

انصاف کي پامالي میں اُسکي جرأت آن تھک اور دلیري بالکل بے باک ھے اور حقیقت کو جھٹلاتے ھوے اسکے منھہ میں کوئی لگام نہیں - سمرنا میں ۷۰ - في صدي مسلمانوں کي آبادي ھے ' مگر وزیر اعظم بغیر کسی شرمندگي کے مسیحی آبادي کی کثرت کا اعلان کردیتا ھے - یونانی حکومت تمام اسلامي آبادي کو خون اور آگ کے سیلاب میں غرق کردیتی ھے ' لیکن وہ بے دھڑک ترکي مظالم کی فرضی داستانیں بیان کرتا رهتا ھے ' اور خود انگلستان کے بھیجے ھوے امریکن کمیشن کی رپورٹ پوشیدہ کردي جاتی ھے !

پھر نہ تو ان تمام مظالم و جرائم کیلیے اسکے پاس اعتراف ھے ' نہ تلافي - بلکہ ملک کي جایز اور با امن جد و جہد کو پامال کرنے کیلیے ھر طرح کا جبر و تشدد شروع کردیا جاتا ھے ' اور وہ سب کچھہ کیا جاتا ھے جو گذشتہ ایک سال کے اندر ھوچکا ھے ' اور ۱۸ - نومبر سے اسوقت تک ملک کے ھر حصہ میں ھو رھا ھے - میں اگر ایسي گورنمنٹ کو " ظالم " اور " یا درست ھو جاؤ یا مٹ جاؤ " نہ کہوں ' تو کیا " عادل " اور " نہ تو درست ھو ' نہ مٹو " کہوں ؟

کیا صرف اسلیے کہ ظلم طاقتور ھے اور اسکے پاس جیل ھے ' اِسکا حق دار ھو جاتا ھے کہ اُسکا نام بدلدیا جاے ؟ میں اِٹلي کے نیک اور حریت پرست جوزف میزیني (Massini) کي زبان میں کہونگا " ھم صرف اسلیے کہ تمہارے ساتھہ عارضي طاقت ھے ' تمھاري برائیوں سے انکار نہیں کرسکتے " -

(" جرم " کا قدیم اور نا قابل شمار ارتکاب)

(۱۲) میں نہایت متعجب ھوں کہ میرے خلاف صرف یہي دو ناتمام اور نا کافي تقریریں کیوں پیش کیگئي ھیں ؟ کیا ان ھزاروں صفحات سے جو میرے قلم سے نکل چکے ھیں ' اور ان بے شمار تقریروں سے جنکي صدائیں ھندوستان کے ایک ایک گوشہ میں گونج چکي ھیں ' صرف یہي سرمایہ گورنمنٹ بہم پہنچا سکي ؟

(موالات اور فوجي ملازمت)

میں نے اسي ایڈریس میں اُس اسلامي حکم کي بهي تشریح کردي تهي جسکي بنا پر مسلمانوں کا مذهبي فرض هے که موجوده حالت میں گورنمنٹ سے " ترک موالات " کریں - یعنی کواپریشن اور اعانت سے هاتهه کهینچ لیں - یهي " ترک موالات " هے' جو آگے چلکر" نان کواپریشن " کي شکل میں نمودار هوا ' اور مہاتما گاندهي جي نے اسکي سربراهي کي -

اسي کانفرنس میں فوج کے متعلق وه رزولیوشن منظور هوا تها ' جسمیں اسلامي قانون کے بموجب مسلمانوں کیلیے فوجي نوکري ناجائز بتلائي گئي تهي - کیونکه گورنمنٹ اسلامي خلافت اور اسلامي ملکوں کے خلاف برسرپیکار هے - کرانچي کا مقدمه اسي رزولیوشن کي بنا پر چلایا گیا - میں بار بار اخبارات اور تقریروں میں اعلان کرچکا هوں که یه رزولیوشن سب سے پہلے میں نے هي طیار کیا تها ' اور میري هي صدارت میں تین مرتبه منظور هوا - سب سے پہلے کلکته میں - پهر بریلي اور لاهور میں - پس اس "جرم" کي تعزیر کا بهي پہلا حقدار میں هي هوں -

میں نے اس اڈرس کو مزید اضافه کے بعد کتاب کي شکل میں بهي مرتب کیا ' جو انگریزي ترجمه کے ساتهه بار بار شائع هوچکا هے - اورگویا میرے " جرائم " کا ایک تحریری ریکارڈ هے -

(میري زندگي سرتا سر ١٢۴ - هے)

(١٥) میں نے گذشته دو سال کے اندر تنہا اور مہاتما گاندهي کے ساتهه تمام هندوستان کا بار بار دوره کیا - کوئي شهر ایسا نہیں هے جہاں میں نے خلافت ' پنجاب ' سواراج ' اور نان کواپریشن پر بار بار تقریریں نه کي هوں' اور وه تمام باتیں نه کہي هوں جو میري ان دو تقریروں میں دکهلائي گئي هیں -

دسمبر سنه ٢٠ - میں انڈین نیشنل کانگرس کے ساتهه آل انڈیا خلافت کانفرنس کا بهي اجلاس هوا ' اپریل سنه ٢١ - میں جمعیة العلماء کا بریلي میں جلسه

اور بے خوف ہوکر ہندوؤں کے ساتھہ ملجانے کی دعوت دی - اسی سے وہ تبدیلیاں رو نما ہوئیں جنکا نتیجہ آج متحدہ تحریک خلافت و سوراج ہے - بیورو کریسی ایک ایسی تحریک کو زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کرسکتی تھی - اسلیے پہلے الہلال کی ضمانت ضبط کی گئی - پھر جب " البلاغ " کے نام سے دوبارہ جاری کیا گیا تو سنہ ١٩١٦ - میں گورنمنٹ آف انڈیا نے مجھے نظر بند کردیا -

میں بتلانا چاہتا ہوں کہ " الہلال " تمامتر " آزادی یا موت " کی دعوت تھی - اسلام کی مذہبی تعلیمات کے متعلق اس نے جس مسلک بحث و نظر کی بنیاد ڈالی ' اسکا ذکر یہاں غیر ضروری ہے - صرف اسقدر اشارا کرونگا کہ ہندوؤں میں آج مہاتما گاندھی مذہبی زندگی کی جو روح پیدا کر رہے ہیں ' الہلال اس کام سے سنہ ١٩١٤ - میں فارغ ہوچکا تھا - یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں ' دونوں کی نئی اور طاقتور سرگرمی اسی وقت شروع ہوئی ' جب دونوں میں مغربی تہذیب کی جگہ مذہبی تعلیم کی تحریکوں نے پوری طرح فروغ پالیا -

(خلافت کانفرنس کلکتہ)

(١٤) چار سال کے بعد پہلی جنوری سنہ ١٩٢٠ - کو میں رہا کیا گیا - اسوقت سے گرفتاری کے لمحہ تک ' میرا تمام وقت انہی مقاصد کی اشاعت و تبلیغ میں صرف ہوا ہے - ٢٨ - ٢٩ - فروری سنہ ١٩٢٠ - کو اسی کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں خلافت کانفرنس کا جلسہ ہوا تھا ' اور مسلمانوں نے مایوس ہوکر اپنا آخری اعلان کردیا تھا :

" اگر برٹش گورنمنٹ نے مطالبات خلافت کی اب بھی سماعت نہ کی ' تو مسلمان اپنے شرعی احکام کی رو سے مجبور ہو جائینگے کہ تمام وفادارانہ تعلقات منقطع کرلیں " -

میں اس کانفرنس کا پریسیڈنٹ تھا -

میں نے اسکے طولانی پریسیڈنشل ایڈرس میں وہ تمام امور بہ تفصیل بیان کردیے تھے جو اسقدر ناقص شکل میں ان دو تقریروں کے اندر دکھلائے گئے ہیں -

یہی وجہ ہے کہ میں نے ہمیشہ لوگوں کو با امن جد و جہد کی تلقین کی ور اسکو کامیابی کی سب سے پہلي شرط قرار دیا - خود یہ تقریریں بھی اسي موضوع پر تھیں جیساکہ پیش کردہ نقول سے بھی ثابت ہوتا ہے - میں اُن چند مسلمانوں میں سے ہوں جو بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہوں نے نہایت مضبوطی کے ساتھہ مسلمانوں کو با امن جد و جہد پر قائم نہ رکھا ہوتا ' تو نہیں معلوم ' مسئلۂ خلافت کی وجہ سے انکا صبر آزما اضطراب کیسی خوفناک شکل اختیار کرلیتا ؟ کم از کم ہندوستان کے ہر حصہ میں ایک " مالیبار " کا منظر تو ضرور نظر آ جاتا -

(سي - آئي - ڈي کے رپورٹرز)

(۱۷) اب جبکہ میں ان دو تقریروں کے تمام اُن حصوں کا اقرار کرچکا ہوں جن سے پراسیکیوشن استدلال کرسکتا ہے ' تو کوئی مضائقہ نہیں ' اگر چند الفاظ انکی پیش کردہ صورت کی نسبت بھی کہدوں -

سي - آئي - ڈي کے گواہوں نے بیان کیا ہے کہ میري تقریروں کے نوٹس بھي لیے گئے اور مختصر نویسي کے ذریعہ بھي قلمبند کي گئیں - جو کاپي داخل کي گئي ہے (اگزوبیٹ اے - اور - سي) وہ مختصر نویس کي مرتب کی ہوئي ہے ' لیکن یہ میري تقریروں کي ایک ایسي مسخ شدہ صورت ہے کہ اگر چند ناموں اور واقعات کي طرف اشارہ نہ ہوتا تو میرے لیے شناخت کرنا بھي بہت مشکل تھا - وہ بلا شبہ ایک چیز ہے جو دور تک پھیلتي ہوئي چلي گئي ہے ' لیکن میں نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے ؟ محض بے جوڑ ' بے تعلق ' اور اکثر مقامات پر بے معني جملے ہیں ' جو بغیر کسي ربط اور سلسلہ کے صفحوں پر بکھیر دیے ہیں - گرامر اور محاورہ دونوں سے انہیں یکقلم انکار ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹر تقریر سمجھنے اور قلمبند کرنے سے عاجز تھا - اسلیے درمیان سے جملوں کے جملے چھوڑتا جاتا ہے ' اور تمام حروف ربط و تعلیل تو بالکل ہی حذف کردیے ہیں ہے - اس سے بھي بڑھکر یہ کہ تمام وہ الفاظ جنکي آواز یا اسپلنگ (اِملا) میں ذرا سا بھي تشابہ ہے ' بالکل ھي بدل گئے ہیں ' اور عبارت یا تو بے معني ہوگئي ہے یا محرف -

هوا ' گذشته اکتوبر میں یو - پي پراونشیل خلافت کانفرنس آگرہ میں منعقد هوئي'
نومبر میں آل انڈیا علماء کانفرنس کا لاهور میں اجلاس هوا - ان تمام کانفرنسوں کا
بهي میں‌هي صدر تها - لیکن ان میں بهي تمام مقررین نے جو کچهه کہا ' اور صدارتي
تقریروں میں میں نے جو خیالات ظاهر کیے ' اُن سب میں وہ تمام باتیں موجود
تهیں' جو ان دو تقریروں میں دکهلائي گئي هیں - بلکه میں اقرار کرتا هوں که ان سے
بہت زیادہ قطعي و واضح خیالات ظاهر کیے گئے تهے !

اگر میري ان دو تقریروں کے مطالب دفعه ۱۲۴ - الف کا جرم هیں ' تو
میں نہیں سمجهتا که صرف پہلي اور پندرهویں جولائی هی کا ارتکاب کیوں منتخب
کیا گیا هے ؟ میں تو اس کثرت کے ساتهه اس کا ارتکاب کرچکا هوں که فی الواقع
اسکا شمار میرے لیے ناممکن هوگیا هے - مجهے کہنا پڑیگا که میں نے گذشته سالوں کے
اندر بجز ۱۲۴ - الف کے اور کوئی کام هي نہیں کیا !

(نوان وایلنس نوان کواپریشن)

(۱۶) هم نے آزادي اور حق طلبي کي اس جنگ میں " نان وایلنس
نوان کواپریشن " کي راہ اختیار کی هے - همارے مقابلے میں طاقت اپنے تمام
جبر و تشدد اور خونریز وسائل کے ساتهه کهڑي هے ' لیکن همارا اعتماد صرف خدا پر
هے اور اپنی غیر مختتم قرباني اور غیر متزلزل استقامت پر- مہاتما گاندهي‌کي طرح
میرا یه اعتقاد نہیں هے که کسی حال میں بهی هتیار کا مقابله هتیار سے نہیں کرنا
چاهیے - اسلام نے جن حالتوں میں اسکی اجازت دي هے ' میں اسے فطرة الهی اور
عدل و اخلاق کے مطابق یقین کرتا هوں - لیکن ساتهه هي هندوستان کی آزادي اور
موجودہ جد و جهد کیلیے مہاتما گاندهی کے تمام دلائل سے متفق هوں' اور اُن دلائل
کي سچائی پر پورا اعتقاد رکهتا هوں - میرا یقین هے که هندوستان نان وایلنس
جد و جهد کے ذریعه فتح مند هوگا ' اور اسکی فتح مندي اخلاقی و ایماني طاقت
کی فتحمندي کی ایک یادگار مثال هوگی -

صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ نے ابتدائی تجربے کیلیے در پولیس
ب انسپکٹروں کو تعلیم دلائی تھی - انھوں نے سب سے پہلے آزمائشی طور پر جن
لک تقریروں کو قلمبند کیا' میں بتلانا چاھتا ھوں کہ وہ میری اور شمس العلماء مولانا
بلی نعمانی مرحوم کی تقریریں تھیں - ھم دونوں نے انجمن اسلامیہ ھردوئی کے
الانہ جلسے میں لکچر دیے تھے - مجھے اچھی طرح یاد ھے کہ مولانا شبلی نے فی
منٹ ساٹھہ لفظوں کے رفتار سے تقریر کی تھی' اور میری تقریر فی منٹ ۷۰ - سے
۹ تک تھی جیسا کہ خود مختصر نویسوں نے ظاھر کیا تھا - ظاھر ھے کہ یہ کوئی
بز رفتار نہ تھی - تاھم جب انھوں نے اپنا کام مرتب کرکے دکھلایا تو بالکل ناقص
ر غلط تھا - اسکے بعد بھی مجھے بارھا اپنی تقریروں کے قلمبند کرانے کا اتفاق ھوا'
یکن ھمیشہ ایسا ھی نتیجہ نکلا - ابھی حال کی بات ھے کہ خلافت کانفرنس آگرہ
یں میرا زبانی پریزیڈنشل ایڈرس ایک مشاق مختصر نویس سید غلام حسنین
نے قلمبند کیا جو عرصہ تک یو - پی کے محکمہ سی - آئی - ڈی میں کام کرنے
کے بعد مستعفی ھوا ھے - لیکن جب لانگ ھینڈ میں مرتب کرکے مجھے دکھلایا گیا
و اسکا کوئی حصہ صحیح اور مکمل نہ تھا -

یہ تو اصل قاعدہ کا نقص ھے' لیکن جب اسپر مختصر نویس کی نا قابلیت
ا بھی اضافہ ھو جاے' تو پھر کوئی خرابی ایسی نہیں ھے جس سے انسانی تقریر
مسخ نہ کی جاسکے - کلکتہ اور بنگال کی مخصوص حالت نے اس نقص کو اور زیادہ
ر مصیبت بنا دیا ھے - یہاں کے دیسی اور یوروپین افسر خود اردو زبان سے بالکل
اقفیت نہیں رکھتے - حتی کہ معمولی طور پر بول بھی نہیں سکتے - انکے نزدیک
ر وہ آدمی جو انگریزی زبان سے کسی مختلف لہجہ میں آواز نکالے' اردو کا اسکالر
ے - نتیجہ یہ ھے کہ پولیس اور عدالت ان رپورٹروں اور مختصر نویسوں کو بطور
ند کے استعمال کررھی ھے' جن بیچاروں کی استعداد پر ھمیشہ ھملوگ تمسخر
ا کرتے ھیں -

مثلاً میں نے یکم جولائي کي تقریر میں مشہور فرنچ شاعر اور ادیب ویکٹر هیوگو کا قول نقل کیا تھا :

" آزادي کا بیج کبھي بار آور نہیں هوسکتا جب تک ظلم کے پاني سے اُسکي آبیاري نه هو "

مختصر نویس نے " ظلم " کي جگه " دهرم " لکھدیا هے جو صریح غلط اور بے موقعه هے - البته اسکي آواز " ظلم " سے مشابهه هے -

اسي طرح ایک مقام پر هے :

" اُنهوں نے جیل خانے کي مصیبت کو برباد کیا هے "

حالانکه مصیبت کو برباد کرنے کے کوئي معني نہیں هوسکتے - غالباً میں نے " برداشت کیا هے " کہا هوگا - یعني اُنهوں نے جیل کي مصیبت جهیل لي هے - چونکه دونوں لفظوں کي آواز ملتي جلتي هے اور مختصر نویس خود فہم و امتیاز سے محروم هے ' اسلیے " برداشت " کي جگه " برباد " لکهه گیا !

(اُردو مختصـــر نویســـي)

اصل یه هے که اُردو مختصر نویسي کا قاعده اور مختصر نویس کي نا قابلیت ' دونوں ان نقائص کیلیے ذمه دار هیں -

اُردو مختصر نویسي کا قاعده سنـه ۱۹۰۵ - میں کرسچیـن کالـج لکهنـؤ کے دو پروفیسروں نے ایجاد کیا ' جن میں سے ایک کا نام مرزا محمد هادي - بي - اے هے - میں اُس وقت لکهنؤ هي میں تھا ' اسلیے مجھے ذاتي طور پر اُسکے دیکھنے اور موجدوں سے گفتگو کرنے کا بارها اتفاق هوا - مجھے معلوم هے که اسکے موجدوں نے انگریزي علامات کو بہت تهوڑے سے تغیر کے ساتهه منتقل کرلیا هے ' لیکن وه اُردو حروف و املاء کو پوري طرح محفوظ کردینے میں کامیاب نه هوسکے - خود انهیں بهي اس نقص کا ایک حد تک اعتراف تها - لیکن وه خیال کرتے تهے که مختصر نویس کي ذاتي قابلیت اور حافظۂ و مناسبت سے اسکي تلافي هوجائیگي - میں اپنے ذاتي معلومات کي بنا پر کہتا هوں که تجربے سے انکا خیال درست نه نکلا -

میں نے نظر بندی کے زمانے میں چارسال تک اپنی ڈاک کیلیے خود ہی سنسر شپ کے فرائض بھی انجام دیے ہیں ' کیونکہ جو سرکاری افسر اس غرض سے مقرر کیا گیا تھا ' وہ اسقدر قابل آدمی تھا نہ اردو کے معمولی لکھے ہوے خطوط بھی نہیں پڑھہ سکتا تھا - وہ اکثر میری ڈاک صرف دستخط کرکے بھیج دیتا ' اور شب کو آکر مجھسے اسکا ترجمہ لکھوا لیتا !

جبکہ نظر بندی میں میں اپنی ڈاک کی خود ہی نگرانی کررہا تھا ' تو شملہ اور دھلی کے حکام اپنی کارفرمائی پر نہایت نازاں تھے ' اور سمجھتے تھے کہ انہوں نے ایک خطرناک دشمن کو بالکل مجبور اور معطل کردیا ہے !

اسوقت بھی میرے قلمی مسودات کلکتہ پولیس کے قبضہ میں ہیں - ان میں سب سے زیادہ خوفناک جرم ' تاریخ ' تفسیر قرآن ' اور لٹریچر ہے !

میں یہاں عربی داں اشخاص کی دلچسپی کیلیے ان کتابوں کے چند نام درج کردیتا ہوں ' جنہیں نہایت خوفناک سمجھکر پولیس نے شملہ بھیجا تھا ' اور عرصہ تک سرچارلس کلیولینڈ کے حکم سے میری نظر بندی کے دیگر معاملات کی طرح انکی بھی تحقیقات ہوتی رہی :

فتح القدیر شرح ھدایہ - طبقات الشافعیہ سبکی - ازالۃ الخفا - کتاب الام - مدونۂ امام مالک - مطالب عالیہ امام رازی - شرح حکمۃ الاشراق - شرح مسلم الثبوت بحـــر العلوم - کتاب المستصفی - کتاب اللمع -

اصل یہ ہے کہ کسی جرم کیلیے جو لٹریچر سے تعلق رکھتا ہو ' کوئی ایسی عدالت منصفانہ کارروائی نہیں کرسکتی جو ذاتی طور پر راے قائم نہ کرسکے - یعنے خود اس زبان سے واقف نہو - لیکن موجودہ بیوروکریسی علاوہ بیوروکریسی ہونے کے غیر ملکی بھی ہے ' اسلیے ہر گوشہ میں اجنبی اقتدار کی غلامی کے نتائج کام کر رہے ہیں - عدالتیں ہندوستان کی ہیں اور ہندوستانیوں کیلیے ہیں ' لیکن انکی زبان جزیرۂ برطانیہ کی ہے ' اور اکثر حالتوں میں ایسے افراد سے مرکب ہیں جو ملکی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتے !

میں وثوق کے ساتھہ کہہ سکتا ہوں کہ کلکتہ کی پولیس اور عدالتوں میں ایک شخص بھی اردو زبان کیلیے قابل اعتماد نہیں ہے - اگر یہاں اس حقیقت کا کچھہ بھی احساس ہوتا ' تو صرف یہی بات بطور ایک عجیب واقعہ کے خیال کی جاتی کہ میری تقریروں کیلیے پولیس اور سی - آئی - ڈی کے غریب رپورٹروں کی شہادت لی جارہی ہے ! میں تسلیم کرتا ہوں کہ کم ازکم یہ منظر ضرور میرے لیے تکلیف دہ ہے !

(مشرقی لٹریچر اور سرکاری وسائل علم)

یہ کہنا ضروری نہیں کہ میں اپنے ڈیفنس کی غرض سے ان شہادتوں کی بے اعتمادی ثابت نہیں کر رہا ہوں - میں تو پورا پورا اقرار کرچکا - مقصود صرف دو باتوں کا اظہار ہے :

اولاً ' جو سرکاری مقدمات اردو تقریر و تحریر کی بنا پر چلاے جاتے ہیں ' انکے وسایل ثبوت کس درجہ ناکارہ اور نا قابل اعتماد ہیں ؟

ثانیاً ' ہندوستان کی بیوروکریسی کی ناکامیابی اور ناموافقت - وہ ڈیڑھہ سو برس تک حکومت کرکے بھی اس قابل نہیں ہوئی کہ ہندوستانی زبانوں کے متعلق صحیح اور مستند ذرایع سے معلومات حاصل کرسکتی - مجھے یاد ہے کہ جب اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ میں نظر بند کیا گیا ' اور بہار گورنمنٹ کے حکام اور پولیس افسر (جنکو اردو زبان سے بمقابلۂ بنگال زیادہ تعلق ہے) تلاشی کیلیے آئے ' تو انہوں نے میری تمام کتابوں کو بھی ایک خوفناک لٹریچر سمجھکر نہایت احتیاط کے ساتھہ قبضہ میں کرلیا - یہ تمام کتابیں عربی اور فارسی زبان میں تہیں ' اور تاریخ ' فقہ ' فلسفہ کا معمولی مطبوعہ ذخیرہ تھا جو بازاروں میں فروخت ہوتا رہتا ہے - صرف ایک کتاب " مطالب عالیہ " نامی قلمی تھی جو سب سے زیادہ پر اسرار سمجھی گئی - لطف یہ ہے کہ انکی فہرست ڈپٹی کمشنر کی درخواست سے مجھے ہی مرتب کرنی پڑی - کیونکہ تفتیش جرائم کے اس پورے کمیشن میں ایک شخص بھی اس قابل نہ تھا کہ کتابوں کے ٹائیٹل پیج کو صحت کے ساتھہ پڑھہ لیتا !

جس طرح اس کشمکش کا آغاز همیشه یکساں طور پر هوا هے ' اُسي طرح خاتمه بهي ایک هي طرح هوا هے - همیں معلوم هے که اگر همارا جذبهٔ آزادي و حق طلبي سچا اور اٹل ثابت هوا ' تو یهی گورنمنٹ جو آج همیں مجرم ٹهرا رهي هے ' کل کو فتح مند محب الوطنوں کی طرح همارے استقبال پر مجبور هوگي !

(بـــغــــاوت)

(۱۹) مجهه پر سڈیشن کا الزام عائد کیا گیا هے ' لیکن مجهے " بغاوت " کے معنی سمجهه لینے دو - کیا " بغاوت " آزادي کي اُس جد و جهد کو کهتے هیں جو ابهي کامیاب نهیں هوئي هے ؟ اگر ایسا هے تو میں اقرار کرتا هوں - لیکن ساتهه هي یاد دلاتا هوں که اسي کا نام قابل احترام حب الوطني بهي هے جب وہ کامیاب هو جاے - کل تک آیر لینڈ کے مسلح لیڈر باغي تهے ' لیکن آج ڈي ویلرا اور گریفتهه کیلیے برطانیهٔ عظمیٰ کونسا لقب تجویز کرتي هے ؟

اسي آیر لینڈ کے پارنل (Parnel) نے ایک مرتبه کها تها : "همارا کام همیشه ابتدا میں بغاوت اور آخر میں حب الوطنی کی مقدس جنگ تسلیم کیا گیا هے "

(قانون " قضاء بالحق ")

(۲۰) میں مسلمان هوں ' اور میرے یقین کیلیے وہ بس کرتا هے ' جو میري کتاب شریعت نے بتلایا هے - قرآن کهتا هے - جسطرح ماده اور اجسام میں انتخاب طبیعی (Natural Selection) اور بقاء اصلح (Survival of the fittest) کا قانون جاري هے ' اور فطرة صرف اسی وجود کو باقي رهنے دیتي هے جو صحیح و اصلح هو - ٹهیک اسیطرح تمام عقائد و اعمال میں بهي یهي قانون کام کر رها هے - آخري فتح اسي عمل کي هوتي هے جو حق اور سچ هو ' اور اسلیے باقي و قائم رهنے کا حقدا هو : پس جب کبهي انصاف اور نا انصافي میں مقابله هوگا ' تو آخر کي جیت انصاف هي کے حصه میں آئیگي : و اما ما ینفع النـــاس فیمکث فی الارض کـــذلـــك یضرب الله الامثال - (۱۳ : ۱۸) زمیں پر وهي چیز باقي رهیگي جو نافع هو - غیر نافع چهانٹ دي جائیگي -

یہي وجه هے که اب هم اس گورنمنٹ سے آور کچهه نهیں چاهتے - صرف یه چاهتے هیں که جسقدر بهي جلد ممکن هو' وہ اپنے سے بہتر اور حقدار کیلیے اپني جگه خالي کردے -

(موجودہ حالت قدرتي هے)

(۱۸) میں جیسا که ابتدا میں لکهه چکا هوں' خاتمۂ سخن میں بهي دهراؤنگا - آج گورنمنٹ جو کچهه همارے ساتهه کر رهي هے' وہ کوئي غیر معمولي بات نهیں هے جسکے لیے خاص طور پر آئے ملامت کي جاے - قومي بیداري کے مقابلے میں مقاومت اور جبر و تشدد تمام قابض حکومتوں کیلیے طبیعت ثانیه (سکینڈ نیچر) کا حکم رکهتا هے' اور همیں یه توقع نهیں رکهني چاهیے که هماري خاطر انساني طبیعت بدل دي جائیگي -

یه قدرتي کمزوري افراد اور جماعت' دونوں میں یکساں طور پر نمود رکهتي هے - دنیا میں کتنے آدمي هیں جو اپنے قبضه میں آئي هوئي چیز صرف اسلیے لوٹا دینگے که وہ اُسکے حقدار نهیں ؟ پهر ایک پورے براعظم کیلیے ایسي امید کیونکر کي جا سکتي هے ؟ طاقت کبهي کسي بات کو صرف اس لیے نهیں مان لیتي که وہ معقول اور مدلل هے - وہ تو خود بهي طاقت کي نمود کا انتظار کرتي هے' اور جب وہ نمودار هو جاتي هے تو پهر نا واجب سے نا واجب مطالبه کے آگے بهی جهک جاتي هے - پس کشمکش اور انتظار ناگزیر هے' اور ایک ایسی قدرتی بات هے جسکو بالکل دنیا کے معمولی اور روز مرہ کاموں کیطرح بلا کسي تعجب و شکایت کے انجام پانا چاهیے -

میں یه بهي تسلیم کرتا هوں که تاریخ نے اس بارے میں انساني ظلم و تعدي کے جو هیبت ناک مناظر دکهلائے هیں' انکے مقابلے میں موجودہ جبر و تشدد کسي طرح بهي زیادہ نهیں کہا جاسکتا - البته میں نهیں کهه سکتا که یه کمي اسلیے هے که ابهي ملک کا جذبۂ قرباني ناتمام هے' یا اسلیے هے که ظلم زیادہ مکمل نهیں ؟ مستقبل اسکو واضح کردیگا -

میں نے اوپر کہیں کہا ہے کہ " سي - آئی - ڈي کا کام جہالت اور شرارت دونوں سے مرکب ہوتا ہے" یہ میں نے اس ذاتي علم کي بنا پر کہا جو بے شمار مقدمات کي نسبت مجھے حاصل ہے - تاہم میں تسلیم کرتا ہوں کہ سي - آئی - ڈي کے جن آدمیوں نے میرے خلاف شہادت دي ہے ' اُنہوں نے اُس اعتماد کے سوا جو اپنے کام پر ظاہر کیا ہے ' کوئي بات بھي غلط نہیں کہی ہے -

میري تقریریں جو پیش کیگئي ہیں' ان میں بھي میں کوئي بات شرارت کي نہیں پاتا - جسقدر انکے اغلاط اور نقایص ہیں' غالباً صرف ناقابلیت کا نتیجہ ہیں - ایک دو مقامات ایسے ہیں جنکي نسبت خیال کیا جاسکتا ہے کہ دانستہ خراب کرکے دکھلاے ہیں - مثلاً جہاں جہاں میں نے لوگوں کو با امن رہنے ' ہڑتال نہ کرنے ' ہر طرح کے مظاہرات سے مجتنب رہنے کي تلقین کي ہے ' وہ بقیہ حصوں سے بھي زیادہ اُلجھے ہوے اور بے ربط ہیں - متعدد مقامات پر " امن " کو " ایمان " کردیا ہے جو وہاں بالکل بے ربط ہے - تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھي قاعدہ کے نقص اور ذاتي ناقابلیت کیوجہ سے ہے نہ کہ شرارت سے -

البتہ میرا یقین ہے کہ انہوں نے اپنے کام پر جو اعتماد ظاہر کیا ہے' اور جس غرض سے یہ کام انجام دیا ہے ' وہ ضرور معصیت ہے - لیکن ساتھہ ھي مجھے اُنکی کمزوري بھي معلوم ہے - وہ محض چند روپیوں کي نوکري کیوجہ سے ایسا کر رہے ہیں' اور اتنا قوي ضمیر نہیں رکھتے کہ سچائي کو ہر بات پر ترجیح دیں- پس میرے دل میں انکے لیے کوئی رنج اور ملامت نہیں ہے - میں اس کام کیلیے اُنہیں معاف کرتا ہوں ' اور دعا کرتا ہوں کہ خدا بھی معاف کردے -

پبلک پراسیکوٹر بھي جو ان مقدمات میں کام کر رہا ہے ' میرا ایک ہم وطن بھائي ہے - اسکي ضمیر یا راے میرے سامنے نہیں ہے - محض مزدوري ہے ' جو اس کام کیلیے وہ گورنمنٹ سے حاصل کرتا ہے - پس اسکي طرف سے بھي میرے دل میں کوئي رنج نہیں - البتہ میں ان سب کے لیے وہي دعا مانگونگا جو پیغمبر سلام نے ایک موقعہ پر مانگي تھي : " خدایا ! ان پر راہ کھول دے ' کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں؟ "

یہي وجہ ھے کہ قرآن کي اصطلاح میں سچائي کا نام " حق " ھے ' جسکے معنی ھي جم جانے اور ثابت ھو جانے کے ھیں - اور جھوٹ اور بدي کا نام باطل ھے ' جسکے معنی ھي مٹ جانے کے ھیں : ان الباطل کان ذھوقا - باطل تو صرف اسي لیے ھے کہ مٹ جاے !

پس آج جو کچھہ ھورھا ھے ' اسکا فیصلہ کل ھوگا - انصاف باقي رھیگا - نا انصافي مٹادي جائیگي - ھم مستقبل کے فیصلہ پر ایمان رکھتے ھیں !

البتہ یہ قدرتي بات ھے کہ بدلیوں کو دیکھکر بارش کا انتظار کیا جاے - ھم دیکھہ رھے ھیں کہ موسم نے تبدیلي کي تمام نشانیاں قبول کرلي ھیں - افسوس ان آنکھوں پر جو نشانیوں سے انکار کریں !

میں نے انھي تقریروں میں جو میرے خلاف داخل کي گئي ھیں ' کہا تھا : " آزادي کا بیج کبھي بار آور نہیں ھوسکتا جب تک جبر و تشدد کے پاني سے اُسکي آبیاري نہو "

لیکن گورنمنٹ نے آبیاري شروع کردي ھے !

میں نے انھي میں کہا تھا : " مبلغین خلافت کی گرفتاریوں پر کیوں مغموم ھو ؟ اگر تم فی الحقیقت انصاف اور آزادي کے طلبگار ھو ' تو جیل جانے کیلیے طیار ھو جاؤ - علي پور کا جیل اسطرح بھر جاے کہ اسکي کوٹھریوں میں چوروں کیلیے جگہ باقي نہ رھے "

فی الحقیقت جگہ باقي نہیں رھي ھے - پریسیڈنسي اور سنٹرل جیل کا بڑا حصہ معمولي قیدیوں سے خالي کردیا گیا - پھر بھي جگہ کافي نہ ھوئي - نیا جیل بنایا گیا - وہ بھي آناً فآناً بھر گیا - جگہ نکالنے کیلیے سینکڑوں قیدي رھا کردیے گئے ' لیکن ان سے دگنے نئے آگئے - اب مزید نئے جیل بنائے جا رھے ھیں !

(سرکاري وکیل ' پولیس ' اور مجسٹریٹ)

(۲۱) قبل اسکے کہ میں اپنا بیان ختم کروں ' اپنے اُن ھم وطن بھائیوں کي نسبت بھي ایک دو جملے کہونگا ' جو اس مقدمہ میں میرے خلاف کام کررھے ھیں -

آخـــري پيشـــي

(۹ - فروري سنه ۱۹۲۲ع)

صـــرف ايک ســـال قيـــد با مشقت !

" يـه اُس سے بہت کـم ھے جس کا ميں متـــوقع تھا ! "

۹ - فروري سے پہلے مولانا کي جانب سے حسب ذيل اُمور کا زباني اور بذريعه اخبار اعلان کيا گيا :

(۱) ۹ - فروري کو کوئي شخص عدالت کي کار روائي ديکھنے کيليے نه آے - نه کسي طرح کا هجوم سڑکوں پر هو -

(۲) يه يقيني ھے که اُنهيں سزا کا حکم سنايا جائيگا - پبلک کو چاهيے که پورے صبر و سکون کے ساتھه اسکي منتظر اور متوقع رهے - کوئي هڑتال نهيں هوني چاهيے - نه کسي طرح کا غير معمولي مظاهره کرنا چاهيے -

(۳) ۹ - کو لوگ جيل کي طرف بهي هجوم نه کريں - اور نه اُنهيں ديکهنے کيليے جد و جهد کريں - صرف اپني معمولي روزانه جد و جهد جاري رکهيں ' اور جهانتک ممکن هو اسکي سرگرمي بڑهائيں -

بعض کارکنان خلافت و کانگرس نے غلطي سے کارخانوں اور سرکاري محکموں ميں کام کرنے والوں کو هڑتال کے ارادے سے نهيں روکا تها اور خاموشي اختيار کرلي تهي - ۷ - کو جب مولانا کو معلوم هوا تو اُنهوں نے فوراً رکوا ديا ' اور هر جگهه يه بات پهنچا دي گئي که جو شخص انکے ليے کچهه کرنا چاهتا ھے ' اُس کے اظهار محبت و عقيدت کي صرف يهي راه ھے که والنٽير بن جاے اور جيل جانے کيليے طيار هو جاے - هڑتال اور مظاهره نه صرف اصول کے خلاف ھے ' بلکه مقاصد کيليے مضر بهي ھے -

(فاقض ما انت قاض !)

میں مجسٹریٹ کی نسبت بھی کچھہ کہنا چاھتا ھوں - زیادہ سے زیادہ سزا جو اسکے اختیار میں ھے' بلا تامل مجھے دیدے - مجھے شکایت یا رنج کا کوئی احساس نہ ھوگا - میرا معاملہ پوری مشینری سے ھے - کسی ایک پرزے سے نہیں ھے - میں جانتا ھوں کہ جب تک مشین نہیں بدلیگی' پرزے اپنا فعل نہیں بدل سکتے -

میں اپنا بیان اٹلی کے قتیل صداقت گارڈینیو برونو کے لفظوں پر ختم کرتا ھوں' جو میری ھی طرح عدالت کے سامنے کھڑا کیا گیا تھا :

" زیادہ سے زیادہ سزا جو دی جاسکتی ھے' بلا تامل دیدو - میں یقین دلاتا ھوں کہ سزا کا حکم لکھتے ھوے جسقدر جنبش تمھارے دل میں پیدا ھوگی' اُسکا عشر عشیر اِضطراب بھی سزا سنکر میرے دل کو نہ ھوگا "

(خـــاتمـــہ)

مسٹر مجسٹریٹ ! اب میں اور زیادہ وقت کورٹ کا نہ لونگا - یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز باب ھے' جسکی ترتیب میں ھم دونوں یکساں طور پر مشغول ھیں - ھمارے حصہ میں یہ مجرموں کا کٹھرا آیا ھے - تمھارے حصہ میں وہ مجسٹریٹ کی کرسی - میں تسلیم کرتا ھوں کہ اس کام کیلیے وہ کرسی بھی اُتنی ھی ضروری چیز ھے' جسقدر یہ کٹھرا - آؤ' اِس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کردیں - مورخ ھمارے اِنتظار میں ھے' اور مستقبل کب سے ھماری راہ تک رھا ھے - ھمیں جلد جلد یہاں آنے دو' اور تم بھی جلد جلد فیصلہ لکھتے رھو - ابھی کچھہ دنوں تک یہ کام جاری رھیگا - یہانتک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جاے - یہ خدا کے قانون کی عدالت ھے - وقت اُس کا جج ھے - وہ فیصلہ لکھیگا' اور اُسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ھوگا ! و الحمد للہ اولا و اخرا -

۱۱ - جنوری سنہ ۱۹۲۲ع

احمد

پریسیڈنسی جیل - علی پور ـــ کلکتہ

اُنھیں سزا دي جائیگي - لوگوں کو چاھیے کہ پورے نظم و سکون کے ساتھہ اُسکے سننے کیلیے طیار رھیں - ھڑتال وغیرہ کیلیے اُنہوں نے کہا کہ " ھم ایک سال سے کہتے آئے ھیں کہ کامیابي اسي پر موقوف ھے کہ خاموشي کے ساتھہ لوگ گرفتار ھوجائیں - چنانچہ ھزاروں آدمیوں نے اپنے تئیں گرفتار کرادیا - اب جب ھم خود گرفتار ھوے ھیں تو ھمیں بھي اپنے لیے وھي پسند کرنا چاھیے جو ھمنے دوسروں کیلیے پسند کیا تھا - یہ نہایت افسوس ناک غلطي ھوگی اگر ھماري سزا یابي کیلیے ھڑتالیں کي گئیں ' یا ھمیں چھوڑ دینے کیلیے کسي ایک ھندوستاني نے بھي کام چھوڑا "

اس پیغام نے نہایت تعجب انگیز اثر پیدا کیا جسکي خود گورنمنٹ کو بھي توقع نہ تھی - تمام لوگ جو جوش و اضطراب میں بے قابو ھو رھے تھے' پتھر کي طرح اپني اپني جگھہ جم گئے - ھڑتال کا اِرادہ بالکل فسخ کردیا گیا - اور ۹ - کو عدالت اور جیل میں بھي کسي طرح کا ھجوم نہیں ھوا -

با ایں ھمہ گورنمنٹ کے ارکان مطمئن نہ تھے اور دیکھہ رھے تھے کہ گیارہ بجے کے بعد کیا صورت پیش آتي ھے ؟ اسلیے گیارہ بجے تک جیل میں کوئی خبر نہیں دي گئي کہ کارروائي کہاں ھوگي ؟ کورٹ میں یا جیل میں ؟ جب گیارہ بج چکے اور کسي طرح کي بھیڑ عدالت میں نہیں ھوئي ' تو مولانا طلب کیے گئے - بارہ بجے وہ پہنچے - اُسوقت ایک مقدمہ کي کارروائي ھو رھي تھی - لیکن مجسٹریٹ نے عارضي طور پر اُسے ملتوي کرکے مولانا کو طلب کیا - اور فیصلہ سنایا - فیصلہ یہ تھا کہ ایک برس قید با مشقت -

مولانا نے فیصلہ سنکر مجسٹریٹ سے مسکراتے ھوے کہا " یہ تو اُس سے بہت کم ھے جسکی مجھے توقع تھي ! " مجسٹریٹ ھسنے لگا اور مولانا برامدے میں واپس آگئے -

یہاں کورٹ انسپکٹر موجود تھا جو اُنھیں اپنے آفس روم میں لے گیا اور کہا مجھے آپ معاف کرینگے اگر میں چند منٹ آپکو یہاں بٹھاؤں اور ضابطہ کي کارروائي انجام دیدوں - مولانا نے کہا میں یہ " چند منٹ " ایک سال با مشقت

اگرچہ یہ تمام کار روائیاں علانیہ ہو رہی تھیں - افسران جیل کی موجودگی میں وہ تمام پیغامات دیتے تھے اور لکھواتے تھے، اور پھر اخبارات میں بھی شائع ہو جاتے تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ارکان حکومت کو اطمینان نہ تھا -

مولانا اور مسٹر داس کے مقدمات میں عدالت کی جانب سے پے درپے التواء کیا گیا - گورنمنٹ کا تذبذب اور اضطراب بھی برابر ظاہر ہوتا رہا - نیز راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی تجویز اور نام نہاد مصالحت کی کارروائیاں بھی جاری رہیں - ان تمام اسباب سے پبلک کو یہ توقع ہوگئی تھی کہ شاید انہیں رہا کردیا جاے - زیادہ تائید اس بات کی کلکتہ اور بنگال کی مخصوص حالت سے بھی ہوتی تھی جس کی طرف سے مقامی گورنمنٹ کی تشویش روز بروز بڑھتی جاتی تھی، اور بار بار یہ افواہیں مشہور کی جاتی تھیں کہ بہت جلد انہیں رہا کردیا جائیگا - گورنمنٹ کو بڑی تشویش مزدوروں کے ہڑتال سے تھی - علی الخصوص خضر پور ڈک کے مزدوروں اور شہر کے تمام خانساموں وغیرہ سے جو پندرہ بیس ہزار کی تعداد میں ہوٹلوں اور انگریزوں کے پرائیوٹ مکانوں میں کام کرتے ہیں - اُن کا ایک دن کیلیے بھی ہڑتال کرنا تمام انگریزی آبادی کی زندگی دشوار کردے سکتا ہے - اسی طرح ڈک کے مزدوروں کی جماعت بھی ایک ایسی جماعت ہے جو اگر کام چھوڑدے تو اس کا کام ایک دن کیلیے بھی دوسرے آدمی نہیں چلا سکتے - تمام تجارت اور مال کی درامد برامد اسی پر موقوف ہے -

خانساموں اور ڈک کے مزدوروں کی باقاعدہ یونین قائم ہے - دونوں نے فی الواقع ہڑتال کا ارادہ کرلیا تھا - ڈک کے مزدور تو انکی گرفتاری پر ہڑتال کر بھی چکے تھے لیکن کانگریس کمیٹی نے بہ مشکل سمجھا بجھا کے کام پر لگایا -

اسی طرح تمام سرکاری کالجوں کے طلبا کی نسبت بھی گورنمنٹ کا خیال تھا کہ بمجرد اعلان سزا کے کالجوں سے نکل آئینگے - انہی اسباب سے فیصلہ میں تاخیر کی جارہی تھی -

لیکن مولانا نے ۷ - کو ایک پیغام تمام اخبارات میں اس مضمون کا شائع کرایا کہ اُنکے مقدمہ کی نسبت کوئی غلط توقع لوگ نہ باندھہ لیں - یہ قطعی ہے کہ

نقل و ترجمہ فیصلۂ عـــدالت

مقدمہ نمبری ۲۸ - سنہ ۱۹۲۲

قیصـــر ھنـــد

بنام

محي الدین احمد عرف مولانا ابو الکلام آزاد

فیصلـــہ

اس مقدمہ میں مولانا ابو الکلام آزاد زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ھند مجرم قرار دیے جاتے ھیں ' کیونکہ اُنھوں نے پہلي جولائي سنہ ۲۱ - کو مرزا پور اسکوائر کلکتہ میں مسئلۂ خلافت ' پنجاب ' اور آزادي وطن کے مضامین پر' اور نیز ۱۵ - جولائي سنہ ۲۱ - کو اُسي مقام پر مسئلہ ترک موالات وغیرہ پر اُردو میں تقریر کرتے ھوے' ایسے الفاظ استعمال کیے' جن کے ذریعہ گورنمنٹ قائم شدہ بروے قانون کے خلاف لوگوں میں نفرت و حقارت پھیلانے کي کوشش کی -

اِستغاثہ کي طرف سے جو شہادتیں پیش ھوئي ھیں ' اُن سے حسب ذیل واقعات ثابت ھوتے ھیں : مسٹر گولڈي ڈپٹي کمشنر پولیس اسپیشل برانچ نے یہ اطلاع پاتے ھي کہ یکم جولائی کو مرزا پور پارک میں کوئي جلسہ ھونیوالا ھے ' اپنے اُردو شارٹ ھینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد ' انسکٹر ایس - کے - گھوسال سب انسپکٹر محمد اسمعیل' اور ایس - سي کر کو جلسہ کي کار روائي اور تقریروں کے نوٹ لینے کے لیے متعین کیا -

افسران مذکور جلسہ میں شریک ھوے - اُنھوں نے تمام کار روائي اور تقریروں کے نوٹ لیے - ان میں ملزم کي تقریر بھي ھے جو اُس جلسہ کے صدر تھے - جلسہ میں تقریباً بارہ سو آدمیوں کا اجتماع تھا - جلسہ کا مقصد خلافت کے تین مبلغ : سعید الرحمن ' اجودھیا پرشاد ' اور جگدمبا پرشاد کي گرفتاري کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا تھي -

میں شمار نہ کرونگا - یہاں اُس نے سزا کے رجسٹر میں حسب قاعدہ اُنکا نام' ولدیت عمر' حلیہ' قد' اور دستخط کا اندراج کرلیا - اُسکے بعد وہ جیل کي گاڑي میں مسلح پولیس کے ساتھہ روانہ کردیے گئے -

اس طرح کامل ساتھہ دن کے بعد یہ کہاني ختم ہوگئي - اور جس شخص کو ایک دن کیلیے بھي قید کرنا گورنمنٹ کیلیے آسان نہ تھا' اور بغیر اسکے ممکن نہ تھا کہ لاکھوں انسانوں کے اضطراب پر غلبہ حاصل کیا جاے' وہ اس آساني اور خاموشي کے ساتھہ ایک برس کیلیے قید خانے میں بھیجدیا گیا! یہ فی الحقیقت نوان کواپریشن کے نظم و طاقت کا ایک حیرت انگیز ثبوت ہے!

عدالت کا فیصلہ (جیساکہ توقع تھي) نہایت مختصر ہے - نہ تو استغاثہ کي تشریح کي گئي ہے' نہ الزام کے اثبات کے وجوہ و دلائل بیان کیے ہیں - حتی کہ یہ بات بھي اُس سے معلوم نہیں ہوسکتي کہ ملزم نے کن الفاظ کے ذریعہ ۱۲۴ - الف کا ارتکاب کیا ہے؟ اور کیونکر اسکي تقریریں اس دفعہ کے ماتحت آتي ہیں؟ البتہ اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ ملزم نے تقریروں کے تمام وہ حصے تسلیم کرلیے جو گورنمنٹ کے متعلق تھے - مگر وہ کیا ہیں؟ ان پر کوئي توجہ نہیں کي گئي - بہتر یہ تھا کہ سزا کي بنیاد اسي بات پر رکھدي جاتي کہ ملزم نے نہایت صفائي کے ساتھہ اپنے " مجرم " ہونے کا بار بار اظہار کیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ بحالت موجودہ آزادي اور حق کا مطالبہ ہي جرم ہے!

ابوالایٹ اور دوسرے افسروں نے حلفیه بیان کیا هے که جو نوٹ انهوں نے
ے هیں' اور جو مشترکه رپورٹ انهوں نے داخل کی هے' وہ درست اور سچي هیں -

باما چرن چٹرجي نے بهي حلفیه بیان کیا هے که دونوں نقلوں کا جو ترجمه
سنے کیا هے ' وہ صحیح اور اصلي هے - لهذا کوئي وجه نهیں که میں انکي سچائي
یں شبهه کروں -

ملزم نے ایک طویل بیان داخل کیا هے جو گورنمنٹ کي برائیوں کي داستان
ے پر هے - اسمیں نهایت تشریح کے ساتهه ان تمام کارروائیوں کو دکهایا هے جنکي
جه سے وہ گورنمنٹ کو " ظالم گورنمنٹ " کے نام سے تعبیر کرتا هے' اور نیز اپني ان تمام
ارروائیوں کا ذکر کیا هے جو ان غیر قانوني کارروائیوں کے خلاف اُس نے کي هے -
ہ کهتا هے که آسکي تقریروں کی نقل بالکل ناقص' غلط ' اور مسخ شده هے' اور محض
بے جوڑ اور بعض مقامات پر بے معنی جملوں کا مجموعه هے - لیکن بهر کیف وہ
ن تمام حصوں کو تسلیم کرتا هے جنمیں گورنمنٹ کي نسبت خیالات کا اظهار
یا گیا هے - یا پبلک سے گورنمنٹ کے خلاف جد و جهد کي اپیل کي گئي هے -

میں نے نهایت احتیاط سے یه تقریریں پڑهي هیں اور انپر کامل غور و خوض
کے بعد اس نتیجه پر پهنچا هوں که یه باغیانه هیں -

اور یه که ملزم نے ان تقریروں کے ذریعه گورنمنٹ قائم شده از روے قانون کے
خلاف نفرت و حقارت پهیلانے کي کوشش کي -

میں ملزم کو حسب دعوی استغاثه مجرم پاتا هوں - اور زیر دفعه ۱۲۴ -
لف تعزیرات هند ایک سال قید با مشقت کي سزا دیتا هوں -

(دستخط) ڈي - سوینهو

چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ - کلکته

۹ - فروري سنه ۱۹۲۲

منجملہ اور مقرروں کے ملزم نے بھی اُردو میں ایک طویل تقریر کی - اُنکی تقریروں کے نوٹ اُردو شارٹ ہینڈ رپورٹر ابواللیث محمد نے اور کچھہ حصے دوسرے پولیس کے افسروں نے لیے - یہ نوٹ مسٹر گولڈی کے سامنے پیش ہوے - اُنھوں نے اُنپر اپنے دستخط ثبت کردیے -

ابواللیث نے اپنا نوٹ صاف کرکے اُسکی نقل مسٹر گولڈی کے پاس بھیجدی - دوسرے پولیس افسروں نے بھی اپنے اُسی لانگ ہینڈ نوٹ کی ایک مشترکہ رپورٹ افسر مذکور کے پاس بھیجدی تھی -

۱٥ - جولائی سنہ ۲۱ - کو مسٹر گولڈی نے اُسی اُردو شارٹ ہینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد ' انسپکٹر بی - بی مکرجی ' سب انسپکٹر محمد اسمعیل ' اور ایس - سی کر کو ایک دوسرے جلسہ کی کارروائیوں اور تقریروں کے نوٹ لینے کے لیے متعین کیا - جو اسی مقام پر ہونے والا تھا -

ملزم حاضرین جلسہ میں تھے - اُنھوں نے مذکورۂ بالا خلافت کے تین مبلغین : سعید الرحمن' - جگدمبا پرشاد اور اجودھیا پرشاد ' کی سزا یابی کے خلاف اُردو میں تقریر کی' اور لوگوں کو اس بات کی تلقین کی اور شوق دلایا' کہ وہ بھی انکی پیروی کریں اور جیل جائیں - جلسہ میں ۱۰ - ہزار کا مجمع تھا - ابو اللیث نے ملزم کی تقریر کے نوٹ اُردو شارٹ ہینڈ میں لیے - اور دوسرے افسروں نے اُنکے کچھہ حصے لانگ ہینڈ میں لیے -

ابو اللیث نے اپنا نوٹ صاف کرکے اسکی نقل ' اور دیگر افسروں نے ایک مشترکہ رپورٹ مسٹر گولڈی کے سامنے پیش کردی -

ابو اللیث کی اُردو کی دونوں نقلوں کا ترجمہ سرکاری مترجم مسٹر باما چرن چٹرجی نے کیا ھے - مسٹر گولڈی نے نقل اور ترجمہ ملنے کے بعد ملزم کی مذکورہ تقریروں کے خلاف دفعہ ۱۲۴- الف کے ماتحت گرفتار کرنے کی درخواست گورنمنٹ آف بنگال سے کی - اور ۲۲ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو سینکشن حاصل کیا -

اسنے اس سینکشن کی تصدیق بھی کردی ھے -

انی جرم ہے - بنگال و آسام میں صرف پولیس افسروں کی مرضی کا نام حکومت
ر قانون ہے - کلکتہ کی سڑکوں پر بے شمار آدمی گرفتار کرلیے گئے جو گاڑھا پہنے ہوے
ہ' یا چاند اور تارے کا نشان اُن کی ٹوپی پر تھا - جلسوں کی ممانعت کا آرڈر
ی ہر جگہہ نافذ کردیا گیا ہے - گرفتاریاں بھی آخری حد تک پہنچ گئی ہیں -
نجاب میں لاله لاجپت راے جی اور اُن کے ساتھہ چار اعلیٰ عہدہ داران کانگریس
رفتار کرلیے گئے - جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ گورنمنٹ تحریک کے بڑے بڑے
یڈروں کو گرفتار کرلینے کے لیے طیار ہوگئی ہے - گذشتہ دو ہفتہ کے اندر وائسراے اور
ورنر بنگال کی طرف سے بار بار اعلان بھی ہوچکا ہے کہ اب گورنمنٹ کی جانب سے
سی طرح کی کوتاہی نہ ہوگی -

(بے بسی کا غصہ !)

۱۷ - تاریخ کی فتح مند ہڑتال اور پرنس آف ویلز کے ورود کے کامیاب
ئیکاٹ نے گورنمنٹ کو بے بس کردیا - بے بسی نے اب غیظ و غضب کی
ورت اختیار کرلی ہے - گورنمنٹ صاف صاف کہہ رہی ہے کہ آیندہ ہڑتال کو روکا
جائیگا - کلکتہ میں پولیس پورا زور لگا رہی ہے کہ لوگ سہم جائیں اور ہڑتال
ہ ہوسکے - سول گارڈ کا قیام خلافت والنٹیرز کا جواب ہے' اور اس ذریعہ سے تمام
ادی کو مرعوب کیا جا رہا ہے -

والنٹیر کوروں کو توڑ کر' جلسوں کی ممانعت کرکے' اور کارکنوں کو کثرت کے
اتھہ گرفتار کرکے گورنمنٹ چاہتی ہے کہ تحریک کا خاتمہ کردے - اس نے خیال کیا
ہے کہ تحریک کی ہستی اور تبلیغ کے صرف تین ہی ذریعے ہیں : والنٹیرز'
لسے' لیڈر - ان سب پر بہ یک وقت وار کرکے وہ اپنے کام سے پوری طرح فارغ
و جائیگی -

(تشدد اور برداشت کا مقابلہ)

ہم نے گورنمنٹ کے تشدد کا ہمیشہ استقبال کیا' ہم نے صرف استقبال ہی
ہیں کیا بلکہ آرزوئیں کی - گورنمنٹ نے کرانچی رزولیوشن کو جرم قرار دیا' تو

ضمیمه

ا

(از پیغام ۹ - دسمبر سنه ۱۹۲۱ع)

آخري منزل کے آثار پھر شروع ھوگئے

بازھواے چمنم آرزوست

وقت آگیا ھے که اسلام اور ملک کا ھر فرزند بھي

آخري آزمائش کے لیے طیار ھوجاے

وکم من فئة قلیلة ' غلبت فئة کثیرة باذن الله ' والله مع الصابرین !

" کتني ھي چھوٹي اور کم تعداد جماعتیں ھیں ' جو الله کے حکم سے بڑي تعدادوں پر غالب آگئیں ؟ مگر شرط کامیابي صبر ھے - کیونکه الله صبر کرنے والوں ھي کا ساتھه دیتا ھے ! "

مقدمۂ کراچي کي گرفتاریوں کے بعد حیراني و درماندگي کي جو خاموشي چھاگئي تھي ' بالاخر توٹي اور گورنمنت نے آخري حملے کے لیے ھتیار اُتھا لیے - وہ اب ایک نئي شان کے ساتھه آگے بڑھي ھے - اُس میں طاقت سے زیادہ طیش ھے ' اور طیش کے ساتھه غصه کي گھبراھت بھي مل گئي ھے - وہ گویا ضبط کرتے کرتے اُکتا گئي - اب حریف کي طرح مقابله نہیں کرے گي - غیظ و غضب میں بھرے ھوے آدمي کي طرح توٹ پڑیگی - بنگال ' آسام ' یوپي ' دھلي ' اور پنجاب میں والنٹیر کورز توڑ ڈالي گئي ھیں - خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے دفتروں پر چھاپے مارے گئے ھیں - عہدہ داروں کو بے دریغ گرفتار کیا جا رھا ھے - اکثر حالتوں میں سفید توپي اور گاڑھے کا لباس گرفتاري کیلیے

، اُترے - همنے خدا کا نام لیا ' اور اُسکي شریعت کے حکموں کي اطاعت کي راہ
میں قدم اُتھایا - هم نے خود هي اپنے ایمان و نفاق کے لیے معیار بنادیا ' اور هم نے
تمام دنیا کو دعوت دي که وہ هم میں سے مومنوں کو منافقوں میں سے چن لے - هم نے
کہا که ایمان کي گهري هے اور اسلام کا فیصله هے - پس مومن وہ هے جو وقت کا فرض
انجام دے ' اور منافق وہ هے جو وقت پر پیٹھ دکھلا دے : یوم تبیض وجوہ و تسود
وجوہ ' فاما الذین اسودت وجوهم ' اکفرتم بعد ایمانکم ' فذوقوا العذاب بما کنتم
تکفرون - و اما الذین ابیضت وجوهم ' ففي رحمت الله ' هم فیها خالدون !

یه سب کچهه همنے اپني مرضي اور اپني طلب سے کیا - خدا اور اس کے فرشتے هماري زبانوں اور همارے دلوں پر گواہ هیں - پھر اگر آج آزمایش کي گهري آ گئي هے اور منزل سامنے هے جس کے لیے هم اس قدر دعوے کرچکے هیں ' تو کیا هم عین وقت پر اپنے تمام دعوے بهلا دینگے ؟ کیا اپنے تمام اعلان واپس لے لیں گے ؟ کیا همارا دعوا دهوکا ثابت هوگا ' اور همارا اعلان محض فریب کا تماشا هوگا ؟ کیا همنے جو کچهه کہا وہ جهوت تها ؟ اور همنے اپنے ایمان اور حق کے لیے جو کچهه سمجها وہ دهوکا تها ؟ کیا هم خدا اور اس کي سچائي سے منهه موڑ لینگے ؟ کیا هم ایمان کي اس سب سے چهوتي آزمائش میں بهي پورے نه اُترینگے ؟ کیا مشکلیں هم کو هرا دینگي ؟ تکلیفیں همیں ڈرا دینگي ؟ اور گرفتاریوں کا هراس همارے ایمان پر غالب آ جائیگا ؟

دنیا هماري طرف تک رهي هے - تاریخ کے صفحات همارے انتظار میں هیں - هزاروں لاکهوں شهیدان ظلم کي نگاهیں هم پر لگي هوئي هیں - سمرنا اور ایشیاے کوچک کي خون آلود سر زمین سے همارے لیے صدائیں اُتهه رهي هیں اور هندستان کي پامال سر زمین کا ایک ایک ذرہ هماري کهوج میں هے - کیا همارا وجود ان سب کے لیے مایوسي هوگا ؟ کیا هماري نامرادي و بدبختي کي سرگزشتیں لکهي جائینگي ؟ کیا تاریخ کو هم صرف اپني مندرس ناکامي هي کي کہاني دے سکتے هیں ؟ کیا آنے والی نسلوں کی زباں پر همارے لیے صرف نفرتیں اور لعنتیں هی

هم میں سے هزاروں دلوں نے منتیں کیں کہ اُنھیں بھی گرفتار کرلیا جاے - لیکن گورنمنٹ برابر قدم اُٹھا کے پیچھے هي هٹتی رهی - اب پھر اُس نے قدم بڑھایا ھے - هم اُس کا ' اُسکے تمام ساز و سامان کا ' اُس کے هر طرح کے جبر و تشدد کا ' اُس کے زیادہ سے زیادہ غیظ و غضب کا ' اُس کے اس آخري اعلان جنگ کا پوري آمادگي و قبولیت کے ساتھہ استقبال کرتے هیں ' اور همارا اعلان ھے کہ هم آخر تک میدان کو پیٹھ نہ دکھلائیں گے -

اب جبر و تشدد اور برداشت میں آخري مقابلہ شروع هوگیا ھے - فتح اس کي هوگي جو زیادہ طاقتور هوگا اور زیادہ دیر تک میدان میں ٹک سکے گا - اگر گورنمنٹ کي طاقت ملک کے برداشت سے زیادہ ھے' تو جیت اُس کي ھے - اگر ملک کي برداشت گورنمنٹ کي طاقت سے زیادہ ھے تو ملک کي فتح مندي کو کوئي طاقت روک نہیں سکتي -

(آخري منزل اور همارا فرض)

اگر سچ مچ گورنمنٹ کا یہ آخري وار ھے ' تو هم کو بھي سمجھہ لینا چاهیے کہ " سفر کي آخري منزل " آگئي ' اور اسلیے هم کو بھي آخري آزمائش کے لیے طیار هوجانا چاهیے - هم نے دو سال سے جس قدر اعلان کیے هیں ' اب وقت آ گیا ھے کہ اُن میں سے هر اعلان اپني حقیقت کے لیے مطالبہ کرے - هم نے دو سال سے جس قدر دعوے کیے هیں ' وقت آگیا ھے کہ اُن میں سے هر دعوا اپني سچائي کا دنیا کو یقین دلا دے - هم دو سال سے جو کچھہ کہہ رھے هیں' وقت آگیا ھے کہ دنیا کو کرکے دکھلا دیں - هم نے ایمان کا اعلان کیا ھے - هم نے خدا پرستي کا دعوی کیا ھے - هم نے سر فروشي اور جانستاني کا نعرہ لگایا ھے - هم نے قرباني و جانبازي کا هزاروں لاکھوں مرتبہ نام لیا ھے - هم نے حق پرستي کے عہد کیے هیں ' اور اسلام اور ملک سے عشق و محبت کا پیمان وفا باندھا ھے - هم نے نامردي اور بزدلي کي همیشہ حقارت کي - هم نے حق سے منھہ موڑنے اور خدا کو پیٹھہ دکھلانے پر لعنتیں بھیجیں - هم اُن پرهنسے جو تکلیفوں اور مشکلوں سے گھبرا گئے - هم نے اُن کي بدبختي و محرومي سے پناہ مانگي جو وقت پر اپنے دعووں میں پورے

اچھا ، اب ایک ایک چیز کو گنو ، اور سونچو کہ ھمارے مقابلے میں کون
ں سي طاقت لائي جاسکتي ھے ؟

گورنمنٹ ڈرانے کے لیے پوري طرح ھیبت ناک ھے - لیکن بے خوفي کے
ابلے میں کیا کریگي ؟

گورنمنٹ احکام نافذ کرکے ھمیں روک دے سکتي ھے - لیکن جن لوگوں نے
ن لیا ھو کہ کبھي نہ رکیں گے اور نہ رک کر سب کچھہ جھیل لیں گے ، ان کے
ابلے میں وہ کیا کرے گي ؟

گورنمنٹ گرفتار کرکے قید خانے بھردے گي - لیکن جو لوگ خود ھي قید ھونے
لیے طیار ھیں ، ان کے لیے قید خانے کي نمایش کیا کام دے سکتي ھے ؟

سب سے آخري طاقت ھلاکي اور خونریزي کي طاقت ھے - بلا شبہ فوجیں
ع ھوسکتي ھیں - ھتیار چمک سکتے ھیں - توپیں گرج سکتي ھیں - لیکن جو لوگ
ت کے لیے خود ھي طیار ھوچکے ھوں ، ان کے سامنے موت آکر کیا کرلیگي ؟

(ھم کو ھمارے سوا کوئي زیر نہیں کرسکتا)

لیکن ھاں ، جبکہ کرۂ ارضي کي سب سے بڑي مغرور طاقت بھي ھمارا کچھہ
ں بگاڑ سکتي ، تو ایک طاقت ھے جو ھمیں پل بھر کے اندر پاش پاش کردے
تي ھے -

وہ کون ھے ؟

وہ خود ھم ھیں ، اور ھماري خوفناک غفلت ھے اگر وہ وقت پر نمودار ھوگئي
پر ھمارے سوا کوئي غالب نہیں آسکتا - ھم ایمان اور استقامت سے مسلح ھوکر
، طاقتور ھیں کہ دنیا کا سب سے بڑا ارضي گھمنڈ بھي ھمیں شکست نہیں
ے سکتا ، لیکن اگر ھمارے اندر اعتقاد اور عمل کي ایک ادنیٰ سي کمزوري اور
مي بھي پیدا ھوگئي ، تو ھم خود آپ ھي اپنے قاتل ھونگے ، اور ھم سے بڑھکر دنیا
ں اچانک مٹ جانے والي کوئي چیز بھي نہیں ملےگي -

ھوسکتی ھیں ؟ کیا ھم دنیا کو اس بات کیلیے چھوڑدینگے کہ ھماري ایمان سے محرومي اور ھمت سے تہی دستی پرگواھی دے ؟

آہ ' یہي گھڑي ھے جو اس کا فیصلہ کرے گي - یہي وقت ھے جو ھمیشہ کے لیے ھماري فتح و شکست کا فیصلہ لکھہ دےگا - آؤ ' اپني قسمت کي تعمیر کریں - اپني عزت و اقبال کو ڈوبنے سے بچالیں - اپني فتح کو شکست کے لیے نہ چھوڑدیں - اسلام کے دامن کے لیے دھبہ نہ بنیں جوکبھي محو نہ ھو - ھندوستان کي آزادي اور نجات کي اُمید تاراج نہ کردیں ' جو صدیوں تک واپس نہ مل‌سکے !

(راہ عـــمـــل)

ھمارے کام کا راستہ بالکل صاف ھے - ھماري کامیابي کے لیے کوئي روک نہیں - یقیناً خدا کي رحمتوں نے ھمارا ساتھہ دیا ' اور ھم پر ایسي راہ عمل کھول دي کہ جب تک ھم خود اپنے کو شکست نہ دینا چاھیں ' کوئي ھمیں شکست نہیں دے سکتا -

ھم نے اول دن ھي سے قرباني اور استقامت کا اعلان کیا ھے - " قرباني " سے مقصود یہ ھے کہ مقصد کي راہ میں ھر طرح کي تکلیف و مصیبت جھیلتے رھنا - " استقامت " سے مقصود یہ ھے کہ راہ میں جمے رھنا اور کبھي اس سے منہ نہ موڑنا -

پھر بتلاؤ ' گورنمنٹ یا گورنمنٹ سے بھي کوئي بڑي طاقت اس کے مقابلے میں کیا کرسکتي ھے ؟ کیونکر وہ ھمیں روک سکتي ھے ؟ اور کس طرح ھم پر غالب آسکتي ھے ؟ فوج ھو تو اُسے شکست دي جاے' قلعے ھوں تو اُنھیں ڈھا دیا جاے ' دیواریں ھوں تو اُنھیں گرا دیا جاے ' ھتیار ھوں تو اُنھیں چھین لیا جاے - لیکن جو قوم قربان ھونے اور مٹنے کے لیے طیار ھوگئي ھو اور صرف قربان ھونا اور جان پر کھیل جانا ھي اُسکي فوج اور ھتیار ھو ' اُس کا مقابلہ کس چیز سے کیا جائیگا ؟ جسموں کو مارا اور ھتیاروں کو چھینا جاسکتا ھے ' لیکن دلوں کے عشق اور روحوں کے ایمان کے لیے نہ کوئي کاٹ ھے ' نہ کوئي آگ -

دکھلا سکي ؟ یہ الفاظ بھي ٹھیک نہیں - یوں پوچھنا چاھیے کہ کیا وہ کوئي ایک بات بھي ھماري مخالفت میں کرسکي ؟ وہ تو اور زیادہ ھمارا ساتھہ دے رھي ھے - عین ھماري آرزوؤں اور خواھشوں کے مطابق ھمیں کامیابي کي طرف کھینچ رھي ھے -

وہ زیادہ مخالف ھوئي تو اُس نے زیادہ گرفتاریاں شروع کردیں ' لیکن گرفتاریوں ھی کے لیے تو ھم نے اپنا پرو گرام بنایا تھا ؟ وہ زیادہ سختي پر آئي تو اُس نے بڑے بڑے لیڈروں پر بھي ھاتھہ بڑھایا ' لیکن تحریک کي طاقت اور ترقي کے لیے بھي تو ھم اسی بات کے طلبگار تھے ؟ حتی کہ گرفتاریوں کے لیے گورنمنٹ کو بلاوے دیتے دیتے تھک گئے تھے ؟ وہ زیادہ مقابلے میں سرگرم ھوئي تو والنٹیر کورز توڑ ڈالي گئیں ' لیکن یہ تو عین ھماري دستگیري ھے اور سچ مچ کو ھمیں کام پر لگادینا ھے - کیونکہ سول ڈس اوبیڈینس کے لیے ھمیں کسي ایسي ھي بات کي تلاش تھي - ھم کب سے اس موقعہ کے انتظار میں راہ تک رھے تھے ؟ پھر یہ کیسي مخالفت ھے جو عین موافقت کا کام دے رھي ھے ؟ اور کیسا مقابلہ ھے جس کا ھر وار ھمیں ایک نیا ھتیار بخش دیتا ھے ؟ فی الحقیقت یہی ایمان و صبر کی راہ کا معجزہ ھے ' اور یہی وہ راز ھے کہ ایمان اور قربانی کے مقابلے میں طاقت کا سارا ساز و سامان بیکار ھو جاتا ھے - دنیا میں شکست دینے اور مٹانے کے جتنے بھی ھتیار ھیں ' اُن میں سے کوئی ھتیار بھی اس پر غالب نہیں آ سکتا -

(گورنمنٹ کي رھنمائي)

میں سچ سچ کہتا ھوں کہ اس وقت ھماري تحریک کي طاقت اور فتح کے لیے ھمارا بڑا سے بڑا طاقتور دوست اور رھنما بھي ھم پر وہ احسان نہیں کرسکتا تھا جو گورنمنٹ نے خلافت اور کانگرس والنٹیر کورز کو توڑ کر ھم پر کردیا ھے - اُسنے عین وقت پر ھماري مدد کي - وہ ھماري مدد کیوں کرتي ؟ لیکن اُسي کارساز قدرت نے اُس کے ھاتھوں کرائي جو ھمیشہ اپني نیرنگیوں کے اچھنبے دنیا کو دکھلاتا رھتا ھے - ٹھیک ٹھیک یہ اُسي وقت ھوا جبکہ ھم میں سے ھر دل بڑي بیقراري کے

همکو گورنمنت شکست نہیں دے سکتی - پر هماري غفلت همیں پیس ڈالے گي - هم کو فوجیں پامال نہیں کرسکتیں لیکن همارے دل کي کمزوري همیں روند ڈالے گي - همارے دشمن اجسام نہیں هیں - عقائد اور اعمال هیں - اگر همارے اندر ڈر پیدا هوگیا ' شک و شبه نے جگه پالي ' ایمان کي مضبوطي اور حق کا یقین ڈگمگا گیا ' هم قرباني سے جي چرانے لگے ' هم نے اپني روح فریب نفس کے حواله کردي ' همارے صبر اور برداشت میں فتور آگیا ' هم انتظار سے تهک گئے' طلبگاري سے اُکتا گئے ' هم میں نظم نه رها ' هم اپني تحریک کے تمام دلوں اور قدموں کو ایک راه پر نه چلاسکے ' هم سخت سے سخت مشکلوں اور مصیبتوں میں بهی امن اور انتظام قائم نه رکهه سکے ' همارے باهمي ایکے اور یگانگت کے رشته میں کوئی ایک گره بهي پڑگئي ' غرضکه اگر دل کے یقین اور قدم کے عمل میں هم پکے اور پورے نه نکلے ' تو پهر هماري شکست ' هماري نامرادي' هماري پامالي ' همارے پس جانے ' همارے نابود هوجانے کے لیے نه تو گورنمنت کي طاقت کي ضرورت هے ' نه اس کے جبر و تشدد کي - هم خود هي اپنا گلا کاٹ لینگے ' اور پهر صرف هماري نامرادي کي کہاني دنیا کي عبرت کے لیے باقي رہ جاے گي !

هماري طاقت بیروني سامانوں کي نہیں هے که اُنهیں کهوکر دوباره پالیں گے - هماري هستي صرف دل اور روح کي سچائیوں اور پاکیوں پر هے' اور وه همیں دنیا کے بازاروں میں نہیں مل سکتیں - اگر خزانه ختم هو جاے تو بٹور لیا جاسکتا هے - اگر فوجیں کٹ جائیں تو دوباره بنالی جاسکتي هیں - اگر هتیار چهن جائیں تو کارخانوں میں ڈهال لیے جاسکتے هیں - لیکن اگر همارے دل کا ایمان جاتا رها تو وه کہاں ملے گا ؟ اگر قرباني و حق پرستي کا پاک جذبه مٹ گیا تو وه کس سے مانگا جائیگا ؟ اگر هم نے خدا کا عشق اور ملک و ملت کي شیفتگي کهو دي تو وه کس کارخانے میں ڈهالي جائیگي ؟

(گورنمنت کي مخالفت یا اعانت ؟)

گورنمنت نے آخري حمله کے لیے هتیار اُٹها لیے - لیکن پهر کیا هوا ؟ کیا **هماري شکست ' هماري پامالي ' هماري ناکامیابي کے لیے کوئي بات بهي**

اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنكُمْ

رسالہ

مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب

از

ابو الکلام

جو پہلے خطبۂ صدارت کی صورت مین پراونشیل خلافت کمیٹی بنگال کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا۔ اب مصنف کی نظر ثانی، مطالب کی تقسیم و تبویب، مجمل بیانات کی مزید تفصیل، متعدد اہم فصول و مباحث کا اضافہ اور بعض ضروری ضمیمون کی تذئیل کے بعد مکرر شائع کیا جاتا ہے

تم مسلمان، جو ایک زمانے مین اللہ اور اُس کے دین برحق کے لئے سب کچھ کر سکتے تھے کیا اب اتنا بھی نہین کر سکتے کہ اُس کے احکام اُس کے غافل بندون تک پہنچا دو؟ تم کو آرام نہین لینا چاہیے جب تک کم از کم دس مسلمانون تک وہ تمام احکام نہ پہنچا دو جو اس رسالہ مین درج ہین۔ اور چاہیے کہ اُن مین سے ہر ایک کو وصیت کرو کہ اسی طرح دس آدمیون تک پہنچا دے۔ فلیبلغ الشاهد الغائب، فان الشاهد عسیٰ ان یبلغ من هو اوعیٰ له منه

البلاغ پریس کلکتہ

ساتھہ اس کي ضرورت محسوس کررھا تھا - یہ گویا آسمان کي فیاض اور وقت شناس بارش ھے جو نہ تو پہلے آئي اور نہ دیر کرکے آئي - ٹھیک اُسي وقت آئي جبکہ تمام کھیت اس کي راہ تک رھے تھے : و من آیاتہ ان یریکم البرق خوفا و طمعا !

اس وقت تحریک کي کامیابي کے لیے سب سے زیادہ ضروري اور ناگزیر عمل " سول ڈس اوبیڈینس " کا تھا - یعنی اس بات کا تھا کہ سول قوانین کی تعمیل سے انکار کردیا جاے اور قید خانے بھرکر گورنمنٹ کے تشدد کو تھکادیا جاے - اس کي کامیابي کے لیے کامل نظم و امن اور صبر و استقامت کي ضرورت تھي اور نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وقت پر اس کي شرطیں پوري ھوسکیں گي یا نہیں ؟

سول ڈس اوبیڈنیس کي دو صورتیں ھیں :

ایک یہ کہ کوئي خاص معین قانون ھو جو ھماري تحریک کے جائز اور با امن کاموں کو جبراً روکتا ھو' اور صرف اسي کي عدم تعمیل سے کام شروع کیا جاے - یہ صورت محض دفاعي ھے - اور اسلیے سب سے زیادہ محفوظ اور کامیاب ھے - کیونکہ اس میں میدان عمل محدود رھتا ھے' اور صرف وھي لوگ اس میں آسکتے ھیں جو اچھي طرح اس کے لیے طیار ھوں -

دوسري صورت یہ ھے کہ کوئي ایسا خاص قانون تو سامنے نہ ھو' مگر عام طور پر تمام سول قوانین کي تعمیل سے انکار کردیا جاے - اس میں زیادہ اولو العزمي اور دلیري ھے کیونکہ یہ دفاعي عمل نہیں ھے - جارحانہ ھے - لیکن ساتھہ ھي بہت نازک اور کٹھن بھي ھے - اس کو صرف دو چار آدمی کرکے نتیجہ نہیں پیدا کرسکتے جب تک بڑي جماعت اور پوري آبادی نہ کرے' اور ظاھر ھے کہ پوری آبادی کا اس کي مشکلات پر غالب آنا اور تمام شرطوں میں پورا اُترنا آسان نہیں ھے -

آل انڈیا کانگریس کمیٹي نے جب کوئي پہلي صورت سامنے نہ دیکھي تو دوسري صورت اختیار کي - لیکن اس کے لیے ضروري شرطیں بھي ٹھہرا دیں - یہ شرطیں ایسي ھیں جو اسوقت صرف چند خاص مقامات ھي میں پوري ھوسکتي ھیں - اس لیے لوگوں کو مایوسي ھوئي اور تمام کارکن حلقے کام میں شریک نہ ھوسکے -

فهرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل

من الحق ؟ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل،

فطال علیھم الامد، فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (۵۷:۱۶)

کیا مسلمانون کے لئے اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ اُن کے دل

اللہ اور اُس کے حکمون کے آگے جُھک جائین اور غفلت و نافرمانی سے

باز آئین ؟ اور اُن لوگون کی طرح نہ ہوجائین جن کو مسلمانون ہی

کی طرح کتاب الٰہی دیگئی تھی (یعنے یہود) لیکن جب ایک بڑی مُدّت

گزر گئی تو غفلت مین رہتے رہتے اُن کے دل سخت ہوگئے۔ احساس

جاتا رہا۔ غیرت و حمیت مٹ گئی۔ سچّے دلون کی وہ نرمی اور اثر پذیری

نہ رہی جو صدائے حق سُنتے ہی چونک اُٹھتی ہے۔ فھل من مدّکر؟

مقدمه

طبع ثانی

الحمد لله وحده - چار مہینے ہوے ' یہ رسالہ خطبۂ صدارت کي صورت میں شائع ہوا تھا - اب مزید تہذیب و ترتیب اور اضافۂ فصول و مطالب کے ساتھہ باردوم شائع کیا جاتا ھے -

پچھلے ایڈیشن سے تقریباً ایک ثلث مطالب اس میں زیادہ ھیں - وہ تقریر کي شکل میں تھا - اس لیے ابواب و فصول منضبط نہ تھے - اب یہ کمي پوري کردي گئی ھے -

اس ایڈیشن کے حسب ذیل اضافات خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ھیں :

(۱) آیۂ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم میں تحقیق معني " اولی الامر " جسکي طرف پہلے سرسري اشارہ کیا گیا تھا -

(۲) شرح حدیث حارث اشعري مندرجۂ مسند و ترمذي ' اور نظام و قوام جماعت -

(۳) اشتراط قرشیۃ کا مبحث اب بالکل مکمل و مختتم کردیا گیا ھے - حتی الوسع مسئلہ کا کوئی ضروري پہلو بحث و نظر سے باقی نہیں رہا - پہلے ایڈیشن میں حدیث امامۃ قریش کے بعض طرق و سلاسل غیر ضروري سمجھکر چھوڑ دیے تھے ' لیکن اب اُن پر بھی نظر ڈال لی ھے ' تاکہ بحث بالکل مکمل ھوجاے - دعوئے اجماع پر بھی بعض نئے مباحث ملینگے جو پہلے ایڈیشن میں نہ تھے - امید ھے کہ اصحاب نظر و بصیرۃ کے لیے یہ حصہ خاص طور پر موجب انشراح خاطر ' و رفع اضطراب ' و دفع شکوک و ارتیاب ھوگا -

(۴) مسئلۂ " حمل سلاح علی المسلم " کي طرف پہلے سرسری طور پر اشارہ کردیا تھا - اب ایک مستقل باب بڑھا دیا ھے ' اور اصولی طور پر مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب صاف ھوگئے ھیں -

میں - اس کے لیے توفیق الہی کا شکر گذار ھوں - بے شمار اصحاب نے جن میں ایک بڑی تعداد علماء کی ھے ' مولف کو مطلع کیا ھے کہ مسئلۂ خلافۃ کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات عارض تھے ' مگر اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد وہ پوری طرح مطمئن ھوگئے - واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل -

یہ امر بھی قابل ذکر ھے کہ مولف نے گذشتہ فروری کے اجلاس خلافت کانفرنس بنگال میں جب اس رسالہ کے مطالب پر تقریر کی ' تو بیان کیا تھا کہ *اگر موجودہ حالات میں تبدیلی نہ ھوئی تو مسلمانوں کیلیے ضروری ھوجائیگا* کہ اُس حکم شرعی پر عمل پیرا ھو جائیں جسکو مولف " ترک موالات " کے نام سے موسوم کرتا ھے - پھر اُس کی تشریح بھی کردی تھی ' اور بتلایا تھا کہ از روے نص قرآنی مسلمانوں کا اولین عمل فریق محارب کے مقابلے میں یہی ھونا چاھیے -

اگرچہ اُس وقت بجز مہاتما گاندھی جی کے تمام ارباب کار نے اس مسئلہ سے سرد مہری برتی اور طرح طرح کے عذرات پیش ھوتے رھے ' تاھم حکم قرآنی کی الہامی و ربانی صداقت بالاخر فتح یاب ھوئی ' اور رفتہ رفتہ تمام اصحاب کار کو طوعاً و کرھاً اس پر متفق ھو جانا پڑا :

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

اب ملک کی سیاسی جماعتیں بھی اس اعتراف میں ھمارے ساتھہ شریک ھیں ' اور یقین کرتی ھیں کہ ملک کی نجات کیلیے اسکے سوا کوئی راہ نہیں - یہ یقیناً کار فرماے غیب ھی کی کارسازی ھے کہ اُسنے ملک کی ایک راست باز غیر مسلم ھستی یعنی مہاتما گاندھی جی کے صداقت اندیش دل کو بھی خود بخود اس حقیقت کے علم و فہم کیلیے کھول دیا ' اور انھوں نے بھی چارۂ کار دیکھا تو وھی تھا جو تیرہ سو برس پہلے مسلمانوں کو بتلادیا گیا ھے -

۲۰ - جنوری سنہ ۲۰ - کو جب دھلی میں خلافت ڈیپوٹیشن کی ایک صحبت مشورۃ منعقد ھوئی اور سب سے پہلی مرتبہ " نان کو اپریشن " کی تجویز بحث میں آئی ' تو اُسوقت صرف مسٹر گاندھی اور مولف رسالہ ھی کے دل و زبان پر تھی - باقی یا متردد تھے یا مخالف - لیکن

(۵) حکم دفاع کا حصہ بھی پہلے سے زیادہ مشرح و مکمل ہے -

مسئلۂ خلافت تاریخ اسلام کے اُن نہایت نازک اور مزلۂ اقدام مسائل میں سے ہے جو میدان تقاتل و تزاحم سے کہیں زیادہ صفحات کتب اور مجالس بحث و نظر میں معرکۃ الارا رہچکے ہیں ' اور بعض اندرونی فرق و طوائف کی نزاعات اور مختلف عہدوں کے پولیٹکل اثرات کی آمیزش و احاطہ نے مسئلہ کی صاف و سہل الفہم صورت کو طرح طرح کی مشکلوں اور پیچیدگیوں سے غبار آلود کردیا ہے - علی الخصوص نصوص سنت کی تشریح ' بے شمار اور بظاہر مختلف احادیث کی تطبیق و توفیق ' اُنکے فقہ و حکم کی معرفت و تحقیق ' اور ہر حکم کو اُسکے صحیح محل پر وارد و محمول کردینے کا معاملہ نہایت غور و فکر اور وسعت نظر و رسوخ علم کا محتاج ہے - فکر کی ذرا سی لغزش اور نظر کی تھوڑی سی کوتاہی بھی نہایت سخت غلطیوں کا موجب ہو جاسکتی ہے -

با ایں ہمہ مسئلہ کی تمام مشکلات جس طرح حل ہوگئی ہیں ' اور ضمناً جابجا متعدد اصولی مسائل و مباحث کی نزاعات قدیمہ کا جسطرح بکلی خاتمہ کردیا گیا ہے ' اُسکا اندازہ صرف وہی اصحاب علم و بصیرۃ کرسکتے ہیں جنکو بحث و نظر کی اِن وادیوں میں قدم رکھنے کا اتفاق ہوا ہے ' اور جو ان مسائل کو اُنکے اصلی مصادر و موارد اور متداول کتب قوم میں دیکھہ چکے ہیں ' اور مشکلات کار کے اندازہ شناس ہیں - و قلیل ما ہم -

معہذا اختصار مانع تشریح و تفصیل رہا ' اور اکثر مقامات میں اسطرح اشارات کرنے پڑے ' گویا مخاطبین کی نظر و معلومات بطور مقدمہ کے فرض کرلی ہے - بدقسمتی سے یہ مقدمہ محل نظر ہے ' مگر بغیر اسکے چارہ بھی نہ تھا - افسوس کہ ان مباحث کی نسبت خود مدعیان علم پر بھی عام طور پر واعظانہ و خطیبانہ رنگ غالب ہے - نظر و تحقیق سے ذوق رکھنے والے ناپید ہیں - اور ہمارے حصہ میں ایک ایسا عہد آیا ہے کہ اگر اس سے بھی زیادہ خیرہ مذاقی و کم نظری کا ماتم پیش آ جاے تو گلہ مند نہ ہونا چاہیے :

کم اردنا ذاک الزمان بمدح
فشغلنا بذم ھذ الزمان !

البتہ اس رسالہ کے طبع اول کی اشاعت سے مسئلہ کے تسلیم و اعتراف کا جو اقبال عام طور پر ظہور میں آیا - علی الخصوص طبقۂ علماء کرام

مقـــدمـــه

(طبع اول)

مسئلۂ خلافت و بلاد مقدسه کي نسبت مسلمانوں کے مطالبات کي تمام تر بنیاد احکام شرعیه پر هے - اسلیے سب سے مقدم کام یه تها که ایک مبسوط تحریر اس موضوع پر شائع کي جاتي ' جسمیں تمام احکام شرعیه کي پوري طرح شرح و تحقیق هوتي ' اور جسقدر شبہات اس بارے میں پیدا هو سکتے هیں ' اُن سب کا کماحقه ازاله کردیا جاتا -

یه رساله اسي غرض سے شائع کیا جاتا هے -

۲۸ - ۲۹ - فروری سنه ۲۰ کو بنگال خلافت کانفرنس کا اجلاس کلکته میں منعقد هوا - اس اجلاس کیلیے مولانا ابوالکلام نے یه رساله بطور خطبۂ صدارت کے صفحۂ ۹۱ - تک لکھا تھا - بعد کو بقیه مباحث بھي انہوں نے بڑھا دیے تا که اس موضوع پر ایک مکمل تحریر مرتب هوجاے - جلسه میں مولانا نے اپني عادت کے مطابق محض زباني تقریر کي تھي ' اور اسي کے ضمن میں احکام و دلائل کا خلاصه بھي آگیا تها - چنانچه تمہید اور خاتمه کا حصه وهي هے جو اس زباني تقریر سے قلمبند کیا گیا تها - البته تحریر سے بعض ایسے حصے نکالدیے گئے ' جو مسئله کے سیاسي و ملکی پہلو سے تعلق رکھتے تھے - مثلاً هندو مسلمانوں کا اتحاد ' اور دنیا کا مستقبل عالمگیر امن - تا که یه رساله صرف احکام شرعیه کي بحث و تحقیق کیلیے خاص هوجاے ' اور اُن مباحث کو علحده رسالوں کي شکل میں شائع کیا جاے -

اس رساله کي اشاعت سے تبلیغ و اشاعت کا پہلا کام انجام پا گیا - یعنے مسئله پر شرح و بسط کے ساتھه ایک مکمل بحث هوگئي جسکا خطاب زیادہ تر حضرات علماء سے هے -

نیز ایک ایسا جامع رساله طیار هوگیا ' جسمیں مسئله کا تمام ضروري مواد موجود هے - اب جو ارباب قلم اور کارکنان مجالس خلافت تبلیغ و اشاعت کیلیے مضامین شائع کرنا چاهیں ' وہ اس مواد کو پیش نظر رکھکر مختلف پیرایوں اور شکلوں میں متعدد رسالے مرتب کرلے سکتے هیں -

کلکته | محمد اکرم خان

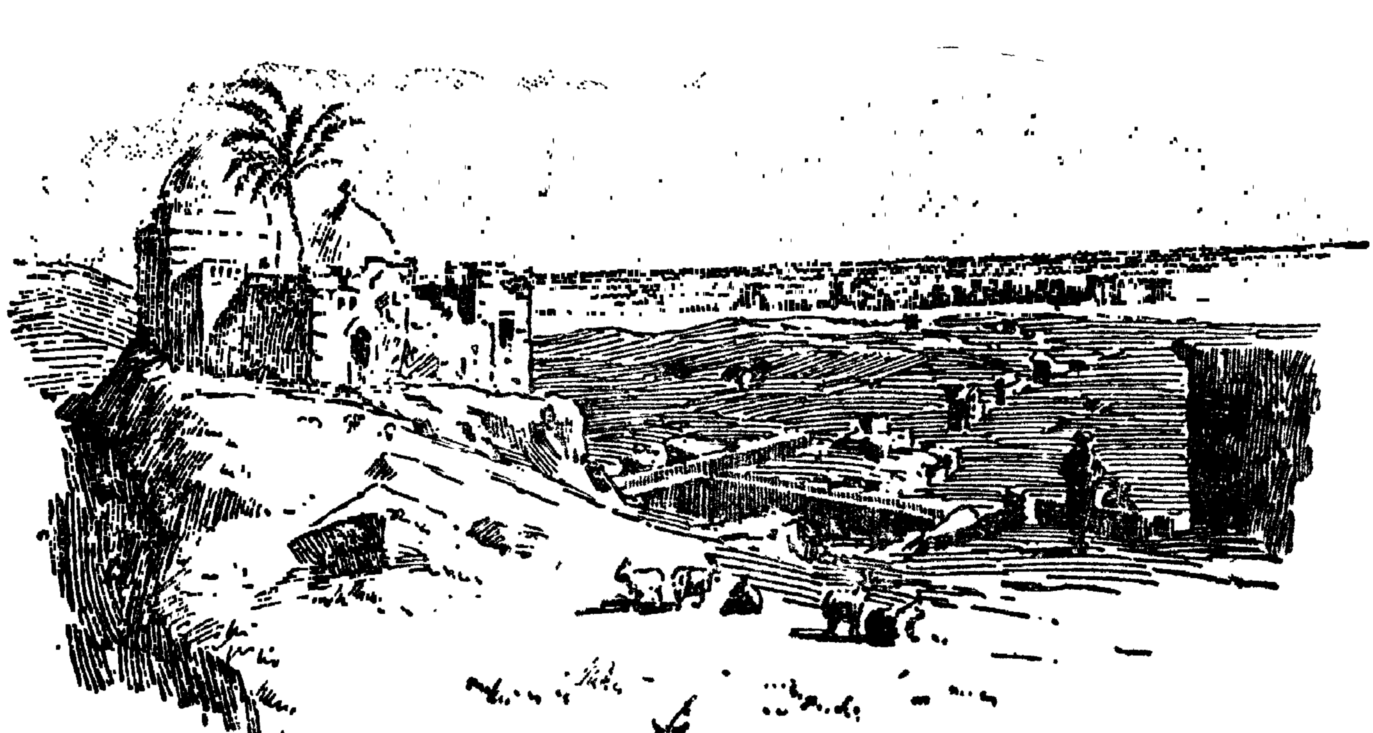
مئي سنه ۱۹۲۰ع | آنریری سکریٹری خلافت کمیٹي بنگال -

الحمد للہ کہ آج ملک کے تمام مسلم و غیر مسلم ارباب عمل و صفا کا متفقہ اعلان یہی ہے !

یہاں یہ ظاہر کردینا بھی ضروری ہے کہ اس رسالہ میں مسلمانان ہند کے فرائض و اعمال کی نسبت جو کچھہ بصیغۂ استقبال لکھا گیا تھا ' وہ اشاعت کے بعد حال کے حکم میں آگیا ہے - موجودہ صورت حال یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں پر کیا کیا فرائض عائد ہوجائینگے ؟ بلکہ یہ ہے کہ جو کچھہ عائد ہونا تھا ہوچکا - اب سوال جستجوے احکام کا نہیں ہے - اداء فرض کا درپیش ہے - رسالہ کے آخری ابواب میں مختصراً اس طرف اشارات کیے گیے ہیں - تفصیل دوسرے حصہ میں ملیگی جو " ترک موالات " کے نام سے (مع مفصل طریق عمل و ترتیب کار) خلافت کمیٹی کی جانب سے شائع ہونے والا ہے اور جسکو آجکل قلمبند کر رہا ہوں - فان اعش ' فسأ بینہا لکم ' و إن امت ' فما انا بصاحبتکم بحریص - والحمد للہ اولاً و آخراً -

۹ - محرم سنۂ ۱۳۳۹ — احمد

(پنجاب میل - اسٹیشن کانپور) — کان اللــــہ لہ



راہ تھی - موجودہ زمانے کي مصطلحہ لیڈرشپ کي راہ نہ تھی - میرے سامنے اتباع و اقتداء کیلیے نوع انساني کے اُن مخصوص افراد کا نمونہ تھا جو دنیا میں خدا کے رسولوں اور پیغمبروں کے نام سے پکارے گئے ھیں' اور جنکے طریق عمل کو اسلام کي اصطلاح میں " حکمت " اور " سنۃ " کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ھے - میں اپنی راہ طلبي کا ھاتھہ ابراھیم و محمد (علیھما الصلوۃ و السلام) کے رھنما ھاتھوں میں دیدینے کیلیے مضطر تھا - گریبالڈی' میزیني' یا گلیڈ اسٹن اور پارنل بننے کا عشق میرے اندر نہ تھا - پس یہ تو ضروري تھا کہ میرا وجود کسي گوشۂ فقر و نامرادي میں خدمت و محنت کا ایک غیر دلچسپ منظر ھوتا' یا انسانوں کے کسي ھجوم میں ایک پکارنے والے کی بے پروا پکار - لیکن یہ بالکل ناممکن تھا کہ بیسویں صدی کے فراموش کردہ عہد نبوۃ و مذاھب کا ایک دلدادہ' انجمنوں کا عہدہ دار اور مجلسوں کا باقاعدہ پریسیڈنٹ ھو - خدا کے رسولوں کا طریق خدمت و دعوۃ' اور بیسویں صدي کے لیڈروں کا طریق ریاست و حکومت' ایک زندگی میں جمع نہیں ھوسکتے !

حضرات ! مذھب عمل کے اس بنیادي اعتقاد نے میرے لیے قدم قدم پر مشکلات پیدا کردیں - باوجود کارکن رفیقوں کي موجودگي کے مجھے ھمیشہ اپني راہ میں صحرا کے درخت کی طرح بے مونس و رفیق اور صرف اپنے سایہ ھي پر قانع رھنا پڑا - یہ مدنیۃ زار عالم جو اپنے ھر گوشہ میں معیتوں اور رفاقتوں کے راحت افزا جلوؤں سے معمور ھے' میرے لیے ھمیشہ سمندر رھي یا ایک صحراے ریگ زار' لیکن کبھی ایک آبادی اور بستی کا اُس نے کام نہیں دیا' اور نہ کبھي میں اپنے تئیں اس قابل بنا سکا کہ اُسکی رفاقتوں کا ساتھہ دے سکوں - تاھم آپ حضرات کیلیے یہ عرض کرنا ضروری نہیں ھے کہ جہاں تک ایک ناچیز انساني ھستي ارادہ کے ساتھہ عمل کو جمع کرسکتی ھے' میں اپنے اصولوں پر قائم رھنے کیلیے ھمشیہ سخت رھا ھوں' اور موجودہ زمانے کی لیڈر شپ کی دلفریب سے دلفریب نمائشیں اور ابناء عصر کي رفاقت و معیت کي صبر آزما دلچسپیاں بھي کبھی اس بارے میں میرے لیے موثر نہیں ھوئي ھیں -

اسي بنا پر جب آپکے لائق اور سرگرم سکریٹری کا تار مجھے بنارس میں ملا اور انھوں نے لکھا کہ کانفرنس کي صدارت تم کو منظور کرلیني چاھیے تو میں نے اداء تشکر و امتنان کے بعد اپنے آپکو اس سے معذور ظاھر کیا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به و نتوكل عليه - و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا - من يهدي الله فلا مضل له ' و من يضلله فلا هادي له - و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له - ونشهد ان سيدنا محمد عبده و رسوله - صلی الله عليه و علی اله و اصحابه وسلم -

برادران و بزرگان ملک و ملت !

آپکے صوبے کی یہ پہلی خلافت کانفرنس ہے جسکی صدارت کي عزت مجھے دي گئي ہے - آپکی کمیٹي کے معزز ارکان میں سے ہر رکن یقینا اس بات سے واقف ہوگا کہ اس قسم کي رئیسانہ اور رسمي حیثیت کا اختیار کرنا میري زندگي میں سب سے پہلا واقعہ ہے ' اور اُس طریق عمل سے مجھے رزگردان و منحرف ثابت کرتا ہے جس پر نہایت اصرار کے ساتھہ قائم رہنے کي ہمیشہ کوشش کرتا رہا ہوں - سنہ ۱۹۱۱ع میں جبکہ میري موجودہ پبلک زندگي کا بالکل ابتدائي عہد تھا ' مجھے موقعہ ملا کہ اپني آئندہ زندگی کیلیے ایک " مذہب عمل " قرار دے لوں - خدمت ملک و ملت کے دشت ناپیدا کنار کي طرف قدم اُٹھاتے ہوے اصول عمل کي مختلف راہیں میرے سامنے تھیں ' اور میں چاہتا تھا کہ میرا سفر اُس دانشمند مسافر کي طرح ہو جس نے سفر سے پہلے راہ و منزل کے سارے مرحلوں پر غور کرلیا ہے - اُس طوفاني کشتي کي طرح نہو جس نے ہوا کے جھونکوں اور سمندر کي موجوں پر اپنے سفر کا رخ اور کنارے کی جستجو چھوڑ دي ہے - اُسوقت اپنے مذہب عمل کي نسبت جن اصولي مسائل کا میں نے قطعي فیصلہ کرلیا تھا ' اُن میں ایک خاص مسئلہ یہ بھي تھا کہ اپني زندگی کے ہر حصہ میں ہمیشہ مجلسوں کی صدارت ' انجمنوں کے عہدوں ' اور اسی طرح کے تمام رئیسانہ اور رسمي منصبوں سے یکقلم کنارہ کش رہونگا -

یہ فیصلہ در اصل میرے ایک بنیادي اور دیني اعتقاد کا قدرتي نتیجہ تھا - میں نے اپنے لیے جو راہ عمل منتخب کي تھي ' وہ دعوۃ و تبلیغ کي

بینی، اور حیلہ جوئی و بہانہ سازی میں امتیاز کی راہ مسدود ہے، اور عزم و یقین کی جگہ ظن و شک اور خوف و ہراس کی حکومت قائم ہے - زبانوں کی لکنت گو دور ہوچکی، اور شاید چہروں کا ہراس بھی جاتا رہا لیکن دلوں کی دہشت بدستور باقی ہے، اور ایمان کی کمزوری نے ابتک روحوں کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے - زبانیں جسقدر تیز ہیں، قدم میں آتنی تیزی نہیں ہے - اور اعلان جسقدر بلند آہنگی اور رعد آسائی رکھتا ہے، عمل میں اسقدر بلند پیمائی نظر نہیں آتی - نیند گو ٹوٹ چکی، اور شاید خفتگان بستر غفلت کروٹیں بھی بدل چکے، لیکن آنکھوں میں خمار بدستور باقی ہے، اور دھواں بڑھتا جاتا ہے لیکن شعلوں کی چمک کہیں نظر نہیں آتی - اگرچہ خدا کے مقدس نام کی تقدیس سے اب کوئی زبان نا آشنا نہیں رہی، لیکن دلوں میں خدا کے ساتھ انسانوں کا ڈر اور ایمان کے ساتھ نفس کا عشق بھی باقی ہے : یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا (۴ : ۱۴۹) اور چاہتے ہیں کہ ان دونوں راہوں کے بین بین کوئی تیسری راہ اختیار کریں - حالانکہ تیسری راہ اس آسمان کے نیچے کوئی نہیں - راہیں صرف دو ہی ہیں - فمن شاء فلیؤمن، و من شاء فلیکفر - حضرت مسیح نے کہا ہے : " ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کرسکتا " قرآن کا بھی فیصلہ یہی ہے :

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (۳۳ : ۴) یعنی :

سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے !

حضرات ! مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کیجیے اگر میں حقیقت کو اس سے بھی زیادہ بے نقاب دیکھنا چاہوں - افسوس کہ وقت کی جلدی اور قانون قدرت کی بے صبری نے ہماری غفلتوں کا ساتھہ نہیں دیا - وہ اپنی ازلی بے پروائی کے ساتھہ نتائج و عواقب کی آخری منزل تک بڑھتا چلا آیا ہے - اب موت و حیات، بقاؤ فنا، ایمان و کفر، اور خدا اور ماسوی اللہ کی منزل ہمارے سامنے ہے، اور اسلیے میں قابل ملامت نہیں ہوں اگر حسن بیان اور بلاغت اظہار کے پرپیچ آداب و قواعد کو موت و حیات کی کشمکش میں سنبھال نہیں سکتا - یہ حالات دیکھکر میں نے ارادہ کرلیا کہ اگر مجھکو ایک مجلس کے صدر کی حیثیت سے اظہار مطالب کا موقعہ ملتا ہے تو میں اس سے انکار نہ کروں، اور اگر صدارت کے حقوق و اختیارات کو اصل مقصد کیلیے استعمال کرسکتا ہوں تو اسکو ایک مفید فرصت تصور

ليکن جب ميں کلکته پهنچا اور اس بارے ميں زباني گفتگو هوئي تو کچهه عرصه کي رد و کد کے بعد ميں نے منظور کرليا - ميں اعتراف کرتا هوں که يه يقيناً اپنے دستور العمل سے ايک کهلا انحراف هے ' ليکن آپ يقين کيجيے که اس انحراف کيليے جس چيز نے مجهے مجبور کيا ' اسکي حفاظت بهي ميرے ليے تمام اصولوں اور قاعدوں سے زياده ضروري تهي - اصول مقاصد کيليے هيں - مقاصد اصول کيليے نهيں هيں - پس دنيا کے اس سچے اور قدرتي قانون کي بنا پرکه هر بڑي چيز کيليے چهوٹي چيز کو اور هميشه مقاصد کيليے وسائل کو قربان کرديدنا چاهيے ' ميں طيار هوگيا که مقصد کي راه ميں مقصد کے ايک وسيلے يعني اپنے طريق عمل کو خير باد کهدوں ' اور اس مجلس کي صدارت منظور کرنے سے انکار نه کروں -

حضرات ! ميں چاهتا هوں که نهايت صفائي کے ساتهه بے پرده وه اصلی سبب بهي عرض کردوں جس نے مجهے يکايک اپنے طريق عمل کے برخلاف اس بات کيليے آماده کرديا - آپ کو معلوم هے که مجهے نظر بندي کے گوشۂ قيد و عزلت سے نکلے هوے بمشکل ابهي پورے دو مهينے هوے هونگے - ليکن اس تهوڑے عرصے کے اندر هي ميں نے پوري طرح اندازه کرليا هے که موجوده اسلامي و ملکي مسائل کي نسبت کام کرنے والوں کے طريق عمل کا کيا حال هے ؟ مجهے صاف صاف عرض کرديدنا پڑتا هے که ملک کے کار فرما طبقه کي نسبت اب سے سات سال پہلے جو رائيں ميں نے قائم کي تهيں ' اور جنکي وجه سے بسا اوقات نهايت قيمتي اور محبوب رفاقتوں سے بهي دست بردار هو جانا پڑتا تها ' بدقسمتي سے ابتک اُن ميں تبديلي کا وقت نهيں آيا هے -

متضاد مناظر کا کچهه عجيب عالم هے جسکو اپنے چاروں طرف پاتا هوں - ايک طرف ملک کی عام پبلک هے ' اور سورج کي روشني کي طرح بالکل يقيني صورت ميں ديکهه رها هوں که زياده سے زياده اور بهتر سے بهتر حالت ميں وه کسي صحيح راه عمل پر چل کهڑے هونے کيليے منتظر و مستعد هے - دوسري طرف کام کرنے والوں کي جماعت هے ' اور جس جس پہلو سے ديکهتا هوں ' اسپر ابتک وهي تذبذب و اضطراب اور تزلزل و انتشار کا عالم طاري نظر آتا هے جو تمام پچهلے دوروں ميں طاري ره چکا هے - ابتک مقاصد سے اعراض هے اور وسائل ميں انهماک - ابتک حقيقي مصلحت

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و كفی - و سلام علی عباده الذین اصطفی

باب

— : * : —

فصل

(خلافة)

" خلافة " عربي کي ایک مصدر هے - اسکا ماده هے " خلف " - اور اسي سے هے " خلیفه " - خلیفه کے لغوي معني نیابت اور قائم مقامي کے هیں " من قولک خلف فلان فلانا في هذا الامر اذا قام مقامه فیه بعده " [ابن فارس] یعني اگر ایک شخص کسي دوسرے شخص کے بعد اسکا نائب و قائم مقام هوا تو یه خلافت هوئي ' اور لغة میں اسکو خلیفه یعنے بعد کو آنے والا اور قائم مقام کهینگے - خواه یه نیابت سابق کي موت و عزل کي وجه سے هوئي هو ' یا غیبت کي وجه سے ' یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کر دینے کي وجه سے - مفردات امام راغب میں هے " الخلافة ' النیابة عن الغیر ' إما بالغیبة المنوب عنه ' و إما لموته ' و إما لعجزه ' و إما لتشریف المستخلف " (صفحه ١٥٥)

یه لفظ بهي قران حکیم کے اختیارات لغویه میں سے هے - یعني عربي زبان کے اُن لفظوں میں سے هے جنکو لغة میں عام معاني کیلیے استعمال کیا جاتا تها مگر قرآن حکیم نے اپنے خاص مصطلحهٔ شرع معني کیلیے اختیار کرلیا - جیسے ایمان ' غیب ' تقدیر ' بعث ' صلواة وغیره ذلک - ایمان کے لغوي معني یقین و طمانیة اور زوال خوف و شک کے تهے ' لیکن قرآن حکیم نے اسکو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کیلیے استعمال کیا ' اور اب ایمان قرآن کي بولي میں عام لغوي معني کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار

کروں - شاید اس طرح اس صحیح راہ عمل کی طرف کوئی قدم اٹھہ سکے جسکو بارہ سال سے اپنے سامنے رکھتا ہوں لیکن رفیقان طریق نے ہمیشہ اس سے اعراض کیا ہے ' اور آج بھی جبکہ اُس اعراض کے نتائج سامنے ہیں ' تذبذب و اضطراب عمل ' عزم و ایمان کے استحکام پر غالب نظر آ رہا ہے -

حضرات ! صرف یہی ایک خیال تھا جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کردیا کہ آپنے اپنی محبت اور مہربانی سے جو عزت مجھے دینی چاہی ہے ' اُس سے گریز نہ کروں - میں آپکا شکر گزار ہوں ' اور آپکی دلی رفاقت و اعانت کا طلبگار - ہم سب کو اللہ کے فضل و توفیق پر اعتماد ہے جسکے بغیر کائنات ہستی کا کوئی ارادہ اور کوئی عمل کامیابی اور فلاح نہیں پاسکتا -

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہلے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے !

و ما توفیقی الا باللہ - علیہ توکلت و الیہ انیب -

ثم جعلناکم خلائف في الارض من بعدهم لننظر کیف تعملون ؟ (۱۴:۱۰)	پھر اُن قوموں کے بعد هم نے تم کو اُنکي جگه دي تاکه دیکھیں تمہارے کام کیسے هوتے هیں ؟
و اذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح - (۷ : ۶۸)	اور یاد کرو جب تم کو قوم نوح کے بعد اُنکا جانشیں بنایا -
یا داؤد انا جعلناک خلیفة في الارض (۳۸:۲۶)	اے داؤد ! هم نے زمین میں تم کو خلیفه بنایا -

اسي چیز کو زمین کي وراثت سے بھي تعبیر کیا گیا :

ولقد کتبنا في الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادي الصالحون (۲۱:۱۰۵)	اور زبور میں بھي همارا اعلان یهي تھا که یقیناً زمین کي حکومت همارے صالح بندوں هي کي وراثت میں آئیگي -

یهي چیز زمیں کي " تمکین " یعنی طاقت و عظمت کا جماؤ اور قیام بھي ھے جو سر زمین فراعنه میں کنعان کے ایک اسرائیلي نوجوان نے حاصل کي تھي، جبکه وہ غلامی کي حالت میں وهاں فروخت کیا گیا ' اور پھر اپنے عمل حق و صالح کي قوت سے ایک دن مصر کے تاج و تخت کا مالک هوگیا :

کذالک مکنا لیوسف - (۱۲ : ۵۶)	اس طرح هم نے یوسف کي عظمت مصر میں قائم کردي -

اور اسي کا مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا تھا :

الذین ان مکنا هم في الارض اقاموا الصلوة و آتوا الزکوة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر، و لله عاقبة الامور - (۲۲ : ۴۳)	وہ لوگ که اگر هم انکي طاقت زمین میں جمادیں تو اُنکا کام یه هوگا که نماز کو قائم کرینگے ' زکواۃ ادا کرینگے ' نیکي کا حکم دینگے ' اور برائي سے دنیا کو روکینگے

اس آیة کریمة سے صاف طور پر یه حقیقت بھي واضح هوگئي که تمکین في الارض یعنی حکومت کا مقصد اصلي قرآن حکیم کے نزدیک کیا ھے ؟ معلوم هوگیا که صرف یه ھے که الله کي عبادت دنیا میں قائم کي جاے ' نیکي اور راستي کا اعلان و ظهور هو ' برائي سے نوع انساني کے دلوں اور هاتھوں کو روک دیا جاے !

دوسري آیة میں اسکو خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا :

پا گئي هے - قرآن کي زبان ميں خلافة اور " استخلاف في الارض" اور " وراثت و تمکن في الارض" سے مقصود زمين کي قومي عظمت و رياست اور قوموں اور ملکوں کي حکومت وسلطنت هے - قرآن حکيم اسکو سب سے بڑي نعمت قرار ديتا هے جو اچهے يقين اور اچهے کاموں کے بدلے اقوام عالم کو دنيا ميں ملسکتي هے - قرآن کے نزديک اس خلافت ارضي کا مقصد يه هوتا هے که دنيا ميں نوع انساني کي هدايت و سعادت کيليے ايک خاص ذمه دار قوم و حکومت قائم هو - وہ الله کي عدالت کو دنيا ميں نافذ کرے ' ظلم و جور اور ضلالت و طغيان سے اُس کي زمين پاک هو جاے ' ايک عام امن و سکون اور راحت و طمانية دنيا ميں پهيل جاے' اور الله کا وہ همه گير قانون عدل جو تمام کائنات هستي ميں سورج سے ليکر زمين کے ذرات تک نافـــذ و قائم هے ' اور جسکو قرآن اپني زبان ميں صراط مستقيم کے لفظ سے تعبير کرتا هے ' زمين کے گوشے گوشے اور چپے چپے ميں جاري و ساري هو کر کرۂ ارضي کو سعادت و امنيت کي ايک بهشت زار بنادے !

لغة کے اعتبار سے يه اطلاق اسليے هوا که سب سے پہلے جو قوم اور قوم کا جو فرد خليفه هوا ' وہ زمين پر الله کي عدالت قائم رکهنے ميں ' الله کي نيابت اور قائم مقامي رکهتا تها ' اور اسکے بعد والي قوم اپنے سابق کي نائب تهي' اور هر خليفه ' سابق کا قائم مقام - ظهور اسلام کے بعد جب ارضي خلافة کے وارث مسلمان هوے' تو اس سلسله کا پهلا خليفة الله صاحب وشارع اسلام تها - يعني محمد الرسول الله صلعم - اور پهر انکے بعد جن لوگوں کے هاتهه اسلام کي مرکزي حکومت آئي ' وہ اس خليفة الله کے نائب اور قائم مقام هوے اسليے اُن پر خليفه کا اطلاق هوا اور ابتک هو رها هے -

يه زمين کي وراثت و خلافت يکے بعد ديگرے مختلف قوموں کے سپرد هوتي رهي اور وہ دنيا ميں الله کي طرف سے دين حق کے خدمت گزار رهے - آيات ذيل ميں اسي خلافت کا ذکر هے :

وهـــو الـــذي جعلکـم خلائف الارض (۶ : ۱۶۵)	وهي پروردگار عالم هے جس نے تم کو زمين ميں خلافت دي -
ويستخلـف ربي قومـاً غيـــرکـم - (۱۱ : ۵۷)	اگر تم نے اپنا فرض ادا نه کيا تو ميرا پروردگار تمهاري جگه کسي دوسري قوم کو ديديگا -

ھے، اور اسکا مٹانا اُس کے ظہور کا پہلا کام تھا : اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللــــه (۹ : ۳۲) اور ماکان لبشر ان یوتـــیه الله الکتاب و الحکم و النبوة ' ثم یقول للناس کونوا عباداً لي من دون الله ' و لکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون - (۲ : ۷۹)

الله کے تمام وعدوں کي طرح یه وعده بھي پورا ھوا - آٹھه نو سال بعد جب داعي اسلام دنیا سے تشریف لیگئے تو تمام جزیرۂ عرب مسلمانوں کے قبضه اقتدار میں آچکا تھا اور رومیوں کے مقابله کیلیے اسلامي فوجیں مدینه سے نکل رھي تھیں - اس سلسلۂ خلافت اسلامیه کا پہلا خلیفة الله خود حضرة داعي اسلام (صلی الله علیه و سلم) کا وجود مقدس تھا ' اور آپنے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ خـــلفاء سے تعبیر فرماکر واضح کردیا تھا که وہ آپکے نائب اور قائم مقام ھونگے - " علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین " (ابن ماجه عن العرباض بن ساریه) و امثالھا - آپکے بعـــد حضرت ابوبکر رضي الله عنه جب جانشین ھوے تو وہ خلفۂ رسول الله تھے -

فصل

(خلافت خاصه و خلافت ملوکي)

آنحضرة کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائـــج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ھوگئي - خود آنحضـــرت نے نه صرف ان کي پیشتر سے خبر ھي دیدي تھي ' بلکه تمام علائم و خصائص صاف صاف بیان کردیے تھے - اس بارے میں جو احادیث موجود ھیں ' وہ کثرت طرق ' شہرت متن ' قبول طبقات ' کي بنا پر حد تواتر تک پہنچ چکي ھیں - پہلا سلسلۂ خلافت خلفاء راشدین مھدیئین کا تھا جنکي خلافت منہاج نبوة پر تھي - یعني وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جا نشین اور جامعیة شخص رسالة کے قائم مقام تھے - انکا طریق کار ٹھیک ٹھیک طریق نبوت کے مطابق تھا ' اور اسلیے گویا عہد نبوت کا ایک آخري جزء تھا - اور جس طرح وجود نبوة میں مختلف حیثیتوں کا اجتماع تھا ' اسي طرح اُنکي شخصیت بھي جامع و حاوي تھي - دیني دعوة اور شرعي اجتہاد و امر ' حکومت و فرمانروائي اور قوام و نظام شرع ' نظام شریعت اور نظام

وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم و لیبدلنہم من بعد خوفہم امنا - یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولائک ہم الفاسقون (۲۴ : ۵۵)

جو لوگ ایمان لاے اور نیک عمل انجام دیے ' اللہ کا انسے وعدہ ھے کہ اُنہیں زمین کی خلافت دیگا - ٹھیک اُسی طرح جس طرح پچھلی قوموں کو دی جا چکی ھے - اور ایسا کریگا کہ انکے لیے اُن کا دین حق قائم ھو جائیگا اور خوف کی گھڑیاں امن کی خوشحالی و کامرانی سے بدل دی جائینگی -

یہ آیت اُسوقت نازل ھوئی جب ھجرۃ کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کی زندگی دشمنوں سے گھری ھوئی تھی اور قلت تعداد و بے سروسامانی حال کے ساتھہ دشمنوں کے پے درپے حملوں کا یہ حال تھا کہ کسی وقت بھی ھتیار اپنے جسم سے دور نہیں کرسکتے تھے - اُسوقت بعض مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل گیا " ما یأتی علینا یوم نأمن فیہ و نضع عنا السلاح " ایک دن بھی ھم پر ایسا نہیں آیا کہ امن و بے خوفی کے ساتھہ صبح و شام بسرکرتے اور ھتیار اپنے جسم سے الگ کرسکتے - ابو العالیہ راوی ھیں کہ اسپر مندرجۂ صدر آیت نازل ھوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ مضطرب نہوں' ایمان و عمل صالح کا پھل عنقریب ملنے والا ھے جبکہ خوف کی جگہ امن ھوگا ' مظلومی و بیچارگی کی جگہ فرمانروائی و کامرانی ھوگی ' اور سب سے بڑھکر یہ کہ زمین کی خلافت اُنھی کے قبضۂ اقتدار میں آجائیگی - (تفسیر طبری جلد ۱۸ صفحہ ۱۲۲)

اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ھوگئی کہ قرآن حکیم کے نزدیک جو چیز " خلافت " ھے' وہ خلافت فی الارض ھے - یعنی زمین کی حکومت و تسلط - پس اسلام کا خلیفہ ھو نہیں سکتا جب تک بموجب اس آیت کے زمین پر کامل حکومت و اختیار اُسے حاصل نہو - وہ مسیحیت کے پوپ کی طرح محض ایک آسمانی و دینی اقتدار نہیں ھے جسکے لیے دلوں کا اعتقاد اور پیشانیوں کا سجدہ کافی ھو - وہ کامل معنوں میں سلطنت و فرمانروائی ھے - اسلام کے قانون میں دینی و روحانی اقتدار خداؤ رسول کے سوا کوئی انسانی وجود نہیں رکھتا - ایسے اقتدار کو قرآن نے شرک قرار دیا

رحمت کي سعادتوں سے امت محروم هوتي گئي - یه محرومي صرف امامت و خلافت کبری کے معامله هي میں نہیں هوئي ' بلکه قوام و نظام امت کے مبادیات و اساسات سے لیکر حیات شخصي و انفرادي کي اعتقادي و عملي جزئیات تک ' ساري باتوں کا یهي حال هوا - فتنۂ و فساد کے اس سیــلاب کو صرف ایک دیوار روکے هوے تهي جو بقول حضرة حــذیفه (اعلم الصحابة بالفتن) حضرة عمر (رض) کا وجود تها - جونهي یه بنیان مرصوص هٹي ' وہ سیلاب عظیم اُمنڈا ' اور پهر کوئي سد و بند اُسکي راہ نه روک سکا - اسي سیلاب کو حضرة حذیفه کي روایت میں " التي تموج کموج البحر " (رواہ البخاري) سے تعبیر کیا گیا تها - یعنی سمندر کي موجوں کي طرح اسکي موجیں اُٹهینــگي - سو واقعي اُٹهیں ' اور دور خلافت و رحمت اور " خلافة علی منهاج النبوة " کي عظیم الشان عمارت اسکے طلاطم و طغیان میں آناً فاناً بهه گئي -

احادیث میں نہایت کثرت کے ساتهه اسلام کے ایک آخري دور کي بهي خبر دي گئي هے جو اپنے برکات کے اعتبار سے دور اول کے خصائص تازہ کردیگا ' اور جسکا حال یه هوگا که " لا یدری اولها خیر ام آخرها " نہیں کہا جاسکتا که اُمت کي ابتدا زیادہ کامیاب تهي یا اُسکا اختتام ؟ یهي وہ آخري زمانه هوگا جب الله کا اعلان اپنے کامل معنوں میں پورا هوکر رهیگا که :

لیظهرہ علی الدین کله ولو کــرہ المشــرکــون - (۶۱ : ۹)	دین اسلام اور اُسکا رسول اسلیے آیا تاکه تمام دینوں اور قوموں پر بالاخر غالب هوکر رهے (کیونکه آخری غلبه و بقاء صرف اصلح کیلیے هے اور تمام دینوں میں اصلح صرف اسلام هي هے)

یهي وجه هے که مایوسیوں اور نامرادیوں کي اس عالمگیر تاریکي میں بهي جو آج چاروں طرف پهیلي هوئي هے ' ایک مومن قلب کیلیے فتح و اقبال کي روشنیاں برابر چمک رهي هیں - بلکه جسقدر تاریکي بڑهتي جاتي هے ' اُتنا هي زیادہ طلوع صبح کا وقت قریب آتا جاتا هے : ان موعدهم الصبح ' الیس الصبح بقریب !

تفاوت ست میان شنیدن من و تو
تو بستن درو من فتح باب مي شنوم !

سیاست، یہ تمام قوتیں اُنکی ذات واحد میں جمع تھیں - اُنکی حکومت سچے اور حقیقی اسلامی نظام پر تھی - یعنی حکومت شوری، جسکو آجکل کی زبان میں ایک ناقص تشبیہ کے ساتھہ ری پبلک کہہ سکتے ہیں - یہ سلسلہ حضرة علی علیہ السلام پر ختم ہوگیا -

دوسرا سلسلۂ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و پادشاہت کا تھا، جبکہ عجمی بدعتیں خالص اسلامی و عربی تمدن سے ملکر ایک نیا دور شروع کر رہی تھیں - یہ سلسلۂ خلافت اگرچہ بعد کی خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا، لیکن خلافت راشدہ کے حقیقی خصائص ناپید ہوگئے تھے - خلفاء بنو اُمیہ سے لیکر آجتک جو سلسلۂ خلافت اسلامیہ جاری ہے، وہ اسی دوسری قسم میں داخل ہے - احادیث میں پہلے سلسلہ کو بوجہ غلبۂ طریق ہدایت و نبوة خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبۂ سیاست و شخصیت پادشاہت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے " الخلافة بعدی ثلاثون عاما ثم ملک بعد ذلک " [اخرجه اصحاب السنن] اور حدیث ابو ہریرہ " الخلافة با لمدنیه و الملک با لشام " ایک دوسری حدیث میں بالترتیب تین دور بتلائے گئے ہیں " نبوة و رحمة، ثم خلافة و رحمة " و فی لفظ " خلافة علی منهاج النبوة ثم یکون ملک عضوض (رواہ البزار و قال السیوطی حسن) امیر معاویہ نے اسیکی نسبت کہا تھا - ہم نے عہد ملوکی پر قناعت کرلی -

آخری حدیث کے مطابق تین دور ہوے - عہد نبوت و رحمت، خلافت و رحمت، پادشاہی و فرمانروائی - پہلا دور آنحضرة صلعم کی وفات پر ختم ہوگیا - دوسرا دور فی الحقیقت عہد نبوت کا ایک تتمہ اور لازمی جزء تھا (جیسا کہ سلسلۂ دعوة اور تکمیل کار و بار شرائع میں ہمیشہ سنة اللہ رہی ہے) جو حضرة امیر علیہ السلام پر ختم ہوگیا - اسکے بعد سے مجرد عہد پادشاہی و استبدادی شروع ہوا جو آجتک جاری ہے - اس دور کی بھی بہت سی مختلف شاخیں علحدہ علحدہ احادیث میں بتلائی گئی تھیں، اور وہ سب ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئیں - نبوت و رحمت کی برکات کی محرومی و فقدان کا ایک تدریجی تنزل تھا، اور بدعات و فتن کے ظہور و احاطہ کی ایک تدریجی ترقی تھی، کالحصیر عوداً عوداً، جو حضرت عثمان کی شہادت سے شروع ہوئی، اور جسقدر عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی، اُتنی ہی عہد نبوت اور خلافت

هے : الـذي خلـق فسوى (۲ : ۸۶) پس زندگي اور وجود نہیں هے مگر اجتماع و ائتلاف، اور موت وفنا نہیں هے مگراسکي ضد - یهي حالت جب افعال و اعمال پر طاري هوتي هے تو اخلاق کي زبان میں اسکو " خیر " اور شریعة کي زبان میں " عمل صالح " اور " حسنات " کہتے هیں - جب جسم انساني پرطاري هوتي هے تو طب کي اصطلاح میں " تندرستي " سے تعبیرکي جاتي هے اور حکیم کہتا هے کہ یہ " زندگي " هے - اور پهر یهي حالت هے کہ جب قومي و جماعتي زندگي کي قوتوں اور عملوں پر طاري هوتي هے تو اُس کا نام " حیات قومي و اجتماعي " هوتا هے ' اور اُسکا ظهور قومي اقبال و ترقي اور نفوذ و تسلط کي شکل میں دنیا دیکهتي هے - الفاظ بہت سے هیں - معني ایک هے - مظاهرگو مختلف هیں مگر اُس حکیم یگانۂ و واحد کی ذات کي طرح ' اُسکا قانون حیات و وجود بهی اس کائنات هستي میں ایک هي هے - و لنعم ما قیل :

عبار اتنا شتي و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر!

اس حالت کي ضد " اشتات و انتشار" هے - اشتات " " شتت " سے هے جسکے معني لغة میں " تفریق " اور الگ الگ هو جانے کے هیں - " یقال شت جمعهم شتا و شتاتاً ' و جاؤا اشتاتاَ - ای متفرقی النظام " (مفردات : ۲۵۶) قرآن حکیم میں هے : یومئذ یصدر الناس اشتاتا (۹۹:۶) و من نبات شتی (۲۰:۵۳) اور و قلوبهم شتی (۵۹:۱۴) ای مختلفہ - انتشار " نشر " سے هے - اسکے معني بهي الگ الگ هو جانے کے هیں - یعني تفرق کے - سورۂ جمعہ میں هے : فاذا قضیت الصلـوة فانتشـروا - یعني تفرقوا - " اِشتات و انتشار " سے مقصود وہ حالت هے جب اجتماع و ائتلاف کي جگہ الگ الگ هو جانے ' متفرق اور پراگندہ هونے ' اور باهمدگر علحدگي و بیگانگي کي حالت طاري هوجاے - مواد میں ' قوی میں ' اعمال میں ' افراد میں ' هر بات میں پہلي حالت سے بالکل متضـــاد حالت پیدا هوجاے - یہ حالت جب مادہ پر طاري هوتي هے تو " تکوین " کي جگہ "فساد" اور " وجود" کي جگہ " عدم و فنا " کا اُسپر اطلاق هوتا هے جسم پر طاري هوتي هے تو اُسکا نام پہلے " بیماري " اور پهر " موت " هے - اعمال پر طاري هوتي هے تو اُسي کو قرآن حکیم اپني اصطلاح میں " عمل سوء " اور " عصیان " سے تعبیرکرتا هے - اور پهر یهي چیز هے کہ جب

فصل

(عہد اجتماع و ائتلاف ' و دور اشتات و انتشار)

آپ آزردہ خاطر نہوں اگر موضوع کي وسعت چند لمحوں کیلیے مجھے اپنے اطراف و جوانب کي طرف بے اختیار مائل کرلے - اس مقام کي مزید وضاحت کیلیے بہتر ہوگا کہ دو خاص اصطلاحي لفظوں کے معاني پر آپ پہلے غور کرلیں - ایک " اجتماع " اور " ائتلاف " ھے - دوسرا " اشتات " اور " انتشار " - نہ صرف امۃ اسلامیہ بلکہ تمام اقوام عالم کي موت و حیات ' ترقي و تنزل' اور سعادت و شقاوت کے جو اصولي اسباب و مراتب قران حکیم نے بیان کیے ھیں ' اُنکي سب سے زیادہ اھم حقیقت انہي الفاظ کے اندر پوشیدہ ھے - " اجتماع " کے معني ھیں " ضم الشيء بتقریب بعضہ من بعض " (مفردات امام راغب : ۹۵) یعني مختلف چیزوں کا باھم اکٹھا ہو جانا - اور ائتلاف " الف " سے ھے - اسکے معني ھیں " ما جمع من اجزاء مختلفۃ ' و رتب ترتیباً ' قدم فیہ ما حقہ أن یقدم ' و اخر فیہ ما حقہ أن یؤخر" (مفردات : ۱۹) یعني مختلف چیزوں کا اس تناسب اور ترتیب کے ساتھہ اکٹھا ھوجانا کہ جس چیز کو جس جگہ ھونا چاھیے وھي جگہ اُسے ملے جو پہلے ھونے کي حقدار ھے وہ پہلے رھے - جسکو آخري جگہ ملني چاھیے ' وہ آخري جگہ پاے - "عہد اجتماع و ائتلاف" سے مقصود وہ حالت ھے جب مختلف کارکن قوتیں کسي ایک مقام ' ایک مرکز ' ایک سلسلے ' ایک وجود ' ایک طاقت ' اور ایک فرد واحد میں اپني قدرتي اور مناسب ترکیب و ترتیب کے ساتھہ اکٹھي ھو جاتي ھیں ' اور تمام مواد ' قوی ' اعمال ' اور افراد پر ایک اجتماعي و انضمامي دور طاري ھو جاتا ھے - بحدیکہ ھر قوت اکٹھي ' ھر عمل باھمدگر جڑا اور ملا ھوا ' ھر چیز بندھي اور سمٹي ھوئي ' ھر فرد زنجیر کي کڑیوں کي طرح ایک دوسرے سے متحد و متصل ھو جاتا ھے - کسي چیز ' کسي گوشے ' کسي عمل میں علحدگي نظر نہیں آتي - جدائي ' انتشار ' اور الگ الگ ' جزء جزء ' فرد فرد ' ھوکر رھنے والي حالت نہیں ھوتي - مادہ میں جب یہ اجتماع و انضمام پیدا ھو جاتا ھے ' تو اسي سے تخلیق و تکوین اور وجود و ھستي کے تمام مراتب ظہور میں آتے ھیں - اِسي کو قرآن حکیم نے اپني اصطلاح میں مرتبۂ " تخلیق" و " تسویہ " سے بھي تعبیر کیا

لو انفقت ما في الارض جميعا ‘ ما الفت بين قلوبهم - و لكن الله الف بينهم - انه عزيز حكيم (۸ : ۶۹)

اگر تم زمین کا سارا خزانه بھي خرچ کرڈالتے جب بھي ان بکھرے ھوے دلوں کو محبت و اتحـاد کے ساتھه جوڑ نہیں سکتے تھے - یه الله ھي کا فضل ھے جس نے متفرق دلوں کو اکٹھا کردیا -

اور اسیلیے قرآن حکیم ظہور شریعت و نزول وحي کا پہلا نتیجه یه قرار دیتا ھے که اجتماع و ائتلاف پیدا ھو ‘ اور بار بار کہتا ھے که تفرقۃ و انتشار شریعت و وحي کے ساتھه جمع نہیں ھوسکتے - اور اسیلیے یه نتیجه شریعت سے بغي و عدوان اور اسکو بالکل ترک کردینے کا ھے : فما اختلفوا حتی جاء ھم العلم (۱۳ : ۹۳) و آتینا ھم بینات من الامر فما اختلفوا الا من بعد ماجاء ھم العلم بغیاً بینھم (۴۵ : ۱۶) و لا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاء ھم البینات (۲ : ۱۰۴)

اور اسي بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامي زندگی کا دوسرا نام "جماعت" رکھا ھے ‘ اور جماعت سے علحدگی کو " جاھلیۃ " اور " حیاۃ جاھلي " سے تعبیر کیا ھے ‘ جیساکه آگے بالتفصیل آئیگا : " من فارق الجماعه ‘ فمات ‘ میتـۃ جاھلیه " وغیر ذلك ‘ اور اسي بنا پر بکثـرت وہ احادیث و آثار موجود ھیں جن میں نہایت شدت کے ساتھه ھر مسلمان کو ھر حال میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ‘ اگرچه امیر غیر مستحق ھو ‘ نا اھل ھو‘ فاسق ھو‘ ظالم ھو‘ کوئی ھو‘ بشرطیکه مسلمان ھو اور نماز قائم رکھے (ما اقاموا الصلوۃ) اور ساتھه ھي بتلادیا گیا که جس شخص نے جماعت سے علحدگي کي راہ اختیار کي تو اُس نے اپنے تئیں شیطان کے حوالے کردیا - یعنی گمراھی اور ٹھوکر اسکے لیے ضروري ھے - زنجیر کا توڑنا مشکل ھوتا ھے‘ لیکن کوئي کڑی زنجیر سے الگ ھوگئي ھو تو ایک چھوٹے سے حلقه کا حکم رکھتي ھے جسکو انگوٹھے سے مسل دیا جاسکتا ھے - حضرۃ عمر اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرۃ صلعم سے روایت کرتے " علیکم بالجماعه فان الشیطـان مع الفذہ و ھو من الاثنین ابعد " دوسری روایت میں ھے " فان الشیطـان مع الواحد " یعنی جماعت سے الگ نہو - ھمیشه جماعت بنکر رھو - کیونکه جب کوئي تنہا اور الگ ھوا تو شیطان اسکا ساتھي ھوگیا - دو انسان بھی ملکر رھیں تو شیطان اُنسے دور رھے - یعنی اتحادي و جماعتی قوت اُن میں پیدا ھوگئی - اب وہ راہ حق سے نہیں بھٹک سکتے - یه الفاظ مشہور

قوموں اور امتوں کي اجتماعي زندگي پر طاري هوجاتي هے تو دنيا ديکھتي هے که اقبال کي جگه ادبار، عروج کي جگه تسفل، ترقي کي جگه تنزل، عظمت کي جگه ذلت، حکومت کي جگه محکومي، اور بالاخر زندگي کي جگه موت اُس پر چھا گئي هے!

يهي وجه هے که قرآن حکيم نے جا بجا " اجتماع و ائتلاف " کو قومي زندگي کي سب سے بڑي بنياد، اور اسليے انسان کيليے الله کي جانب سے سب سے بڑي رحمت و نعمت قرار ديا هے، اور اسکو " اعتصام بحبل الله " اور اسي طرح کي تعبيرات عظيمه سے موسوم کيا هے - مسلمانوں کے اولين مادهٔ تکوين امت يعني اهل عرب کو مخاطب کرکے اور پھر تمام عرب و عجم سے فرمايا:

و اعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا ! و اذکروا نعمت الله عليکم اذ کنتم اعداء فالف بين قلوبکم فاصبحتم بنعمة اخوانا - (۱۰۳:۲)	سب مل جلکر اور پوري طرح اکٹھے هوکر الله کي رسي مضبوط پکڑلو - سب کے هاتھ اسي ايک حبل الله سے وابسته هوں - الله کا يه احسان ياد کرو که کيسي عظيم الشان نعمت هے جس سے سرفراز کيے گئے ؟ تمهارا حال يه تھا که بالکل بکھرے هوے اور ايک دوسرے کے دشمن تھے - الله نے تم سب کو باهم ملاديا اور اکٹھا کرديا - پہلے ايک دوسرے کے دشمن تھے تو اب بھائي بھائي هوگئے !

اس کے بعد فرمايا که اشتات و انتشار کي زندگي کو بقاؤ قيام نہيں هوسکتا - وه هلاکي کي ايک آگ هے جسکے دهکتے هوے شعلوں کے اوپر کبھي قومي زندگي نشو و نما نہيں پاسکتي :

و کنتم علی شفا حفرة من النار، فانقذکم منها کذلک يبين الله لکم آياته لعلکم تهتدون - (۱۰۳:۶)	اور تمهارا حال يه تھا که آگ کے دهکتے هوے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، پر الله نے تمهيں بچاليا - الله اپنے فضل و رحمت کي نشانياں اسي طرح کھولتا هے تا که کاميابي کي راه پالو !

يه بھي جابجا بتلاديا که قوموں اور ملکوں ميں اس اجتماع و ائتلاف کي صالح و حقيقي زندگي پيدا کردينا محض انساني تدبير سے ممکن نہيں دنيا ميں کوئي انساني تدبير امت نہيں پيدا کرسکتي - يه کام صرف الله هي کي توفيق و رحمت اور اُسکي وحي و تنزيل کا هے که بکھرے هوے ٹکڑوں کو جوڑ کر ايک بنادے

" السلام علیکم " - " السلام علیک " نہیں قرار دیا گیا - اسی طرح نماز سے باہر آنے کیلیے بھی " السلام علیکم " بصیغۂ جمع رکھا گیا - واحد کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا - علت اسکی یہی ہے - نہ وہ جو لوگوں نے سمجھی -

اور اسی بنا پر احکام و اعمال شریعت کے ہر گوشے اور ہر شاخ میں یہی اجتماعی و ائتلافی حقیقت بطور اصل و اساس کے نظر آتی ہے - نماز کی جماعت خمسہ اور جمعۂ و عیدین کا حال ظاہر ہے - حج بجز اجتماع کے اور کچھہ نہیں - زکواۃ کی بنیاد ہی اجتماعی زندگی کا قیام اور ہر فرد کے مال و اندوختہ میں جماعت کا ایک حصہ قرار دیدینا ہے - علاوہ بریں اُسکی ادائیگی کا نظام بھی انفرادی حیثیت سے نہیں رکھا گیا بلکہ جماعتی حیثیت سے - یعنی ہر فرد کو اپنی زکواۃ خود خرچ کردینے کا اختیار نہیں دیا گیا جیسا کہ بد قسمتی سے آج مسلمان کررہے ہیں اور جو صریح غیر شرعی طریقہ ہے ' بلکہ مصارف زکواۃ متعین کرکے حکم دیا گیا کہ ہر شخص اپنی زکواۃ کی رقم امام و خلیفۂ وقت کے سپرد کردے - پس اسکے خرچ کی بھی اصلی صورت جماعتی ہے نہ کہ انفرادی - یہ امام کا کام ہے کہ اسکا مصرف تجویز کرے اور مصارف منصوصہ میں سے جو مصرف زیادہ ضروری ہو ' اسی کو ترجیح دے - ہندوستان میں اگر امام کا وجود نہ تھا ' تو جس طرح جمعہ و عیدین وغیرہ کا انتظام عذر کی بنا پر کیا گیا ' زکواۃ کا بھی کرنا تھا -

اور پھر یہ حقیقت کسقدر واضح ہوجاتی ہے جب اُن تمام مشہور احادیث پر غور کیا جاے جن میں مسلمانوں کی متحدہ قومیت کی تصویر کھینچی گئی ہے " مثل المومنین فی توادھم و تعاطفھم کمثل الجسد الواحد - اذا اشتکی منه عضوٌ تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمی " (صحیحین) اور " المسلم للمسلم کالبنیان - یشد بعضه بعضا " (بخاری) یعنی مسلمانوں کی قومیت ایسی ہے جیسے ایک جسم اور اسکے مختلف اعضا - ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم محسوس کرتا ہے ' اور اسکی بے چینی اور تکلیف میں اسی طرح حصہ لیتا ہے جیسے خود اسکے اندر درد اُٹھہ رہا ہو - اور انکی مثال دیوار کی سی ہے - ہر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتی اور سہارا دیتی ہے - پھر تشبیک اصابع کرکے اسکی تصویر بتلادی - یعنی ایک ہاتھہ کی انگلیاں دوسرے ہاتھہ کی انگلیوں میں رکھکر دکھلادیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا ہوا اور متصل ہے - سو ان تمام تصریحات میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفرق

خطبۂ جابیہ کے ھیں جو عبد اللہ بن دینار، عامر بن سعد، سلیمان بن یسار، وغیرھم سے مروي ھے، اور بیھقي نے اِمام شافعی کے طریق سے نقل کیا کہ انہوں نے اجماع کے اثبات میں اسی روایت سے استدلال کیا۔ اسي طرح حدیث متواتر بالمعنی " علیکم بالسواد الاعظم " اور " فانه من شذ شذ في النار " اور " ید الله علي الجماعة " اور " لایجمع الله امتي علی الضلالة " اوکما قال - اور خطبۂ حضرة امیرکه " و ایاکم و الفرقة، فان الشاذ من الناس للشیطان، کما ان الشاذ من الغنم للذئب - الا، من دعا الي هذا الشعار فاقتلوه و لو کان تحت عمامتي هذا " وغیرذلك اس بارے میں معلوم و مشهور هیں - آخري قول دیگر روایات میں بطریق مرفوع بھي منقول ھے - خلاصه ان سب کا یه ھے که همیشه جماعت کے ساتھه هوکر رهو - جو جماعت سے الگ هوا اسکا ٹھکانا دوزخ ھے - افراد تباہ هوسکتے هیں مگر ایک صالح جماعت کبھي تباہ نہیں هو سکتي - اسپر الله کا هاتھه ھے - اللہ کبھي ایسا هونے نه دیگا که پوري امت گمراهي پر جمع هوجاے -

اسي طرح نماز کي جماعت کي نسبت هر حال میں التزام پر زور دینا، اور اگرچه امام نا اهل هو لیکن سعي قیام اهل کے ساتھه التزام جماعت کو بھي جاري رکھنا، حتی که " صلوا خلف کل بر و فاجر " تو اسمیں بھي یہي حقیقت مضمر ھے که زندگی جماعتي زندگي ھے - انفراد و فرقة هر حال میں بربادي و هلاکت ھے - پس جماعت سے کسي حال میں باهر نه هوناچاهیے -

اور یہي سبب ھے که سورۂ فاتحه میں جو قومي دعا مسلمانوں کو سکھلائي گئي، اسمیں متکلم واحد نہیں ھے بلکه جمع، حالانکه وہ دعا فرداً فرداً هر مومن کي زبان سے نکلنے والي تھي " اهدنا الصراط المستقیم " فرمایا - " اهدني " نہیں کہا گیا - یه اسیلیے ھے که قرآن کے نزدیک فرد اور فرد کي هستی کوئي شے نہیں ھے - هستي صرف اجتماع اور جماعت کي ھے، اور فرد کا وجود اور اعمال بھي صرف اسي لیے هیں تاکه آنکے اجتماع و تالیف سے هئیۂ اجتماعیه پیدا هو - اسي لیے اس دعا میں که حاصل ایمان، و خلاصۂ قرآن، و عصارۂ اسلام ھے، متکلم جمع کا صیغه آیا نه که واحد کا - اور اسي لیے مسلمانوں کي باهمي ملاقات کے وقت جو امتیازي دعا سکھلائي گئي، وہ بھي بصیغۂ جمع آئي اگرچه مخاطب واحد هو - یعني

قوتوں کے انتشار کا دور ساري چيزوں پر طاري ھوا ' ليکن يہاں صرف ايک ھي پہلو واضح کرنا مقصود ھے - آنحضرۃ صلی اللہ عليہ وسلم کا وجود اسلامي طاقت کي اصلي شخصيت تھي - آپ جب دنيا سے تشريف ليگئے تو صرف ايک داعي شريعت يا حامل وحي ھي کي جگہ خالي نہيں ھوئي ' بلکہ اُن ساري قوتوں ' سارے منصبوں ' ساري حيثيتوں ' اور ھر طرح کے نظري و عملي اختيارات و قویٰ کي ' جو آپکي شخصيت مقدسہ ميں اکٹھي تھيں ' اور جنکا آپکے تنہا وجود مقدس ميں جمع ھونا اسلام کي شرعي و ديني خصوصيات ميں سے تھا - اسلام کا داعي مسيحيت کے مقدس پہاڑي واعظ کي طرح صرف ايک اخلاقي معلم ھي نہ تھا ' اور نہ دنيا کے فاتح حکمرانوں کي طرح محض ايک جہانگير اور عالم ستاں شہنشاہ - اسلام نے دين کو دنيا سے اور شريعت کو حکومت و جہانباني سے الگ نہيں رکھا - وہ تو يہ سکھلانے آيا تھا کہ دين و دنيا دو نہيں ايک ھي چيز ھيں ' اور شريعت سے حکومت و سلطنت الگ نہيں ھے ' بلکہ سچي حکومت اور خدا کي مرضي کے مطابق سلطنت وھي ھے جسکو شريعت نے خود پيدا کيا ھو ' پس اسلام کے داعي کا وجود ايک ھي وقت ميں اُن تمام حيثيتوں اور منصبوں کا جامع تھا ' جو ھميشہ دنيا کي صدھا مختلف شخصيتوں کے اندر منقسم رھي ھيں - وہ اللہ کا پيغمبر تھا ' شريعت کا مقنن تھا ' اُمت کا باني تھا ' ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا - وہ اگر پتوں اور چھال سے پٹي ھوئي مسجد کے ممبر پر وحي الٰہي کا ترجمان اور انساني سعادت و ھدايت کا واعظ تھا ' تو اُسي کے صحن ميں يمن کا خراج تقسيم کرنے والا اور فوجوںکو ميدان جنگ ميں بھيجنےکيليے سپہ سالار لشکر بھي تھا - وہ ايک ھي وقت اور ايک ھي زندگي ميں گھروںکا نظام معاشرت درست کرتا اور نکاح و طلاق کے قوانين نافذ کرتا اور ساتھہ ھي بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ بھي روکتا ' اور مکہ کي گھاٹيوں ميں سے ايک فاتح حکمراںکي طرح نماياں بھي ھوتا تھا - غرضکہ اُسکي ايک شخصيت کے اندر مختلف حيثيتيں اور منصب جمع تھے ' اور اسلام کا نظام ديني يہي تھا کہ يہ ساري قوتيں ايک ھي فرد ميں جمع رھيں -

جب آپ دنيا سے تشريف ليگئے تو خلفاء راشدين کي خلافت خاصہ اسي اجتماع قویٰ و مناصب پر قائم ھوئي ' اور اسي ليے اُسکو " منہاج نبوۃ " سے تعبير کيا گيا - يعني يہ نيابت ٹھيک ٹھيک ھر لحاظ اور ھر پہلو سے شخص جامع نبوۃ کي سچي قائمقامي اپنے اندر رکھتي تھي -

اینٹوں کا نام نہیں ھے - دیوار کا نام ھے - الگ الگ اینٹ کا کوئی مستقل وجود نہیں - ھے تو اجتماعی وجود ھے - یعنی دیوار کا ایک جزء ھے ' اور انھی اجزاء کے ملنے سے دیوار متشکل ھوتی ھے -

اور یاد رھے کہ یہ جو نماز میں تسویۂ صفوف پر سخت زور دیا گیا - یعنی صف بندی پر ' اور سب کے سروں ' سینوں ' پانؤں کے ایک سیدھہ میں ھونے پر - " لتسون صفوفکم أو لیخالفن اللہ بین وجوھکم " (بخاری) اور روایت انس کہ " سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ " (بخاری) و فی لفظ " من تمام الصلوۃ " تو اسمیں بھی یہی بھید ھے اور تشریح کا یہ موقعہ نہیں - قرآن و سنت کی تصریحات و حکمیات اس بارے میں اسقدر کثرت سے اور محتاج تفسیر و کشف ھیں کہ ایک ضخیم مجلد مطلوب - تفسیر البیان میں مفصل لکھہ چکا ھوں

فصل

(جمع و تفرقۂ قوی و مناصب)

اس قانون الہی کے مطابق مسلمانوں کی قومی زندگی و عروج کا اصلی دور رھی تھا 'جب اُنکی قومی و انفرادی' مادی و معنوی' اعتقادی و عملی زندگی پر اجتماع وائتلاف کی رحمت طاری تھی' اور اُنکے تنزل و ادبار کی اصلی بنیاد اُسی دن پڑی ' جب اجتماع و ائتلاف کی جگہ اشتات و انتشار کی نحوست چھانی شروع ھوگئی - ابتدا میں ھر مادہ مجتمع تھا ' ھر طاقت سمٹی ھوئی تھی ' ھر چیز بندھی ھوئی تھی ' لیکن بہ تدریج تفرقۂ و انتشار کی ایسی ھوا چلی کہ ھر بندھن کھلا ' ھر جماؤ پھیلا ' ھر ملی جلی اور اکٹھی طاقت الگ الگ ھوکر منتشر اور تتر بتر ھوگئی - قرآن حکیم کے بتلائے ھوے قانون تنزل اقوام کے مطابق یہ حالت ھر چیز اور ھر گوشۂ وجود و عمل پر طاری ھوئی' اور ایک ھزار برس پر تین صدیاں گزرچکی ھیں کہ برابر طاری ھو رھی اور بڑھتی جاتی ھے - لوگ اسباب تنزل امت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کی علتیں ٹھہراتے اور طرح طرح کے ناموں سے موسوم کرتے ھیں' حالانکہ قرآن و سنۃ اور عقلیات صادقہ کے نزدیک تنزل کے تمام فسادات و نتائج صرف اِسی ایک چیز کا نتیجہ ھیں - اس ایک حقیقت کو کتنے ھی مختلف ناموں سے پکار لو ' مگر اصلی علت اسکے سوا کوئی نہیں -

• تو راتوں کو شہر میں گشت لگاکر احتساب کا فرض بھي ادا کرتے تھے
ان جنگ میں احکام بھي وھي بھیجتے' اور روم کے سفیر کو بہ حیثیت
شاہ اسلام اپنے سامنے بھي وھي بلاتے !

اسي طرح نبوت کا مقام ' تعلیم و تربیت امت کي مختلف قوتوں سے
ب تھا - قرآن حکیم نے انکو تین اصولي قسموں میں بانت دیا ھے :

و علیهم آیاته ' و یزکیهم ' و یعلمهم الکتاب و الحکمة (۶۲ : ۳) تلاوت
ت - تزکیۂ نفوس - تعلیم کتاب و حکمت - خلفاء راشدین ان تینوں
صبوں میں وجود نبوت کے نائب تھے - وہ منصب اجتہاد و قضاء شرع کے
تھہ قوت ارشاد و تزکیۂ و تربیت بھي رکھتے تھے - وہ ایک صاحب وحي
طرح خدا کے کلام کي منادي کرتے' ایک نبي کي طرح دلوں اور روحوں
پاکي بخشتے ' اور ایک رسول کي طرح تعلیم کتاب اور حکمت سنة سے
ت کي تربیت و پرورش کرنے والے تھے - وہ ایک ھي وجود میں
حنیفۂ و شافعي بھي تھے (رح) اور جنید و شبلي بھي (رح) - نخعي
حماد بھي تھے ' اور ابن معین و ابن راھویه بھي (رح) جسموں کا نظام
ي اُنھي کے ھاتھوں میں تھا - دلوں کي حکمراني بھي اُنھي کے قبضه
ں تھي - یہي حقیقي اور کامل معنی منصب نبوت کي نیابت کے
ہیں ' اور اسي لیے اُنکا وجود اور انکے اعمال بھي اعمال نبوت کا ایک
ضروري جزء تھے کہ " علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین " اور اسي لیے
و عضوا علیها بالنواجذ " کے حکم میں نه صرف سنة عهد نبوت ' بلکه
لافت راشدۂ و خاصه کي سنة بھي داخل ھوئي ' اور شرح اس سر الهي
ي بہت طولاني ھے - یہاں محض اشارات مطلوب -

لیکن جیسا کہ پہلے سے خبر دیدي گئي تھي ' اجتماع و ائتلاف کي یه
لت حضرة علي علیه السلام پر ختم ھوگئي - اسکے بعد سے اشتات و انتشار کا
ر شروع ھوا - ازانجمله مرکزي قوتوں اور منصبوں کا انتشار و اشتات تھا'
س نے في الحقیقت امت کا تمام نظام شرعي و اصلي درھم و برھم کردیا -
لافت خاصه کے بعد یه ساري یکجا قوتیں الگ الگ ھوگئیں - ایک وجود
ے جگه مختلف وجودوں میں اُنکا ظہور اور نشو و نما ھوا - حکومت و
ماں روائي کا ٹکڑہ الگ ھوکر مجرد پادشاھي کي شکل میں آگیا - اسي
ي طرف اشارہ تھا " الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثم ملک " سو واقعي اسکے

منصب نبوۃ مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب ہے - ازان جملہ ایک جزء وحی و تنزیل کا مورد ہونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا ہے - یعنے قانون وضع کرنا اور اسکے وضع و قیام کی معصومانہ و غیر مسئولانہ قوت - اس جزء کے اعتبار سے نبوت آپکے وجود پر ختم ہوچکی تھی اور قیامت تک کیلیے شریعت و قانون کے وضع و قیام کا معاملہ کامل ہوچکا تھا - جب نعمت کامل ہوگئی تو پھر کامل چیز ہی کو ہمیشہ باقی رہنا چاہیے - اسکی جگہ کسی دوسری چیز کا آنا نقص کا ظہور ہوگا نہ کہ تکمیل کا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ' و رضیت لکم الاسلام دینا (٥ : ٤)

لیکن منصب نبوت اس اصلی جزء کے ساتھہ بہت سے تبعی اجزاء پر بھی مشتمل تھا ' اور ضرور تھا کہ انکا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے - اس چیز کو مختلف احادیث میں مختلف تعبیرات سے موسوم کیا ہے - حضرۃ عمر کیلیے " محدث " (بالفتح) کا مقام بتلایا گیا - علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا - مبشرات صادقہ کو نبوت کا چالیسواں جزء قرار دیا - " لم یبق الا المبشرات " حدیث تجدید بھی اسی سلسلہ میں داخل ہے - پس خلفاء راشدین کو جو نیابت پہنچی ' اسمیں وحی و تشریع کی قائم مقامی تو نہیں ہوسکتی تھی ' لیکن اور تمام اجزاء و خصائص نبوت کی نیابت داخل تھی - داعی اسلام کا وجود نبوت کے ساتھہ خلافت ارضی ' حکومت و سلطنت ' نظام و قوام سیاست ' قیادۃ فوج و حرب ' فتح و عمران ممالک ' ریاست مجالس شوری ' وغیرہ ' جہان بانی و حکمرانی کے تمام منصب تنہا اپنی شخصیت کے اندر رکھتا تھا ' اسلیے ٹھیک ٹھیک اسی طرح خلافت خاصہ میں بھی خلفاء راشدین کا تنہا وجود ان ساری نظری وعملی قوتوں اور تمام منصبوں کا جامع ہوا - وہ ایک ہی وجود کے اندر صاحب امامت و خلافت بھی تھے ' صاحب اجتہاد و قضاء بھی تھے ' اور صاحب سیاست و نظم احکام و بلاد بھی - اصلاً " امامت کبری " کا مقام اجتہاد دینی اور سیاست ملکی ' دونوں سے مرکب ہے - اسلیے انکی امامت میں یہ دونوں قسمیں اپنی تمام شاخوں کے ساتھہ اکٹھی تھیں - حضرۃ عمر مسجد کے دار الشوری میں مسائل شرعیہ کا بہ حیثیت ایک مجتہد کے فیصلہ کرتے تھے ' عدالت میں مقدمات سنتے تھے ' اور دیوان فوجی میں فوجوں کو تنخواہ بھی بانٹتے تھے - اگر وہ نماز جنازہ کی معین تکبیرات پر صحابہ کا اجماع کراتے

خلافت راشدہ کي طرف عود و رجعت کا یہ ایک مبارک قدم تھا ' جسکے لیے شوریٰ اور پارلیمنٹ کا ھونا سب سے پہلي شرط ھے - لیکن ان جزئي مستثنیات کے علاوہ عام حالات و خصائص ھر دور اور ھر سلسلے کے وھي رھے جو ایک جامع لفظ " ملک عضوض " میں بتلاے گئے تھے ' اور اس میں کبھي کوئي نمایاں اور پائدار تبدیلي نہ ھوئي -

فصل

(اطاعت خلیفہ و التزام جماعۃ)

اس اجمالي تمہید کے بعد سب سے زیادہ اھم مسئلہ سامنے آتا ھے - یعنے اسلام کا وہ نظام شرعي جو ھر مسلمان کو خلیفۂ وقت کي معرفت اور اطاعت پر اسي طرح مجبور کرتا ھے ' جس طرح اللہ اور اسکے رسول کي اطاعت پر - جب تک وہ اللہ اور اسکے رسول کے خلاف کوئي حکم نہ دے - اسلام کا قانون اس بارے میں اپني تمام شاخوں اور تعلیموں کي طرح في الحقیقت کائنات ھستي کے قدرتي نظام کا ایک جزء اور قوام ھستي کي زنجیر فطرۃ کي ایک قدرتي کڑي ھے - کائنات کے ھر حصہ اور ھر گوشہ میں ھم دیکھتے ھیں کہ اللہ کي قدرت و سنۃ ایک خاص نظام پر کارفرما ھے جسکو " قانون مرکز " یا " قانون دوائر " سے تعبیر کیا جاسکتا ھے - یعني قدرت نے خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کیلیے ھر جگہ اور ھر شاخ وجود میں یہ صورت اختیار کر رکھي ھے کہ کوئي ایک وجود تو بمنزلۂ مرکز کے ھوتا ھے ' اور بقیہ اجسام ایک دائرہ کي شکل میں اسکے چاروں طرف وجود پاتے ھیں ' اور پورے دائرہ کي زندگي اور بقاء صرف اُس مرکزي وجود کي زندگي اور بقا پر موقوف ھوتي ھے - اگر ایک چشم زدن کیلیے بھي دائرہ کے اجسام اپنے مرکز سے الگ ھوجائیں ' یا مرکز کي اطاعت و انقیاد سے باھر ھو جائیں ' تو معاً نظام ھستي درھم برھم ھوجاے اور دائرہ کي اکیلي ھستیاں مرکز سے الگ رھکر کبھي قائم و باقي نہ رھسکیں - یہي وہ حقیقت ھے جسکو بعض اصحاب اشارات نے یوں تعبیر کیا کہ " الحقیقۃ کالکرہ " اور صاحب فتوحات نے کہا کہ " دائرۂ قاب قوسین " ھے -

بعد صرف پادشاهي هي رهگئی - اجتهاد او ر قضاء شرعی کا جزء خلافت سے الگ هوا تو مجتہدین و فقهاء کي ایک الگ جماعت پیدا هوگئي - انهون نے یه کام سنبهالا - اسي طرح تعلیم و تربیت روحاني کے کار و بار سے نظام حکومت بالکل الگ هوگیا - پہلے خلافة کي ایک هي بیعت تمام مقاصد کي کفیل تهي - اب خلیفه کا وجود محض پادشاهي کیلیے اور فقهاء کا مجرد استنباط احکام و مسائل کیلیے رهگیا ' تو تزکیهٔ نفوس اور ارشاد قلوب کیلیے ایک دوسري بیعت مستقلاً قائم هوئي ' جو بیعت توبهٔ و ارشاد هوئي ' اور اسطرح اصحاب طریقت و تصوف کي بنیاد پڑي - پہلے صرف ایک وجود تها - وہ پادشاہ ' مجتهد ' مرشد ' قاضي القضاة ' سپه سالار جنگ ' میر عدل و احتساب ' سب کچهه تهـــا - اب یه ساري قوتیں الگ الگ هوگئیں - حـــکومت و فرمانروائي الگ ایک وجود میں آئي - اجتهاد و تفقه کیلیے دوسرا وجود مرکز بنا - قضاء کیلیے تیسرا - ارشاد و تزکیهٔ قلوب کیلیے چوتها - و هلم جرا - غرضکه عهد اجتمـــاع قوی و مناصب کے بعد دور انتشار قوی و مناصب شروع هوکر رفته رفته کمال ظهور و بلوغ تک پهنچ گیا - حتی که یه تمام قوتیں اسطرح ایک دوسرے سے بیگانهٔ و مخالف هوگئیں که یا تو ایک هي وجود میں جمع تهیں ' یا اب مختلف وجودوں میں بٹ کر بهی متفق نه رهسکیں - صرف اختلاف تعدد و تنوع هي نهیں رها ' بلکه اختلاف تضاد کي شکل پیدا هوگئي - یہی سب سے بڑي مصیبت و هلاکت تهي جو امت پر طاري هوئي - مسلمانوں کے تنزل و ادبار کي اصلی علت یه هے - وہ افسانے نهیں هیں جنمیں تم سرمست هو - افسوس که سطحي و جزئي حالات کے استغراق نے اصلي اسباب و علل پر غور کرنے کی تمهیں کبهی مهلت نه دي ' اور نه بحث و نظر میں یورپ کي تقلید سے آزاد هوسکے که خالص اسلامي فکر و نظر اسباب ترقي و تنزل پر تدبر کرتے !

غرضکه خلافت راشده کے بعد جو سلسلهٔ خلافت قائم هوا ' وہ خواہ قرشي رها هو یا غیر قرشي ' مجرد ملوکي و پادشاهي کا سلسله تها ' اور بجز چند مستثنی اوقات کے (جیساکه عهد حضرة عمر بن عبد العزیز) یه نیابت نبوت کے اور تمام اجزاء سے یکقلم خالي رها - منصب بٹ چکے تهے - قوتیں منتشر هو چکي تهیں - البته جو انقلاب سلطان عبد الحمید خان کے زمانے میں هوا اور جسکا نتیجه یه نکلا که سلاطین عثمانیه کي خلافت طریق استبدادي و شخصی سے طریق شوری میں تبدیل هوگئي ' سو بلا شبه

جو تم میں آباد ہے - ہر جسم کا فعل ہے اور ایک خاصہ - لیکن دیکھو! یہ ساری آبادی کس طرح ایک ہی مرکز کے آگے سر بسجود ہے؟ سب کی حیات کا مرکز صرف قلب ہے - اس سے الگ رہکر ایک عضو بھی زندہ نہیں رہسکتا " اذا اصلحت ' صلحت کلها ' و اذا فسدت ' فسدت کلها "

اسلام فی الحقیقت سنة الله اور فطرت الله ہی کا دوسرا نام ہے - اگر نوع انسانی کی سعادت و ارتقاء کیلیے قانون اسلام اسی فاطر السماوات و الارض کا بنایا ہوا ہے جسنے تمام کائنات کیلیے قانون حیات بنایا ' تو ضرور ہے کہ دونوں میں اختلاف نہو' بلکہ پہلا قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتی جزء نظر آے ' جیسے زنجیر کی ایک کڑی - پس اسلام کا نظام شرعی بھی ٹھیک ٹھیک اسی قانون مرکزیة پر قائم ہوا - قرآن نے یہ حقیقت جا بجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیاء کی زندگی اپنے اپنے مرکزوں سے وابستہ ہے ' اسی طرح نوع انسانی اور اسکی جماعت و افراد کا جسمانی و معنوی بقاء بھی قانون مرکزیة پر موقوف ہے - جس طرح ستاروں کی زندگی اور حرکت کا مرکز و محور سورج کا وجود ہے - اسی طرح نوع انسانی کا بھی مرکز سعادت انبیاء کرام کا وجود ہے - پس انکی اطاعت و انقیاد بقاء و حیات کیلیے ناگزیر ٹھہری : و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله (۴ :۶۸) دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا مگر اسلیے کہ اسکی اطاعت کی جاے ' اور اسی لیے فرمایا : فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ' ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیما (۴ : ۶۹) اور لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه - پھر قوم و ملت کے بقاء کیلیے ہر طرح کے دائرے اور ہر طرح کے مرکز قرار دیے - اعتقاد میں اصلی مرکز عقیدۂ توحید کو ٹھہرایا جسکے گرد تمام عقائد کا دائرہ قائم ہے : ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (۴ : ۵۲) عبادات میں نماز کو مرکز عمل ٹھہرایا جسکے ترک کردینے کے بعد تمام دائرۂ اعمال منہدم ہوجاتا ہے - " فمن اقامها اقام الدین ' و من ترکها فقد هدم الدین " اور اسی لیے یہ بات ہوئی کہ " کان اصحاب رسول الله صلعم لایرون شئیا من الاعمال ترکه کفر غیر الصلوة " (ترمذی) یعنی صحابۂ کرام کسی عمل کے ترک کردینے کو کفر نہین سمجھتے تھے مگر نماز کے ترک کو - اسی طرح تمام قوموں اور ملکوں کا ارضی مرکز سعادت وادی حجاز کا کعبة الله قرار پایا : جعل الله الکعبة البیت

یہ قانون مرکزیۃ و دوائر نظام ہستی کے ہر جزء اور ہر حصہ میں صاف صاف دیکھا جاسکتا ہے - یہ نظام شمسی جو ہمارے اوپر ہے ' ستاروں کی یہ گنجان آبادی ' کروں کا یہ صحراے بے کنار ' زندگی اور حرکت کا یہ محیر العقول طلسم ' کیا ہے ؟ کس نظام پر یہ پورا کارخانہ چل رہا ہے ؟ اسی قانون مرکزیۃ پر - متحرک سیاروں کے حلقے اور دائرے ہیں ' ہر دائرہ کا نقطۂ حیات و بقا سورج کا مرکزی نقطہ ہے - تمام ستارے اپنے اپنے کعبۂ مرکز کا طواف کر رہے ہیں اور ہر دائرہ کی ساری زندگی اور بقا صرف مرکز شمسی کی اطاعت و انقیاد پر موقوف ہے : ذلک تقدیر العزیز العلیم - خود ہماری زمین بھی ایک ایسے ہی دائرہ کی ایک کڑی ہے اور شب و روز اپنے مرکز کے طواف و انقیاد میں مشغول ہے - ہر ستارے کے طواف و دوران کیلیے حکمت الہی نے ایک خاص راہ اور ایک خاص زمانہ قرار دیدیا ہے - وہ اُس سے باہر نہیں جاسکتا - سب بحکم و لہ اسلم من فی السماوات و الارض (۳ : ۸۳) اور ان اللہ یسجد لہ من فی السماوات و من فی الارض و الشمس و القمر و النجوم (۲۲ : ۱۹) خدا کے بنائے ہوے قانون کے مطابق اپنی اپنی جگہوں میں کام کر رہے ہیں : لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ' و لا الیل سابق النہار ' و کل فی فلک یسبحون (۳۶ : ۴۱)

قانون مرکزیۃ کا یہ پہلا اور بلند ترین نظارہ تھا - اب اسکے بعد جسقدر نیچے اُترتے آئینگے ' اور حرکت و حیات کی بلندیوں سے لیکر زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے گوشوں تک نظر ڈالینگے ' ہر جگہ زندگی اور بقا اسی قانون سے وابستہ نظر آئیگی - عالم نباتات میں درخت کو دیکھو - اسکی ایک مجتمعہ وحدۃ کتنی وسیع کثرت سے مرکب ہے ؟ ڈالیاں ہیں ' شاخیں ہیں ' پتے ہیں ' پھول ہیں - لیکن سب کی زندگی ایک ہی مرکز یعنی جڑ سے وابستہ ہے - جڑ سے جہاں کوئی شاخ الگ ہوئی ' موت و فنا اُسپر طاری ہوگئی - آفاق کو چھوڑ کر عالم انفس کی طرف آؤ ' اور خود اپنے وجود کو دیکھو جسکے دیکھنے کیلیے نظر اُٹھانے کی بھی ضرورت نہیں - تمہارا وجود کتنے مختلف ظاہری و باطنی اعضاء سے مرکب ہے ؟ جسموں اور وجودوں کی ایک پوری بستی ہے

اولاً ' بحکم " القران یفسر بعضه بعضا " اولو الامر کي تفسیر خود قرآن هي کے اندر تلاش کرني چاهیے - اسي سورت میں آگے چلکر یه لفظ دوبارہ آیا ھے :

و اذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ' ولو ردوه الی الرسول و الی اولی الامر منهم ' لعلمه الذین یستنبطونه منهم - (۴ : ۸۶)	اور جب کوئي امن یا خوف کي خبر اُن تک پہونچتي ھے ' تو بلا سونچے سمجھے لوگوں میں پھیلادیتے ھیں - حالانکه اگر وہ الله کے رسول کي طرف اور اُن لوگوں کي طرف رجوع کرتے جو اُن میں " اولو الامر "

ھیں ' تو فوراً اصلیت کھل جاتي اور وہ اُس خبر کے سچے جھوٹے ھونے کا پته لگالیتے -

اس آیت میں ایسے وقتوں کا ذکر کیا گیا ھے جب امن و خوف یعني صلح و جنگ اور فتح و شکست کي افواھیں ملک میں پھیلتي ھیں اور بے اصل خبروں کي اشاعت سے لوگوں میں اضطراب و غلط فهمي پیدا هوجاتي ھے - ایسي صورتیں منافقین اور بعض ضعیف القلب مسلمانوں کي وجه سے عهد نبوي میں بھي پیش آجاتي تھیں - پس فرمایا که جب کوئي افواہ سنو تو پہلے الله کے رسول اور اپنے " اولو الامر " تک پهنچاؤ - تا که وہ اس کي صحت وعدم صحت کي تحقیق کرلیں اور خبر کي نوعیت اور راویوں کي حالت پر غور کرکے صحیح نتائج کا استنباط کریں - ایسا نه کرو که جهاں کوئي افواہ سني ' فوراً اسپر یقین کرلیا اور لوگوں میں پھیلانا شروع کردیا -

اب غور کرنا چاهیے که اس آیت میں " اولو الامر " سے مقصود کون لوگ هوسکتے ھیں ؟ یه ظاهر ھے که ذکر امن و خوف کے حالات کا ھے - یعني صلح و جنگ اور فتح و شکست کا - ان حالات کا تعلق صرف حکام و امراء ملک هي سے هوسکتا ھے - علما اور فقهاء سے نهیں هوسکتا - معامله نظم ملک و قیام امن کا ھے - استنباط مسائل اور حلال و حرام کا نهیں ھے - پس لامحاله تسلیم کرنا پڑیگا که اولو الامر سے مقصود وهي لوگ ھیں جنکے سپرد ملک کا انتظام اور جنگ و امن کا نظم و نسق هوتا ھے ' اور جو اُن خبروں کي تحقیق کرسکتے ھیں جنکا اثر ملک کے امن و خوف پر پڑسکتا ھے - یعني ارباب حکومت و امارت -

ثانیاً ' کتاب و سنة اور صدر اول کے آثار عربیة پر غور کرنے سے معلوم هوتا ھے که لفظ " امر " جب ایسي ترکیب کے ساتھه بولا جاے جیسی که یهاں ھے '

الحرام قیاماً للناس ۔ " قیاماً للناس " پر غور کرو - اور چونکہ یہ مرکز تھہرا ' اس لیے تمام دائرہ کا رخ بھي اسي طرف ھوا ۔ خواہ دنیا کي کسي جہت میں مسلمان ھوں ' لیکن اُنکا منہہ اسي طرف ھونا چاھیے : و حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (۲ : ۱۴۵)

پھر جس طرح شخصي اور اعتقادي و عملي زندگي کیلیے مراکز قرار پاے ' ضرور تھا کہ جماعتي اور عملي زندگي کیلیے بھي ایک مرکزي وجود قرار پاتا - لہذا وہ مرکز بھي قرار دیدیا گیا - تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے تھہرایا - اُسکي معیت ' اُسکي رفاقت ' اُسکي اطاعت ' اُسکي حرکت پر حرکت ' اُسکے سکون پر سکون ' اسکي طلب پر لبیک ' اُسکي دعوة پر انفاق جان و مال ' ھر مسلمان کیلیے فرض کردیا گیا - ایسا فرض جسکے بغیر وہ جاھلیة کي ظلمت سے نکلکر اسلامي زندگي کي روشني میں نہیں آسکتا - اسلام کي اصطلاح میں اسي قومي مرکز کا نام " خلیفہ " اور امام ھے ' اور جب تک یہ مرکز اپني جگہ سے نہیں ھٹتا ھے - یعني کتاب و سنة کے مطابق اُسکا حکم ھے ' ھر مسلمان پر اسکي اطاعت و اعانت اُسي طرح فرض ھے جس طرح خود اللہ اور اُسکے رسول کي :

یا ایہا الذین آمنو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولي الامر منکم - فان تنازعتم في شي فردوہ الی اللہ و الرسول ' ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاخر - ذلک خیر و احسن تاویلا - (۴ : ۶۳)	مسلمانو ! اطاعت کرو اللہ کي ' اُسکے رسول کي ' اور تم میں جو اولو الامر ھو ' اُسکي - پھر اگر کسي معاملہ میں تم مختلف ھوجاؤ تو چاھیے کہ اللہ اور اسکے رسول کي طرف لوٹو اور اسکے فیصلہ پر متفق ھوجاؤ -

اس آیت میں بالترتیب تین اطاعتوں کا حکم دیا گیا ھے - اللہ کي ' رسول کي ' مسلمانوں میں جو اولو الامر ھو ' اسکي - اللہ کي اطاعت کتاب اللہ کي اطاعت ھے - رسول کي اطاعت سے مقصود سنت قولي و فعلي ھے - باقي رھي اطاعت اولوالامر ' تو نہایت قوي و روشن وجوہ موجود ھیں کہ " اولو الامر " سے مقصود مسلمانوں کا خلیفۂ و امام ھے جو کتاب و سنت کے احکام نافذ کرنے والا ' نظام امت قائم رکھنے والا ' اور تمام اجتہادي امور میں صاحب حکم و سلطان ھے :

ص ٢٥ — ص ٣٢

تو اُسکا اطلاق عموماً حکومت و سلطنت هی کے معنوں پر هوتا ہے - احادیث میں یہ استعمال اس کثرت سے موجود ہے کہ ایک صاحب نظر کیلیے کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں - نیز لغة کي بنا پر بهي ظاهر ہے کہ " امر " کے معني حکم کے هیں' اور " اولي الامر " کے معني امام بخاري نے " ذوي الامر " کے کیے هیں - یعنے " حکم والا " اور معلوم ہے کہ صاحب حکم وهي هوسکتا ہے جو صاحب حکومت هو -

ثالثاً ' احادیث صحیحه سے ثابت ہے کہ خود یہ آیت جس واقعہ کي نسبت اُتري ' وہ امیر جماعت کي اطاعت هي کا معاملہ تها - بخاري و مسلم میں ہے " عن ابن عباس نزلت في عبد الله بن حذافه بن قیس ابن عدي اذ بعثه النبي صلعم في سرية " اور امام طبري نے تفسیر میں ایک روایت درج کي ہے کہ عمار بن یاسر اور خالد بن ولید کي باهمي نزاع کے بارے میں اُتري - خالد امیر تھے اور عمار نے بلا اُنکے حکم کے ایک شخص کو مزدوري پر رکھہ لیا تها " نزلت في قصة جرت لعمار مع خالد وكان خالد اميراً فاجار عمار رجلا بغير امره فتخاصما " دونوں روایتوں سے ثابت هوتا ہے کہ معاملہ امیر کي اطاعت و عدم اطاعت کا تها ' نہ کہ احکام و مسائل کے حکم و افتاء کا -

رابعاً ' اکثر اقوال مرویۂ صحابۂ و تابعین سے بهی یهي تفسیر ثابت هوتي ہے - بلکہ صدر اول میں صرف یهي تفسیر مشهور و معلوم تهي - بہت سي موشگافیاں جو پیدا کي گئی هیں' سب بعد کے مفسرین کی طبع زاد هیں - حافظ ابن حجر نے ابن عیینه کا قول نقل کیا ہے " سألت زيد بن اسلم عنها و لم يكن بالمدينة احد يفسر القران بعد محمد بن كعب مثله - فقال اقرأ ما قبلها تعرف - فقرأت : ان الله يامر ان تؤدوا الامانات الى اهلها و اذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل - فقال هذه فى الولاة " (فتح ۱۳ : ۹۹)
یعنی مدینه میں محمد بن کعب کے بعد زید بن اسلم سے بڑھکر قران کا کوئی مفسر نہ تها - میں نے انسے اس بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے کہا - اس آیت سے ما قبل آیت پڑھو - میں نے پڑھا " ان الله يامر ان تؤدوا الامانات الى اهلها و اذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل " پس کہا کہ مقصود اس سے حکام هیں - یعنی چونکہ پہلے سے ذکر حکومت و قضا کا هو رها ہے ' پس اولو الامر سے مقصود وهی ارباب اقتدار هیں جو حکومت رکھتے هوں - طبري نے بسند صحیح حضرة ابو هريرة اور میمون بن مهران وغیرہ سے

ہجرۃ الی اللہ اور ذہاب الی اللہ ہے - خدا کے ہر رسول اور انکے پیروؤں کو
یام حق کی راہ میں یہ منزل طی کرنی پڑتی : انی مہاجر الی ربي - اور
نی ذاهب الی ربي - چونکہ وطن و مکان کا علاقہ ایک ایسا علاقہ ہے جسکے
رک کرنے میں اہل و عیال ' مال و متاع ' دوست و احباب ' ہر طرح کے
لاقوں کو ترک کردینا پڑتا ہے ' اور اسکي محبت و الفت کي زنجیر اور
ساري زنجیروں سے بھاري ہے ' اسلیے ترک وطن کي ہجرۃ اعلیٰ اور جامع
سم کي ہجرۃ ہوئي ' اور زیادہ تر مہاجرۃ کا اطلاق تارکین وطن ہي پر کیاگیا -
ولکل امري ما نوي - فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ ' فہجرتہ الی اللہ
رسولہ ' و من کانت ہجرتہ لدنیا یصیبہا ' اوامرأۃ یتزو جہا ' فہجرتہ الی
ا ہاجر الیہ " (بخاري عن عمر رض) یعني ہر شخص کیلیے وہ ہے جسکي
س نے نیت کي - پس جس نے اللہ اور اسکے رسول کیلیے ہجرۃ کي: تو
سکي ہجرۃ اللہ اور اسکے رسول کیلیے ہوئي ' اور جس نے اسلیے گھر
چھوڑا کہ دنیا کماے یا نکاح کرے ' تو اسکي ہجـــرۃ اسي کام کیلیے ہوئي
جسکے لیے اس نے گھر چھوڑا - پھر ہجرۃ کے بھي اقسام ہیں اور مراتب -
بعضها فوق بعض - کتاب و سنت اسکي تفصیل سے لبریز ہیں - یہ موقعہ تفصیل
نہیں -

پانچویں چیز "جہاد في سبیل اللہ " ہے - "جہاد" جہد سے ہے جسکے معني
' استفراغ الوسع في مدافعۃ العدو ظاہراً و باطناً " ہیں (مفردات راغب)
یعني دشمن اور دشمن کي تمام قوتوں کے دور کرنے اور اپنے کو قائم وباقي
رکھنے کیلیے انتہا درجہ کي کوشش کرنا - یہ کوشش زبان سے بھي ہوتي ہے -
مال سے بھي ہوتي ہے - جان سے بھي ہوتي ہے - جس قسم کي کوشش کي
ضرورت ہو - ہر قسم جہاد في سبیل اللہ میں داخل ہے - " و جاہدوا
المشرکین باموالکم و انفسکم و السنتکم " (رواہ ابوداؤد ' و احمد ' و نسائي '
ابن حبان ' عن انس)

یہ کہنا ضروري نہیں کہ یہي پانچ چیزیں دنیا میں قوموں اور ملکوں
کے بقاؤ قیام کي اصلي بنیاد ہیں - دنیا میں کوئي قوم زندہ نہیں رہسکتي
جسکي قومي ہستي ان پانچ عنصروں سے مرکب نہو - سعي و عمل کا کوئي
گوشہ ہو ' کامیابي بغیر ان اصول خمسہ کے نہیں مل سکتي - تم متھي بھر
چھون کے طالب ہو یا قطب شمالي کي تحقیق کے ' مگر کوئي چیز بھي بغیر

و سلوک نے "مشہد وحدۃ" کي اصطلاح اختیار کي ھے جو سالک طریق کیلیے کشف حجب اور سیر حقائق کا سب سے بلند تر مقام ھے - مقصود اس سے وہ قوت نظر و فکر ھے جو ظواھر سے گزرکر حقیقت تک پہنچ جاے ' اور اسماء و تعبیرات کے اختلافات دور کرکے مقاصد و معاني کا اتحاد معلوم کرلے - بعدیکہ سارے نزاعات و اختلافات دور ھو جائیں ' اور سخت سے سخت منازع و متضاد راھوں پر چلنے والے بھي دیکھہ لیں کہ اصل مطلوب دونوں کا ایک ھي ھے -

اس اصل کو پیش نظر رکھکر اگر غور کروگے تو واضح ھو جائیگا کہ جماعت' تعلیم ' اطاعت ' ھجرت ' اور جہاد ' دنیا کي وہ عالمگیر صداقتیں ھیں ' جنکي حقیقت سے کسي فرد بشر کو انکار نہیں ھوسکتا - دنیا کي کوئي صالح جماعت ایسي نہیں ھے جس نے انسے الگ رھکر کامیابي حاصل کي ھو - ھر عقل نے انکا اقرار کیا ھے ' ھر دل میں انکا اعتقاد موجود ھے ' اور ھر عامل جماعت شب و روز انپر عمل کر رھي ھے - البتہ ناموں کے اختلاف نے ساري اُلجھن ڈال دي ھے - اسلام نے جن ناموں سے انکو تعبیر کیا ھے ' انسے دنیا کو اختلاف ھے ' لیکن اسلام جن حقیقتوں کو پیش کرتا ھے ' انسے دنیا اختلاف نہیں کرسکتي - اگر کرے تو زندگي اور مراد سے محروم ھو جاے -

اس نظام میں پہلی چیز " جماعت " ھے جسکي مختصر تشریح اوپر گزر چکي - غور کرو ' دنیا کا کونسا کام ایسا ھے جسکو بلا اجتماع و جماعت کے انجام دیا جاسکتا ھے ؟ جماعت کي زیادہ دقیق اور فلسفیانہ تعریف چھوڑ دو - صاف اور سیدھے سادھے معني جو ھوسکتے ھیں ' صرف اُنھیں پر غور کرلو - سوسائٹي ' پارٹي ' کمیٹي ' کلب ' انجمن ' کانفرنس ' پارلیمنٹ ' بلکہ قوم ' ملک ' فوج ' ان سب سے مقصود کیا ھے ؟ یہي کہ " جماعت " اور " التزام جماعت " - وحشي قوموں تک کو دیکھتے ھو کہ جنگل کے درختوں کے نیچے اکٹھے ھوجاتے ھیں ' اور مل جلکر اپنے معاملات کا فیصلہ کرتے ھیں - پھر جماعت بے سود ھے اگر اسکا نظام نہو اور کوئي سردار و رھنما نہو - تم پانچ آدمیوں کي بھي کوئي مجلس منعقد کرتے ھو ' تو سب سے پہلے ایک پریسیڈنٹ کا انتخاب کرتے ھو اور کہتے ھو کہ جب تک کسي کو صدر مجلس نہ مان لینگے ' یہ پانچ آدمیوں کي مجلس بھي باقاعدہ کام نہ کرسکیگی - فوج ترتیب دیتے ھو تو دس آدمیوں کو بھي بغیر ایک افسر کے نہیں چھوڑتے -

جماعت' اطاعت' هجرة' اور جهاد کے حاصل نه هو سکیگي - دنیا نے آجتک جو کچهه پایا هے' غور کروگے تو وہ سب انهي پانچ سچائیوں کے ثمرات و نتائج هیں -

دنیا کے تمام نزاعات و اختلافات کي ایک سب سے بڑي علت حقیقت کي وحدت اور اسماء و مصطلحات کي کثرت هے - طلب صداقت کے اکثر جهگڑے حکایت شهد و عسل سے زیادہ نهیں - یعنی سچائي هر جگه اور هر گوشۀ عمل میں حقیقت و مسمی کے اعتبار سے ایک هي هے' لیکن بهیس مختلف هوگئے هیں اور نام متعدد - مصیبت یه هے که دنیا معاني کي جگه لفظوں کي پرستش کرتي هے' اور گو سب طلبگار و پرستار ایک هي حقیقت کے هیں' لیکن محض ناموں کے اختلاف کي وجه سے باهمدگر لڑ رهے هیں - ایک کهتا هے شهد - دوسرا کهتا هے عسل - مگر کوئي نهیں جو دونوں کو سمجها دے که مقصود دونوں کا ایک هي هے - اختلاف مسمی میں نهیں هے - صرف اسم میں هے - ایک شخص شب و روز ایک حقیقت کو مانتا اور جانتا هے' لیکن اپني اصطلاح و رسم میں کسي خاص لقب سے پکارتا هے - وهي حقیقت جب ایک دوسرے نام سے اسکے سامنے پیش کي جاتي هے تو فوراً انکار کردیتا هے اور اپنا فرض سمجهتا هے که اس سے هر طرح نفرت کرے - مذاهب کے اختلافات سے لیکر معاشرت و رسوم کے چهوٹے چهوٹے اختلافات تک' هر جگه یهي علت کام کر رهي هے - اگر کبهي ایسا هوسکے که ظواهر و اسماء کے تمام پردے اُٹهادیے جائیں اور حقیقت بے نقاب هوکر سب کے سامنے آجاے' تو یکایک دنیا کے تمام نزاعات ختم هو جائیں' اور تمام لڑنے والے دیکهه لیں که سب کا مطلوب ایک هي هے اگرچه بهیس مختلف هیں' اور سب کا مقصود ایک هي هے اگرچه نام بهت سے هیں :

عباراتنا شتی و حسنک واحد
و کل الی ذاک الجمال یشیر!

علوم و حقائق کے مشاهد و مناظر میں یه مشهد سب سے اعلی و ارفع مقام رکهتا هے - اسي کو شاہ ولي الله رحمة الله علیه " علم الجمع بین المختلفات " سے تعبیر کرتے هیں (١) اور عامۀ اصحاب اشارات

(١) تفهیمات میں لکهتے هیں " لما تمت بي دورة الحکمة ' البسني الله خلعت المجددیة ' فعلمت علم الجمع بین المختلفات "

ملکوں کا عروج ' قوموں کي بالا دستي ' تمدن کي وسعت ' في الحقيقت انسان کے کس عمل حق کے نتائج و ثمرات هیں ؟ اگر کچھ نظري چھوڑ دو تو معلوم کرلوگے کہ صرف عمل هجرت کے - اگرانسان اور انسانونکي جماعتوں نے طلب مقاصد و عزائم میں هزاروں قربانیاں نہ کي هوتیں ' هر طرح کے آرام و راحت سے مفارقت نہ کرجاتے ' اپني ساري خواهشوں اور ولولوں کو ترک نہ کردیتے ' گھر کے عیش ' اهل و عیال کي محبت ' خویش و یگانہ کي الفت ' اور ملک و وطن کي دامنگیریوں سے بالکل آزاد هوکر راہ هجرت میں قدم نہ اُٹھاتے ' تو آج دنیا میں علم کي جگہ جہل هوتا ' تمدن کي جگہ وحشت هوتي ' آبادیوں کي جگہ جنگل هوتے ' اور ان تمام ترقیوں میں سے ایک ترقي بھي کرۂ ارضي کي پیٹھہ پر نظر نہ آتي - دنیا میں جس قدر علوم وفنون موجود هیں ' اُن سب کي تکمیل کیونکر هوتي اگر ولولۂ هجرت سے انسان کا قلب خالي هوتا ؟ کتنے هي انسانوں نے اپنے گھروں اور وطنوں سے هجرتیں کي هیں ' دنیا کے ایک ایک گوشہ ایک ایک چپہ کو چھان مارا هے ' جب کہیں جا کر فن طب کي تکمیل هوئي هے اور ادویۂ و اشیاء کے خواص کا علم مکمل هوا هے - اگر مہاجرین علم کے قافلے اپنے اپنے گوشوں سے نہ نکلتے ' اور گھر کے آرام و راحت کي جگہ سفر و غربت کي صعوبتیں گورا نہ کرلیتے ' تو اشیـــاء کي تحقیق کیونکر هوتي ؟ پیدا وار کي معلومات کیونکر تکمیل پاتي ؟ جغرافیـہ کیونکر وجود میں آ تا ؟ علم الحیـــات کے تجارب کي جزئیـــات کیونکر جمع هوسکتیں ؟ نئي نئي ایجادات اور اکتشافات کي کس طـــرح راہ کھلتي ؟ کولمبس اگر هجرت نہ کرتا ' تو آج دنیا کا نصف تمدن ناپید تھا - یورپ اگر هجرت نہ کرتا تو آج نیویارک اور واشنگٹن کي سر بفلک عمارتوں کا وجود نہ هوتا - اگر یورپ کي قومیں اپنے ملکوں سے مہاجرت نہ کرتیں ' تو آج تمام دنیا کي دولت اُن کے گھروں میں کھنچکر نہ جاتي - یہ کیسي عجیب بات هے کہ اگر صرف قطب شمالي کي تحقیق کے لیے مہـــاجرین کشف کے ڈیڑہ سو قافلے یکے بعد دیگرے نکلیں ' اور یکسر قربان و هلاک هو جائیں ' تو تم کہو کہ یہ تحقیق علم کا کمال اور جذبۂ نوع پرستي کي انتهـــا هے ' لیکن اگر اُسي چیز کو اللہ کي شریعت ایک جامع تر لفظ " هجرت " سے تعبیر کرے ' تو تم اسکا انکار کردو ؟ تمهارے نزدیک یہ تو تمدن هے کہ دریاے نیل کا مخرج دریافت کرنے کیلیے سیکڑوں انسان اپنا گھر بار چھوڑ دیں اور هلاک هو جائیں ' لیکن یہ وحشت هے کہ قیام حق اور اشاعت

اسکي اطاعت ماتحتوں کیلیے فرض سمجھتے ھو اور یقین کرتے ھو کہ بغیر اسکے فوج کا نظام قائم نہیں رھسکتا - پانچ دس آدمي بھي اگر بغیر امیر کے کام نہیں کرسکتے تو قومیں کیونکر اپنے فرائض بلا امیر کے انجام دے سکتي ھیں ؟ اس سے بھي سادہ تر مثال یہ ھے کہ اپنے اپنے گھروں اور خاندانوں کو دیکھو ! خود تمھارا گھر بھي تو ایک چھوٹي سي آبادي ھے ؟ اگر بیوي تمھارا حکم نہ مانے تو تم کیوں بگڑتے ھو ؟ اگر گھر کے لوگ تمھارے کہنے پر نہ چلیں ' تو تم کیوں لڑتے ھو ؟ تم کہتے ھو کہ فلاں گھر میں امن و انتظام نہیں - رزرخانہ جنگي ھوتي ھے - یہ سب کیوں ھے ؟ صرف اسلیے کہ " الجماعــۃ ' و السمــع ' و الطاعــۃ " کوئي جماعت امن و نظم نہیں پاسکتي جب تک اسکا کوئي امیر نہو ' اور جب تک امیر کي اطاعت نہ کي جاے - گھر اور خاندان بھي ایک چھوٹي سي جماعت ھے - تم گھر کے بڑے ھو - یعني امیر ھو - پس گھر کي عافیت و کامیابي اسپر موقوف ھے کہ سب تمھاري سنیں اور تمھارے کہے پر چلیں -

" ھجرت " کا لفظ کسقدر تمھارے لیے نا آشنا اور نا مانوس ھے ؟ تم سمجھتے کہ یہ دنیا کے اُس عہد جہل و وحشت کي یادگار ھے جب مذھبي جذبات کي بر انگیختگي نے تمــدني احساسات کو مغلوب کردیا تھا ' اور انسان دین پرستي کے جنون میں اپني عقلي و تمدني زندگي تک کو قربان کردیتا تھا - لیکن بتلاؤ ' اب دنیا کي اعلی سے اعلی علمي و تمدني ترقیاں بھي تم کو جس راہ کي طرف بلا رھي ھیں ' وہ " ھجرت " کي حقیقت سے کب خالي ھیں ؟ اور خود علم و تمدن کا تمام ذخیرۂ عروج بھي کس عملي حقیقت کا نتیجہ ھے ؟ " ھجرت " سے مقصود یہ ھے کہ اعلی مقاصد کي راہ میں کمتر فوائد کو قربان کردینا ' اور حصول مقاصد کي راہ میں جو چیزیں حائل ھوں ' اُن سب کو ترک کردینا - خواہ آرام و راحت ھو ' مال و دولت ھو ' نفساني خواھشیں ھوں ' حتی کہ قوم ھو ' ملک ھو ' وطن ھو ' اھل و عیال ھوں ' سب کو چھوڑ دینا - پھر بتلاؤ ' علم و عمل کا کون گوشہ ھے جس میں کامیابي بغیر اس جذبہ کے ملسکتي ھے ؟ انسان کي مطلوبات میں سے کوئي چھوٹي سے چھوٹي چیز بھي ایسي بتلاسکتے ھو جو بلا ھجرت کے مقام سے گذرے اُسنے پالي ھو ؟ یہ دنیا کي علمي و تمدني ترقیاں ' حیرت انگیز اکتشافات ' انقلاب انگیز ایجادات ' دولت کي فراواني ' تجارت کي عالمگیري ' نئي نئي آبادیوں کا قیام ' طرح طرح کے وسائل معیشت و فلاح کا ظہور ' پھر

اسي قوم کو باقي رهنا چاهيے جو حق و هدايت کے اعتبار سے اصلح هو - غير اصلح عقائد و اعمال کو مٹ جانا چاهيے اور قانون الهي کا هاتهه بڑهکر مٹا دينا چاهيے - هدايت يافته اقوام کا يه حق هے که غير هدايت يافته قوموں پر غالب آئيں : ليظهره على الدين کله - پهر اس بات پر تم کيوں مضطرب هوتے هو ؟ کيوں اس قدرتي قانون هستي کے ذکر ميں تم کو قتل و غارتگري کي دهشت ناکي نظر آتي هے ؟ يورپ کي قوميں تمام دنيا کو اپني نو آباديوں سے بهر ديں ' اور کہيں که افريقه کے وحشيوں کي جگه هم متمدن اقوام زياده خدا کي زمين کي حقدار هيں - اسکو تو تم گوارا کرلو ' ليکن اگر اسلام کہے که " ان الارض لله و لرسوله " خدا کي زمين حق پرستوں کيليے هے - کفر و ضلالت کے پرستاروں کيليے نہيں هے ' تو تم اسکو وحشت اور خوفناکي کہو ؟

فصل

(جماعت و التـزام جماعت)

يہاں ايک اور اهم اور قابل غور امر يه بهي هے که اس حديث اور نيز ديگر احاديث ميں هميشه جماعت اور اطاعت خليفه کي زندگي کو اسلامي زندگي قرار ديا هے اور اسکے عکس کو جاهلية - جاهلية کي زندگي ميں هلاکت کا اصلي تخم کيا تها ؟ قرآن نے واضح کيا هے که تفرقه اور باهم دگر علحدگي ' اور کسي ايک مرکزي قوت کے ماتحت نہونا - اسلام نے ظاهر هوکر زندگي کي جو تخم ريزي کي ' وه کيا تهي ؟ باهمي اتحاد و ائتلاف - تمام منتشر افراد کو ايک متحده جماعت بنا کر نفس واحده کرديا او ر سب کے سر ايک هي چوکهٹ پر جهکادیے : واذکروا نعمت الله عليکم اذ کنتم اعداً ' فالف بين قلوبکم ' فاصبحتم بنعمته اخوانا - و کنتم على شفا حفرة من النار فانقذکم منها " الخ -

پس جاهلية کا دوسرا نام تفرقة هوا ' او ر اسلام کا دوسرا نام جماعت او ر التزام جماعت - يہي وجه هے که تمام احاديث ميں يه حقيقت واضح کي گئي ' اور اعلان کيا گيا که جو شخص جماعت اور اطاعت امام سے الگ هوگيا '

صداقت کي راه ميں الله کے بندے ترک وطن کريں ؟ اگر نيوٹن اپني راتوں کي نيند اور بستر بھي راحت چھوڑ دے تاکہ " کشش ثقل " کا قانون دريافت کرلے ' تو تم اسکي پرستش کرو اور کہوکہ يہ علـم پرستي ھے - ليکـن اگر تم عزم و طالب کے ايسے ھي پرستار ھو تو اُس عازم صـادق کيليے کيا کہتے ھو جو قانون کشش ثقل کيليے نہيں بلکہ قانون نجات عـالم کيليے اپنا گھر بار چھوڑ ديتا ھے اور کہتا ھے کہ يہ حق پرستي ھے ؟

آج تمام يورپ قومي ترقي اور ملکي استحکام کي سب سے بڑي بنياد " کالونيل سستم " کو يقين کرتا ھے - يعني نو آباديوں کے اصول کو ' اور اسکا اس درجہ پرستار ھے کہ صرف اسي کي خاطر پانچ سال تک دنيا کو عالمگير جنگ و قتال ميں مبتلا رکھتا ھے - ليکن نو آباديوں کے اُصول کے کيا معني ھيں ؟ يہي کہ ترک وطن کرکے اپني نئي نئي آباديان قائم کرنا ' اور قومي دولت و طاقت کو بڑھانے کيليے دنيـا ميں دور دور تـک پھيل جانا - اب غور کرو کہ يہ بھي "ھجرت" اور ترک وطن کي بات ھوئي يا نہيں ؟ اور " الجمـاعة ' و السمع ' و الطاعة ' و الھجرة " پر دنيا عمل کر رھي ھے يا نہيں ؟ نام مختلف ھيں مگر حقيقت ايک ھي ھے -

"جہاد" کے معني يہ ھيں کہ دفع اعداء ميں اپني جان و مال سے کمال درجہ سعي و محنت کرنا - کيا دنيا ميں کوئي قوم ' کوئي ملک ' کوئي جماعت ' کوئي قبيلہ ' کوئي خاندان ' کوئي گھر ' کوئي انسان ' بلکہ کوئي وجود اور زندگي بغير جہـاد کے زندہ و قائم رھسکتي ھے ؟ کون ھے جو زندہ رھنا چاھتا ھے اور جہاد نہيں کرتا ؟ جس چيز کو تم ھزاروں ناموں اور لفظوں ميں بولتے ھو اور کارزار ھستي ميں بقاؤ قيـام کي اصلي بنيـاد سمجھتے ھو ' اُسي کو اسلام نے ايک جامع لفظ " جہاد " سے تعبير کيا ھے - اگر تم سے ڈارون اور رسل وبليس تنازع البقـاء (Struggle for existence) اور انتخاب طبيعي (Natural Selectian) اور بقاء اصلح (Survival of the fittest) کا ذکر کرتے ھيں اور کہتے ھيں کہ اس کارزار حيات ميں بقـا صرف اصلح و امثل کيليے ھے ' تو تم پوري طـرح کان دھرتے ھو ' اور فطـرة کے قتل و غارت کا افسانۂ خونين تم کو پريشـان خاطـر نہيں کرتا - ليکن اُسي حقيقت کو قرآن و اسلام زيادہ مکمل شکل ميں بيان کرتا ھے - وہ کہتا ھے کہ جو قانون الٰہي زمين کے کيڑوں مکوڑوں تـک پـر نافـذ ھے ' اُس سے جمعيت بشري کيونـکر بـري ھوسکتي ھے ؟ پس دنيا ميں

گذرا هے ' اسکو عہد جاهلیة کہتے هیں - پس مطلب یه هوا که عرب جاهلیة کي طرح گمراهي پر موت هوئي) دوسری روایت میں هے - اگر کوئي شخص اپنے امیر کو ایسي بات کرتے دیکھے جو اُسے پسند نه آے تو چاهیے که صبر کرے - اسکي اطاعت سے باهر نهو - کیونکه جو کوئي سلطان اسلام کي اطاعت سے بالشت بهر بهي باهر هوا اور اسي حالت میں مرگیا ' تو اسکي موت جاهلیة کي حالت پر هوئي - حضرة ابن عمر کي روایت میں هے :
" من خلع یدا من طاعة ' لقي الله یوم القیامة و لا حجة له ' و من مات و لیس في عنقه بیعة ' مات میتة جاهلیة " جس نے خلیفه کي اطاعت سے هاتهه کهینچا ' یعني اطاعت نه کي ' تو قیامت کے دن وہ الله کے سامنے حاضر هوگا اور اسکے لیے کوئي بچاؤ نهوگا - اور جو مسلمان دنیا سے اس حال میں گیا که خلیفه کي بیعت و اطاعت کے حلقه سے اُسکي گردن خالي هوئي ' تو یقین کرو که اسکي موت جاهلیة کي موت هوئي -

" من فارق الجماعة شبرا فکانما خلع ربقة الاسلام من عنقه " (ترمذي) جو جماعت سے بالشت بهر بهي باهر هوا ' اس کا حکم یه هے که گویا اس نے اسلام کي اطاعت کا حلقه اپني گردن سے نکال دیا - ایک روایت میں هے " دخل النار " (اخرجه الحاکم علي شرط الصحیحین) یعنے جو خلیفه کي اطاعت سے باهر هوا ' اُسکا ٹهکانا دوزخ هے -

" کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء - کلما هلک نبي ' خلفه نبي - و انه لا نبي بعدی - و سیکون خلفاء فیکثرون - قالوا - فما تامرنا ؟ قال - فوا بیعة الاول فا لاول ' ثم اعطوهم حقهم ' فان الله یسائلهم عما استرعاهم " (متفق علیه) بني اسرائیل کي رهنمائی و ریاست انبیاء کرتے تهے - ایک نبي گیا تو دوسرا اُسکي جگه مامور هوا - لیکن میرے بعد کوئي نبي نهیں هے - البته خلفاء هونگے - لوگوں نے عرض کیا - هم کو اُنکي نسبت کیا حکم هوتا هے ؟ فرمایا - جس سے پہلے بیعت کي یعني جس کي حکومت پہلے مان لي گئي ' اُسکي اطاعت مقدم هے - پهر کسي دوسرے کو خلیفه نه مانو - اور فرمایا - اُنکا تم پر جو کچهه حق هے ' وہ اُنکے حوالے کرو - یعني اُنکي اطاعت کرو - زکواة و خراج وغیرہ اُنهي کو دو -

انکے علاوہ بے شمار احادیث هیں - اجماع کے شواهد اور کتب عقائد و فقه کے اقوال نقل نهیں کیے گئے که مشهور و معروف هیں ' اور احادیث کے بعد اُنکي ضرورت بهي نهیں -

گویا وہ اسلام سے خارج ہوگیا - اسکی موت اسلام پر نہیں بلکہ جاهلیۃ پر ہوگی- اگرچہ نماز پڑھتا ہو ' روزہ رکھتا ہو' اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہو - مزید احادیث میں سے بعض روایات صحاح یہ ہیں :-

" من اطاعني فقد اطاع الله ' و من اطاع اميري فقد اطاعني ' و من عصى اميري فقد عصاني " (صحيحين عن ابي هريرة) جس نے میری اطاعت کی ' اُس نے اللہ کی اطاعت کی ' اور جس نے میرے امیر کی (یعنی میرے نائب کی) اطاعت کی ' اسنے خود میری اطاعت کی ' اور جس نے امیر سے روگردانی کی' اس نے میری اطاعت سے انکار کیا - یعنی امیر المـــومنین کی اطاعت عین رسول کی اطاعت ہے - مسلم کی ایک روایت میں " امیری " کی جگہ صرف " الامیر " ہے - یعنی جو شخص مسلمانوں کا امام ہو' اُسکی اطاعت -

" إسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليكم عبد حبشي كان راسه زبيبة " (صحیحین عن انس) اگر ایک حقیر صورت حبشی غلام بھی تمہارا امیر بنا دیا جاے ' تو چاہیے کہ اسکی سنو اور اطاعت کرو -

معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ بار بار اور کثرت سے خطبوں میں آپ فرماتے تھے - اسی لیے مختلف لفظوں میں اور مختلف مواقع کی نسبت مروی ہے - حجۃ الوداع کے عظیم الشان اور یادگار عالم موقعہ پر (جبکہ دو تین ماہ کے بعد آپ دنیا سے تشریف لیجانے والے تھے اور ایک آخری اور وداعی پیام دنیا کو سنا رہے تھے) فرمایا " و لو استعمل عليكم عبد يقودكم بكتاب الله ' اسمعوا و اطيعوا " (مسلم) اگر ایک حبشی غلام بھی تم پر امیر بنا دیا جاے اور وہ کتاب اللہ کے ساتھہ تم پر حکومت کرے ' تو اُسکی سنو اور اطاعت کرو !

" من خرج من الطاعه و فارق الجماعه ' فمات ' مات ميتة جاهلية " و عن ابن عباس " من راي من اميره شيئا يكرهه ' فليصبر ' فانه من فارق الجماعة شبرا ' فمات ' فميتة ميتة جاهلية " و في لفظ " فانه ليس احد من الناس خرج من السلطان شبرا فمات عليه ' الا مات ميتة جاهلية " (متفق علیہ) یعنی جس نے جماعت کا ساتھہ چھوڑ دیا ' خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہوگیا ' اور اسی حالت میں بغیر توبہ کے مرگیا ' تو اُسکی موت جاهلیـۃ کی موت ہوئی (اسلام سے پہلے اهل عرب پر جو زمانہ

ھے، ظالم ھے، جابر ھے، شرائط خلافت اُسمیں نہیں پائے جاتے؟ تو اُسکی اطاعت کرنی چاھیے، یا اُس پر خروج کرنا چاھیے؟ وہ شرعاً خلیفۃ المسلمین ھوسکتا ھے یا نہیں؟ اُسکے ماتحت وہ تمام کام انجام پاسکتے ھیں یا نہیں جو از روے شرع خلیفۂ اسلام کی موجودگی پر موقوف ھیں؟ اُسکو زکواۃ دینی چاھیے؟ اسکے پیچھے جمعہ پڑھنا چاھیے؟ اسکے تمام احکام کی اطاعت کرنی چاھیے؟

یہ مسئلہ امت کی اجتماعی زندگی کا بنیادی مسئلہ تھا، اور ممکن نہ تھا کہ شریعت اسکی پوری پوری تشریح و توضیح نہ کردیتی - اس بارے میں نصوص سنـــۃ بے شمار اور بالکل واضح ھیں - اسی لیے جب خلافۃ راشدہ کے بعد بنو امیہ کی حکومت جبرو استبداد کے ساتھہ قائم ھوئی، تو صحابۂ کرام کو اپنے طرز عمل کے فیصلے میں ذرا بھی تامل و تذبذب نہوا - بالکل اُس شخص کی طرح جو پہلے سے ایک خـــاص وقت کا سمجھا بوجھا منتظر ھو، فوراً یکسوئی کے ساتھہ فیصلہ کرلیا - جو کچھہ اُنھوں نے بتلایا اور کیا، اُسی پر اجماع امت کی مہر لـگ گئی، اور تیرہ سو برس سے جمہور اھل اسلام کا رھی متفقہ اعتقاد و عمل قرار پاگیا - بلا شبہ پہلی صورت میں بعض اسلامی فرقوں کو اختلاف ھوا، مگر دوسری صورت میں قولاً و فعلاً سب متفق ھوگئے -

پہلی صورت میں شریعت نے اھلیت و صلاحیت کی وہ تمام شرائط اپنے انتہائی اور کامل مرتبہ میں قرار دی ھیں جو ایک ایسے مرکزی اور اھم ترین منصب کیلیے قدرتی طور پر ھونا چاھیئیں - کیا باعتبار قوت علمی کے - کیا بہ لحاظ قوت عملی کے - اور چونکہ یہ منصب متعدد حیثیتوں سے مرکب ھے، اسلیے ھر حیثیت کے لحاظ سے ضروری اوصاف بتلائے گئے - مثلاً اسلام، علم و نظر، عمل و تقوی، شجاعت و صولۃ، عدالۃ و ایثار، قدرت و نفوذ، طاقت و شوکت - چنانچہ تمام کتب عقائد میں صدیوں سے مسلمان پڑھتے پڑھاتے آے ھیں: " و یشترط ان یکون من اھل الولایۃ المطلقۃ الکاملۃ بان یکون مسلماً، حراً، ذکراً، عاقلاً، بالغاً، سائساً بقوۃ رائہ و رویتہ، و معونۃ باسہ و شوکتہ، قادراً بعلمہ و عدالتہ و کفایتہ و شجاعتہ علی تنفیذ الاحکام، و حفظ حدود الاسلام، و انصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم " الخ - کذا فی شرح المواقف، و النسفی، و التمھید، و شرح فقہ الاکبر للقاری، و شرح المقاصد - و من کتب المحدثین شرح عقیدہ ابن عقیل، و فتح الباری،

فصل

(شرائط امامت و خلافة)

تمام نصوص و دلائل کتاب و سنة اور اجماع امة پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شرائط امامت و خلافة کے بارے میں دو صورتیں اختیار کی ہیں - اور قدرتی طور پر یہی دو صورتیں اس مسئلہ کی ہوسکتی تھیں -

اسلام نے اس بارے میں نظام عمل یہ مقرر کیا تھا کہ امام کے انتخاب کا حق امت کو ہے - اور طریق انتخاب جمہوری تھا نہ کہ شخصی و نسلی - یعنے قوم اور قوم کی اصحاب الراے جماعت (اہل حل و عقد) کو شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خلیفہ منتخب کرنا چاہیے - بحکم و امرہم شوری بینہم - بنیاد تمام امور کی شرعا شوری یعنی باہمی مشورہ ہے - نہ کہ نسل و خاندان - خلافت راشدہ کا عمل اسی نظام پر تھا - خلیفۂ اول کا انتخاب عام جماعت میں ہوا - خلیفۂ دوم کو خلیفۂ اول نے نامزد کیا اور اہل حل و عقد نے منظور کرلیا - خلیفۂ سوم کا انتخاب جماعت شوری نے کیا - خلیفۂ چہارم کے ہاتھہ پر خود تمام جماعت نے بیعت کی - نسل ' خاندان ' ولی عہدی ' کو اسمیں کوئی دخل نہ تھا - اگر دخل ہوتا تو ظاہر ہے کہ خلافت خلیفۂ اول کے خاندان میں آجاتی ' یا دوم و سوم کے خاندان میں ' مگر ایسا نہیں ہوا - خلیفۂ دوم نے تو قوم کو بھی اسکا موقعہ نہ دیا کہ انکے لڑکے کو خلیفہ منتخب کرے - وصیت کردی کہ وہ کسی طرح منتخب ہی نہیں ہوسکتا -

پس پہلی صورت یہ ہے کہ اگر صحیح نظام شرعی قائم ہو جو خالص جمہوری ہے ' اور قوم کو اپنا خلیفہ منتخب کرنے کا موقع ملے ' تو کیسا شخص منتخب کرنا چاہیے ؟ اور اُسمیں کیا کیا اوصاف ہونا چاہیئیں ؟

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر یہ نظام باقی نہ رہا ہو - قوم کی راے اور انتخاب کو اُسمیں دخل نہو - محض طاقت اور تسلط کی بنا پر کوئی خاندان یا کوئی طاقتور فرد تخت خلافت پر قابض ہوجاے ' تو اُس صورت مین از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ؟ اگر وہ اہل نہیں

هر مسلمان پر واجب ہے کہ اُسي کو خليفۂ اسلام تسليم کرے ' اُسي کے سامنے گردن اطاعت جھکاے - بالکل اُسي طرح' جيسے ايک اهل و مستحق خليفه کے آگے جھکنا چاهيے - اطاعت و اعانت کي وہ تمام باتيں جو منصب خلافت کے شرعي حقوق ميں سے هيں ' ايسے خليفه کو حاصل هوجاتي هيں - اُس سے روگرداني کسي مسلمان کيليے جائز نہيں - اُسکے مقابلے ميں خروج اور دعوے کا حق کسي کو نہيں پہنچتا - اگرچه کيسا هي افضل اور جامع الشروط کيوں نه هو - جو کوئي ايسا کرے ' مسلمانوں پر واجب ہے کہ اُسکے مقابلے اور قتل ميں خليفه کا ساتھ ديں - وہ شرعاً باغي ہے - اُسکو قتل کرديتا چاهيے -

شريعت نے دوسري صورت ميں يه حکم کيوں ديا ؟ اسکي علت و مصلحت اسقدر واضح ہے کہ شرح و تفصيل کي حاجت نہيں - شريعت اور اُمت کا قائم و باقي رهنا حکومت کے وجود و قيام پر موقوف تها - ساري باتيں شاخ هيں - جڑ يہي مقام و منصب ہے - پس اسکے ليے ايک نظام شرعي مقرر کرديا گيا جو بہتر سے بہتر نظـــام هوسکتا ہے - يعني اســـلامي حکومت کي بنياد جمہور اور شورى کے انتخاب پر رکھي - شخص' نسل ' تسلط ' اقتدار ' اور پادشاهي و ملوکي کو اسميں دخل نہيں - ساتھ هي اس منصب کي اهليت کيليے تمام ضروري شرطيں اور صفتيں بھي بتلاديں که اپنا خليفه بناؤ تو ايسے شخص کو بناؤ - ايسے کو نه بناؤ جو اُسکي اهليت نه رکھتا هو - پھر پورے زور کے ساتھ اسکا بھي اعلان کرديا که لوگوں کو خود خليفه بننے اور امارت و سرداري حاصل کرنے کا خواهشمند نه هونا چاهيے - نه دعويدار بنکر دوسروں سے لڑنا چاهيے - آنحضرة هميشه اس عهد پر لوگوں سے بيعت ليتے " لا ينازع الا مر اهله " سرداري کا جو اهل هوگا ' اسي پر سرداري چھوڑ دينگے - دنيا اگر اس چھوٹے سے جمله پر عمل کرے تو روے زمين کے سارے جھگڑے ختم هوجائيں - امام بخاري نے کتاب الاحکام ميں باب باندها ہے " ما يکره من الحرص على الامارہ " (۱) اور

---

(۱) حق يه ہے کہ بقول علامۂ ابن خلدون صحيح بخاري کي شرح و تفسير کا قرض ابتک اُمت کے ذمه باقي ہے - بے شمار شرحوں اور حاشيوں کے بعد بھي يه قول ويساهي صحيح ہے' جيسا ابن خلدون کے عهد ميں تها - اس کتاب کے علوم و دقائق کا کوئي احاطه نه کرسکا - هر کتاب ' هر باب '

و شرح منظومة الاداب ' و خلاصه ابن مفلح ' و نيل الاوطار ' و وبل المرام الشوكاني ' والاقناع و شرحه ' وغيرهم - يعني ايسے شخص كو خليفه منتخب كرنا چاهيے جس ميں حسب ذيل اوصاف پاے جائيں - مسلمان هو ' آزاد هو ' مرد هو ' عاقل و بالغ هو ' صاحب راے و نظر هو ' تدبير و انتظام كي پوري قوت ركهتا هو ' احكام شريعت كا محافظ هو ' انكے جاري و نافذ كرنے اور اسلامي ممالك كي حفاظت اور دشمنوں كي روك تهام كيليے جسقدر علمي و عملي قوتوں كي ضرورت هے ' وه سب اس ميں موجود هوں - اتباع شريعت ' عدل و انصاف ' شجاعت و همت ' شوكت و صولت ' ساري صفتيں هوني چاهيئيں -

جس وقت تك خاندان عباسيه كي خلافت باقي رهي ' يعني خلافت خاندان قريش و عرب ميں رهي (سنه ۶۴۰ ھ مطابق سنه ۱۲۴۳ع - تك اور اس كے بعد بهي كچهه عرصه تك بوجه بقاء خلافت عباسيهٔ مصر) علماء اسلام كي ايك بڑي جماعت كا يه خيال رها كه بموجب حديث " ان هذا الامر في قريش " خليفه كو قرشي بهي هونا چاهيے - يعني اگر مسلمان خليفه مقرر كريں ' تو جهاں اور بهت سي باتيں اسميں هوني چاهيئيں ' وهاں يه بات بهي هو كه خاندان قريش ميں سے هو -

اسي طرح جماعت اماميه اس طرف گئي كه خلافت آئمهٔ اهل بيت نبوة كيليے منصوص هے - انكے اعتقاد ميں آنحضرة صلعم كے بعد حضرة علي عليه السلام كو خليفه هونا چاهيے تها - اور انكے بعد انكي نسل كے آئمهٔ عترة رضي الله عنهم كو -

زيديه اسطرف گئے كه بني فاطمه يعني تمام سادات مستحق خلافت هيں - آئمهٔ عترة كي خصوصيت ضروري نهيں - اور شرطوں كے ساتهه صرف اسقدر كافي هے كه امام سيد يعني بني فاطمه ميں سے هو -

ليكن دوسري صورت ميں (يعني اگر نظام شرعي كي جگه ملكي قبضهٔ وتسلط كي صورت پيدا هوجاے ' اور جمهور كو انتخاب و نصب كا موقعه نه ملے ' تو اس صورت ميں از روے شرع مسلمانوں كو كيا كرنا چاهيے ؟) سو اسكي نسبت چونكه خود احاديث صحيحه اور اجماع صحابهٔ و عترة بالكل صاف صاف موجود تها ' اسليے تمام امت بلا اختلاف اس پر متفق هوگئي كه جب ايك مسلمان منصب خلافت پر قابض هو جاے اور اسكي حكومت جم جاے ' تو

نہیں آیا - یہ نظام تیس برس سے زیادہ قائم رہنے والا نہیں ' اسلیے شرع و ملت کی حفاظت کیلیے ضروری تھا کہ نظام اصلی پر زور دینے کے

[بقیہ نوٹ صفحہ ۴۵]

مفہوم ھے ' اور جسکو قرآن حکیم اپنی اصطلاح میں " حکمت " سے تعبیر کرتا ھے - ترجمۂ باب میں اسپر قرآن سے دلیل بھی لاے " و من لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الفاسقون " حکم و قضا " ما انزل الله " کے مطابق ہونا چاھیے - اگر خلاف ھو تو فسق ھے - " ما انزل الله " کتاب و سنۃ ھے : " یعلمهم الکتاب والحکمة " پس ثابت ھوا کہ اعمال خلافت کی بنیاد حکمت و منہاج نبوۃ پر ھونی چاھیے - اس بارے میں جو زیادہ واضح و مفصل احادیث تھیں ' وہ چونکہ اُنکی شروط کے مطابق نہیں لی جا سکتی تھیں' اور بنیاد استدلال کی صرف مرفوع ھی پر رکھتے ھیں ' اسلیے آثار و موقوفات بھی نہیں لے سکتے تھے ' پس مشہور حدیث " لا حسد الا فی اثنتین " الخ درج کر کے قضاء بالحکمة کی اھمیت و مطلوبیت واضح کردی - جب یہ مقدمات طے ھوچکے ' تو اب دکھلانا تھا کہ اس مرکز کی اطاعت کس طرح اُمت پر فرض کردی گئی ھے ؟ پس باب باندھا " السمع و الطاعة للامام مالم تکن معصیة " اُمت کا سننا اور اطاعت کرنا امام کے حقوق میں سے ھے - بجز اُس حکم کے کہ معصیت ھو - اسمیں وہ تمام حدیثیں لاے ھیں جنمیں صریح حکم موجود ھے کہ خلیفہ اهل ھو یا نا اهل' جامع الشروط ھو یا فاقد الشروط' عادل ھو یا جابر' مکروهات کا حکم دے یا محبوبات کا' جب تک وہ مسلمان ھے ' نماز قائم رکھتا ھے ' اُسکی اطاعت کرنی چاھیے - کسی مسلمان کیلیے اُسکی اطاعت سے باھر ھونا جائز نہیں - اسکے بعد بالترتیب تین باب آتے ھیں - " من لم یسأل الامارة أعانه الله " دوسرا " من سأل الامارة وکل الیها " تیسرا " ما یکره من الحرص علی الامارة " حاصل ان تینوں عنوانوں کا یہ ھے کہ جہاں شارع نے اُمت کو خلیفۂ و امام کی ضروری صفتیں اور شرطیں بتلا دی ھیں ' وھاں اِس سے بھی روکدیا ھے کہ کوئی شخص خود امامت و سرداری کا خواھاں ھو اور اسکے لیے مقابلہ کرے - حتی کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے کہا " جو اهل اور احق ھو ' اُسی کا ساتھ دو - خود اپنے لیے خواھاں نہ ھو - اگرچہ اسکے لیے قسم بھی توڑنی اور کفارہ بھی دینا پڑے " پس ان تمام ابواب کی یکے بعد دیگرے ترتیب سے واضح ھوگیا کہ اس بارے میں نظام شرعی کی اصلی ترتیب یہ ھے :

ابو موسی کي روایت لاے هیں جس میں آپنے فرمایا : " انا لا نولي هذا من سأله ، و لا من حرص علیه " جو شخص خود اس چیز کا طالب هو یا اسکي حرص رکهتا هو ، اسکو میں یه کام سپرد نه کرونگا - مقصود اس سے یه تها که جب لوگ خود طلب و حرص نه کرینگے تو کشمکش اور مقابله بهي نه هوگا ، اور امت کیلیے نهایت آسان هوجائیگا که اهل و اصلح کو منتخب کرلے -

مسئلۂ خلافت کا اصلي نظام شرعي یه تها - اگر یه قائم هو تو دنیا امن و سکون کي بهشت بن جاے - لیکن چونکه معلوم تها که ابهي وه وقت

[بقیه نوٹ صفحه ۴۵]

ابواب کي هر ترتیب ، اور هر هر عنوان و ترجمه ، اس فقیه الارض و اعجوبة الدهر کي فقاهة ربانی کي ایک آیة باهره و حجة قاهره هے - اسي مسئلۂ خلافت کو سامنے لاؤ ، اور دیکهو ، کس دقت نظر کے ساتهه محض ترتیب ابواب هي میں اسلام کا نظام شرعي واضح کودیا هے اور ساري مشکلات حل کردي هیں ؟ سب سے پهلي بات یه تهي که اسلام کا نظام مرکزیة اس بارے میں کیا هے ؟ تو پهلا باب " اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولي الامر منکم " کا باندها ، اور " من اطاع امیري فقد اطاعني " الخ کي روایت درج کرکے بتلادیا که مرکز کتاب الله هے ، رسول هے ، اور پهر خلیفۂ و امام هے - " اولوالامر " خلیفه کے سوا کوئي نهیں - اسکي اطاعت (بشرطیکه کوئي خلاف شرع حکم نهو) مثل خدا و رسول کي اطاعت کے فرض هے - پهر باب باندها " الا مراء من قریش " اور اسمیں ابن جبیر والي روایت لاے " ما اقاموا الدین " جب تک قریش میں دین قائم رکهنے کي اهلیت رهیگي ، خلافت بهي انهي میں رهیگي - یعنی واضح کردیا که ایک خاص مدت تک قرشي خلافت کي پہلے سے خبر دیدي گئي هے ، مگر خلیفه کا قرشي هونا کوئي شرط اصلي و تشریعي نهیں - صرف پیشین گوئی هے اور " ما اقاموا الدین " کے ساتهه مشروط - اسکے بعد ایک نهایت هي اهم اور دقیق نکته کي طرف متوجه هوے اور باب باندها " أجـــر من قضی بالحکمـــة " افسوس اس باب کے ربط و ترتیب کي اصلي علت لـوگ نه سمجهے - منصب خـلافت کے اثبات کے بعد یه چیز سامنے آتي تهي که اعمال خلافت کي بنیاد کیا هے ؟ اور اسکا طریق کس منهاج سے ماخـــوذ هے ؟ امام صاحب واضح کرنا چاهتے هیں که بنیاد اسکي طریق " حکمت " پر هے - یعني انبیاء کرام کے طریقِ تربیت امم پر جو " سنت " کا اصلي اور وسیع

نزاع کے اسلامی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور مزید جنگ و جدال اور کشت و خون کا سدباب ہو جاتا ہے - مگر ساتھہ ہی غیر مستحق کی خلافت اور غیر نظام شرعی کے قائم ہو جانے سے بہت سی خرابیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں -

لیکن اگر خـــلافت تسلیم نہ کی جاے ' اُن پر خروج کرنے کی اجازت دیدی جاے ' اور اطاعت امت کا مستحق صرف اہل اور جامع الشروط خلیفہ ہی کو قرار دیا جاے ' تو پھر دائمی کشت و خون ' جنگ و قتال ' دعوؤں میں تصـــادم ' قوتوں میں تزاحـــم ' ہمیشگی کی بد امنی ' کبھی ختم نہ ہونے والی طوائف الملوکی اور انارکی ' امت کی تباہی ' ملکوں کی خرابی ' نظام جماعت کا اختلال ' احکام شرع کی تعطیل ' مسلمانوں کے جان و مـــال کی بد امنی ' اندرونی خـــانہ جنگی کی وجہ سے دشمنوں کا حملۂ و تسلط ' اور اسی طرح کی بے شمار ہلاکتوں اور بربادیوں کا ہمیشہ کیلیے دروازہ کھل جاتا ہے - مگر ساتھہ ہی اسکی امید بھی کی جاسکتی ہے کہ شاید ان بربادیوں کے بعد اصلی نظام خلافت قائم ہو جاے اور نا اہلوں کی جگہ کسی اہل اور جامع الشروط کو خلافت دلائی جاسکے -

پہلی صورت میں مصلحت کا بقاؤ حصول ' مگر خرابیوں کا امکان تھا -

دوسری صورت میں خرابیوں کا وقوع ' مگر مصالح کا امکان تھا -

اسلام نے پہلی صورت اختیار کی ' اور پوری قوت و اصرار کے ساتھہ دوسری راہ مسدود کردی - یعنی مصالح کے امکان پر اُنکے وقوع کو ترجیح دی -

کیا دنیا میں ایک عقل صحیـــح بھی ایسی ملسکتی ہے جو شریعت کے اس فیصـــلہ کو غلط بتلاے ؟ اللـــہ کی شریعت کا اصـــل اصول جلب مصالح اور دفع مفاسد ہے - یعنی ہمیشہ فوائد حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا - اور جب مصالح کے ساتھہ مفاسد بھی جمع ہو جائیں ' تو جس راہ میں مصالح زیادہ ہوں اور خرابیاں کم ' اُسیکو اختیار کرنا - تمام احکام کا محور یہی اصل ہے - پس اگر پہلی راہ اختیار کی جاتی اور خلیفہ کی اطاعت کیلیے خلیفہ کا جامع الشروط اور بطریق صحیح منتخب ہونا شرط قرار دیدیا جاتا ' تو اسکا کیا نتیجہ نکلتا ؟ نصب و انتخاب کیلیے نظام شرعی درہم برہم ہوچکا تھا - ہر دماغ میں حرص و دعوا ' اور ہر ہاتھہ میں تلوار تھی - یہی نتیجہ نکلتا کہ ایک عام طوائف الملوکی اور انارکی پھیل جاتی - ہر شخص یہ کہکر کہ خلیفہ اہل و مستحق نہیں ہے ' بغاوت کیلیے اُٹھہ کھڑا ہوتا - تمام امت

ساتھہ اُن وقتوں کیلیے بھي صاف صاف احکام دیدیے جائیں ' جب انتخاب و نصب خلافت کے بارے میں شریعت کا ٹھرایا ھوا طریقہ باقي نہ رھے ' اور جمہوري حکومت کي جگہ شخصي و استبدادي طریقہ قائم ھو جاے -

ظاھر ھے کہ اس صورت میں دو ھي راھیں سامنے آتي تھیں - اگر ایسے لوگونکي خلافت تسلیم کرلي جاے تو اس سے اُمت کي جمعیۃ ' جان و مال کا امن ' ممالک اسلامیہ کي حفاظت ' احکام شرع کا اجراء ' جماعت کا قیام و بقا ' اور اسیطرح کے بے شمار مصالح و فوائد حاصل ھو جاتے ھیں ' کیونکہ بلا کسي

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۵)

(الف) اُمت کیلیے حسب نص " و اولی الامر منکم " مرکز اجتماع و جماعت خلیفہ کا وجود ھے - اسکي اطاعت فرض ھے -

(ب) خبر دیدي گئي تھي کہ جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رھیگي ' خلافت پر قابض رھینگے - چنانچہ ایسا ھي ھوا -

(ج) بنیاد معاملۂ خلافت کي " حکمت " پر ھے - وہ حکمت کہ و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ - یہ نیابت نبوت ھے ' اور اعمال و سنۃ نبوت ھي کا نام قرآن کی اصطلاح میں " حکمت " ھے - پس ضرور ھے کہ خلیفہ کے تمام کاموں کي بنیاد سنۃ پر ھو - بدعۃ و احداث پر نہ ھو - یہي معني خلافۃ علی منھاج النبوۃ ھیں -

(د) جب خلافت منعقد ھوگئي تو تمام امت پر اسکي اطاعت فرض ھے - في ما احب و یکرہ ' ما لم یؤمر بمعصیۃ -

(ہ) امت کو چاھیے کہ احق و اھل کو منتخب کرے - لیکن مستحق کو نہ چاھیے کہ خود خلافت کي خواھش کرے - جس نے ایسا کیا ' اللہ کے حضور شرمندگي پائیگا - نتیجہ یہ نکلا کہ جب لوگ خود خواھش نہ کرینگے ' اور حق انتخاب جمہور کو ھے ' تو کسي طرح بھي کشمکش نہوگي - نہ بہت سے دعویدارں میں باھم جھگڑا ھوگا - امن و سکون کے ساتھہ یہ معاملہ انجام پا جائیگا -

یہ تھا صحیح نظام شرعي ' جسکے علم و فہم کیلیے صرف صحیح بخاري ھي کافي ھے ' اور اسلام کي کونسي حقیقت ھے جسکے لیے صحیح بخاري کافي نہیں ؟ لیکن افسوس کہ نظام شرعي قائم نہ رھا - مجلس شوری کي جگہ میدان جنگ میں خلافت کا فیصلہ ھوا ' اور محض تسلط و جبر سے دعویدار قابض ھونے لگے - چنانچہ پہلے ھي سے اسکي خبر دیدي گئي تھي "

سب سے پہلے وہ حدیثیں سامنے آتی ہیں جن میں خلافة خاصة و راشدہ کا ذکر کیا گیا ہے، اور چونکہ یہ خلافة ٹھیک ٹھیک طریق نبوة و سنة پر قائم ہونے والی تھی، اسلیے امت کو وصیة کی ہے کہ نہ صرف اُنکی اطاعت کی جاے بلکہ اُنکے تمام اجماعی باتوں اور کاموں کو مثل اعمال نبوة کے "سنة" سمجھا جاے اور اُسکی پوری طرح پیروی و تأسی کی جاے -

چنانچہ مشہور حدیث عرباض بن ساریہ " قام فینا رسول اللہ صلعم ذات یوم، فوعظنا موعظة بلیغة، وجلت منها القلوب و ذرفت منها العیون، فقیل یارسول اللہ ! و عظتنا موعظة مودع فاعہد الینا بعہد - فقال علیکم بتقوی اللہ، و السمع و الطاعة و ان کان عبداً حبشیا، و سترون من بعدی اختلافاً شدیدا، فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المہدیین - عضوا علیہا بالنواجذ " (ابن ماجہ و ترمذی) اور حدیث " خیر القرون قرنی، ثم یلونہم " الخ اور " اما طبقتی و طبقة اصحابی فاہل علم و ایمان " الخ رواہ البغوی عن انس و امثالہا، اسی قسم میں داخل ہیں -

خلاصہ انکا یہ ہے کہ آنحضرة (صلعم) نے خطبہ دیا اور فرمایا - میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اپنے امام کا حکم سنو اور مانو اگرچہ وہ ایک حبشی غلام ہو - اور دیکھو ! میرے بعد بڑے سخت اختلافات پڑنے والے ہیں، پس چاہیے کہ فتنوں سے بچو اور ہمیشہ میری سنت اور میرے بعد کے جانشینوں کی سنت پر کاربند رہو، اور اسکو اسطرح مضبوطی سے پکڑ لو جیسے کوئی شخص دانتوں سے کوئی چیز پکڑ لیتا ہے - اور فرمایا : بہتر زمانہ میرا ہے، پھر وہ جو میرے بعد کا ہے - اور فرمایا : میرا اور میرے یاروں کا طبقہ علم اور ایمان کا طبقہ ہے - اسی طرح حضرت ابن مسعود کی حدیث " ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی، الا کان لہ حواریون و اصحاب، یاخذون بسنتہ و یقتدون بامرہ " الخ (مسلم) میں بھی اسی عہد خلافت کا ذکر کیا گیا ہے -

غرضکہ اس پہلے دور کیلیے دو حکم دیے گئے - ایک اطاعت کا، دوسرا اقتداء اور پیروی کا -

لیکن اسکے بعد وہ حدیثیں سامنے آتی ہیں جن میں خلافت کے دوسرے دور کا ذکر کیا گیا ہے - اس دور میں پہلا حکم تو بدستور باقی رہا، لیکن دوسرا حکم بالکل بدل گیا - یعنے اس دور کے خلفاء و سلاطین کی اطاعت کی

میں خون اور موت کی وبا پھیل جاتی - شہروں کا کوئی محافظ نہ رہتا - آبادیوں کا کوئی حاکم نہ ہوتا - نہ مجرموں کو کوئی سزا دینے والا ' نہ ڈاکوؤں سے کوئی بچانے والا - زکواۃ کس کو دی جاتی ؟ جمعہ کون قائم رکھتا ؟ سرحدوں کی کون حفاظت کرتا ؟ تمام عالم اسلامی ایک دائمی خانہ جنگی و بد امنی میں مبتلا ہوجاتا - امن و نظم ہمیشہ کے لیے رخصت ہوجاتا - دشمنان اسلام ہرطرف سے اُمنڈ آتے - اُنکو روکنے کے لیے کوئی طاقت موجود نہ ہوتی - پس اگرچہ ایک نا اہل مسلمان کا خلیفہ ہوجانا برائی ہے ' لیکن اس سے بھی بڑھکر برائی یہ ہے کہ تمام ملک برباد ہوجاے - اسلام نے ملک و شرع کی حفاظت کو مقدم رکھا جو کلی مصلحت کا حکم رکھتی ہے ' اور نا اہل و فاقد الشروط کا تسلط گوارا کرلیا جس کا فساد جزئی فساد ہے -

فصل

(نصوص سنۃ و اجماع امت)

سب سے پہلے احادیث پر نظر ڈالنی چاہیے - اگر داعی اسلام (صلی اللہ علیہ و سلم) کی نبوت کی صداقت کی اور کوئی دلیل نہ ہوتی ' تو صرف یہی ایک بات بس کرتی تھی کہ آنے والے واقعات کی تمام تفصیلات کس طرح اول روز ہی بتلادی گئیں ؟ اور ایک ایک جزئی حالت کا کیسا کامل نقشہ صدیوں پہلے کھینچ دیا گیا ؟ یہ معاملہ اسقدر یقینی اور ہرطرح کے شک و شبہ سے ما ورا ہے ' کہ اگر دنیا اس پر یقین لانے کیلیے طیار نہیں ' تو دنیا کے پاس ماضی کی جسقدر معلومات موجود ہیں اُن میں سے کوئی بات بھی یقینی نہیں ہوسکتی - نہ تو اس دنیا میں سکندر نامی کوئی پادشاہ گزرا ' نہ روما نامی کوئی سلطنت قائم ہوئی ' نہ ہم بیسویں صدی کے انسان اسکے لیے مجبور ہیں کہ نپولین کا وجود اور واٹر لو کی جنگ کا وقوع تسلیم کرلیں !

بہر حال احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہونے والے واقعات پیشتر سے معلوم تھے - ہر حالت اور ہر وقت کیلیے صاف صاف حکم دیدیا گیا تھا - احادیث کے اس حصہ کا نہایت دقت نظر کے ساتھہ مطالعہ کرنا چاہیے - ہر دور کی خاص حالت ہے اور اسلیے اسی کے مطابق خاص حکم ہے -

که هر حال اور هر طرح کي زندگي ميں امام کي اطاعت کرينگے - حکومت و سرداري کو اسکے کرنے والوں پر چھوڑ دينگے ' اور کبھي اس بارے ميں کوئي

(بقيه نوٹ صفحه ۵۲)

بہتوں کو يه لغزش هوئي که " اطاعت " اور " اقتـــدا " کا فرق نه سمجھے - جن حديثوں ميں " اقتدا " کي ممانعت بلکه خلاف کرنے کا حکم پايا ' انکو منع اطـــاعت اور جواز خروج پر معمول کرليا - خوارج اور معتزله کے ايک گروه کو يہي دھوکا هوا - ايک دوسري جماعت نے يه غلطي کي که حکم اطاعت کو عام مطلق سمجھه ليا ' اور منع اقتداء و تأسي اور وجوب امر بالمعروف نے جو تخصيص کردي تھي ' وه انکي سمجھه ميں نه آئي - يعني اس دھوکے ميں پڑگئے که جب امراء و حکام کي اطاعت کا حکم ديا گيا هے ' خواه انکے اعمال کيسے هي خراب هوں ' تو پھر چاهيے که نه کسي برائي پر ٹوکيں ' نه منکرات کے خلاف جد و جہد کريں - هر حال ميں چپ چاپ بيٹھکر اطـــاعت کرتے رهيں - يه جو صديوں سے علمـــاء و مشائخ نے اصحاب اقتدار کے خلاف امر بالمعروف يکقلم ترک کرديا هے ' تو نفس خادع انکو بھي يہي دھوکا دے رها هے - بعض حديثوں ميں آيا هے که اطاعت نه کرنے ميں فتنه هے - ان لوگوں نے چونکه " اطاعت " اور " اقتدا " کا فرق نہيں سمجھا ' اور ديکھا که پادشاهوں اور اميروں کو برائي پر ٹوکنے اور انکے خلاف حق کے اعلان ميں بڑي بڑي مصيبتيں جھيلني پڑتي هيں ' اسليے اس دھوکے ميں پڑگئے که يہي مصائب فتنه هيں - پس اس فتنه سے بچنا چاهيے - نتيجه يه نکلا که حق و باطل ميں کوئي تميز باقي نه رهي - تمام زبانيں گونگي اور تمام دل مرده هوکر رهگئے -

حالانکه دونوں جماعتوں نے ٹھوکر کھائي - دونوں نے حديثوں کا صحيح مورد اور محل نه سمجھا -

ايک صورت يه هے که مسلمان کسي کو اپنا قومي پادشاه مان ليں ' اور ايک پادشاه کي جيسي فرماں برداري رعايا کو کرني چاهيے ' ٹھيک ٹھيک ويسي هي فرماں برداري بجالائيں - کوئي بات ايسي نه کريں جس سے ثابت هو که اُسے اپنا حاکم نہيں سمجھتے - اسکا نام " اطاعت " هے -

دوسري صورت يه هے که کسي انسان کو اپنے ديني و اخلاقي اعتقاد و عمل ميں پيشوا مان لينا ' اور راستي و هدايت کے اعتبار سے اُسکي

تو ویسی ہي وصیت کي جاتي ھے، جیسے پہلے دورکیلیے کي گئي ھے، لیکن اُنکے کاموں کي پیرري اور اقتداء کا حکم نہیں دیا جاتا، بلکہ بتدریج ترک اقتداء و مخالفت کا حکم دیا جاتا ھے - اس سے صاف واضح ھو جاتا ھے کہ اس دور میں جو لوگ خلافت پر قابض و متسلط ھونگے، اُنکي خلافۃ شریعت کے مطلوبہ نظام پر نہ ھوگي - نہ اُنکا چلن قرآن و سنت کے مطابق ھوگا - اُن میں اچھے بھي ھونگے - اور برے بھي - اسلیے امت کو اب صرف اطاعت کا اور اُنکي خلافت کے آگے سر جھکا دینے کا حکم دیا جاتا ھے - اُنکے طور طریقوں کي پیرري کرنے اور اُنکے کاموں کو شرعي کام سمجھہ لینے کا حکم نہیں دیا جاتا - بلکہ اس بات کی بھي وصیت کي جاتي ھے کہ جب وہ لوگ برائیاں پھیلائیں، تو جس کي طاقت جہاں تک کام دے، برائیوں کے روکنے کي پوري کوشش کرے - ھاتھہ سے کام لے - زبان کو حرکت میں لاے - یہ دونوں درجے نصیب نہ ھوں تو کم از کم دل ھي دل میں برائي کو برا سمجھے - " و ذلک اضعف الایمان " - لیکن برے کاموں کو اُنکي حکومت کے دباؤ سے اچھا نہ سمجھہ لے اور نہ اُن کا ساتھہ دے - " و لیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل " (١)

عن عبادہ بن الصامت - قال " بایعنا رسول اللہ صلعم علی السمع والطاعہ في منشطنا و مکرھنا و عسرنا و یسرنا و اثرۃ علینا، و ان لا ننازع الامر اھلہ، الا ان تروا کفرا بواحا عندکم فیہ من اللہ برھان " متفق علیہ - عبادہ بن الصامت کہتے ھیں - ھم سے رسول اللہ (صلعم) نے اس بات پر بیعت لي

---

(١) احادیث کا یہ حصہ نہایت اھم اور غور طلب ھے - مختلف حدیثوں میں مختلف دوروں اور لوگوں کا ذکر ھے، اسلیے احکام بھي مختلف ھوے - اس نکتہ پر جسکي نظر نہ گئي وہ احکام و علائم کو مختلف و متضاد دیکھکر یا تو حیران رھگیا - یا سخت غلطیوں سے دوچار ھوا - عہد نبوۃ سے لیکر آخر تک مختلف دور آنے والے تھے - ھر دور کے خصائص و حالات دوسرے سے مختلف تھے - پس اُنکے احکام میں بھي اختلاف ضروري تھا پوري دقۃ نظر کے ساتھہ احادیث کا مطالعہ کرنا چاھیے - پہلے اُنکے باھمي مشترکات و مختلفات کو الگ الگ کردینا چاھیے - پھر ھر حدیث اور ھر حکم کو اُسکي صحیح جگہ دیني چاھیے - ایسا نہ کرنے سے لوگوں کو بڑي بڑي غلط فہمیاں ھوي ھیں -

کي اطاعت بهي اللـه کي اطاعت سے نه روک سکيگي - يعني جب تک امام سے صريح کفر نه سرزد هو' هرحال ميں اُسکي اطاعت واجب هے -

" خيار ائمتکم الذين تحبونهم و يحبونکم ' و تصلون عليهم و يصلون عليکم ' و شرار ائمتکم الذين تبغضونهم و يبغضونکم ' و تلعنونهم و يلعنونکم" قال قلنا أفلا ننا بذ هم عند ذلک ؟ قال " لا ' ما أقاموا فيکم الصلوة ' الا من ولي عليه وال فراه شيئاً من معصية الله فليکره ما يأتي من معصية اللـه ' و لا ينزعن يداً من طاعة " رواه احمد و مسلم -

و عن حذيفة أنه (صلعم) قال " يکون بعدي أئمة لا يهتدون بهدي و لا يستنون بسنتي ' و سيقوم فيکم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان انس" - قال قلت "کيف اصنع يا رسول الله ان أدرکت ذلک" ؟ قال " تسمع و تطيع و ان ضرب ظهرک و اخذ مالک فاسمع و اطع " رواه مسلم و احمد -

يعني فرمايا : تمهارے بهتر حاکم وه هيں که اُنکي محبت تمهارے دلوں ميں هو اور تمهاري انکے دلوں ميں - تمهاري زبانوں سے انکے ليے رحمت کي دعا نکلے اور اُنکي زبانوں سے تمهارے ليے - اور بدترين حاکم وه هيں که تمهارے دلوں ميں اُنکي دشمني هو' اور وه تمهيں دشمن سمجهتے هوں - تم اُن پر لعنت بهيجو - وه تم پر - صحابه نے عرض کيا - يا رسول الله ! کيا ايسے حاکموں سے هم نه جهگڑيں ؟ فرمايا نهيں - جب تک وه تم ميں نماز قائم رکهيں - اُنکي اطاعت هي کرو - هاں جو بات گناه کي ديکهو اُسے پسند نکرو مگر امام کی طاعت سے هاتهه نه کهينچو - نيز فرمايا - ميرے بعد ايسے امام هونگے جو ميرا طور طريق چهوڑ دينگے - ميري سنة پر نهيں چلينگے - عنقريب تم پر ايسے لوگ حکمراں هونگے که اُنکا جسم تو انسانوں کا هوگا مگر دل شيطان کا سا - راوي نے پوچها - اگر همنے ايسا زمانه پايا تو کيا کريں ؟ فرمايا - سنو اور اطاعت کرو - اگر وه تمهاري پيٹهه پر تازيانے لگائيں اور تمهارا مال چهين ليں ' جب بهي اُنکي سنو اور اطاعت کرو !

" ستکون بعدي اثرة و امور تنکرونها " قالوا - فما تأ مرنا ؟ قال " تؤدون الحق الذي عليکم ' و تسألون الله الذي لکم " متفق عليه عن ابن مسعود ' و اخرجه ايضاً الحرث بن وهب و أورده الحافظ في التلخيص ' و عن جابر بن عتيک مرفوعاً عند ابي داؤد بلفظ " سياتيکم رکب مبغضون ' فاذا اتوکم فرحبوا بهم و خلوا بينهم وبين ما يبتغون - فان عدلوا ' فلا نفسهم ' و ان ظلموا ' فعليهم"

جھگڑا نہیں کرینگے - الا یہ کہ بالکل کھلا کھلا کفر امام سے ظاہر ہو - اور ایسی بات میں جسکے لیے اللہ کی کتاب میں حکم و دلیل موجود ہے - سو اسوقت کسی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲)

زندگی کو اپنے لیے نمونہ بنالینا ' اور اسکے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرنا - اسکا نام " اقتدا " اور " تأسی " ہے -

دونوں صورتیں الگ الگ ہیں - بلا شبہہ " اطاعت " ایک عام حالت ہے اور اس میں " اقتداء " کی حالت بھی داخل ہے ' لیکن " اقتداء " اطاعت سے زیادہ خاص ہے ' اور ضروری نہیں کہ ہر اطاعت اقتداء بھی ہو - احادیث میں خلفاء راشدین کی نسبت امت کو " اطاعت " اور " اقتداء " دونوں کا حکم دیا گیا ' لیکن بعد کے خلفاء و سلاطین کو صرف " اطاعت " کا مستحق بتلایا - " اقتداء " کا نہیں - کیونکہ معلوم تھا کہ انکے کام اچھے نہ ہونگے - شریعت و عدالت سے منحرف ہو جائینگے - اور چونکہ نظام جماعت کے قیام کے ساتھہ احکام کتاب و سنت اور عدل و صداقت کی حفاظت کا انتظام بھی ضروری تھا ' اسلیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ہر حال میں باقی رہا - یعنی حکم دیا گیا کہ ایسے وقتوں میں سلطان اسلام کو اپنا امام مانکر پوری پوری اطاعت کرو ' لیکن پادشاہ کی اطاعت کے یہ معنی نہیں کہ سفید کو سیاہ ' اور دن کو رات مان لو - حق حق ہے - باطل باطل - برائی جب دیکھو ' ٹوکو - ظلم جب کیا جاے ' روکو - اس کام میں ایک پادشاہ اور ایک مزدور ' دونوں برابر ہیں - " لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق " قاعدۂ کلیہ ہے ' اور و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر حکم عام و مطلق - کسی مخلوق کی ایسی اطاعت نہیں کی جا سکتی جس میں خالق کے حکم سے نافرمانی کرنی پڑے -

اور یہ جو جابجا کہا گیا کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ ہے - تو یاد رہے کہ " اطاعت " نہ کرنے میں فتنہ ہے - نہ کہ " اقتداء " نہ کرنے میں ' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں - یعنی خلیفۂ اسلام سے بغاوت نہ کرو - اسمیں جمعیت امت کیلیے بڑا ہی فتنہ ہے - یہ مطلب نہیں کہ برائی کی مخالفت اور حق کے اعلان میں فتنہ ہے - حق کا اعلان تو ہمیشہ اور ہر حال میں دنیا کیلیے نظم و امن ہے - وہ کبھی فتنہ نہیں ہوسکتا - اگر حق کی پکار فتنہ ہو جاے تو پھر نظام ہستی کس بنیاد پر قائم رہے ؟

و لو اتبع الحق اھوائھم ' لفسدت السماوات و الارض و من فیھن ! (۲۳ : ۷۴)

اسی بنا پر محدثین نے باب باندھا ھے " برأة رب المال بالدفع الی السلطان مع العدل و الجور " کما فی المنتقی - یعنی صاحب مال نے جب اپنی زکواۃ عمال کے حوالے کردی تو وہ شرعاً بری الذمہ ہوگیا اگرچہ وہ ظالم و جابر ھوں - اور اسی لیے جمہور فقہا کا بھی یہی مذھب قرار پایا کہ اگر حکام جور کو زکواۃ دیدی گئی تو ادا ھوگئی - آئمۂ اھل بیت و عترۃ نے بھی قولاً و فعلاً اس سے اتفاق کیا جیسا کہ حضرۃ امام باقر (علیه و علی آبائه السلام) سے اصول میں منقول ھے - اور اسی لیے محققین امامیه و فقہاء زیدیه بھی اس فیصله میں جمہور کے ساتھ ھیں -

فصل

(اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا اخرھما)

اگر ایک خلیفه کی حکومت جم چکی ھے اور قائم ھے اور دوسرا مدعی کھڑا ھو ، تو اُسکا حکم یه ھے که وہ باغی ھے - فرمایا اُسے قتل کردو - اُسکی زندگی تمام اُمت کے نظم و امن کیلیے فتنه ھے - وہ امت میں پھوٹ ڈالنا

اور جمے ھوے انتظام کو درھم برھم کردینا چاھتا ھے - والفتنة اشد من القتل -

عن عرفجة الاشجعی - قال : سمعت صلعم یقول " من أتاکم و امرکم جمیع علی رجل واحد ، یرید ان یشق عصاکم أو یفرق جماعتکم ، فاقتلوہ " (احمد و مسلم)

اسی لیے جمہور اھل اسلام نے اتفاق کیا که خلیفه خواہ اھل ھویا نا اھل ، لیکن اگر اسکی حکومت قائم ھے تو جو اُس پر خروج کرے ، اُسکا حکم باغی کا ھوگا اگرچه کتنا ھی افضل اور جامع الشروط ھو - اُس سے لڑنا اور اُسکی جماعت کو قتل کرنا جائز ھے - بشرطیکه تبلیغ و دعوۃ اور دفع شکوک کے بعد بھی باز نه آے - ایک گروہ علماء نے کہا که نه صرف جائز ھے بلکه بحکم

فقاتلوا التی تبغی (۴۹ : ۹) راجب ھے - " و قد حکی فی البحر عن العترۃ جمیعاً ان جهادھم افضل من جهاد الکفار الی دیارھم ، اذ فعلهم فی دالار الاسلام کفعل الفاحشة فی المسجد " (نیل الاوطار - جلد ۷ صفحه ۸۰) یعنی تمام أئمۂ اھل بیت و عترۃ سے منقول ھے که ایسے باغیوں سے جہاد کرنا کفار پر حمله کرنے سے بھی افضل ھے -

و عن وائل بن حجر - قال سمعت رسول الله صلعم و رجل يساله - فقال - ارايت إن كان علينا امراء يمنعونا حقنا و يسألونا حقهم ؟ قال " اسمعوا و اطيعوا ' فانما عليهم ما حملوا ' و عليكم ما حملتم " (مسلم و الترمذي و صححه)

" علي المرء المسلم السمع و الطاعة فيما أحب و كره ' الا ان يومر بمعصية ' فان امر بمعصية فلا سمع و لا طاعة " (شيخان و غيرهما عن ابن عمر)

سب کا خلاصہ وهي هے جو اوپر گزرچکا - آخري روايت ميں فرمايا - ايک مسلمان کا فرض هے که خواه گوارا هو يا ناگوار ' مگر امام کا کہا سنے اور مانے - هاں اگر وه ايسا حکم دے جسکي تعميل ميں گناه هو ' تو پهر اُس حکم ميں نه تو سننا هے اور نه ماننا -

بڑے سے بڑے مخلوق کي خاطر بهي خدا کا چهوٹا سے چهوٹا حکم نهيں ٹالا جا سکتا ' اور نه مخلوق کی خاطر خالق سے نافرماني کي جاسکتي هے - يه اسلام کا ' اور در اصل دنيا کي تمام سچي تعليموں اور سچے انسانوں کا عالمگير قاعدۂ کليه هے -

اور يهي وجه هے که صدقات و زکواة و غيره ماليات کي ادائيگي کی نسبت حکم ديا گيا که اگرچه وصول کرنے والے حکام ظالم و جابر هوں ' يا بيت المال کا روپيه ناجائز طور پر خرچ کر رهے هوں ' ليکن اگر امام کي طرف سے مامور هيں تو اُنکي اطاعت هی کرنی چاهيے - جس شخص نے زکواة ايسے عاملؔ کو ديدي ' اُسکی زکواة ادا هوگئی - بلاشبه قوم کو کوشش کرنی چاهيے که ايسے عامل معزول کيے جائيں - ليکن جب تک معزول نهوں ' نظام شريعت و حکومت کے قيام کيليے ضروري هے که اُنکے احکام کي تعميل کي جاے - بشير بن خصاصه کي روايت ميں هے که لوگوں نے کہا " ان قوماً من اصحاب الصدقة يعتدون علينا " عمال صدقه لينے ميں هم پر ظلم کرتے هيں - کيا حق سے زياده نه دينے ميں اُنکا مقابله کريں ؟ فرمايا نهيں - (ابوداؤد) سعدؔ بن وقاص کي روايت ميں فرمايا " ادفعوا اليهم ما صلوا " ابن ابی شيبه ميں حضرة ابن عمر کی نسبت هے که کسی نے کہا - زکواة کسے ديں ؟ کہا وقت کے حاکموں کو - سائل نے کہا " اذا يتخذون بها ثيابا و طيبـاً " وه تو زکواة کا روپيه اپنے کپڑوں اور زينت ميں خرچ کرڈالتے هيں - فرمايا " و ان " اگرچه ايسا کرتے هوں مگر زکواة اُنهي کو دو -

کو شرکت کا موقعه دینا بھي اسکي جلد بازي پر نہایت شاق گزرتا تھا - سورۃ فاتحه ختم کرتے ھي بلا سکته کے قرأت شروع کردیتا حالانکه احادیث میں آمین کہنے کي نہایت درجه فضیلت وارد ھے " فمن وافق تامینه تامین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه " (بخاری) ابو ہریرہ اس سے وعدہ لے لیتے " لا تفتني بآمین " قرأت میں ایسی جلدي نه مچائیو که میري آمین ضائع جاے ' لیکن نماز اُسي کے پیچھے پڑھتے اور اُسکي اطاعت سے انکار نه کرتے - (بخاری)

لوگ اُنکي یارہ گوئي سننا پسند نہیں کرتے تھے - اسلیے اکثر ایسا ھوتا که عید کے دن نماز کے بعد ھي مجمع منتشر ھو جاتا - خطبه کا لوگ انتظار نه کرتے - یه حال دیکھکر مروان نے ایک مرتبه چاھا - عید کے دن نماز سے پہلے خطبه دیدے تا که نماز کے انتظار کي وجه سے لوگوں کو مجبوراً خطبه سننا پڑے - حالانکه یه صریح سنت کے خلاف تھا - سنۃ ثابتۃ خطبۂ عید کے بارے میں یہي ھے که نماز پہلے ادا کي جاے - پھر خطبه دیا جاے - صحیح مسلم کي روایت میں ھے که اسپر فوراً ایک شخص نے توکا اور حضرت ابو سعید خدري نے " من رای منکم منکراً فلیغیرہ " الخ - والي روایت بیان کي -

ایسي بے شمار باتیں کي جاتي تھیں - صحابۂ کرام نہایت بے باکي سے امر بالمعروف کا فرض ادا کرتے اور ھمیشه توکتے - لیکن خلیفه اُنہي کو مانتے اور اطاعت اُنہي کي کرتے - کسي صحابي نے بھي اطاعت سے پہلے اسکي جستجو نه کي که خلیفه میں ساري شرطیں خلافت کي پائی جاتي ھیں یا نہیں ؟ اگر اسکي جستجو کرتے تو سب سے پہلي شرط یعني بطریق انتخاب شرعي و شوری منتخب ھونا ھي مفقود تھا - باقي شرطیں تو سب اسکے بعد کے دیکھنے اور جانچنے کي ھیں -

حضرۃ سید التابعین سعید بن المسیب کہا کرتے - بني مروان انسانوں کو بھوکا مارتے ھیں اور کتوں کو کھلاتے ھیں (۱) اور پھر اُنکے ھاتھوں ھر طرح کے مظالم و شدائد بھي سہتے ' مگر ساتھه ھي به حیثیت سلطان اسلام کے اطاعت بھي اُنہي کي کرتے -

مامون و معتصم کے عہد میں بدعت اعتزال اور قول بخلق قران کي وجه سے ایک فتنۂ عظیم برپا ھوا - علماء سنۃ پر جو جو مظالم و شدائد ھوے '

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ امام ذهبی - ۱ : ۴۷ -

مصلحت و حکمت اس حکم کی ظاہر ہے - اگر اول روز ہی سے دعووں اور خروج کا دروازہ بند نہ کردیا جاتا ' تو کوئی بہتر سے بہتر اسلامی حکومت بھی خروج و شورش سے محفوظ نہ رہسکتی - ایک جامع الشـــروط خلیفہ کی موجودگی میں بھی صدہا دعویدار اُٹھہ کھڑے ہوتے اور کہتے کہ جمع شرائط و اہلیت میں ہم زیادہ احق و افضل ہیں - اوصاف و فضائل کا قطعی فیصلہ کرنا نہایت مشکل ہے ' اور نہ افضل و مفضول کے امتیاز کیلیے کوئی قطعی معیار ہوسکتا ہے - نتیجہ یہ نکلتا کہ ہمیشہ کشت و خون کا بازار گرم رہتا اور امت کا نظام جمعیت کبھی نہ سدھرتا - پس ناگزیر تھا کہ خلافت قائمہ کی موجودگی میں ہر طرح کے دعوے کو بغاوت و جرم قرار دیدیا جاے ' اور اسکے لیے ایسی سزا تجویز کی جاے جو سخت سے سخت سزا ہوسکتی ہے - یعنے قتل - ایک انسان کو قتل کردینا بہتر ہے - بمقابلۂ اسکے کہ ہزاروں انسان قتل ہوں - یہی وجہ ہے کہ حدیث میں حکم کی علت کی طرف واضح اشارہ کردیا گیا کہ " یرید ان یشق عصاکم "

یہ مضمون مختلف الفاظ و اسناد سے صحاح میں مروی ہے - ہم نے صرف ایک روایت پر اختصاراً اکتفا کیا -

فصل

(اجماع امت و جمہور فقہاء و اعلام)

امراء بنو اُمیہ کی حکومت جبر و استبداد کے ساتھہ قائم ہوئی اور اُسوقت ایک جم غفیر صحابۂ کرام و ائمۂ اہل بیت نبوۃ کا موجود تھا - عہد عباسیہ کی پوری پانچ صدیاں گذر گئیں ' اور یہی زمانہ تمام علوم شرعیہ کی تدوین و ترتیب کا ہے - تمام آئمۂ و اعلام اور فقہاء مذاہب اسی عہد میں پیدا ہوے اور عقائد و مسائل نے آخری ترتیب و تنظیم پائی - لیکن ان تمام عہدوں میں سب کا اتفاق اسی اعتقاد و عمل پر رہا - عقائد ضروریہ اور ارکان اربعہ کے بعد شاید ہی کسی اسلامی اعتقاد پر اس درجہ محکم و یقینی اجماع و تعامل امت ثابت کیا جاسکے -

صحابۂ کرام و ائمۂ تابعین کا حال معلوم ہے - مروان مدینہ کا گورنر تھا اور حضرت ابو ہریرہ مسجد نبوی میں مؤذن تھے - مروان کی عبادت سے بد ذوقی کا یہ حال تھا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا اور مقتدیوں

تھا - لیکن اسکے بعد جو سلسلۂ خلافت شروع ہونے والا تھا ' وہ اپنے متضاد خصائص و حالات کي وجہ سے امت کیلیے ایک بڑي هي سخت کشمکش اور ابتلا رکھتا تھا - وہ ایک هي وقت میں سیاہ بھي تھا اور سفید بھي' نور بھی تھا اور ظلمت بھي' حق بھي تھا اور باطل بھي - حب و بغض ' هجر و وصل' ترک و طلب' اطاعت و مخالفت' دونوں چیزیں ایک هي وجود میں جمع هوگئي تھیں' اور حکم شریعت یہ تھا کہ بہ یک وقت دونوں کو نبھاؤ' اور اپني اپني جگھوں پر دونوں باتیں بجالاؤ - ایک طرف تو اسپر زور دیا گیا کہ وہ خلیفہ و امام هیں - اسلیے واجب الاطاعت هیں - جب تک کفر صریح ظاهر نہو' انکي فرمانبرداري سے منہ نہ موڑو - دوسري طرف یہ بھي کہدیا گیا کہ اُنکے اعمال اچھے نہ هونگے - پس اطاعت کرو - مگر پیروي و اقتداء نہ کرو - برائیوں کي طرف بلائیں تو هاتھہ سے' زبان سے' دل کے اعتقاد سے' جس طرح بھي بن پڑے' پوري طرح مخالفت کرو اور اُنکے قهر و تسلط سے دب کر حق کا ساتھہ نہ چھوڑو غور کرو ! معاملہ کسدرجہ کٹھن اور جذبات انساني کیلیے کیسا پر از امتحان تھا ؟

انسان ایک وقت میں ایک هی جذبہ کام میں لاسکتا هے - یا محبت کریگا یا دشمني - یا اطاعت کریگا یا نافرماني - جسکو اطاعت کا مستحق سمجھیگا ' اسکي هر بات اسکي نظروں میں محبوب هوجائیگي - جسکو برا سمجھیگا ' اُسکي فرمانبرداري کبھی اُسکے نفس کو گوارا نہ هوگي - لیکن یہ وہ منزل عمل تھي جس میں ایک هي وجود ممدوح و مزموم اور محبوب و مبغوض' دونوں صورتیں رکھتا تھا - ایک هي انسان کے آگے جھکنا بھي تھا ' اور پھر اُسي کے سامنے سرکشي بھی کرني تھی - البتہ جھکنے کا موقعہ دوسرا تھا - سرکشی کی گھڑی دوسري - جذبات و عواطف کیلیے سخت آزمایش اسمیں آ پڑی تھي کہ هر جذبہ اپنے صحیح موقعہ پر کام میں لایا جاے - ورنہ ذرا سي بے اعتدالی بھي سخت گمراهي و هلاکت کا موجب هوجاتی - اطاعت کیشي میں اگر بے اعتدالی هوتی' تو وہ اقتداء اور تأسی هوجاتي جسکا نتیجہ باطل پرستی اور حق سے انحراف تھا - عدم اقتداء اور امر بالمعروف میں اگر بے اعتدالي هوتي' تو وہ خروج و بغاوت تک پہنچادیتي' جسکا نتیجہ بد امنی و خونریزي هوتا اور سخت معصیت و فسق کا وقوع - اس تیرہ سو برس میں کتنے هی فتنے صرف اسی بے اعتدالي اور افراط و تفریط سے پیدا هوے - کتنوں هي نے جوش حق پرستي میں

معلوم هیں - حضرۃ امام احمد بن حنبل نے اسي کوڑوں کي ضرب اور برسوں تک قید خانے میں رهنا گوارا کرلیا ' اور مامون و معتصم کي دعوۃ بدعت کي پیروي نه کي - لیکن اطاعت کا مستحق اُنھي کو سمجھا ' اور اپنے نامۂ وصیۃ میں لکھا تو یهي لکھا " والدعاء لائمة المسلمین بالصلاح ' ولا تخرج علیهم بالسیف ' ولا تقاتل هم في الفتنه " کذا نقل عنه ابن الجوزي في سیرته -

حافظ عسقلاني نے ابن التین کا ایک قول نقل کیا ھے " قد اجمعوا انه (ای الخلیفه) اذا دعی الی کفر أو بدعة ' انه یقام علیه " یعني علما نے اسپر اجماع کیا که اگر خلیفه کفر اور بدعت کي طرف بلاے تو اسپر خروج کرنا چاهیے - پھر اس قول کي نسبت لکھتے هیں " ما ادعاه من الا جماع علی القیام فی ما اذا دعا الی البدعة ' مردود ' الا اذا حمل علی بدعة تؤدي الی صریح الکفر ' و الا ' فقد دعا المامون والمعتصم والواثق الی بدعة القول بخلق القرآن و عاقبوا العلماء من اجلها بالقتل والضرب والحبس وأنواع الاهانة ' ولم یقل أحد بوجوب الخروج علیهم بسبب ذالک ' و دام الا مر بضع عشرة سنة حتی ولی المتوکل الخلافة فابطل المحنه " (فتح - ١٣ : ١٠٣) یعنی یه جو ابن التین نے کہا که اگر خلیفه بدعت کي طرف بلاے تو اسپرخروج کرنا جائز ھے اور اسپر اجماع هوچکا ھے ' تو یه قول مردود ھے - الا یه که بدعت سے اسکا مقصود ایسي بدعت هو جو صریح طور پر کفر تک پہنچ جاتي هو - کیونکه یه معلوم ھے که مامون ' معتصم ' الواثق ' تینوں خلیفوں نے بدعت خلق قرآن کي طرف دعوت دي ' اور اسکي وجه سے علماء سنة کو طرح طرح کے مصائب و شدائد جھیلنے پڑے - قتل هوے ' پیٹے گئے ' قید کیے گئے ' لیکن پھر بھي کسي نے انپر خروج واجب نهیں بتلایا ' اور برابر انکي اطاعت کرتے رهے - حتی که تقریباً دس برس تک یهي حالت رهي - خلیفه متوکل نے تخت نشین هوکر اس مصیبت کو دور کیا - انتهی -

حقیقت یه ھے که صاحب شریعت صلی الله علیه وسلم نے خلافت و اطاعت کے بارے میں جو کچھه فرمایا تھا ' عهد سلف کے مسلمانوں نے کرکے دکھلا دیا که اسکا اصلي مفهوم و مقصد کیا ھے ؟ وہ اپنے طرز عمل میں احکام خلافت کے هر ٹکڑہ اور هر قسم کي ایک عملي تفسیر و شرح تھے - گذشته فصول میں اُن احادیث پر نظر ڈال چکے هو جن میں آنے والے وقتوں کي نسبت امت کو احکام دیے گئے هیں - خلافة راشدہ کا عهد فتنوں فسادوں سے محفوظ

انھوں نے جس طرح اس حکم کي پیروي کي کہ " تسمع و تطیع و ان ضرب ظھرک و اخذ مالک فاسمع و اطع " رواہ مسلم - ٹھیک ٹھیک اسي طرح اس فرمان کي بھي کي کہ " فان امر بمعصیة فلا سمع و لا طاعة " اور " من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ ، و ان لم یستطع فبلقبہ ، و ذلک اضعف الایمان " رواہ مسلم -

حضرة امام احمد بن حنبل کي پیٹھہ پر نو جلاد تازیانے مار رھے تھے - خود المعتصم سر پر کھڑا تھا - تمام پیٹھہ سے خون کے فوارے بہہ رھے تھے - اور یہ سب کچھہ صرف اتني بات کیلیے ھو رھا تھا کہ قرآن کي نسبت ایک ایسے سوال کا جواب دیدیں جسکا جواب اللہ کے رسول اور اُسکے یاروں نے نہیں دیا ھے اور نہ دینے کا حکم دیا ھے - وہ سب کچھہ سہہ رھے تھے مگر جواب نہیں دیتے تھے - اگر کوئي صدا نکلتي بھي تھي تو یہي نکلتي " اعطوني شیئاً من کتاب اللہ او سنة رسولہ حتي اقول " درے مارنے سے کیا ھوتا ھے ؟ اللہ کي کتاب اور اسکے رسول کي سنت سے ثابت کر دکھاؤ تو اقرار کرلوں - اسکے سوا اور کوئي چیز نہیں ھے جسکے آگے اقتداؤ اتباع کا سر جھک سکے -

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس !

فصل

(سني اور شیعہ دونوں متفق ھیں)

اسي طرح تمام آئمۂ اھلبیت کا زمانہ خلفاء بنو اُمیۂ و عباسیہ کے عہدوں میں گزرا - یہ معلوم ھے کہ وہ خلافة کا مستحق صرف اپنے ھي کو یقین کرتے تھے نہ کہ بنو اُمیۂ و عباسیہ کو - با ایں ھمہ کسي نے بھي اُنکے خلاف خروج نہ کیا اور نہ اطاعت سے انکار کیا - سب اسي پر متفق ھوے کہ حکومت اُنکي قائم ھو چکي ھے ، اسلیے سلطان وقت وھي ھیں -

خاندان اھل بیت میں سے جس کسي نے خروج کیا ، آئمہ نے برابر اپني مخالفت اُن سے ظاھر کي - جیساکہ حضرت زید کے خروج اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے انکار سے ثابت و معلوم ھے -

بغاوت و خروج کرکے جمعیت امت و استحکام خلافت کو نقصان پہنچایا ' اور کتنوں ہی نے افراط اطاعت کیشی میں حق کو باطــل اور باطل کو حق بنا کر امت کا نظام حق و عدل درہم برہم کردیا -

دنیا میں کوئی قوم نہیں جسکے اجتماعی اعمال کی تاریخ میں کوئی ایسی نظیر مل سکے کہ ایسے سخت و نازک حکم پر عمل کیا گیا ہو' اور پوری کامیابی کے ساتھہ اسکے دونوں پہلوؤں کو سنبھالا ہو - لیکن عہد صحابۂ و سلف کے مسلمانوں نے صدیوں تــک عمل کرکے ثابت کردیا کہ سچائی اور اخلاق کی کوئی عملی مشکل ایسی نہیں جو پیروان اسلام کیلیے مشکل ہوسکے - انھوں نے نہ صرف اسپر عمل کیا ' بلکہ پوری کامیابی کے ساتھہ اس اخلاقی امتحان سے عہدہ برا ہوکر نکلے - انھوں نے ایک ہی وقت میں دونوں متضاد عمل کر دکھلاے - اطاعت بھی کی اور مخالفت بھی - لیکن اطاعت اسی بات میں کی جو مستحق اطاعت تھی ' اور مخالفت وہیں کی جہاں مخالفت کرنی تھی - " اطاعت " اور " اقتداء " کے اس نازک فرق کو جسکو فلسفۂ اخلاق بڑی بڑی دقیقہ سنجیوں کے بعد حل کرسکتا ہے ' انھوں نے اپنی عملی زندگی کی سادگی سے حل کر دکھایا ' اور دنیا پر ثابت کردیا کہ اخــلاق کے فلسفہ کیلیے جو چیز سب سے زیادہ مشکل ہے ' وہی ایک مومن کے عمل کیلیے سب سے زیادہ آسان ہے !

قومی حکومت کی اطاعت اور فرماں برداری اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتی ہے جو صحابۂ و تابعین نے بنو امیہ کے امراء جور کی کی ؟ اور انکے بعد علماء سلف نے بنوعباس کے دعاۃ بدعت کی ؟ ہر طرح کے مظالم سہے ' ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں ' قید کیے گئے ' دروں سے مارے گئے ' قتل ہوے ' مگر پھر بھی اطاعت سے باہر قدم نہ رکھا ' اور ہمیشہ یہی کہتے رہے " ینصب لکل غادر لواء یوم القیامہ ' و نحن بائعنا ہم " وہ جو فرمایا تھا کہ " قیــد شبر " بالشت بھر بھی اطاعت سے الگ نہو ' سو واقعی ویسا ہی عمل کرکے دکھا دیا !

مگر ساتھہ ہی استقامت حق اور امر بالمعروف و دعوۃ الی السنۃ کا بھی یہ حال تھا کہ نہ تو عبد الملک کی بے پناہ تلوار اسپر غالب آ سکتی تھی ' نہ حجاج کی خون آشامی ' اور نہ مامون و معتصم کی قہرمانیۃ - قدم جب اٹھتا تھا تو حق کی طرف ' زبان جب کھلتی تھی تو سچائی کیلیے ' اور دل میں کسی کی گنجائش نہ تھی مگر عشق کتاب و سنۃ کی -

اهل سنة کي تمام جماعتیں متفق هیں' ٹهیک اسي طرح شیعه بهي متفق هیں۔ اهل سنة کے نزدیک خلافة کي تمام شرطیں صرف خلفاء راشدین هي میں جمع تهیں اور انهي کا انتخاب صحیح نظام شرعی کے مطابق هوا - انکے بعد پهر نه هوا - امامیه کے نزدیک ابتدا هي سے نه هوا - لیکن اطاعت دونوں عهدوں میں اهل سنة نے بهي ضروري قرار دي - شیعوں نے بهي ضروري قرار دي - نتیجه یه نکلا که ایک قائم و نافذ اسلامي سلطنت کی اطاعت پر سني و شیعه ' دونوں متفق هیں - یهي حال زیدیه وغیره فرقوں کا هے -

فصل

(بعض کتب مشهورهٔ عقائد و فقه)

تمام اسلامي مدرسوں میں صدیوں سے جو کتابیں پڑهي پڑهائي جا رهي هیں' ان میں سے بعض کي عبارتیں هم نقل کرینگے :

شرح مقاصد میں هے : " و اما اذا لم یوجد من یصلح ذالک ' او لم یقدر علی نصبه لاستیلاء اهل الباطل و شوکة الظلمة و ارباب الضلال ' فلا کلام في جواز تقلید القضاء و تنفیذ الاحکام و اقامة الحدود و جمیع ما یتعلق بالامام من کل ذي شوکة " اور شروط امامة بیان کرکے لکهتے هیں " نعم' اذا لم یقدر علی اعتبار الشرائط ' جاز الابتذاء للاحکام المتعلقة بالامامة علي کل ذي شوکة یقتدر' تغلب او استولي " اور اسي میں هے " فان لم یوجد من قریش من یجمع الصفات المعتبره ' ولي کنانی' فان لم یوجد ' فرجل من ولد اسماعیل ' فان لم یوجد فرجل من العجم " -

مرقات شرح مشکواة میں هے " و اما الخروج علیهم و قتالهم ' فمحرم و ان کانوا فسقة ظالمین " اور حدیث " من اتاکم و امرکم جمیع علی رجل واحد " کي شرح میں لکهتے هیں " ای له اهلیة الخلافة ' او التسلط و الغلبه " -

شامي میں هے " و یثبت عقد الامامة اما باستخلاف الخلیفة ایاه کما فعل ابوبکر' و اما ببیعة جماعة من العلماء او من اهل الراے " -

حضرة امام علي رضا کو مامون الرشید نے اپنا ولي عهد قرار دیا - امام موصوف نے ولي عهدي قبول کرلي - یعنے تسلیم کرلیا کہ مامون خلیفه هے ' اور اُسکو اپنے استخلاف اور ولي عهدي کا حق پهنچتا هے - اگر وہ خود خلیفه نه تها تو دوسرے کو ولي عهدي کیونکر مل سکتي تهي ؟

آئمۂ اهل بیت کي پوري تاریخ میں ایک واقعه بهي موجود نهیں که انهوں نے لوگوں کو بنو اُمیۂ و عباسیه کي اطاعت سے روکا هو- بر خلاف اسکے کتب حدیث امامیه (مثلاً اصول کافي وغیرہ) میں ایسي تصریحات موجود هیں که با وجود اظهار استحقاق خود و شکوۂ غصب و تعدي ' عدم اطاعت و حکم خروج سے همیشه مانع رهے -

سب سے زیادہ قاطع اور فیصلـــه کن اسوۂ حسنه اس بارے میں خود حضرة علي علیه السلام کا هے - حضرات امامیه انکي خلافت کو منصـــوص تسلیم کرتے هیں ' اور کهتے هیں که انکي موجودگي میں اور کوئي جائز خلیفه نهیں هوسکتا تها - با ایں همه ظاهر هے که یکے بعد دیگرے تین خلیفه هوے ' اور حضرة علي نے نه تو خروج کیا ' نه بیعت سے انکار کیا ' نه علحدگي اختیار کي - متصل بیس برس تک اُنکا یهي طرز عمل قائم رها - اس سے بڑهکر قاطع و فاصل دلیل اس بات کیلیے اور کیا هوسکتي هے که جب امت ایک سلطان پر مجتمع هو جاے ' تو پهر کسي طرح نهي اسکي مخالفت جائز نهیں - اور اسکي اطاعت کرنا هر فرد پر واجب هے ؟ جب ایک خلیفۂ و امام منصوص من الله کیلیے انکار جائز نه تها ' تو عامۂ امت کیلیے کب جائز هوسکتا هے ؟

غرضکه اس بارے میں اهل سنت و امامیه دونوں متفق هیں -

یهیں سے یه حقیقت بهي واضح هوگئي که حضرات امامیه اور اهل سنت میں مسئلۂ خلافة کي نسبت جو مشهور اختلاف هے ' وہ صرف پهلي صورت میں هے ' نه که دوسري صورت میں - یعني اس بارے میں هے که اگر امت خلیفه ؤ امام منتخب کرے تو کس کو اور کیسے کو منتخب کرے ؟ شیعه کهتے هیں که اسکا استحقاق صرف آئمۂ اهل بیت کو هے - وهي امام هوسکتے هیں - اهل سنة کهتے هیں که یه شرط ضروري نهیں :

لیکن اگر اصلي نظام باقي نه رها هو اور غلبۂ و تسلط سے کوئي شخص اسلام کي مرکزي سلطنت پر قابض هوگیا هو ' تو اُسکي اطاعت پر جسطرح

اور حجۃ اللہ البالغہ میں ہے " ان الخلیفۃ اذا انعقدت خلافتہ ' ثم خرج آخر ینازعہ ' حل قتلہ "

اور ازالۃ الخفاء میں ایک مفصل اور دقیق بحث مسئلۂ خلافت و حقیقت خلافت پر کرتے ہوے (جس سے بہتر اور جامع بحث شاید ہي کسي دوسري جگہ ملسکے) لکھتے ھیں " و حرام ست خروج بر سلطان بعد ازان کہ مسلمین بر وے جمع شدند' مگر آنکہ کفر بواح از وے دیدہ شود' اگرچہ آن سلطان مستجمع شرائط نہ باشد و این مضمون متواتر بالمعنی ست" (جلد - ۱ : ۱۳۷)

حاصل ان تمام عبارتوں کا وھي ھے جو اوپر گزرچکا - یعنی ھر زمانے میں امت کیلیے ایک خلیفہ ھونا چاھیے جو صاحب طاقت و اقتدار ھو - اگر امت منتخب کرے تو اسکے لیے فلاں فلاں شرطیں ھیں - لیکن اگر کسي مسلمان کي حکومت قائم ھوگئي ھے اور وھي صاحب اقتدار و شوکت ھے' تو اُسي کو خلیفہ ماننا چاھیے - خواہ تمام شرطیں اُسمیں پائي جائیں یا نہ پائي جائیں - قرشي ھو یا غیر قرشي ' ظالم ھو یا عادل ' عالي خاندان ھو یا دني النسب ' حتی کہ ایک حبشي غلام ھي کیوں نہو ' لیکن اُسکي اطاعت و حمایت ھر مسلمان پر واجب ھے - جب تک کفر صریح اس سے ظاھر نہو - لیکن اگر ایسا ھوا ' تو پھر نہ بیعت قائم رھی نہ عہد اطاعت باقي رھا - اُس حالت میں مسلمانوں پر واجب ھو جائیگا کہ اسکا مقابلہ کریں - جو شخص مقابلہ کي طاقت اپنے میں نہ دیکھے ' وہ اسکے ملک سے ھجرت کر جاے - " فمن قام علی ذلک فلہ الثواب - و من داھن ' فعلیہ الاثم - و من عجز' وجبت علیہ الھجرۃ من تلک الارض " کذا في الفتح (۱۳ : ۱۰۹)

فتح الباري کي اس عبارت سے ضمناً یہ بات بھي معلوم ھوگئي کہ جس ملک میں کفار کي سلطنت قائم ھو جاے ' وھاں مسلمانوں کو خروج کرنا چاھیے ' اور حق کے اظھار و اعلان میں کسي طرح کي مداھنت گوارا نہ کرني چاھیے - لیکن اگر اسکي طاقت اپنے اندر نہ دیکھیں ' تو پھر اس ملک سے ھجرت کر جائیں - یعنی یہ کسي حال میں جائز نہیں کہ تسلط کفر پر قانع و رضامند ھوکر زندگي بسر کریں -

مسامرہ میں ہے " و المتغلب تصح منه هذه الامور (ای ولایة القضاء و الامارة و الحکم بالاستفتاء و نحوها) للضرورة ' و صار الحال عند التغلب کما لم یوجد قرشی عدل ' او وجد و لم یقدر (ای لم توجد قدرة علی تولیته لغلبة الجورة) اذ یحکم في کل من الصورتین بصحة ولایة من لیس بقرشي و من لیس بعدل للضرورة "

اور شرح مواقف میں امامت کي شرطیں بیان کرکے لکھتے ھیں : " لکن للامة ان ینصبوا فاقد ها ' دفعا للمفاسد التي تندفع بنصبه " (٦١۴)

سب سے زیادہ مشرح بحث حافظ عسقلاني نے فتح الباري میں کي ہے : " و قد اجمع الفقهاء علی وجوب طاعة السلطان المتغلب و الجهاد معه ' و ان طاعته خیر من الخروج علیه لما في ذلک من حقن الدماء و تسکین الدهماء ' و لم یستثنوا من ذلک الا اذا وقع من السلطان الکفر الصریح' فلا یجوز طاعته في ذلک بل تجب مجاهدته لمن قدر علیها کما فی الحدیث " (جلد ١٣ : ٧)

اور روایت حذیفه " فاعتزل تلک الفرق کلها " الخ مندرجۂ کتاب الفتن کي شرح میں لکھتے ھیں " قال ابن بطال : فیه حجة لجماعة الفقهاء في وجوب لزوم جماعة المسلمین و ترک الخروج علی آئمة الجور' لانه وصف الطائفة الاخیرة بانهم دعاة علی ابواب جهنم' مع ذالک امر بلزوم الجماعة " (١٣ : ٣١)

اور حدیث " اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشي " کي شرح میں لکھتے ھیں " و اما لو تغلب عبد حقیقة بطریق الشوکة ' فان طاعته تجب اخماداً للفتنه " (١٣ : ١٠٩)

حافظ نواري شرح مسلم میں لکھتے ھیں " و هذه الاحادیث في الحث علی السمع و الطاعة في جمیع الاحوال ' و سببها اجتماع کلمة المسلمین ' فان الخلاف سبب لفساد احوالهم في دینهم و دنیا هم - و قوله صلعم : و ان کان عبد مجدع الاطراف - یعنی مقطوعها' و المراد اخس العبید - اے اسمع و اطیع للامیر و ان کان دني النسب * * * * و یتصور امارة العبد اذ ولاه بعض الائمه ' او یغلب علی البلاد بشوکته " الخ - (جلد ٢ : ١٢٥)

اور قاضي شوکاني درر البهیه میں لکھتے ھیں " و طاعة الائمة واجبة الا في معصیة الله' و لا یجوز الخروج علیهم ما اقاموا الصلوة " (شرح درر: ۴١۴)

اور ابن ابي شيبه نے ابو هريره سے مرفوعاً روايت كيا هے " الملائكة تلعن أحدكم اذا أشار الى الاخر بحديدة و ان كان اخاه لابيه و امه " اور امام ترمذي نے ايک دوسري اسناد سے موقوفاً روايت كيا هے "من اشار الى اخيه بحديدة لعنه الله الملائكه " (قال حسن صحيح غريب - وكذا صححه ابوحاتم من هذا الوجه) يعني فرمايا - جب كبهي كوئي مسلمان دوسرے مسلمان كي طرف هتيار سے اشاره كرتا هے تو فرشتے اسپر لعنت بهيجتے هيں - فتح الباري ميں هے " قال ابن العربي اذا استحق الذي يشير بالحديدة اللعن ' فكيف الذي يصيب بها ؟ و انما استحق اللعن اذا كانت اشارته تهديداً ' سواء كان جاداً أم لاعباً " (جلد ١٣ : ٢١) يعني ابن العربي نے كها : جب صرف هتيار أتهاكر اشاره كرنے كي نسبت ايسى شديد وعيد آئي كه فرشتے لعنت بهيجتے هيں ' تو اُس بد بخت كا كيا حال هوگا جو صرف اشاره هي نه كرے ' بلكه سچ مچ اپنے هتيار سے ايک مسلمان كو قتل كر ڈالے ؟ اور يه جو فرمايا كه اشاره كرنے والا مستحق لعنت هوتا هے ' تو اس سے مقصود وهي شخص هوگا جو ڈرانے كيليے ايسا كرے - خواه غصه سے هو خواه هنسي سے - انتهى - اس سے معلوم هوا كه اگر هنسي دل لگي سے بهي كوئي شخص هتيار أتهاكر كسي مسلمان كو ڈراے ' تو وه لعنت كا مستحق هوگا - يعني كسي حال ميں بهي يه بات مسلمانوں كيليے جائز نهيں - اور يه فعل اسدرجه شريعت كے نزديک مبغوض هے كه اُسكي هنسي دل لگي بهي لعنت كا موجب تهري !

حضرة عبد الله بن عمر سے مرفوعاً مروي هے " زوال الدنيا كلها اهون على الله من قتل رجل مسلم " (اخرجه الترمذي و قال حديث حسن ' و اخرجه النسائي بلفظ " لقتل المومن اعظم عند الله من زوال الدنيا ") يعني آنحضرة نے فرمايا - الله كي نظروں ميں تمام دنيا كے زائل هوجانے سے بهي بڑهكر جو چيز هے ' وه ايک مسلمان كا قتل هونا هے - اور اسي بنا پر فرمايا " اول ما يقضي بين الناس في الدماء " (رواه البخاري عن ابن مسعود و زاد مسلم " في يوم القيامه ") قيامت كے دن سب سے پہلے جس معامله كا فيصله چكايا جائيگا وه انسان كا خون هے - (✗)

(✗) يهاں يه شبه وارد نهو كه يه حديث محاسبۂ صلوات كي مشهور حديث سے معارض هے ' كيونكه نماز كي نسبت قضاء كا لفظ نهيں آيا هے - حساب كا آيا هے - بخاري كي روايت ميں هے " اول ما يحاسب به المرء

فصل

(من حمل علينا السلاح فليس منا)

سورۂ نساء میں ہے :

ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزآ ؤہ جہنــم خالداً فیہا و غضب اللہ علیـــہ و لعنہ ' و اعدلہ عذاباً عظیـــما - (۴ : ۹۵)

جو مسلمان کسي دوسرے مسلمان کو جان بوجھکر قتل کرڈالے تو اسکي سزا دوزخ کي ھمیشگي ھے ' اللہ کا غضب ھے ' اسکي پھتکار ھے ' اوربڑاھي درد ناک عذاب ھے جو ایسونکے لیے طیار ھوچکا ھے -

یہ آیت اس بارے میں نص قطعي و ظاھر ھے کہ جو مسلمان دانستہ بلا کسي حق شرعي کے دوسرے مسلمان کو قتل کرے ' وہ دوزخ میں ڈالا جائیگا ' اللہ کے غضب و لعنت کا مورد ھوگا ' اور عذاب الیم کا مستحق -

بخاري و مسلم میں ھے " سبـــاب المسلم فسوق و قتالہ کفر " (و رواہ الترمذي و صححہ و لفظہ " قتال المسلم اخاہ کفر و سبابہ فسوق ") یعني مسلمان کو دشنام دینا فسق ھے اور اس سے لڑائي لڑنا کفر -

آنحضرة نے آخري حج کے موقعہ پر جو یادگار عالم خطبہ دیا تھا ' اور جو خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ھے ' اسمیں ھمیشہ کیلیے تمام امت کو وصیت فرمائي " لا ترجعوا (و في روایۃ لا ترجعون) بعدي کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض " (بخاري) میرے بعد کافرں کي طرح نہ ھوجانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کي گردن اڑاے -

اور بخاري میں حضرة ابو ھریرہ سے مروي ھے " لایشیر احد کم علی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدري لعل الشیطان ینزغ فی یدہ (و في روایۃ ینزع بالعین) فیقع في حفرة من النار " (و ایضاً اخرجہ مسلم عن ابن رافع ' و ابو نعیم في المستخرج من مسند ابن راھویہ) یعنی فرمایا : کبھي اپنے بھائي مسلمان کي طرف ھتیار سے اشارہ نہ کیا کرو - ممکن ھے کہ ھتیار لگ جاے اورتم جہنم کے گڑھے میں گر پڑو - یعنی اگر اشارہ کرنے میں تلوار کام کرگئي اور مسلمان کا خون ھوگیا ' تو ایک ایسے فعل کا ارتکاب ھوجائیگا جسکي پاداش عذاب جہنم ھے -

شریعت نے مسلمانوں کي جمعیت و قومیت کي بنیاد باهمي مواخات پر رکھي هے - یعني هر مسلمان کا شرعي رشته دوسرے مسلمان سے بھائي کا رشته هے : فاصبحتم بنعمته اخوانا (۳ : ۱۰۳) انما المومنون اخوة ' فاصلحوا بین اخویکم (۴۹ : ۱۰) مسلمان آپس میں بھائي بھائي هیں - پس جب دو بھائیوں میں رنجش هوجاے تو صلح کرادو - مسلمانوں کي قومي سیرة جا بجا یه بتلائي - اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین (۵ : ۵۹) اشداء علی الکفار رحماء بینهم (۴۸ : ۲۹) أن میں جس قدر بھي نرمي هے ' مسلمانوں کے ساتھه هے - جسقدر بھي سختي هے ' غیروں کے ساتھه - وہ سب سے زیادہ نرم بھي هیں اور سب سے زیادہ سخت بھي - نرم اپنوں کے لیے ' سخت غیروں کے لیے - أنکے پاس محبت بھي هے ' عداوت بھي - لیکن محبت پرستاران حق کے ساتھه کرتے هیں ' عداوت دشمنان حق کے ساتھه -

احادیث میں اس حقیقت کي جو بے شمار تشریحات و تمثیلات ملتي هیں ' وہ مشهور و معلوم هیں ' اور مهاجرین و انصار اور عموم صحابهٔ کرام نے انکي عملي تصویر بنکر همیں بتلا دیا هے که اخوت دیني کے معني کیا هیں ؟ هر مسلمان پر اسکي نماز اور روزہ سے بھي بڑھکر جو چیز فرض کردي گئي ' وہ یهي هے که مسلمانوں سے محبت کرے ' جهانتک بن پڑے أنکي بھلائی چاهے ' اور کوئي بات ایسي نه کرے جس سے کسي مسلمان کو نقصان پهنچے - اگر یه چیز نهیں هے تو ایمان و اسلام بھي نهیں - پهاڑوں جتنا بھي زهد و عبادت هو اور سمندر جتني بھي دولت خرچ کرڈالي جاے ' لیکن اگر یه چیز نهیں تو بالکل بیکار و عبث هے -

فرمایا " لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه" (رواہ الشیخان) کوئي شخص مومن نهیں هوسکتا جب تک اس میں یه بات پیدا نه هوجاے که جو بات اپنے لیے پسند کرے ' وهي اپنے بھائي مسلمان کے لیے بھي پسند کرے -

اور فرمایا " لا تدخلون الجنة حتی تومنوا و لا تومنون حتی تحابوا " (شیخان) تم کبھي جنت میں داخل نهیں هوسکتے جب تک ایمان نه لاؤ ' اور کبھي مومن نهیں هوسکتے جب تک آپس میں محبت و پیار نه کرو -

حضرۃ عبد اللہ بن عمر کے سامنے جب ایک قاتل لایا گیا تو آپنے فرمایا
" تزود من الماء البارد، فانك لن تدخل الجنه " (رواہ البیہقي) بن پڑے
تو اچھي طرح ٹھنڈے پانی کي طیاري کرلے کیونکہ تیرا ٹھکانا دوزخ ھے - تو
یقینا جنت میں نہ جائیگا !

حقیقت یہ ھے کہ ایک مسلمان کے لیے شرک کے بعد اس سے بڑھکر اور
کوئي کفر نہیں ہوسکتا کہ اپنے مسلمان بھائي کے خون سے ھاتھہ رنگین کرے -

---

(بقیہ نوٹ صفحہ ٦۹)

صلاتہ " قیامت میں سب سے پہلے آدمي سے جس عمل کا حساب لیا جائیگا
وہ نماز ھے - اس سے معلوم ھوا کہ جن کاموں میں محاسبہ ھوگا ' اُن میں
سب سے پہلا کام نماز ھے - لیکن جن کاموں میں فیصلہ چکایا جائیگا ' اُن میں
سب سے پہلا معاملہ خون کا ھوگا - پس دونوں میں کوئي تعارض نہیں -
چنانچہ نسائی نے یہ دونوں ٹکڑے ایک ھي متن و اسناد سے روایت کیے
ھیں " اول ما یحاسب بہ العبد الصلاۃ ' واول ما یقضي بین الناس في الدماء "
امام بخاري نے مندرجۂ متن حدیث ابن مسعود سے بہ طریق اعمش عن
ابي وائل روایت کي ھے اور منجملہ ثلاثیات بخاري کے ھے - نسائي بھي
یہ روایت ابو وائل ھي کے طریق سے لاے ھیں - پس سنداً و متناً روایت
ایک ھي ھوئي - باقي رھا محاسبہ و قضاء کا فرق ' تو وہ بالکل ظاھر ھے - بعض
اعمال انسان کي ذات خاص سے تعلق رکھتے ھیں - بعض دوسروں کے حقوق
سے - شریعت نے اسي فرق کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے تعبیر کیا ھے -
پہلي قسم کے کاموں میں قضاء اور فیصلہ کي ضرورت نہیں کیونکہ ھر شخص
کي ذات خاص سے تعلق رکھتے ھیں - کوئی دوسرا نفس مدعي نہیں ھوتا - البتہ
پرسش ھو سکتي ھے کہ وہ فرائض انجام دیے گیے یا نہیں ؟ لیکن دوسري
قسم کے لیے پرسش کافي نہیں - فیصلہ چکانے کي ضرورت ھے - کیونکہ وہ
ایسے کام ھیں جن میں دوسروں کے حقوق تلف ھوے ھیں اور وہ بہ حیثیت
مدعي کے کھڑے ھونگے - نماز پہلي قسم کے اعمال میں سب سے زیادہ اھم
ھے ' اور قتل نفس کا معاملہ دوسري قسم میں سب سے زیادہ اھم - پس جب
حساب ھوگا تو سب سے پہلے نماز کي نسبت پوچھا جائیگا ' اور جب فیصلہ
چکایا جائیگا تو سب سے پہلے قتل نفس کا معاملہ پیش ھوگا -

شریعت کا کون مجرم ہوسکتا ہے ؟ اور اگر انسان کي برائیاں اور بد عملیاں الله کي لعنت کا مستحق ہوسکتي ہیں ' تو اس فعل سے بڑھکر اور کونسا فعل ہے جو الله کے عرش جـــلال و غیرت کو ہلا دے ' اور اسکي لعنتیں بارش کي بوندوں کي طرح آسمانوں سے زمین پر برسنے لگیں ؟

جس مومن کا وجود الله کو اس قدر محبوب و محترم ہو کہ تمام دنیا کا زوال اس کي ہـــلاکت کے مقابلے میں ہیچ بتلاے ' اسي کا خون خود ایک مسلمان کے ہاتھوں بہے ؟ اس سے بڑھکر شریعت الہي کي کیا توہین ہوسکتي ہے ؟ اور ان سارے گناہوں میں جو انسان کے ہاتھہ پانوں کرسکتے ہیں ' کونسا گناہ ہے ' جو اس سے زیادہ ملعون و مردود ہوسکتا ہے ؟

دنیا کی کونسی بڑائی اور عظمت ہے جو کلمۂ لا الہ الا الله سے بڑھکر خدا کی نظروں میں عزت رکھتی ہو ؟ اور کونسی محبـوبیت ہے جو اس کلمۂ عزیز کے اقرار کرنے والے کو الله کے حضور نہیں ملجاتی ؟ پس جس بد بخت کا احساس ایماني یہانتک مسخ ہوجاے کہ با وجود دعوئے اسلام مسلمانوں کا خون بہانے لگے ' وہ یقیناً مسلمانوں کا خون نہیں بہاتا ' بلکہ الله کے کلمۂ توحید کو ذلیل و خوار کرتا ' اور اسکي عزت و اجـــلال کو بٹہ لگانا چاہتا ہے -

صحیح بخاري و مسلم میں حضرۃ اسامہ کی روایت ہے کہ انکو آنحضرۃ نے بنو الحرقہ کي طرف ایک فوجي مہم دیکر بھیجا تھا - لڑائي میں اسامہ نے ایک آدمی پر حملہ کیا - ساتھہ ہی ایک انصاري بھی حملہ آور ہوا - اسامہ کہتے ہیں کہ جب میري تلوار اسکے سر پر چمکي تو وہ پکار اٹھا " لا الہ الا الله " - میں نے کچھہ پروا نہ کی اور قتل کر ڈالا - لیکن کلمہ کي صدا سنکر انصاري نے تلوار روک لی - آنحضرۃ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو نہایت ناراض و غمگین ہوے اور فرمایا " أقتلته بعد ما قال لا اله الا الله " ؟ تونے اسے قتل کردیا باوجودیکہ اس نے لا الہ الا الله کہا تھا ؟ میں نے عرض کیا " انما کان متعوذا " وہ تو اس نے محض میري تلوار سے بچنے کیلیے کہدیا تھا - فی الحقیقت مسلمان نہیں ہوا تھا - " فما زال یکررها علي حتی تمنیت أني لـم أكن اسلمت قبـل ذلـک الیوم " لیکن آنحضرۃ برابر یہي جملہ دہراتے رہے " تونے قتل کرڈالا باوجودیکہ اس نے لا الہ الا الله کہا تھا " یہانتک کہ آنحضرۃ کا حزن و ملال اور اس واقعہ کا تاثر دیکھکر مجھے اسقدر ندامت ہوئي کہ دل نے کہا ' کاش آج کے دن

اور فرمایا " لا تحسسوا ' و لا تجسسوا ' و لا تناجشوا ' و لا تباغضوا ' و لا تدابروا ' ولا تنابزوا ' و کونوا عباد اللہ اخوانا " (شیخان) ایک دوسرے کي ٹوہ میں نہ رہو ' باهم کینہ اور عناد نہ رکھو ' بدگوئي نہ کرو ' اور ایسا کرو کہ آپس میں بھائي بھائي ہو جاؤ -

حضرۃ جابر کو وصیت کي " ان تصبح و تمسي و لیس في قلبک غش لاحد " (مسلم) تجھپر صبح کا سورج چمکے تو اس حالت میں چمکے کہ اسکی کرنوں کی طرح تیرا دل بھی صاف ہو ' اور شام آے تو اسطرح آے کہ کسی کے طرف سے تیرے اندر کھوٹ نہو -

او ر فرمایا " المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ " (بخاري) مسلمان وہ ھے کہ اسکے ھاتھہ اور زبان سے مسلمانوں کو کوئي گزند نہ پہنچے -

اور فرمایا " المسلم اخو المسلم ' لا یظلمہ ' و لا یخذلہ ' ولا یحقرہ " (مسلم) مسلمان مسلمان کا بھائي ھے - پس اپنے بھائي کے ساتھہ نہ تو ظلم کرے ' نہ اُسے ذلیل کرے ' نہ اُسکو حقیر جانے -

اور فرمایا " لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث " (شیخان) کسی مسلمان کیلیے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسي مسلمان سے روٹھا رھے -

اور فرمایا " ملعون من ضار مومنا او مکر بہ " (ترمذي) اللہ کي اسپر پھٹکار جس نے مسلمان کو نقصان پہنچایا یا اسکو دھوکا دیا -

ایک حدیث میں یہانتک زور دیا کہ " من کان یومن باللہ و الیوم الاخر ' فلا یحد النظرالی اخیہ " (رواہ الحاکم و صححہ) جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ھے ' اسکو نہ چاھیے کہ اپنے بھائي مسلمان کي طرف تیز نظروں سے گھورے - یعنی جب مسلمان بھائی کو دیکھے تو محبت اور پیار کی نظروں سے دیکھے -

پس جب اللہ کي شریعت حقہ نے مسلمانوں کي قومیت کي بنیاد ھي باھمي محبت و برادري پر رکھي ' اسي کو ایمان کي جڑ قرار دیا ' وھي اسلام کي اصلي پہچان ھوئي ' اسي پر ایمان کي تکمیل موقوف ٹھہري ' تو ظاھر ھے کہ جو مسلمان خدا کے اس جوڑے ھوے رشتے کو توڑ دے ' اور اپنے اُنھي ھاتھوں سے جو مسلمانوں کي دستگیري و مددگاري کیلیے بناے گئے ' مسلمانوں کي گردنیں کاٹے ' اس سے بڑھکر خدا کي زمین پر اُسکي

قتل هو جانا گوارا نہ ہوا کیونکہ اُس نے خوف جان سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہدیا تھا ' اور اسپر اسقدر رنج و افسوس فرمایا کہ عرصہ تک صداے الم زبان مبارک سے نکلتي رہي ' تو پھر غور کرو کہ جو مسلمان اُن مسلمانوں کو قتل کرے ' جنکي ساري زندگیاں اسلام و ایمان میں بسر ہوئي ہیں ' اور جنھوں نے محض خوف جان سے ایک مرتبہ ہي نہیں ' بلکہ دل کے یقین و ایمان سے لاکھوں مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار اور ورد کیا ہے ' اسکي شقاوت و خسران کا کون اندازہ کرسکتا ہے ؟ اور شریعت کے نزدیک اس فعل سے بڑھکر اور کون سا فعل ہے جو ایک مسلمان کیلیے عذاب الیم کا مستوجب ہو ؟

یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس فعل کیلیے وہ وعید فرمائي جو کسي معصیت کیلیے نہیں فرمائي - یعنے فجزاوہ جنہم خالداً فیہا ' وغضب اللہ علیہ و لعنہ - اسمیں خلود فی النار ' غضب ' لعنت ' تین چیزوں کا ذکر کیا ہے ' اور تمام قرآن و سنت میں یہ تینوں کلمات وعید کفار کیلیے مخصوص ہیں - مسلمانوں کي نسبت کہیں استعمال نہیں کیے گئے - اس سے معلوم ہوگیا کہ عام معاصي و فسوق سے اس فعل کي برائي کہیں زیادہ ہے - کفر صریح و قطعی کے بعد ' اور عام معاصی سے اشد ' کوئي فعل ہوسکتا ہے تو وہ یہي ہے - اور اسي لیے تمام احادیث میں اس فعل کو کفر فرمایا کہ " و قتالہ کفر " اور " لا ترجعوا بعـــدی کفارا " معصیت و فسوق کا لفظ اسکي ناپاکي و ملعونیت ظاہر کرنے کیلیے کافي نہ تھا - جب مسلمان کو صرف دشنام دینا فسق ہوا کہ " سباب المسلم فسوق " تو پھر اسکو قتل کردینا صرف فسق ہي کیوں ہو ؟

ثانیاً ' جس طرح ایمان و اسلام کي ستر سے کچھہ اوپر شاخیں ہیں ' اور اُن میں سے ہر شاخ ایمان و اسلام ہے - " الایمان بضع و سبعون شعبۃ ' اعلاھا لا الہ الا اللہ و أدناھا اماطۃ الاذي عن الطریق " (رواہ مسلم و اصحاب السنن الثلاثہ ' و رواہ البخاري " بضع و ستون ") اسي طرح کفر کي بھي شاخیں ہیں اور اعلي و ادنی مراتب ہیں ' جیسا کہ اپنے مقـــام پر ثابت ہوچکا ہے ' اور اسي لیے صحـــابۂ و سلف سے مروي ہے " کفــــر دون کفر و ظلم دون ظلم " (١) - اور پھر جس طرح ایمان و اسلام اعتقادي بھي ہے

---

(١) امام بخاري نے کتاب الایمان میں باب باندھا ہے " کفـــران العشیرۃ وکفر دون کفر " - لیکن دراصل یہ خود صحابۂ کرام کے آثار ہے

سے پہلے میں مسلمان ھی نہ ہوا ہوتا - ایک روایت میں ہے " افلا شققت عن قلبه حتی تعلم " تونے اسکا دل چیر کر کیوں نہ دیکھہ لیا کہ واقعي دل سے اقرار کیا ہے یا نہیں ؟ یعنی جب زبان سے یہ کلمہ نکلا تو اُسکا احترام واجب ہوگیا - خواہ تلوار کے ڈر سے کہا ہو یا سچ مچ دل سے اقرار کیا ہو - دل کا حال صرف الله هي کو معلوم ہے -

یہي واقعہ صحیح مسلم میں جندب بن عبد الله کي روایت سے بھي مروي ہے اور اسمیں بعض زیادات هیں - و فیه ان النبي صلعم قال له " فکیف تصنع بلا اله الا الله اذا أتتک یوم القیامه " ؟ قال یا رسول الله استغفرلي - " قال فکیف تصنع بلا اله الا الله " ؟ فجعل لا یزیده علی ذلک - یعنی آنحضرة صلعم نے اُسامہ سے کہا " قیامت کے دن جب وہ لا اله الا الله کے ساتھہ تیرے سامنے آئیگا تو اسوقت تو کیا کریگا ؟ یعني الله کو کیا جواب دیگا ؟ اُسامہ نے عرض کیا - یا رسول الله ! ابتو مجھہ سے یہ قصور ہوگیا - میري بخشش کیلیے دعا کیجیے - لیکن آنحضرة یہي کہتے رہے کہ قیامت کے دن لا اله الا الله کا جب دعوا ہوگا تو تم کیا جواب دوگے ؟ اور اس جملہ کے سوا کوئی بات نہ فرمائی -

بخاري میں ہے کہ آپ سے مقداد بن عمرو الکندي نے پوچھا " ان لقیت کافراً فاقتتلنا ، فضرب یدی بالسیف فقطعها ، ثم لاذ بشجرة و قال أسلمت لله ، أ أقتله بعد ان قالها ؟ " اگر ایسا ہو کہ ایک کافر سے مقابلہ کریں ، اور وہ تلوار میرے ہاتھہ پر اسطرح مارے کہ ہاتھہ کٹ جائے - پھر الگ ہوکر کہے میں الله پر ایمان لایا ، تو یہ کہنے کے بعد اُسے قتل کروں یا نہ کروں ؟ فرمایا " لا تقتله " مت قتل کر - " قال فانه طرح احدي یدي ثم قال ذلک بعد ما قطعها " مقداد نے عرض کیا - اس نے تو میرا ہاتھہ کاٹ ڈالا اور اسکے بعد اسلام لانے کا اقرار کیا - پھر کیوں نہ میں اُس سے اپنا بدلا لوں ؟ فرمایا " لا تقتله ، فان قتلته ، فانه بمنزلتک قبل أن تقتله ، و انت بمنزلته قبل ان یقول کلمته التي قال " جو کچھہ بھي ہوا ہو ، لیکن جب کلمۂ توحید کا اقرار کرلیا تو پھر قتل نہ کر - اقرار کرنے سے پہلے وہ کافر تھا ، اور تو مسلمان ، لیکن اگر تونے اقرار کے بعد اُسے قتل کردیا تو وہ تیري جگہ ہو جائیگا اور تو اسکي جگہ -

یہ دو روایتیں اس بارے میں نہایت ھي عبرت انگیز هیں - جب الله کے رسول کا یہ حال تھا کہ ایک مشرک دشمن کا جنگ کي حالت میں بھي

پس اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ مسلمانوں پر ہتیار اُٹھانا شریعت کے نزدیک اُن انتہائي معاصي میں سے ہے ' جو عملي کفریات کا حکم رکھتی ہیں - اس لیے اُس کفر کے بعد جو مسلمان کو قطعاً کافر و مرتد کردیتا ہے' اس کفر سے بڑھکر عند اللہ کوئي برائي نہیں ' اور قریب ہے کہ اِس کا مرتکب اُس کفر کے حـــدود میں بھي داخل ہوجاے - کتاب و سنت نے جن جن لفظوں اور وعید و امتناع کے جیسے جیسے پیرایوں میں اس فعل کا ذکر کیا ہے' وہ عام معـــاصي و فسوق کے لیے کبھي اختیار نہیں کیے گئے ' اور وہ ایسے سخت و شدید ہیں کہ جس دل میں رائي برابر بھي اللــہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو ' اسکو لرزا دینے اور خوف الہی سے بد حال کر دینے کے لیے بس کرتے ہیں - اگر ایک مسلمان کا ایمان بالکل مردہ نہیں ہوگیا ہے' تو وہ سارے گناہ جو زمین پر کیے جاسکتے ہیں' اس سے سر زد ہو جا سکتے ہیں ' مگر اس کفر کے ارتکاب کا کبھي دھیان بھي نہیں کر سکتا -

قرآن میں " لعنت " اور " غضب " کا لفـــظ کفار و منافقین کے لیے مخصوص ہے - " لعنت " کے معني یہ ہیں کہ رحمت الہي سے مہجوري اور ہر طرح کي کامیابیوں او و فلاح سے محرومي - یہودي ملعون و مغضوب ہوے اور عزت و حکومت سے ہمیشہ کیلیے محروم ہوگئے - سورۂ احزاب میں " منافقین " پر لعنت وارد ہوئي : ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ - الخ - چنانچہ وہ سب نابود و مخذول ہوگئے - چونکہ ایمان و اسلام کے خصائص بالکل اس سے متضاد ہیں - وہ رحمت الہی کا مورد اور فلاح و مراد کا سر چشمہ ہے - اس لیے کبھي ایسا نہیں ہوسکتا کہ جہاں ایمان ہو' وہاں لعنت الہی کا بھی ورود ہوسکے - احادیث میں جا بجا ایسے واقعات ملینگے کہ سخت سے سخت معاصي و فسوق کا جن لوگوں سے ارتکاب ہوگیا تھا ' ان پر بھی " لعنت" کرنے سے آنحضرۃ نے روکا -

امام بخاري نے باب باندھا ہے " ما یکرہ من لعن شارب الخمر " یعنی جو مسلمان شراب پینے کي معصیت میں مبتلا ہو جاے ' اسپر لعنت کي ممانعت - اسمیں عبد اللہ ملقب بہ " الحمار " کا واقعہ بروایت حضرۃ عمر لاے ہیں - یہ شخص بار بار شراب نوشي کے جرم میں ماخوذ ہوچکا تھا - سزائیں پاتا تھا ' توبہ کرتا تھا ' پھر مبتلا ہوجاتا تھا - ایک مرتبہ جب ماخوذ ہوا ' تو بعض مسلمان بول اٹھے " اللہم العنہ ، ما اکثر ما یوتی بہ " اسپر خدا کي لعنت ہو - لیکن انحضرۃ نے نہایت سختي سے روکا " لا تلعنوہ

اور عملي بهي - يعني اعتقاديات و معنويات ميں بهي هے ' اور عمليات و ظواهر ميں بهي - فكر ميں بهي هے اور فعل ميں بهي - ايمان بالله و الرسل بهي اسلام هے اور نماز بهي اسلام هے - ٹهيک اسيطرح كفر اور نفاق كي بهي دو قسميں هيں - اعتقادي اور عملي - ايک كفر و نفاق اعتقاديات و افكار كا هے - ايک اعمال و افعال كا - شرک كفر اعتقادي هے ' اور ترک صلواة متعمداً كفر عملي - پس يه جو فرمايا كه " سباب المسلم فسوق و قتاله كفر " اور فجزاوه جهنم خالداً فيها اور " لا ترجعوا بعدي كفارا " اور " فليس منا " تو ان ميں اور عمومِ احكامِ كفر و اسلام ميں كوئي تعارض نهيں - نه لفظ " كفر " كي يهاں كوئي تاويل كرني چاهيے' اور نه نفي اسلام كو نفي كمال پر محمول كرنے كي ضرورت - شارع نے جس فعل كو كفر كها ' وه كفر كے سوا اور كچهه نهيں هوسكتا ' اور جب تک دنيا باقي هے وه كفر هي هے اور كفر هي رهيگا - البته يه كفر بهي مثل ديگر اعمال كفريه كے عملي كفر هے ' نه كه كفر اعتقادي و مخرج عن الملة - اسكا كرنے والا ويسا هي فعل كفر كا مرتكب هوگا ' جيسا نماز چهوڑ دينے والا مسلمان جسكے كفر پر صحابهٔ كرام كو اتفاق تها " و كان اصحاب رسول الله صلعم لا يرون شيئاً من الاعمال تركه كفر غير الصلواة " (ترمذي) " من الاعمال " كي قيد اسي حقيقت كي طرف اشاره هے كه عمل كي باتوں ميں جو بات كفر هوسكتي هے ' وه بات ترک صلواة سمجهي جاتي تهى - ليكن بلاشبه يه وه كفر نهيں هے جو مخرج عن الملة هے - جبتک ايک شخص اعتقاد كے أس دروازه سے پلٹ نه جاے ' جس دروازه سے اسلام ميں داخل هوا تها ' أسوقت تک أس معنى ميں كافر نهيں هوسكتا - ان الله لا يغفر ان يشرک به و يغفر ما دون ذلک لمن يشاء اور حديث ابو سعيد خدري كه " اخرجوا من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من الايمان " (رواه البخاري)

[بقيه نوٹ صفحه ٧٥]

ماخوذ هے - جيسا كه امام احمد نے كتاب الايمان ميں عطاء بن أبي رباح وغيره كے طرق سے روايت كيا هے - اور امام ابو الحسن اشعري نے بهي مقالات طوائف اسلاميه ميں لكها هے كه يه قول متعدد صحابه سے منقول هے ' اور سلف ميں عام طور پر زباں زد تها - (كمانقل عنه شيخ الاسلام ابن تيميه في كتاب الايمان)

یہ حدیث نہایت اہم ہے' اور من جملہ قواعد و کلیات شریعت کے ہے - اسي لیے امام بخاري نے کتاب الفتن میں ایک خاص عنوان باب قرار دیا ' اور امام مسلم کتاب الایمان میں لاے تا کہ حقیقت ایمان و کفر کي تحقیق میں اس سے مدد لیں' اور حافظ نواري نے ایک مستقل عنوان قرار دیکر باب باندھا -

" لیس منا " کے معني هیں " هم میں سے نہیں ہے " یعني هم مسلمانوں میں سے نہیں ہے - آنحضرة صلعم کے طرز تکلم و خطاب پر غور کرنے سے معلوم هوتا ہے کہ " لیس منا " رعید کا ایک ایسا جملہ تھا جو اُن موقعوں پر آپ استعمال فرماتے (١) جہاں صریح و قطعي کفر کي جگہ کفر سے کوئي بہت هي قریب اور اسلامي زندگي سے بہت هي بعید حالت کا بتلانا مقصود هوتا تھا - عام معاصي و فسوق سے یہ حالت زیادہ سخت مگر کفر قطعي سے کم هوتي تھي - جن جن احادیث میں یہ لفظ آیا ہے ' اُن سب پر غور کیا جاے ' اور ایمان و کفر کے عملي مراتب کي حقیقت بھي پیش نظر هو جو اوپر گزر چکی ' تو یہ بات واضح هو جائیگي - پس کچھہ ضروري نہیں ہے کہ " لیس منا " کے یہ معني کیے جائیں کہ " لیس علی هدینا " یا ظاهر منطوق کو چھوڑکر کوئي اور تاویل کي جاے - یا نفي کو نفي کمال پر محمول کیا جاے -

صاحب شریعت نے جن کاموں کیلیے جو احکام دیے اور جو الفاظ استعمال کیے' همیں حق نہیں ہے کہ تاویل و توجیہہ کر کے اُنکے لغوي مفہوم کا اصلي زور و اثر گھٹانے کي کوشش کریں - ایسي کوششیں جن لوگوں نے کیں ' اُنھوں نے مسلمانوں کو اسلام و ایمان کي عملي زندگي سے محروم کردیا -

(١) احادیث میں بعض اعمال کي نسبت " لیس منا " آیا ہے اور بعض کيّ نسبت " لیس مني " - جیسے " النکاح من سنتي فمن رغب عنها فلیس مني " دونوں میں فرق ہے - " لیس منا " میں جمع کا صیغہ ہے جس سے مقصود امت ہے - اور " لیس مني " میں اپنی ذات خاص کا ذکر ہے ' جس سے مقصود ترک سنت ہے - پس جن احادیث میں " لیس منا " کی رعید آئی ہے ' اُنسے مقصود وهی هوگا جو متن میں لکھا ہے ' اور جن میں " لیس منی " ہے ان سے مقصود صرف ترک اتباع سنت و اسوۂ نبوت هوگا -

(و في لفظ لا تلعنه) فو الله ما علمت انه يحب الله و رسوله " (و في رواية - فانه يحب الله و رسوله) اسپر لعنت نه بهیجو- یه الله اور اسکے رسول کو دوست رکھتا هے ! حافظ عسقلاني نے حافظ ابن عبد البر کا قول نقل کیا هے " انه اتی به اکثر من خمسین مرة " فتامل !

اسي طرح حضرة ابو هريرة کي روایت مندرجهٔ کتاب الدیات بخاري که ایک شخص اسي جرم میں ماخوذ هوا اور اسکو پیٹنے کا حکم دیا گیا - کسي نے کہا " اخزاک الله " خدا تجهے رسوا کرے - فرمایا " لا تقولوا هکذا - لا تعینوا علیه الشیطان " اور سنن ابوداؤد میں ابن وهب کے طریق سے هے " و لکن قولوا اللهم اغفر له - اللهم ارحمه " بد دعا نه دو - بلکه یوں کہو - خدایا اسپر رحم کر - خدایا اُسے بخشدے ! قلت و ما املح في هذا المقام قول الشاعر العــــارف :

فداے شیوۂ رحمت ، که در لباس بهار
بعذر خواهي رندان باده نوش آمد !

لیکن صرف قتل مسلم هي ایک ایسي معصیت هے جسکے لیے قران نے " لعنت " اور " غضب " کے الفاظ استعمال کیے ، اور احادیث میں بهي جا بجا لعنت و ملعون کا لفظ وارد هوا - صرف اسي ایک بات سے فیصله کرلو - خواه یه فعل کفر قطعي و مخرج عن الملة هو یا نهو ، لیکن الله کي شریعت کے نزدیک اُسکا ارتکاب کس درجه مبغوض و ملعـــون هے ؟ اور جو مسلمان اسکا ارتکاب کرتا هے ، وه الله کے حضور کس طرح اپنے اسلام و ایمان کي ساري رحمتیں اور برکتیں کهو دیتا هے ؟

ثالثاً ، اس باب میں فیصله کن حدیث وه هے جسکو هم نے به اتباع تبویب بخاري ، اس فصل کا عنوان قرار دیا هے - اور جسکو امام موصوف اور امام مسلم نے مختلف طریقوں سے روایت کیا هے - یعنی " من حمل علینا السلاح فلیس منا " (رواه ابن عمر ، و سلمه ، و ابو موسی الاشعري - و في رواية سلمه " من سل علینا السیف ") جس مسلمان نے مسلمانوں کے مقابلے میں هتیار اُٹهایا - یعنی حمله کیا یا لڑائي کي ، وه مسلمانوں میں سے نہیں هے - " و معنی الحدیث حمل السلاح علی المسلمین لقتالهم به بغیر حق " (فتح ۱۳ : ۲۰)

" لیس منا " کے صاف معنی یہ ہیں کہ " وہ ہم میں سے نہیں " یعنی مسلمانوں میں سے نہیں - اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی کسی جماعت پر بطور جنگ و قتال کے ہتیار اُٹھانا ایک ایسا فعل ہے جسکے کرنے کے بعد انسان مسلمانوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رہتا -

فصل

(اقسام ثلاثۂ قتل مسلم و حمل سلاح)

البتہ واضح رہے کہ قتل مسلم و حمل سلاح کی متعدد صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم شرعی دوسرے سے مختلف ہے :

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ مسلمان مسلمان کو قتل کرے ' لیکن اس فعل کو جائز نہ سمجھے - اُسکی حرمت کا معترف ہو ' اور اس کے ارتکاب پر شرمندہ و متاسف ' تو اسکا حکم وہی ہے جو گذشتہ فصل میں گزر چکا - یعنی وہ عملی کفر ہے ' مگر اُسکا کرنے والا ملت سے خارج نہیں ہو جائیگا ۔ دنیا میں اسلام کے قومی احکام و معاملات اُس پر جاری ہونگے - عاقبت کا معاملہ اللہ کے ہاتھہ میں ہے -

باقی رہی یہ بات کہ قاتل مسلم کی توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں ؟ تو اس بارے میں خود صحابۂ و سلف سے اختلاف منقول ہے - ایک جماعت اس طرف گئی کہ سورۂ فرقان میں ہے : و الذین لا یدعون مع اللہ الہا آخر و لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق الخ - پھر فرمایا : الا من تاب و امن و عمل عملاً صالحاً فاولٰئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام معاصی کی طرح قتل نفس کے مرتکب کی توبہ بھی مقبول ہوسکتی ہے - لیکن حضرۃ عبد اللہ ابن عباس سے بخاری و مسلم و غیرہما میں مروی ہے کہ جو مسلمان مسلمان کو قتل کرے ' اسکی توبہ مقبول نہیں - وہ فجزاوہ جہنم خالداً فیہا الخ کے یہی معنی کرتے ہیں کہ " لا توبۃ لہ " اور صحیح بخاری کتاب التفسیر میں سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباس سے " الا من تاب " الخ کی نسبت پوچھا گیا تو کہا " ہذہ مکیۃ - نسختہا آیۃ مدنیۃ التی فی النساء "

یہ جو آج تمام عالم اسلامی میں تقریباً دو تہائی مسلمان عملاً یکقلم مرجی و جہمی زندگی بسر کررہے ہیں اگرچہ اعتقاداً اہل سنت ہونے کا دعوا کرتے ہوں، اور اسلام کی تعریف میں "عمل بالارکان" کا لفظ صرف درسی کتب عقائد کے صفحات پر رہگیا ہے، عمل میں اسکا کوئی وجود نظر نہیں آتا، تو اسکے متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہی بدعت تاویل ہے - اسی بدعت کی وجہ سے اعمال کی اہمیت و مطلوبیت بالکل جاتی رہی اور ادعاء اسلام کا سارا دارومدار صرف چند جزئیات عقائد کے تحفظ و نزاع پر رہگیا - یہ کیا بات ہے کہ ایک شخص کتنا ہی فاسق و فاجر ہو، لیکن اگر چند نزاعی عقائد میں ہمارا ہم داستان ہوتا ہے تو ہم اسکو دنیا کی سب سے بہتر مخلوق یقین کرتے ہیں ؟ اور ایک شخص کتنا ہی صاحب عمل و صلاح ہو، لیکن اگر چند اختلافی جزئیات عقائد میں ہم سے متفق نہیں، تو پھر اُس سے زیادہ شر البریہ ہماری نظروں میں اور کوئی نہیں ہوتا ؟ رہی عملی مرجیۃ و جہمیۃ اگرچہ زبان سے اِدعاء اتباع سنت و سلف !

یہی وجہ ہے کہ آئمۂ سلف نے ہمیشہ ایسی تاویلوں سے انکار کیا، اور اُن تمام راہوں سے بچتے رہے جو راے اور تعمق کی بدعتوں تک لیجانے والی تھیں - اسی حدیث کی نسبت امام نواوی اور حافظ عسقلانی وغیرہما لکھتے ہیں " و کان سفیان بن عیینہ یکرہ قول من یفسرہ بلیس منا بلیس علی ہدینا، و یقول بئس ہذا القول - یعنی بل یمسک عن تاویلہ" (شرح مسلم مطبوعہ احمدی : ۶۹ - و فتح الباری ۱۳ : ۲۰) یعنی سفیان بن عیینہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ " لیس منا " کی تفسیر یوں کی جاے کہ " لیس علی ہدینا " اور اس تفسیر کی نسبت کہا کرتے کہ کیا ہی برا قول ہے - مقصود اُنکا یہ تھا کہ ان نصوص کی تاویل نہ کرنی چاہیے -

اسی طرح شیخ عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں امام سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے " و من الادب اجراء الاحادیث التی خرجت مخرج الزجر والتنفیر علی ظاہرہا من غیر تاویل، فانہا اذا اولت، خرجت من مراد الشارع، کحدیث : من غشنا فلیس منا - و لیس منا من لطم الخدود و شق الجیوب و دعی بدعوۃ الجاہلیہ : فان العالم اذا اولہا بان المراد لیس منا فی تلک الخصلۃ فقط، ای و ہو منا فی غیرہا، ہان علی الفاسق الوقوع فیہا، و قال مثل المخالفۃ فی خصلۃ واحدۃ امر سہل "

سوا کچھہ نہیں هو سکتا - اور منطوق مفہوم پر مقدم هے جب تک اسکے خلاف کوئي سبب قوي موجود نه هو - کما تقرر في الاصول -

ثانیاً ' یه کہنا که سورۂ فرقان کي آیت نے اسکو منسوخ کردیا ' صحیح نہیں هو سکتا - کیونکه آیۂ فرقان مکي هے اور ایۂ نساء مدني - خود ترجمان القرآن اور حبـــر الامة یعنی ابن عباس شہادت دے رهے هیں که " نزلت في آخر ما نزل وما نسخها شيء " اور معلوم هے که ناسخ کیلیے تقدم زماني هونا ضروری هے -

ثالثـــاً ' دونوں آیتوں هیں حکم مشترک نہیں هے که متـــاخرین کا مصطلحـــه نسخ مانا جاسکے - دونوں کا مـــورد الگ الگ هے - پس اگر نســخ هوسکتا هے تو سلف کي اصطـــلاح میں هو سکتا هے جیسا که ابن عباس نے کہا - یعني عام و خاص کا نسخ - سورۂ فرقان کی آیت میں ذکر کفار کا هے - اور حکم بھی جو دیا گیا هے وہ اُنھي کفار کی نسبت هے جو کفر سے توبه کریں اور ایمان لے آئیں - اور چونکه " الایمان یهدم ما قبله " هے - یعني اسلام تمام پچھلي برائیوں کو نابود کردیتا هے' اسلیے جب شرک سے توبه هوسکتی هے تو قتل نفس سے کیوں نہو ؟ قریش میں جو لوگ فتح مکه کے بعد ایمان لاے ' اُن میں کون تھا جس نے خود مسلمـــانوں سے قتال نہیں کیا تھا ؟ یہي وجه هے که " الا من تاب " کے بعد " و امن " کا لفظ بھی موجود هے - یعنی " توبه کي اور ایمان لایا " جس سے واضح هوگیا که یه توبه اسلام لانے والے کافر کی توبه هے' نه که ایک مومن کی توبۂ معصیت بعد از اسلام - سورۂ فرقان کا آخري رکـــوع " و عبـــاد الرحمن " سے پڑھو تو تمام آیات کا ٹھیک ٹھیک محل و مورد واضح هوجایگا - وهاں ذکر خدا کے نیک بندوں کے اسلامی و ایماني اوصاف کا هے - انھي میں اِن اوصاف کو بھي داخل کیا هے که " نه تو شرک کرتے هیں ' نه کسي نفس کو قتل کرتے هیں ' نه زنا کا اُنسے ارتکاب هوتا هے " - پھر بتلایا هے که مسلمان جن برائیوں سے بچتے هیں ' یه وہ برائیاں هیں جنکا نتیجه عـــذاب جهنـــم هے - اسکے بعد فرمایا " الا من تاب و امن " هاں ' لیکن جو لوگ مسلمان هو جائیں' تو انھوں نے کفر کي حالت میں اسطرح کے جسقدر افعال کیے هوں ' اُنکا مواخـــذہ نه هوگا - اسلام اُنکي برائیوں سے آلودہ زندگي کو نیکیوں اور خوبیوں سے بھر دیگا -

پس اس آیت میں توبۂ کفر کي قبـــولیت کا ویسا هي ایک حکم هے جیسا صدها مقامات میں وارد هے - اس کو مسلمان قاتل مسلم اور مرتکب

یعنی اس آیت کو سورۂ نساء کی آیت " من یقتل مومناً " نے منسوخ کردیا - پس قبولیت توبہ پر اس سے استدلال نہیں ہوسکتا - مسلم کی روایت زیادہ مفصل ہے: " لما أنزلت التي في الفرقان قال مشرکوا مکه قد قتلنا النفس ودعونا مع الله الهـا آخر و اتینا الفواحش - فنزلت الا من تاب و امن الخ - قال فهذه لاولائک ' و أما التي فی النساء ' فهو الذي قد عرف الاسلام ثم قتل مؤمنا متعمداً ' فجزاؤه جهنم لا توبة له " یعنی جب سورۂ فرقان کی آیت و الذین لا یدعون مع الله الها آخر و لا یقتلون النفس اتری تو مشرکین مکه نے کہا - هم تو یه سب کام کرچکے هیں - اب مسلمان هوے بھی تو نجات کب ملیگی ؟ اسپر یه آیت اتری که " الا من تاب و امن " یعنی هاں - لیکن جس شخص نے توبه کی ' ایمان لایا ' اچھے کام کیے ' تو الله اسکی برائیوں کو محو کردیگا - لیکن " من یقتل مومناً " والی آیت مشرکین کیلیے نہیں ہے - مسلمانوں کیلیے اتری ہے - یعنی جو شخص مسلمان هونے کے بعد مسلمان کو قتل کرے ' تو اسکی سزا جهنم ہے اور اسکے لیے توبه نہیں - انتهی

اور امام احمد و طبرانی نے سالم بن أبي الجعد سے بطریق یحیی الجابر اور نسائی و ابن ماجه نے بطریق عمار ذهبی روایت کی ہے :- ایک شخص نے ابن عباس سے اس بارے میں سوال کیا تو جواب دیا " لقد نزلت في آخر ما نزل و ما نسخها شي حتی قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم و ما نزل وحي بعد رسول الله " اسپر سائل نے کہا " أفرأیت ان تاب و امن و عمل عملاً صالحاً ثم اهتدی " ؟ کہا " و أنی له التوبة و الهدی " ؟ یه لفظ یحیی الجابر کا ہے - نسائی و ابن ماجه کے الفاظ بھی قریب قریب ایسے هی هیں - حاصل ان تمام روایات کا یه هوا که ابن عباس سورۂ فرقان کی آیت کو منسوخ قرار دیتے هیں ' اور اس بارے میں آخر تنزیل سورۂ نساء کی آیت " فجزاوه جهنم خالداً فیها " ہے - اور اسلیے وه کہتے هیں که مسلمان قاتل مسلم کیلیے توبه نہیں -

اسمیں شک نہیں که حضرة ابن عباس کا مذهب کئی پہلوؤں سے قوی نظر آتا ہے :

اول تو اس بنا پر که سورۂ نساء کی آیت کا منطوق عدم قبولیت کیلیے ظاهر و نص ہے - خالداً فیها و غضب الله علیه و لعنته کا مطلب اسکے

رابعـــا ' احادیث سے بھي اس مذھب کي تائید ھوتي ھے - مثلاً امام احمد و نسائي کی روایت معاویه بطریق ادریس خولاني مرفوعاً "کل ذنب عسی الله أن یغفره الا الرجل یموت کافراً ' او الرجل یقتل مؤمنا متعمداً " یعنی تمام گناہ الله بخشدیسکتا ھے لیکن وہ شخص جو حالت کفر میں مرے ' یا وہ جس نے جان بوجھکر مومن کو قتل کرڈالا -

باقی رھیں وہ احادیث جن میں وسعت رحمت ' و عموم عفوو بخشش ' و عدم جواز یاس و قنوط وغیرہ کا ذکر ھے ' تو اِس مـــذھب کي بنا پر کہا جا سکتا ھے که وہ بھي مثل تمام عمومات قران کے ھیں ' جنکي تخصیص آیۂ نساء اور اسکی موبدات في السنة نے کردي - دونوں میں کوئي تعـــارض نہیں - قبل از اسلام معاصي کي بخشش تو مسلم ھي ھے - بحث بعد از اسلام ارتکاب قتل میں ھے - اسی طرح اگر حدیث اسرائیلي " الذي قتل تسعة و تسعین نفساً ثم اتی تمام المـــائه ثم تاب " پیش کي جاے ' تو جواب یه ھوگا که اس کا محل بھی توبۂ اسلام ھے - نه که توبۂ مسلم ' اوروہ بھي مثل عمومات بشارات رحمت و بخشش کے ھے - مخصصات پر اسکا کوئي اثر نہیں پڑتا -

غرضکـــه اس مذھب کي قوت میں کوئي شبه نہیں ' لیکن عام طور پر علماء نے دوسرے مذھب کو اختیار کیا - یعني قبولیت توبه کو - اور خوارج و معتزله کے غلو کي وجه سے اھل سنت کا رجحان اسي کی طرف بڑھتا گیا - وہ کہتے ھیں که ایسے شخص کا معامله بڑا ھی سخت ھے لیکن توبه قبول ھو سکتی ھے - الله کے ھاتھه میں ھے - چاھے بخشدے چاھے نه بخشے - اس میں شک نہیں که احتیاط حکم امید ھی میں ھے نه که پیام یاس و قنوط میں - ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء کے حکم کا عموم بڑا ھي امید افزا ھے ' اور اگر اس پر نظر ڈالي جاے ' تو کچھه شک نہیں که دوسرا مذھب ھی محتاط معلوم ھوتا ھے -

(۲) قتل مسلم کی دوسري صورت یه ھے که اس فعل کو حلال سمجھے - اور اس پر نادم و متاسف نه ھو - مثلاً کوئي مسلمان فوج ھو - وہ یه سمجھے که لڑائی لڑنا تو ھمارا کام ھی ھے - مسلمان سامنے ھونگے تو اُنھی سے لڑینگے - یعنی مسلمانوں پر تلوار اُتھانا کوئی گناہ کی بات نہیں - یا یوں سمجھیں که ھمارے مالکوں کا یہی حکم ھے - ھمنے اُنکا نمک کھایا ھے ' اسلیے ھمیں ایسا ھی کرنا چاھیے - یعني اگر کوئی اپنا نمک کھلاکر حکم دے که مسلمانوں کو قتل کردو ' تو قتل کرنے میں کوئی مضائقه نہیں - تو اس صورت میں تمام امت

حمل سلاح علی المسلم کے معاملہ سے کیا تعلق ؟ اور اگر اُسکا ذکر کسي دوسري آیت میں آیا ہے تو کیوں ناسخ و منسوخ ہونے کي ضرورت پیش آے ؟ دونوں صورتیں بالکل مختلف ہیں -

لیکن سورۂ نساء میں قتل نفس کي ایک خاص حالت کا ذکر ہے- یعنی اگر ایک مسلمان باوجود مسلمان ہونے کے مسلمانوں کو قتل کرڈالے تو اسکا کیا حکم ؟

فرمایا جزاءہ جہنم خالدا فیہا چنانچہ اس آیت سے پہلے ہے - وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطا - الخ پس زیادہ سے زیادہ دونوں آیتوں میں عام و خاص کا تعلق ہے - یعنی اس آیت نے آیت فرقان کي تخصیص کردي - اسي لیے حضرۃ ابن عباس نے کہا " نسختھا آیۃ مدنیۃ فی النساء " کیونکہ سلف کي اصطلاح میں " نسخ " کا اطلاق ہر طرح کی تخصیص و تقیید پر ہوتا تھا - وہ معني نہ تھے جو بعد کو اصولیوں نے قرار دیے- اور اسي اختلاف حالت و حکم کو واضح کرنے کیلیے انہوں نے کہا " فھذہ لاولٰئک "یعنی آیت فرقان میں حکم کفار کیلیے ہے - اور امام بخاري کي روایت ابن جبیر بطریق شعبہ مندرجۂ کتاب التفسیر میں کہا " کانت ھذہ فی الجاھلیۃ " یہ حکم مشرکین جاھلیۃ کیلیے تھا - نہ کہ مسلمانوں کیلیے -

اور یہ جو انہوں نے کہا کہ والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر و لا یقتلون النفس الخ کے نزول پر مشرکین مایوس ہوگئے تھے ' اسلیے - " الا من تاب" اتري ' تو اسکي تائید مفسرین کي اِس روایت سے بھي ہوتي ہے کہ " نزلت في قوم ییسوا من التوبۃ " یعني اُن لوگوں کے حق میں اُتري جو زمانۂ کفر کي بد عملیوں کي بخشش سے مایوس ہوگئے تھے- ایک دوسري روایت میں ہے کہ یہ آیت اور سورۂ نساء کي ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور سورہ زمر کي آیۂ رحمت: یا عبادي الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الخ وحشي قاتل حمزہ کے بارے میں اُتریں - وہ کہتا تھا کہ شرک میں ساري عمر کٹي' پیغمبر کے چچا کو قتل کیا ' فواحش میں ہمیشہ مبتلا رہا - انہي تین برائیوں سے اجتناب کا خاص طور پر آیت فرقان میں ذکر ہے - اب اگر میں مسلمان بھي ہوگیا تو کیا فائدہ ؟ مجھے تو نجات مل ہي نہیں سکتي - اسپر" الا من تاب و امن " اتري ' اور پھر مزید بشارت امید کیلیے سورہ نساء اور سورۂ زمر کي آیات نازل ہوئیں- تعجب ہے کہ بعض شارحین حدیث کو مذہب ابن عباس کي شرح و تطبیق میں مشکلات کیوں پیش آئیں ؟ انکا بیان تو بالکل صاف اور واضح ہے -

معاویہ کی حکومت کے خلاف کیوں خروج کیا ؟ اور کیوں اُنکو برسرحق اور شہید ظلم و جور تسلیم کیا جاتا ھے ؟

پس گو بحث کے اس حصے کا طول بقیہ مطالب کی تشریح میں مخل ھوگا ' لیکن چونکہ اس معاملـــہ میں عام طور پر ایک سخت غلط فہمی پھیلی ھوئی ھے ' اسلیے صاف کردینا ضروری ھے - یہ بالکل غلط ھے کہ حضرۃ امام حسین اُس حالت میں لڑے ' جبکہ وہ یزید کی حکومت کے مقابلے میں خود مدعی امامت اور طالب خلافت تھے - جو لوگ ایسا سمجھتے ھیں ' اُنھوں نے واقعۂ کربلا کا دقت نظر کے ساتھہ مطالعہ نہیں کیا - حالات میں اچانـک ایسی تبدیلیاں ھوئی ھیں کہ اس غلط فہمی کا پیدا ھوجانا عجیب نہیں - حضرۃ امام جب مدینہ سے چلے ' تو اُنکی حیثیت دوسری تھی - جب کربلا میں حـق پرستانہ لڑکر شہـــید ھوے ' تو اُنکی حیثیت دوسری تھی - دونوں حـــالتیں مختلف ھیں - اس لیے دونوں کا حکم بھی شرعاً مختلف -

جب وہ مدینہ سے چلے ھیں تو حالت یہ تھی کہ نہ تو ابھی یزید کی حکومت قائم ھوئی تھی ' نہ اھم مقامات و مراکز نے اسکو خلیفہ تسلیم کیا تھا ' نہ اھل حل و عقد کا اسپر اجماع ھوا تھا - ابتدا سے معاملۂ خلافت میں سب سے پہلی آواز اھل مدینہ کی رھی ھے ' پھر حضرۃ علی کے زمانے میں مدینہ کی جگہ کوفہ دارالخـــلافۃ بنا - اھل مدینہ اسوقت تـک متفق نہیں ھوے تھے - کوفـــہ کا یہ حال تھا کہ تمام آبادی یکقلم مخالف تھی اور حضرۃ امام حسین سے بیعت کرنے کیلیے پیہم اصرار و الحاح کر رھی تھی - انھوں نے خود خلافت کی حرص نہ کی ' بلکہ ایک ایسے زمانے میں جب تخت حکومت سابق حکمراں سے خالی ھوچکا تھا اور نئے حکمران کی حکومت قائم نہیں ھوئی تھی ' ایک بہت بڑی مرکزی و موثر آبادی (یعنی کوفۂ و عراق) کے طلب و سوال کو منظور کرلیا - البتـــہ اس منظوری میں یہ مصلحت ضرور پیش نظر تھی کہ یزید جیسے نا اھل کی حکومت سے اُمت کو بچایا جاے -

اگر کہا جاے کہ امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزیـــد کو ولی عہد مقرر کردیا - تو اس کا جواب یہ ھے کہ شرعاً اولاد کی ولی عہدی کوئی شے نہیں ھے - اصلی شرط خلافت کی انعقاد حکومت ھے - یزید کو گو ولی عہد

کا اجماعی فیصلہ یہ ہے کہ وہ شخص قطعاً و حتماً کافر ہے - یعنی اُس کفر کا مرتکب ہوا ہے جو ملت سے خارج کردیتا ہے - اسکا حکم شرعاً وہی ہوگا جو تمام کفار و مشرکین کا ہے - دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھي - کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کو مسلمان سمجھے ' اور اس سلوک کا حقدار رکھے جو مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھہ کرنا چاهیے - یہ حکم خاص اس مسئلہ هی پر موقوف نہیں ہے - ہر محلل حرام غیر ماول کے لیے یہي حکم ہے -

(۳) تیسري صورت قتل مسلم کی یہ ہے کہ کوئی مسلمان کافروں کے ساتھہ هوکر اُنکی فتح و نصرت کیلیے مسلمانوں سے لڑے ' یا لڑائی میں اُنکی اعانت کرے - اور جب مسلمانوں اور غیر مسلموں میں جنگ هورهی هو ' تو وہ غیر مسلموں کا ساتھہ دے - یہ صورت اس جرم کے کفر و عدوان کي انتہائی صورت ہے ' اور ایمان کی موت اور اسلام کے نابود هوجانے کی ایک ایسی اشد حالت ' جس سے زیادہ کفر و کافري کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا - دنیا کے وہ سارے گناہ ' ساري معصیتیں ' ساري نا پاکیاں ' ہر طرح اور ہر قسم کی نا فرمانیاں ' جو ایک مسلمان جسم دنیا میں کرسکتا ہے ' یا انکا وقوع دھیان میں آسکتا ہے ' سب اسکے آگے هیچ هیں - جو مسلمان اسکا مرتکب هو ' وہ قطعــاً کافر ہے ' اور بدترین قسم کا کافر - اسکی حالت کو قتل مسلم کی پہلی صورت پر قیاس کرنا درست نہ هوگا - اس نے صرف قتل مسلم هی کا ارتکاب نہیں کیا ہے ' بلکہ اسلام کے برخلاف دشمنان حق کي اعانت و نصرت کي ہے - اور یہ بالاتفاق و بالاجماع کفر صریح و قطعی مخـرج عـن المـلة ہے - جب شریعت ایسی حالت میں غیر مسلموں کے ساتھہ کسی طرح کا عـلاقۂ محبت رکھنا بھي جائز نہیں رکھتی ' تو پھر صریح اعانت فی الحرب اور حمل سلاح علی المسلم کے بعد کیونکر ایمان و اسلام باقی رهسکتا ہے ؟

فصل

(واقعۂ امام حسین علیہ السلام)

بعض لوگوں کو یہ شبہ هوسکتا ہے کہ اگر سلطان اسلام کو خلیفہ مان لینا چاهیے گو نا اهل هو ' تو پھر حضرۃ امام حسین علیــہ السلام نے یزید بن

فصل

(شــرط قــرشيــة)

مندرجۂ بالا فصول سے یہ بات واضح ھوگئي کہ انتخاب خلیفۂ و امام کیلیے متعدد شرطیں ھیں - از انجملہ ایک عرصہ تک علماء کي راے رھي کہ خلیفہ کو خاندان قریش میں سے ھونا چاھیے - لیکن اگر امت کے لیے انتخاب کا موقعہ باقي نہ رھا ھو تو خلیفہ تسلیم کرلینے کیلیے بجز اسلام اور انعقاد حکومت (یعني حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے) کے اور کوئي شرط نہیں ھے - خلفاء راشدین کے بعد جامع الشروط سلسلۂ خلافت کوئي بھي قائم نہ ھوا - بنو امیہ و عباسیہ میں اگر ایک شرط قرشیۃ کي پائي جاتي تھي ' تو اور بہت سي اھم شرطیں مفقود تھیں - بنیادي شرط یہ ھے کہ حکومت تلوار کے زور سے نہ منوائي جاے بلکہ امت کے انتخاب و اجماع سے ھو' سو یہ شرط کسي کي خلافت میں بھي نہ تھي - پھر خلیفہ کو عادل و منصف ھونا چاھیے - حکومت نظام شوری کے ساتھہ کرنی چاھیے - سنۃ رسول اور سنت خلفاء راشدین پر عامل ھونا چاھیے - بجز عمر بن عبدالعزیز (رح) کے کوئي بھي ان سب کا جامع نہ تھا - عباسیہ کے بعد حکومت عجمیوں کے ھاتھہ آئي - پھر مصر کے عباسي خلفا کے بعد ترکوں کا خاندان عثمانیہ خلافت پر قابض ھوا - آخري مصري خلیفہ نے خود سلطان سلیم کے ھاتھہ پر بیعت کي - یہ خلافت بلا نزاع آجتک قائم اور تمام عالم اسلامي کیلیے شرع و امت کا مرکزي اقتدار ھے - اگر بنو امیہ و عباسیہ میں پانچ شرطیں نہیں پائي جاتي تھیں تو ان میں سات نہ سہي - یعني یہ عرب بھي نہیں اور قرشي بھي نہیں - لیکن چونکہ سوال خلیفہ کے انتخاب کا نہیں ھے بلکہ ایک قائم و نافذ خلافت کے ماننے کا ' اسلیے شرائط کي بحث کا یہاں کوئي سوال ھي پیدا نہیں ھوسکتا -

منجملہ شروط خلافت کے ایک متفق علیہ شرط حریت کي ھے - یعني خلیفہ آزاد ھو - غلام نہو - مصلحت و ضرورت بھي اسکي ظاھر ھے ' مگر معلوم ھے کہ تمام دنیا کي تاریخ میں صرف مسلمانوں ھي کي تاریخ اسکي

مقرر کردیا ہو ' لیکن جب تک اسکی خلافت بالفعل قائم نہ ہوجاتی صرف یہ بات کوئی حجۃ نہ تھی - یہی وجہ ہے کہ جب یزید کی ولی عہدی کے لیے حضرۃ عبد اللہ بن عمر سے بیعت طلب کی گئی تو اُنھوں نے صاف انکار کردیا اور کہا " لا أبایع لامیرین " میں دو امیروں سے بہ یک وقت بیعت نہ کرونگا - یعنی خلیفہ کا اپنی زندگی میں ولی عہدی کے لیے بیعت لینا ایک وقت میں دو امیروں کی بیعت ہے جسکی شرعاً کوئی اصل نہیں - (رواہ ابن حبان و نقلہ فی الفتح)

لیکن جب وہ کوفہ پہنچے ' تو یکایک نظر آیا کہ حالت بالکل بدل چکی ہے - تمام اہل کوفہ ابن زیاد کے ہاتھہ پر یزید کیلیے بیعت کرچکے ہیں ' اور سر زمین عراق کی وہ بے وفائی و غداری جو حضرۃ امیر کے عہد میں بارہا ظاہر ہوچکی تھی ' بدستور کام کر رہی ہے - یہ حال دیکھکر وہ معاملۂ خلافت سے دست بردار ہوگئے ' اور فیصلہ کرلیا کہ مدینہ واپس چلے جائیں - لیکن ابن سعد کی فوج نے ظالمانہ محاصرہ کرلیا اور مع اہل و عیال کے قید کرنا چاہا - وہ اس پر بھی آمادہ ہوگئے تھے کہ مدینہ کی جگہ دمشق چلے جائیں اور براہ راست یزید سے اپنے معاملے کا فیصلہ کرالیں ' مگر ظالموں نے یہ بھی منظور نہ کیا -

اب امام کے سامنے صرف دو راہیں تھیں - یا اپنے تئیں مع اہل و عیال قید کرادیں - یا مردانہ وار لڑکر شہید ہوں - شریعت نے کسی مسلمان کو مجبور نہیں کیا ہے کہ ناحق ظالموں کے ہاتھہ اپنے تئیں قید کرادے - پس اُنھوں نے دوسری راہ کمال عزیمۃ دعوۃ کی اختیار کی ' اور خود فروشانہ لڑکر حالت مظلومی و مجبوری میں شہید ہوے -

پس جس وقت کربلا میں میدان کار زار گرم ہوا ہے ' اُسوقت حضرۃ امام حسین مدعی خلافت و امامت نہ تھے - نہ اس حیثیت سے لڑ رہے تھے - اُنکی حیثیت محض ایک مقدس اور پاک مظلوم کی تھی جسکو ظالموں کی فوج ناحق گرفتار کرنا چاہتی ہے - وہ اپنے آپکو زندہ گرفتار کرادینا پسند نہیں کرتا ' اور چاہتا ہے کہ طاقتور ظلم کے مقابلے میں بے سر و سامان حق کی استقامت کا ایک یادگار منظر دنیا کو دکھلادے - تعجب ہے کہ یہ غلط فہمی صدیوں سے پھیلی ہوئی ہے - جسکو مفصل اور محققانہ بحث دیکھنی ہو ' وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی منہاج السنہ جلد ۲ - کا مطالعہ کرے -

باب

" الائمة من قريش "

فصل

(تحقیق امارۃ قریش و شرط قرشیة)

جہانتک قرآن و سنت' آثار صحابہ' اور تمام دلائل شرعیہ و عقلیہ کا تعلق ہے' کوئي نص قطعي موجود نہیں' جس سے ثابت ہو کہ اسلام نے معاملۂ خلافت و امامت صرف خاندان قریش کیلیے شرعاً مخصوص کردیا ہے - احادیث اس بارے میں جس قدر موجود ہیں' سب صحیح ہیں - یہ بھي مروي ہے کہ حضرۃ ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اسکو پیش کیا اور کسي نے انکار نہ کیا - یہ بھي درست ہے کہ صحابہ میں ہمیشہ اس بات کي شہرت رہي - اور یہ بھي غلط نہیں کہ جب تک خاندان عباسیہ باقي رہا ' لوگ اسکو بطور ایک شرط کے سمجھتے رہے - با ایں ہمہ ان ساري باتوں کي حقیقت وہ نہیں ہے جو اب سمجھي جاتي ہے - ان ساري باتوں کے سچ ہونے کے ساتھہ یہ بھي سچ ہے کہ اسلام نے خلافت کو نہ کسي قوم میں مخصوص کیا ہے ' نہ کسي خاندان میں - اسلام جو اس طرح کي تمام قومي و نسلي امتیازات مٹانے ' اور ہمیشہ کیلیے صرف انسانیت کي بے قید و عام عظمت کو قائم کردینے ' اور " عمل " کے قانون الہي کے آخري اعلان کیلیے آیا تھا ' اسکے نام سے ساري باتیں مان لي جا سکتي ہیں ' لیکن اسکا وہم و گمان بھي نہیں کیا جاسکتا کہ اسنے خاندان و نسل کا کوئي امتیاز تسلیم کیا ہو - یہ کیونکر ممکن ہے کہ امتیاز نسب کے جس بت کو خود اس نے توڑا ہو' اسي کے ٹکڑوں کو پھر جوڑ کر از سر نو ایک نیا بت خانہ قائم کر جاے ؟

تفصیل و دلائل کي ضرورت نہیں - یہ بات ہر اس شخص پر جو اسلام سے کچھہ بھي واقفیت رکھتا ہے' روشن ہے کہ ہر طرح کي نسلي و خانداني

نظیر پیش کرسکتي هے کہ غلاموں نے امامت کي هے' پادشاهت کي هے' اور تمام سادات و قریش اور شرفاء عرب و عجم نے انکے آگے اطاعت کا سر جهکایا هے- خود حدیث میں وارد هے " اسمعوا و اطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشي کان راسه زبیبه" اور روایت ابوذر عند مسلم کہ " و ان کان عبدا مجدع الاطراف " اور روایت ابن حصین کہ " و لو استعمل علیکم عبد یقود کم بکتاب اللـــه ' اسمعوا له و اطیعوا " یعني اگر ایک ذلیل سے ذلیل حبشي غلام بهي تمهارا امیر هوجاے تو اسکي سنو اور اطاعت کرو- حافظ نواوي اسکي شرح میں لکهتے هیں " و المراد اخس العبید - ای اسمع واطیع و ان کان دني النسب' حتی لو کان عبد اسود مقطوع الاطراف ' فطاعته واجبة ' و یتصور امارة العبد اذا ولاه بعض الائمه' او یغلب علی البلاد بشوکته و اتباعه' و لا یجوز ابتــداء عقد الولایة له مع الاختیار' بل شرطها الحریــة " (جلد ۲ : ۱۲۵) یعني یه جو فرمایا کہ اگرچه حبشي غلام هو' تو مقصود اس سے یه هے کہ اگرچه امیر نهایت ذلیل نسب و خاندان کا هو' لیکن اگر خلیفه هوگیا هے تو اطاعت کرو' اور اسي بنا پر غلام امیر هو سکتا هے اگر کسي امام نے مقرر کردیا هو - یا خود وہ شهروں پر غالب آکر مسلط هوگیا هو - البته جائز نهیں کہ ابتدا میں کسي غلام کو امیر منتخب کیا جاے کیونکه آزاد هونا شرائط امامت میں سے هے " اور فتح الباري میں هے " لو تغلب حقیقة بطریق الشوکة ' فان طاعته تجب اخماداً للفتنه" (۱۳ : ۱۰۹)

جب غلبۂ و تسلط کي صورت میں خود حافظ نواوي (جو شرط قرشیة کے سب سے بڑے حامیوں میں سے هیں) نص حدیث کي بنا پر تسلیم کرتے هیں کہ ایک دني النسب ' خسیس الحال ' حبشي غلام ' امیر هوسکتا هے اگرچه آزاد هونا شرط ابتدائي هے ' تو پهر ظاهر هے کہ ایک غالب و مسلط خلیفه کي خلافت کیلیے شرط قرشیة کا موجود نه هونا کیوں مخل هو اگرچه قرشیة ایک شرط ابتدائي مان لي جاے ؟

پس یه مان لینے کے بعد بهي کہ قرشي هونا شرائط شرعیه میں سے هے' ترکان عثماني کي خلافة مسلمۂ و منعقده پر کوئي اثر نهیں پڑتا ' اور شرائط کي پوري بحث موجوده مسئله سے یکقلم غیر متعلق هے' تاهم تحقیق مقام کے خیال سے بهتر هوگا کہ اس شرط کي حقیقت پر بهي ایک فیصلہ کن نظر نظر ڈال لي جاے -

معمـــورۂ دلے اگرت هست ' بازگـــوے
کین جا سخن به ملک فریدون نمي رود

عملاً یه حال تها که آپنے اپنی زندگی میں سب سے آخری فوجی مہم جو بهیجی ' اسکی سرداری آسامه کو دي جنکے والد زید آپکے غلام تهے - بعض ظاهر بینوں پر یه بات گراں گزري تو فرمایا " لقد طعنتم فی امارة ابیه و قد کان لها اهلاً ' و ان اسامه لها اهل " تم لوگ پہلے زید کي سرداري پر بهی طعن کرچکے هو ' حالانکه وہ اس کام کا اهل تها ' اور اب آسامه سردار بنایا گیا هے اور وہ اس کام کا اهل هے - " اهل " کے لفظ پر زور دیا - یعنی طعن بیکار هے - کیونکه بنیاد معاملۂ امارت و سرداري کی صرف اهلیت و قابلیت هے - اور کچھه نہیں - حضرة عائشه کا قول مشہور هے " لو کان زید حیاً ' ما استخلف رسول الله غیره " اگر آنحضرة کے غلام زید زندہ رهتے تو آپ آنکے سوا اور کسي کو اپنا جانشین نه بناتے - (۱) آسامه کو جس لشکر کی سرداری دي گئی تهي ' جانتے هو اسمیں کیسے کیسے لوگ شریک تهے ؟ بڑے بڑے مہاجرین و قریش اور سادات عرب - جن میں سب سے پہلے حضرة ابوبکر صدیق کا نام نظر آتا هے - وهي ابوبکر (رض) جو چند دنوں کے بعد رسول الله کے جانشین اور تمام امت کے امیر هونے والے هیں !

بنـدۂ عشق شـدي ' ترک نسب کن جامی
کین دریں راہ فـلاں ابن فـلاں چیـزے نیست !

---

(۱) الله الله ! اس بارے میں اسلام و پیروان اسلام کے معاملات کیسے عجیب و غریب رهچکے هیں ؟ آج مسلمانوں کو جو طرح طرح کے خاندانی امتیازات و تفریقات کی بت پرستانه پرستش کر رهے هیں ' کیونکر یاد دلایا جاے که کسي زمانے میں الله اور آسکے رسول کے رشته کے سوا نه کوئی رشته مقبول تها - نه عمل کی بزرگی کے سوا کوئی بزرگی تسلیم کي جاتی تهی - حضرة عمر کا ایک واقعه انهي آسامه کي نسبت ناقابل فراموش هے - آنکے لڑکے عبد الله نے ایک بار شکایت کی که تقسیم اموال میں آسامه بن زید سے مجهے کم درجه پر کیوں رکها جاتا هے ؟ حضرة عمر نے کہا " کان ابوه احب الی رسول الله من ابوک ' و کان احب الی رسول الله منک " اسلیے که تیرے باپ سے زیادہ آسکا باپ الله کے رسول کو پیارا تها ' اور اسلیے که وہ خود بهی تجهسے

امتیازات کے مٹانے میں اسلامي احکام و اعمال کا کیا حال رہا ہے ؟ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا جنکے غرور قوم و نسب کا یہ حال تھا کہ وہاں کا ایک چرواہا اپنے نسبي و خانداني شرف کے سامنے قیصر و کسری کو بھي ذلیل و حقیر سمجھتا تھا - عرب کے علاوہ بقیہ دنیا بھي طرح طرح کے قومي و وطني امتیازات کي پرستش کر رہي تھی - اسلام نے اپني دعوۃ کي سب سے پہلي اور کاری ضرب اسي غرور نسل و قوم کے بت پر لگائي' اور اللہ کے اس قانون فطرۃ کي عام منادي بلند کي کہ : یا ایہا الناس ! انا خلقناکم من ذکر و انثی' و جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹ : ۱۴) یعنی بنیاد ہر طرح کی فضیلت و بزرگي کي صرف عمل ہے' اور کوئي شے نہیں - قوموں اور خاندانوں کي تفریق صرف اسلیے ہے کہ باہمدگر پہچان اور تمئیز کا ذریعہ ہو - اسلیے نہیں ہے کہ ایک دوسرے پر اپني بڑائي جتلاے - سب سے بڑا انسان وہی ہے جو سب سے زیادہ متقي ہو - اور فرمایا : لا تزر وازرۃ وزر اخری' و ان لیس للانسان الا ما سعی' و ان سعیہ سوف یری - (۵۳ : ۴۶) ہر انسان اپنے کاموں کا خود ذمہ دار ہے' اور انسان کي تمام کامیابیوں اور سعادتوں کي بنیاد صرف اسکي کوشش اور اسکا عمل ہے - آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زندگي بھر قول و فعل یہ رہا کہ " لیس منا من دعی الی عصبیۃ " اور " لیس منا من قاتل علی عصبیۃ " اور " لیس منا من مات علی عصبیۃ " یعنی وہ ہم میں سے نہیں جو نسل و قوم کي خصوصیت کے تعصب کي طرف لوگوں کو بلاے - وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کي حالت میں دنیا سے جاے - وہ ہم میں سے نہیں جو اس تعصب کي بنا پر لوگوں سے جنگ کرے ! دنیا کو چھوڑنے سے پہلے حجۃ الوداع میں جو آخری پیام امت کو سنایا' اُسمیں بھي سب سے پہلي چیز یہي تھي - یعنی نوع انساني کي عام مساوات کا اعلان : " لا فضل لعربي علی عجمي' و لا لعجمي علی عربي - کلکم ابناء آدم " (شیخان) اور فرمایا " لیس لاحد فضل علی احد الا بدین و تقوی - الناس کلهم بنو آدم' و آدم من تراب " (رواہ الجماعہ) یعنی اسلام کا ظہور و قیام نوع انساني کي مساوات اور باہمدگر برابری کا اعلان ہے - اب نہ کسي عرب کو عجمي پر اور نہ کسي عجمي کو عرب پر ملک و قوم کي وجہ سے فضیلت ملسکتي ہے - سب ایک ہی آدم کی اولاد ہیں' اور وہي سب سے بڑا ہے جو عمل میں بڑا ہو :

صرف اپنے هي خاندان کیلیے مخصوص کردے ؟ وہ تمام نوع انسانی سے کہے کہ تمهارے سارے بنائے هوے حق جهوٹے هیں - سچا حق صرف عمل اور اهلیت کا ھے - لیکن خود اپنے لیے یہ کرجاے کہ نہ تو عمل اور نہ اهلیت ' بلکہ صرف ملک ' صرف قوم ' صرف نسل ' اور صرف خاندان ؟

کیا اس سے بهی بڑهکر کوئی عجیب بات هوسکتی ھے ؟

خیر ' یہ بات کتنی هی عجیب هوتی ' لیکن هم بلا تامل باور کرلیتے اگر فی الحقیقت قرآن و سنت سے ٹهیک ثابت هوتی - همارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت و عدم صحت کا معیار صرف یہ ھے کہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت هو - یہ کچهہ ضروري نہیں کہ هماری نارسا سمجهہ اُسکا احاطہ ؤ ادراک بهي کرسکے - لیکن استعجاب کي ساري بنیاد همارا عقلی و قیاسی استبعاد نہیں ھے - یہی ھے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں' اور چونکہ ثابت نہیں ' اسلیے هم کو یقین ھے کہ اسلام کیلیے کوئی ایسی بات ثابت بهی نہیں هونی چاهیے -

شارع کے بیانات ' انسان کی عام بول چال کی طرح مختلف قسموں کے واقع هوے هیں - از انجملہ ایک صورت احکام و اوامر اور تشریع کی ھے - یعنی بہ حیثیت شرع و دین کے کوئی حکم دینا اور قانون ٹهرا دینا - دوسری صورت اخبار و اطلاعات کي ھے - یہ دوسري صورت مجرد بیان واقعہ و حال ھے ' اور اگر آیندہ کي نسبت ھے تو پیشین گوئي ھے - حکم اور تشریع نہیں ھے - یعنی صرف ایک خبر ھے کہ ایسا هوگا - یہ نہیں ھے کہ ایسا کرنا چاهیے -

قریش کي خلافت کي نسبت جسقدر روایات موجود هیں' سب دوسري قسم میں داخل هیں - نہ کہ پہلی قسم میں - اور جب اس حدیث کے تمام طریقوں اور لفظوں کو جمع کرکے دیکها جاے ' تو بلا کسي اضطراب کے یہ حقیقت روشن هوجاتی ھے :

(۱) یہ حدیث حضرۃ ابو هریرہ' ابو برزہ ' کثیر بن مرہ' جابر بن عبد اللہ ' جابر بن سمرہ' معاویہ بن سفیان ' وغیرهم مختلف صحابہ سے مروي ھے ' اور عمدہ طریق وہ هیں جو بخاري ومسلم نے اختیار کیے هیں - لیکن کسي طریق و روایت میں بهی کوئی ایسا لفظ مروي نہیں جس سے ثابت هو کہ مقصود پیشین گوئی نہ تها - تشریع و امر تها -

بلال حبشي ' صہیب رومي ' سلمان فارسي (رض) کا جو حال تھا ' معلوم هے - بلال کو عمر فاروق جیسے قرشي نے " همارا آقا و سردار" کہا - اور صہیب کو دیکھتے تو کہتے " نعم العبد صہیب ! لو لم یخف الله لم یعصه" صہیب الله کا کیا نیک بندہ هے ! اگر خوف عذاب نه هوتا جب بھي اُسکي فطرة بدي پرمائل نه هوتي ! مرنے کے وقت وصیة کي که نماز جنازہ وهي پرھائیں - سلمان کا یه حال تھا که حضرة علي علیه السلام فرماتے "سلمان منا اهل البیت" سلمان تو هم اهل بیت نبوة میں سے هے ! اسي چیز کا نتیجه تھا که ایک صدي کے اندر هي اندر عرب کي نسلي عصبیة کا نام و نشان باقي نه رها ' او ر وہ زمانه آگیا جب بزرگي و فضیلت کے هر میدان میں سرداری و ریاست عجمیوں اور غلام زادوں کے هاتھه میں تھي - عرب اُنکے علم و عمل کے آگے اسي طرح جھک گئے تھے ' جس طرح ایک قرشي و هاشمي کے آگے جھک سکتے تھے - حتی که خلیفۂ هشام بن عبد الملک کو امام زهری سے کہنا پڑا " و الله لیسودن الموالي العرب ' و یخطب لهم علی المنابر ' و العرب تحتهم ! " (عقد الفرید)

پھر کیا ایسي حالت میں ایک لمحه کیلیے بھي باور کیا جاسکتا هے که اسلام کا داعي تمام دنیا کو تو قومي و نسلي امتیازات کي غلامي سے نجات دلانا چاهتا هو اور مساوات عامه کی طرف بلا رها هو ' لیکن (نعوذ بالله) خود اس درجه خود غرض هو که قیامت تک کیلیے پادشاهي و خلافت

(بقیه نوٹ صفحه ۹۳)

زیادہ رسول الله کے نزدیک محبوب تھا ! یعني بناے استحقاق هماری آپس کي رشته داریاں نہیں هوسکتیں - الله اور اسکے رسول کے نزدیک جو محبوب هو ' وهي سب سے زیادہ حقدار هے ' اور اُسي کو هر طرح کي بڑائي پہنچتي هے - ایسے صدها واقعات اُن عهدوں میں گزر چکے هیں - اسلام نے یه انقلاب اُس ملک میں پیدا کردیا تھا جہاں کا بچه بچه غرور نسل و خاندان کے نشه میں بدمست رهتا تھا - جو مغرور قریش کل تک قبائل یثرب کے شرفاء کو اس قابل بھي نہیں سمجھتے تھے که جنگ بدر میں اُنسے مقابل هوں ' وہ اب غلاموں اور غلام زادوں کی سرداري بھی مان لینے کیلیے بلا چون و چرا طیار هیں - سلطان اسلام کے لڑکے کے استحقاق پر ایک غلام زادہ کو ترجیح دي جا رهي هے - وہ گردن جھکا دیتا هے اور تسلیم کرلیتا هے !

طریقوں اور لفظوں سے تمام اصحاب سنن و مسانید نے روایت کي هے - صحيح مسلم میں سفیان بن عیینه کے طریق سے " لایزال امر الناس ماضیا ما ولیهم اثنا عشر رجلا - ثم تکلم النبي بکلمة خفیت علی - فسئلت ابي ماذا قال ؟ فقال کلهم من قریش " اور حصین بن عمران کے طریق سے " ان هذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیهم اثنا عشرة خلیفة " اور سماک بن حرب سے " لا یزال الاسلام عزیزاً منیعاً الی اثنی عشر خلیفة " مروي هے - شعبي کے طریق عند ابي داؤد میں هے " فکبر الناس و ضجوا " اور اسماعیل بن ابي خالد عن ابیه سے اسی میں هے " لا یزال هذ الدین قائماً حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة کلهم یجتمع الامة علیه" طبراني نے اسود بن سعید کے طریق سے اسپر زیادت کي " لا تضرهم عداوة من عاداهم " بعض طریق میں هے " لا یزال هذا الامر صالحاً " اور " ماضیاً " (روا هما احمد) اور بزار و طبراني نے ابو جحیفه سے روایت کي هے " لا یزال امر امتي قائما حتی یمضي اثنا عشر خلیفة کلهم من قریش " یهي روایت ابو داؤد میں اس اضافه کے ساتهه هے " فلما رجع الی منزله اتته قریش فقالوا ثم یکون ما ذا ؟ قال ثم یکون الهرج" حاصل تمام روایتوں کا یه هے که آپ آینده کي نسبت خبر دے رهے هیں اور فرماتے هیں - ضرور رهے که باره خلیفه هوں - سب قریش سے هونگے - کسي دشمن کي دشمني انکو نقصان نهیں پهنچا سکیگي - جبتک یه باره خلیفه حکمراں رهینگے ' اسلام با عزت رهیگا ' اور لوگ خوشحال -

اس طرز بیان کي وضاحت نے ظاهر کردیا که اس بارے میں جو کچهه کها جا رها هے ' اس سے صرف آئنده کي نسبت اطلاع دینا مقصود هے - حکم و تشریع نهیں هے - هم نے تمام روایات و طریق نقل کردیے - کسي روایت اور طریق سے بهي ایسا لفظ ثابت نهیں جس سے حکم و تشریع نکل سکے -

(۳) ان سب کے بعد وه حدیث آتي هے جسکو امام بخاري نے باب " الامـــراء من قریش " کي بنیـــاد قرار دیا هے - تمام روایات کے ساتهه یه حدیث سامنے رکهلي جاے' تو پوري طرح اصلیت روشن هو جائیگي - امیر معاویه کي مجلس میں ایک مرتبه ذکر آیا که عبد الله بن عمرو کها کرتے هیں " سیکون ملک من قحطـــان " قحطان میں سے ایک پادشاه هوگا - امیر معاویه یه سنکر غضبناک هوے اور خطبه دیا : " بلغني ان رجالاً منکم یحدثون احادیث لیست فی کتاب الله و لا تؤثر عن رسول الله " الخ - مجهه تک

عن ابي هريرة " الناس تبع لقريش فی هذا الشان - مسلمهم لمسلمهم و كافرهم لكافرهم" (مسلم) دوسرے طریق میں زیادہ وضاحت هے " مسلمهم تبع لمسلمهم ' و كافرهم تبع لكافرهم " (مسلم) جابر کی روایت میں " الناس تبع لقريش فی الخير و الشر " هے - امام نواوي اسکی شرح میں لکھتے هیں " معناه في الاسلام و الجاهلية - لانهم كانوا في الجاهلية رؤساء العرب و اصحاب حرم الله و اهل الحج ' و كانت العرب تنتظر اسلامهم ' فلما اسلموا و فتحت مكه ' تبعهم الناس ' وجاءت وفود العرب من كل جهة ' و دخل الناس فی دين الله افواجا " (جلد ۲ : ۱۱۹) پس معلوم هوا که اس حدیث کو مسئلۂ خلافت کے اختصاص و شرائط سے کوئي تعلق نهیں - مقصود یه هے که عرب میں خاندان قریش حج کے اهتمام اور بیت الله کی همسایگی کی وجه سے تمام قبائل کی سرداري رکهتا تها ' اور هرکام میں سب کي نظریں اُسي پر اُٹهتي تهیں - جب تک مکه فتح نهوا اور قریش مسلمان نه هوے ' تمام عرب کے قدم رکے رهے - جونهي قریش مسلمان هوے ' سب نے اُنکي پیروي کي ' اور اپنے اپنے وفد بهیجنا شروع کردیے - حتی که تمام عرب مسلمان هوگیا - پس فرمایا " الناس تبع لقريش " لوگ جاهلية اور اسلام ' دونوں حالتوں میں قریش کے تابع هوے - وہ بگڑے رهے تو سارا عرب بگڑا رها ' وہ سنورے تو سب سنور گئے- اور یه بالکل حق و معلوم هے - همیشه اور هر ملک میں سردار جماعتوں اور بڑے لوگوں کا ایسا هي اثر ملک و قوم پر هوتا هے - اچهي بري' هر طرح کي باتوں میں لوگ اُنهي کي پیروي کرتے هیں - حضرة ابو بکر کي روایت سے یهي حدیث مسند امام احمد میں یوں مروي هے " بر الناس تبع لبرهم ' وفاجرهم تبع لفاجرهم " اور بیهقي نے حضرة علي سے روایت کیا " كان هذا الامر في حمير فنزعه الله منهم و جعله في قريش " لیکن اس سے یه بات کیونکر ثابت هوئي که مسلمانوں کا خلیفه بجز اُنکے کوئي دوسرا هو هي نهیں سکتا ؟ اسلام صرف عرب هي کا اسلام نه تها جس کے سردار قریش تهے - اسلام تمام عالم کیلیے اسلام هے جسکي سرداري و ریاست صرف علم و عمل حق هي کو ملسکتي هے اور یه سرداري اسلام هي نے دلائي هے !

(۲) امام بخاري نے جابر بن سمرة سے بطریق شعبه ایک اور حدیث روایت کي هے " سمعت النبي صلعم يقول يكون اثنا عشر اميراً - فقال كلمة لم اسمعها - فقال أبي انه قال كلهم من قريش " یه حدیث مختلف

کي قيد موجود هے - اس سے ثابت هوا که جب قريش ميں ايسے لوگ نه رهينگے جو دين قائم رکهه سکيں تو پهر کوئي غير قرشي مسلط هو جائيگا -

(۴) صحيح بخاري کے ترجمۂ باب سے واضح هوتا هے که امام بخاري کا بهي مذهب يهي هے - انهوں نے باب باندها هے " الامراء من قريش " قريش ميں امارت اور امراء - اس مضمون کا باب نهيں باندها که امارت هميشه قريش هي ميں هوني چاهيے -

(٥) امام بخاری نے ايک دوسري روايت ابن عمر کي درج کي هے جو مسلم وغيره ميں بهي هے : " لا يزال هذا الامر في قريش ما بقي منهم اثنان " يعني يه چيز قريش هي ميں رهيگي جب تک دو آدمي بهي اُن ميں باقي رهينگے -

اس روايت سے همارے بيان کي اور مزيد تصديق هوگئي - حديث کا منطوق صريح پيشين گوئي کا هے - اگر اسکا يه مطلب قرار ديا جاے که جب تک دو انسان بهي خاندان قريش ميں باقي رهينگے ' خلافت اُنهی کے قبضه ميں رهيگي ' تو يه واقعات کے بالکل خلاف هے - دو کي جگه هزاروں قرشي انسان موجود رهے اور خلافت قريش سے نکل گئي - پس ضرور هے که "ما بقي منهم اثنان" کے منطوق پر مفهوم کو ترجيح دي جاے - اور وه يهي هے که اگر قريش ميں دو آدمي بهي ايسے باقي رهينگے ' جو خلافت کے اهل هونگے ' تو کبهي خلافت کے شرف سے يه خاندان محروم نه هوگا - مگر جب انقلاب حال سے ايسا وقت آجائے که دو آدمي بهي اهل نه رهيں ' تو مشيت الهي اپنے قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرماديگي ' اور قريش خلافت سے محروم هوجائينگے - چنانچه تاريخ شاهد هے که ايسا هي هوا - معتصم کے بعد سے عباسيه کا زوال شروع هوگيا تها - آخر ميں يهانتک پهنچ گيا که حکومت دوسروں کي تهي ' عباسي خليفه صرف اپنے عشرت کدوں کيليے رهگيا تها - تاهم اقتدار خلافت اُنهي کا رها - کسی کو جرأت نه هوئي که خلافت کا دعوا کرسکے - کيسي کيسي طاقتور اور باجبروت عجمي و سلجوقي حکومتيں قائم هوئيں ؟ ليکن سب اپنا بڑا سے بڑا شرف يهي سمجهتے رهے که مقام خلافت سے اُنهيں خدمت و ياوري خلافت کا کوئي لقب ملجاے ' اور بس - اگر ايک قرشي ' فاطمی ' عباسي ' تن تنها کسي هنگامۂ و قتال سے بچکر

یہ بات پہنچي ہے کہ تم میں کچھہ لوگ ہیں جو ایسي باتیں کہتے ہیں کہ نہ تو قرآن میں ہیں نہ رسول سے ثابت ہیں : " اني سمعت رسول اللہ یقول : ان ھذا الامر في قریش ' لا یعادیھم احد ' الا کبہ اللــہ علی وجھہ ' ما اقاموا الدین " میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ یہ بات (یعني حکومت) قریش ھي میں رھیگي جب تـک وہ دین قائم رکھینگے - جو اُنکي مخالفت کرے گا ' اُلٹا رسوا ھوگا - یعني کامیاب نہوگا -

اس روایت نے سارا معاملہ حل کردیا - معـــلوم ھوگیا کہ ایک خاص وقت تـک کے لیے یہ پیشین گوئي تھي' اور حرف بہ حرف پوري ھوئي - یعني آپ نے بتلادیا تھا کہ قریش میں جب تـک دین قـــائم رکھنے کي قابلیت رھیگي' حکومت اُنھي کے قبضے میں رھیگي - جو اُنکے خلاف اُٹھے گا ' نا کام رھیگا - چنانچہ ایسا ھي ھوا - جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رھي ' اسلامي خلافت کے وھي مالک رھے - جب اسکے اھل نہ رھے' عجم و ترک نے یہ بار اُٹھالیا - بحکم ان یشا یذھبکم و یات بخلق جدید' و ما ذلک علی اللــہ بعزیز (۳۰ : ۱۶) اور یستبدل قوماً غیرکم الخ - باقي رھا امیر معاویہ کا ابن عمرو پر انکار' تو یہ بھي صحیح نہ تھا - وہ صرف یہ بات سنکر گھبرا اُٹھے کہ دوسري پادشاھت بننے والي ہے - اصلیت پر غور نہیں کیا - قحطاني والي حدیث بطریق رفع ثابت ہے' اور قریش والي حدیث میں " ما اقاموا الدین" کي قید موجود ہے - پس دونوں میں کوئي تعارض نہیں - اسي بنا پر ائمــۂ حدیث نے حدیث قحطاني اور حدیث قریش میں تطبیق دیتے ھوے صاف صاف لکھدیا کہ امارۃ قریش والي روایت تشریع نہیں ہے - محض خبر ہے - اور وہ بھي " ما اقاموا الدین " کے ساتھہ مقید - شیخ الاسلام لکھتے ھیں " ھذا انکار من معـــاویہ بلا تامل ' و الا ' فقـــد جاء حدیث القحطاني مرفوعاً ' و ما ذکر في المعارضـــہ ' فھو حجۃ لما فیہ من التقئید بقولہ : ما اقاموا الدین" اور حافظ عسقلاني نے فتح میں ابن التین کا قول نقل کیا ہے " الذي انکرہ معاویہ في حـــدیث ما یقویہ لقولـــہ ما اقاموا الدین فربما کان فیھم من لا یقیمہ فیتسلط القحطاني علیہ و ھو کـــلام مستقیم" (۱۳ : ۱۰۲) یعني امیر معاویہ کا انکار کردینا انکي بے غوري کا نتیجہ تھا - ورنہ قحطاني والي بات ثابت ہے - امیر معاویہ نے جو حدیث معارضہ میں پیش کي ' اس کا آخـــري ٹکرہ خود انھي پر حجت ہے اور ابن عمرو کي تصدیق کر رھا ہے - یعني اس میں " ما اقاموا الدین "

معلوم ھے کہ آج تک نہ کسي نے ایسا کہا ' نہ یہ مطلب سمجھا ' نہ قضاء و اذان کیلیے کوئی شرعی اشتراط ملک و نسل کا تسلیم کیا گیا ھے -

پس جو مطلب اُن دو باتوں کا ھے ' وھی خلافت قریش کا بھی ھے - یا تو یہ بیان حال ھے - یعنی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کے عہد میں ایسا ھوا کہ آپ خود قرشي تھے اور مسلمانوں کے امیر و رئیس کل - قضاء پر اکثر انصار مامور ھوے ' اور اذان حضرت بلال دیتے تھے - پس " الملک في قریش ' و القضاء في الانصار ' و الاذان في الحبشه " کي تقسیم ھوگئي تھي - یا آیندہ کي نسبت خبر ھے کہ حکومت قرشیوں کے ھاتھہ میں رھیگی ' قضاء پر انصاري مامور ھونگے ' اور اکثر ایسا ھوگا کہ موذن حبشي ھوں - کوئي خاص آنے والا عہد پیش نظر ھوگا - اسي کي نسبت یہ خبر آپ کي زبان مبارک پر طاري ھوگئي -

(۷) اس حدیث کے جو متون و اسناد صحیحین نے اختیار کیے ھیں' اُنکے بعد سب سے زیادہ مشہور روایت وہ ھے جسکو ابو داؤد طیالسي ' امام احمد ' ابو یعلي ' طبراني' وغیرھم نے حضرۃ ابو برزہ اور انس سے روایت کیا ھے " الائمۃ من قریش ما حکموا فعدلوا ' و وعدوا ' فوفوا ' واسترحموا " اور طبراني نے حضرۃ علي سے مرفوعاً روایت کیا ھے " الا ان الامراء من قریش ما أقاموا ثلاثا " الخ - اسي متن کو امام بخاري نے تاریخ میں اور طیالسي و بزار نے مسند میں حضرۃ انس سے یوں بھي روایت کیا ھے " الائمۃ من قریش ما اذا حکموا فعدلوا " نسائي و حاکم نے بھي ایک دوسرے طریق سے یہ روایت لي ھے - حاصل ان سب کا یہ ھے کہ فرمایا - امرا اور آئمہ قریش میں سے ھیں - جب تک ان میں عدل گستري ' ایفاء عہد ' اور رحم و شفقت کے اوصاف باقي رھینگے -

اس حدیث سے بھي ثابت ھوگیا کہ قریش کي خلافت اھلیت و صلاحیت کے ساتھہ مشروط تھي - یعني پہلے ھي سے کہدیا گیا تھا کہ جبتک صفات حسنہ اُن میں باقي رھینگے ' خلافت اُنھي کے قبضہ میں رھیگي - یہ بات نہ تھي کہ تشریعاً ھر حال میں خلافت کو اُنھي کا حق بتلایا ھو -

(۸) اس سے بھي بڑھکر یہ کہ بعض روایات میں قریش کي نسبت بصورت ظلم و جور و عدم اتباع شریعت' سخت کلمات وعید بھي آئے ھیں - حتی کہ کلمۂ " لعن " بھي آیا ھے - یہ بھي صاف صاف موجود ھے کہ

نکل جاتا ' تو جس گوشۂ عالم میں پہنچ جاتا ' ایک عالم اُسکے ساتھہ ہوجاتا اور اپنی حکومت قائم کرلیتا - گویا ہر قرشی کے وجود میں ایک خلافت پنہاں تھی - ایک اموی شہزادہ شام کے قتل عام سے بچکر نکلا اور افریقہ ہوکر یورپ جاپہنچا - وہاں پانچ صدیوں تک کیلیے اسپین کی عظیم الشان اسلامی سلطنت قائم ہوگئی - لیکن جب عرب و قریش کے تنزل و ادبار کا وہ آخری وقت آگیا کہ دو قرشی بھی دنیا میں حکمرانی کے اہل و لائق باقی نہ رہے ' تو تاریخ خلافت نے معاً صفحہ اُلٹ دیا ' اور یکقلم غیر عربی و غیر قرشی خلافت کا دور شروع ہوگیا - و کان وعداً مفعولا !

(۶) اشتباہ و اضطراب کے تمام پردے اُٹھہ جاتے ہیں جب ترمذی کی وہ روایت سامنے آجاتی ہے جس میں امارت قریش کے ساتھہ دو اور باتوں کا بھی ذکر ایک ہی سلسلے اور ایک ہی اسلوب میں کیا گیا ہے ' اور گویا روایت امارت کے متن کا وہ ایک متمم و مکمل ٹکڑہ ہے جو بقیہ طرق میں رہگیا تھا ' اس طریق میں ملجاتا ہے تا کہ اسکو جوڑ کر مضمون حدیث کامل کرلیا جاے - قریش والی حدیث اگرچہ مختلف راویوں سے مروی ہے ' لیکن سب سے زیادہ اور مشہور طرق ابو ہریرہ ' جابر بن سمرہ ' اور ابن عمر پر جاکر ختم ہوتے ہیں - اور امام مسلم ' احمد ' ابو داؤد طیالسی ' بزار ' طبرانی کے تمام طریق تو حضرت ابو ہریرہ ہی کی روایت سے نکلے ہیں - انہی ابو ہریرہ سے بطریق ابو مریم انصاری ترمذی نے روایت کیا ہے : " الملك في قريش ' والقضاء في الانصار ' والاذان في الحبشه " (اسنادہ صحیح) اور امام احمد کثیر بن مرہ سے یوں روایت کرتے ہیں " الخلافة في قريش ' والحكم في الانصار ' والدعوة في الحبشه " (رجاله موثقون - و ايضاً رواه الطبراني و البزار من وجه آخر)

اس روایت میں ایک ساتھہ تین باتوں کا ذکر ہے - خلافت قریش میں - قضاء و حکم انصار میں - اذان و دعوۃ اہل حبش میں - پس جو معنی ایک بات کے ہونگے ' وہی بقیہ دو کے ہونگے - اور جو مطلب دو باتوں کا ہوگا ' وہی پہلی بات کا بھی ہوگا - اگر پہلی بات (یعنی قریش کی حکومت) بیان حال اور پیشین گوئی نہیں ہے - امر و تشریع ہے - تو بقیہ دو جملوں کو بھی امر و تشریع قرار دینا پڑیگا - یعنی ماننا پڑے گا کہ قاضی ہمیشہ انصاری ہی ہونا چاہیے ' اور مؤذن بجز حبشی کے دوسرا ہو نہیں سکتا - لیکن

هیں کہ الفاظ حدیث میں صورت خبر کي ھے - امر کي نہیں - اور جب کوئي دلیل قوی و ظاھر موجود نہیں - نہ قران میں ' نہ سنت میں ' نہ اقوال صحابہ میں ' تو پھر کیا مجبوری پیش آئي ھے کہ یہ تاویلات اختیار کي جائیں ' اور نص کو بلا وجہ ظاھر و منطوق سے مصروف کیا جاے ؟

(۱۰) اس حـــدیث کي تمام روایات و طرق پر ھم نے نظر ڈال لی - اب صرف دو روایتیں اور رھگئیں جو مناقب قریش میں آئي ھیں ' اور جن سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ھے - بیہقي و طبراني نے جبیر بن مطعم اور ابن سائب سے روایت کیا " قـــدموا قریشا و لا تقدموھـــا " یعنی قریش کو مقدم رکھو - یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ قریش کو ھر بات میں آگے رکھو - خود پیچھے رھو -

لیکن قطع نظر قوت و ضعف روایت کے ' اس سے بھي یہ بات نہیں نکلتي کہ قریش کے سوا دوسرے کي خلافت جائز نہیں - قریش کو عرب میں ھر طرح تقدیم و ریاست حاصل تھي - لوگ انکي ریاست سے متاثر تھے - پس فرمایا کہ اس بات کا لحاظ رکھاکرو - اس سے یہ کہاں ثابت ھوا کہ امامت و خلافت کے حقدار ھمیشہ قریش ھي ھیں ؟

دوسري روایت امام احمد نے عمرو بن العاص سے روایت کي ھے - آنحضرة نے فرمایا " قریش قادة الناس " قریش لوگوں کے سردار ھیں - لیکن اسکو بھي اختصاص خلافت کے سوال سے کوئي تعلق نہیں - یہ تو معلوم ھے کہ سردار قوم تھے - لیکن اسکا حکم کہاں ھے کہ مسلمانوں کا خلیفہ صرف اُنھي میں سے ھوسکتا ھے ؟ کیا ایک ایسے اھم مسئلہ کیلیے اس طرح کي باتیں " نص " کا کام دیسکتي ھیں ؟

(۱۱) باقي رھي حدیث " الا ئمة من قـــریش " اور یہ استدلال کہ حضرة ابوبکر نے سقیفۂ بني ساعدہ کے مجمع میں بر خلاف انصار پیش کي اور سب نے تسلیم کرلیا ' تو اس سے بھي شرعاً اختصاص قریش کے دعوے کو کوئي مدد نہیں ملسکتي -

اولاً ' یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والي روایت بطریق اتصال ثابت ھی نہیں - فتح الباري میں ھے " الائمة من قریش - رجالہ رجال الصحیح لکن في سندہ انقطاع" (۱۳ : ۱۰۱)

ثانیاً ' اس سے بھي یہ کہاں ثابت ھوتا ھے کہ خلافت کا شرعاً حق بجز قریش کے اور کسي مسلمان کو نہیں؟ یہ بھي آیندہ کي نسبت خبر ھے '

اللہ تعالی اپنی سنت عادلہ کے مطابق ایسے لوگوں کو اُنپر مسلط کردیگا جنکا تسلط اُنکے لیے سخت اذیت و عقوبت کا موجب ہوگا - چنانچہ طبرانی کی سابق الذکر روایت " ما اقاموا ثلاثا " الخ میں یہ بھی ہے " فمن لم یفعل ذلک فعلیه لعنة اللہ " یعنی تین وصف عدالت ' ایفاء عہد ' اور رحم و شفقت کے بیان کرکے فرمایا - اور جس نے ایسا نہ کیا تو اسپر اللہ کی پھٹکار - اور احمد و ابو یعلی نے حضرة ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا " یا معشر قریش ! انکم اهل هذا الامر ما لم تحدثوا ' فاذا غیرتم' بعث اللہ علیکم من یلحاکم کما یلحی القضیب " (رجاله ثقات الا انه من روایة عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبة بن مسعود' عن عم ابیه عبد اللہ ابن مسعود ' و لم یدرکه - و ایضاً اخرجه احمد عن ابی مسعود الانصاری من طریق عبید اللہ و فی سماعه نظر' و له شاهد من مرسل عطاء بن یسار - اخرجه الشافعی و البیهقی بسند صحیح) یعنی اے جماعت قریش ! جب تک تم کوئی نئی روش اختیار نہ کرو' تم ہی اس بات کے اهل ہو - لیکن اگر تم نے اپنی حالت بدل دی تو یاد رکھو - اللہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کردیگا جو تم کو چھڑی کی طرح موڑ دینگے -

پس ان روایات سے دونوں باتوں کی مزید تصدیق ہوگئی - اول یہ کہ خلافت قریش کے تمام بیانات محض خبر ہیں - تشریع و امر نہیں - ثانیاً ' پہلے سے خبر دیدی گئی ہے کہ ہمیشہ خلافت اُنہی میں نہیں رہیگی - چنانچہ حرف بہ حرف یہ پیشین گوئی پوری ہوئی ' اور قریش پر یکے بعد دیگرے ایسے لوگ مسلط ہوے ' جنہوں نے انکا سارا زور توڑ دیا - حتی کہ حکومت قریش کا دنیا میں نام و نشان تک باقی نہ رہا - فصلی اللہ علی الصادق المصدوق الذی لا یخبر عن شئ ' الا و جاء مثل فلق الصبح !

(۹) چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے خلافت کو قریش میں مخصوص ثابت کرنا چاہا ' انکو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ ان تمام روایات کا منطوق خبر کا ہے نہ کہ امر کا - اور کوئی حدیث ایسی قوی ظاهر الدلالة موجود نہیں جس سے انکا مدعا ثابت ہوسکے - وہ مجبور ہوے ہیں کہ انہی احادیث کو تاویل و توجیہ کرکے امر پر محمول کریں - حافظ ابن حجر نے قرطبی کی نسبت لکھا ہے " کانه جنح الی انه خبر بمعنی الامر " (۱۳ : ۱۰۵) اور ابن منیر نے کہا " و الحدیث و ان کان بلفظ الخبر فهو بمعنی الامر کانه قال ائتموا بقریش خاصه " (ایضاً) پس اسپر سب متفق

فصل

(دعوئے اجماع)

اب صرف ایک بات رهگئي - یعنی علماء اسلام کا شرط قرشیة پر زور دینا ' اور قاضي عیاض وغیرہ کا دعوئے اجماع ' تو اس بارے میں چند امور قابل غور و نظر هیں :

اولاً اس امر کا کوئي ثبوت موجود نہیں کہ صحابہ خلافت کا شرعاً مستحق صرف قریش هي کو یقین کرتے تھے ' بلکہ اسکے خلاف شواهد موجود هیں - امام احمد نے حضرت عمر کا قول نقل کیا ھے - اگر معاذ بن جبل میري وفات تک زندہ رھے تو اپنے بعد انھي کو خلیفہ بناؤنگا - یہ ظاھر ھے کہ معاذ قرشي نہ تھے - انصار مدینہ میں سے تھے - اگر خلافت کیلیے قرشیة شرط هوتي تو حضرة عمر جیسا محرم اسرار خلافت کیونکر انکي خلافت کا تصور بھي کرسکتا تھا ؟ مسند امام احمد میں حضرة عمر کا ایک اور قول بھي ابو رافع کي روایت سے موجود ھے " لو ادرکني احد رجلین ثم جعلت هذا الامر الیه ' او ثقت به - سالم مولي حذیفه و ابو عبیدة الجراح " اگر سالم مولی حذیفه اور ابو عبیدة الجراح میں سے کوئي ایک میري وفات تک زندہ رهتا اور خلافت اسکے سپرد کردیتا ' تو مجھے اس بارے میں پورا اطمینان و اعتماد هوتا - اگر حضرة عمر صدها صحابۂ و مهاجرین قریش کي موجودگي میں سالم مولی حذیفه کو خلافت سپرد کردینے کا ارادہ کرسکتے هیں ' تو پھر کیسے باور کیا جاسکتا ھے کہ شرعاً خلافت غیر قرشي کو نہیں ملسکتي اور صحابہ کا اس پر اجماع هوگیا تھا ؟

چنانچہ اس بات کا خود آئمۂ متاخرین کو اعتراف کرنا پڑا - حافظ ابن حجر قاضي عیاض کا قول نقل کرکے لکھتے هیں " قلت و یحتاج من نقل الاجماع الی تاویل ما جاء عن عمر من ذلك - فقد اخرج امام احمد عن عمر بسند رجاله ثقات ان ادرکني أجلي الخ " إلی ان قال " فیحتمل ان یقال لعل الاجماع انعقد بعد عمر علی اشتراط ان یکون الخلیفة قرشیاً ' او تغیر اجتهاد عمر في ذلك - و الله اعلم " (١٣ : ١٠٦) یعني یہ جو قاضي عیاض نے کہا کہ خلافت کے مخصوص

اور اُنھی حدیثوں کا ایک ٹکڑہ ھے جو دوسرے طریقوں سے صریح پیشین گوئی کے لفظوں میں پڑہ چکے ھو - حضرۃ ابوبکر نے یہ بات اسلیے پیش کی تھی کہ پیشتر سے ھونے والے واقعات کی خبر دیدی گئی ھے - پس ایسا ھی ھونا ضروری ھے - اسکے خلاف بات نہ اُٹھاؤ - یہ سنکر انصار مایوس ھوگئے اور تسلیم کرلیا -

ثالثاً " الناس تبع لقریش " والی روایت سے مدد لی جاے تو بالکل کھل جاتا ھے کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکر کا استدلال صرف قریش کی بزرگی وعظمت اور عرب میں اُنکی ریاست و سرداری سے تھا - نہ کہ شرعاً شرائط امامت سے - وہ بتلانا چاھتے تھے کہ خود آنحضرت نے فرمادیا ھے - جاھلیۃ اور اسلام ' دونوں میں لوگ قدرتی طور پر قریش کی سرداری سے متاثر ھیں اور رھینگے ' اسلیے یہ معاملہ بھی اُنھی کے قبضہ میں رھیگا - چنانچہ حضرۃ ابوبکر کا یہ مشہور جملہ اس مطلب کو پوری طرح کھول دیتا ھے جو سقیفہ میں کہا تھا " ان العرب لا تعرف ھذا الامر لغیر ھذا الحی " یعنے اھل عرب قریش کے سوا اور کسی قبیلہ کی سرداری سے آشنا نہیں - پس یہاں سرے سے شرائط شرعیہ کا سوال ھی نہ تھا - صرف ملکی و وقتی مصالح کی بنا پر استدلال تھا کہ کس قبیلہ و خاندان سے امام ھونا چاھیے جسکی سرداری عرب کے تمام قبائل بلا چون و چرا تسلیم کرلیں ؟

رابعاً ' یہی روایت بعض دیگر طرق سے صاف صاف خبر کی صورت میں آئی ھے - امر و تشریع کی اسمیں گنجایش ھی نہیں - ابن اسحاق نے کتاب الکبیر میں روایت کیا ھے کہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ کے مجمع میں فرمایا " ان ھذا الامر فی قریش ما اطاعوا اللہ و استقاموا علی امرہ " (فتح ۱۳ : ۱۰۳) یعنے یہ بات قریش میں رھیگی جب تک وہ اللہ کی اطاعت کرینگے اور اسمیں مستقیم رھینگے - پس معلوم ھوا کہ امام احمد والی روایت میں راوی نے بقیہ ٹکڑہ چھوڑ دیا ھے - صرف " الائمۃ من قریش " لے لیا - ورنہ حضرت ابوبکر نے وھی بات فرمائی تھی جو دیگر احادیث مرفوعہ میں بطور خبر کے ثابت ھوچکی ھے - علی الخصوص بخاری کی روایت معاویہ میں -

اندلس اور افریقہ میں عبد المومن صاحب ابن تومرت نے خلافت کے دعوے کے ساتھہ حکومت قائم کی اور اُسکی نسل میں عرصہ تک قائم رہی - ابن تومرت کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ معتزلی تھا ؟ وہ امام غزالی کا شاگرد اور پکا اشعری تھا - عقائد اشاعرہ میں اسکا ایک رسالہ موجود ہے - مراکشی نے تاریخ مراکش میں تصریح کی ہے کہ بلاد مغرب میں اشعریۃ اُسیکے ذریعہ پہنچی اور اسی لیے خاندان عبد المومن کا سرکاری مذھب ہمیشہ اشعری رہا - لیکن یہ لوگ بھی قرشی نہ تھے - علاوہ بریں خود ائمۂ اشاعرہ میں سے بعض نے اس شرط سے انکار کیا ہے - جیسا کہ امام ابوبکر باقلانی کی نسبت ابن خلدون نے تصریح کی ہے - پس غور کرنا چاہیے کہ جس اجماع کی نسبت دعوا کیا جا رہا ہے' اور جو کبھی حضرۃ ابوبکر کی بیعت سے پہلے مجلس سقیفہ میں رونما ہوتا ہے' کبھی وہاں سے روپوش ہوکر ساڑھے گیارہ برس تک مفقود ہو جاتا ہے اور حضرۃ عمر غیر قرشی کے استخلاف کا ارادہ کرنے لگتے ہیں' پھر انکے بعد یکایک نمایاں ہونا چاہتا ہے' لیکن پھر بھی اُسکا کچھہ پتہ نہیں چلتا - حتی کہ غیر قرشیوں کو ہزاروں مسلمان خلیفہ مان لیتے ہیں' اور ائمۂ عقائد و کلام مختلف فیہ نظر آتے ہیں' فی الحقیقت اُسکا کوئی وجود ہے بھی یا نہیں ؟

حقیقت یہ ہے کہ نہیں ہے -

ثانیاً' یہ ظاہر ہے کہ قریش میں خلافت ہونے کی نسبت جو کچھہ فرمایا گیا' وہ محض آیندہ کی پیشتر سے اطلاع تھی - یعنی پیشین گوئی تھی - اور پیشین گوئیوں کا یہ حال ہے کہ جب تک اُنکا ظہور کامل طور پر نہ ہو جاے' اُنکے معانی و مطالب کی نسبت کسی قطعی بات کا اختیار کرنا مشکل ہوتا ہے - اجتہاد و قیاس کیلیے کسی چیز میں اتنی وسعت نہیں جسقدر پیشین گوئیوں میں ہوتی ہے - علی الخصوص جبکہ عموماً پیشین گوئیوں کا ایک خاص مبہم انداز بیان ہوتا ہے' اور نہایت اجمال و اختصار کے ساتھہ محض اشارات کیے جاتے ہیں - جب تک اُنکا ظہور نہ ہو جاے' اشارات کی تفصیل اور اوصاف کے انطباق میں طرح طرح کی لغزشیں پیش آجاسکتی ہیں -

ظہور دجال کی پیشینگوئی اس معاملہ کیلیے ایک واضح مثال ہے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے تمام غیر معمولی اوصاف بیان کردیے تھے - با ایں ہمہ خود صحابۂ کرام میں اختلاف ہوا' اور اپنے عہد کے مختلف اشخاص کو

به قریش هونے پر اجماع هوچکا هے ' تو اجماع ماننے کي صورت میں حضرۃ عمر کے قول کي تاویل کرني پڑیگي جو امام احمد نے بسند صحیح معاذ بن جبل کے استخلاف کي نسبت روایت کیا هے - پھر کہتے هیں که اس کي یوں تاویل کي جا سکتي هے که شاید یه اجماع حضرۃ عمر کے بعد هوا هو - یا یوں کہا جاے که حضرۃ عمر کا اجتہاد اس بارے میں بدل گیا -

لیکن یه تاویلیں جس قدر نا قابل التفات هیں ' اهل نظر سے مخفي نہیں - اول تو جب اختصاص قرشیۃ کیلیے کوئي نص شرعي موجود نہیں تو تاویل کي ضرورت هي کیا هے ؟ ثانیاً کہاں تو یه دعوی کیا جاتا تھا که حضرۃ ابوبکر کي بیعت کے وقت سقیفه کے مجمع هي میں اس مسئله کا فیصله هوگیا ' اور تمام صحابه نے اجماع کرلیا که خلافت کے حقدار صرف قریش هي هیں - اور کہاں اب یه تاویل کي جاتي هے که حضرت ابوبکر کا پورا زمانۂ خلافت گزرگیا اور اجماع نه هوا ' حضرۃ عمر کي زمانۂ خلافت کے دس برس گزر گئے اور صحابه اس حکم سے بے خبر رهے ' لیکن اسکے بعد یکایک اس پر اجماع هو گیا ؟ پھر اگر اجماع هوا تو کب ؟ اور کونسی دلیل اس بارے میں موجود هے ؟

اگر سقیفۂ بني ساعد میں اجماع نہیں هوا ' نه خلافت صدیقي کے ڈهائي سال میں یه مسئله چھڑا ' اور نه عهد فاروقي کے بہترین دس سالوں میں صاف هوا جو فقه و علوم کی تنظیم و تحقیق کا اصلي عهد تھا ' تو پھر کیا یه اجماع اُس وقت منعقد هوا جب حضرت عثمان کی شہادت کا هنگامه هوا تھا ' یا اُسوقت جب جمل و صفین کے میدان کارزارگرم هوے تھے ؟

اصل یه هے که واقعات کے تسلسل و تواتر سے خود بخود ایسے اسباب پیدا هوگئے که لوگوں کو اجماع کا خیال پیدا هوگیا - یعنی چونکه ابتدا سے خلافت پر قریش هی کا قبضه هوا ' اور یکے بعد دیگر تمام سلاسل حکومت قرشی هی هوے ' اس لیے لوگوں نے سمجھه لیا که شرعی فیصله بھي یهي هے ' اور اس پر اجماع هوگیا هے - ورنه اجماع صحابه کا کوئی ثبوت موجود نہیں - اور نه عرصه تک کسي خاص خاندان میں حکومت کا رهجانا دلیل تشریع و انعقاد اجماع هوسکتا هے - خود خلفاء عباسیه کے عهد میں متعدد غیر قرشي مدعي اُتھے ' اور بعضوں کا ساتھه هزاروں مسلمانوں نے دیا - وہ نه خوارج میں سے تھے - نه معتزله میں - مگر یقین کرتے تھے که غیر قرشي خلیفه هوسکتا هے - حجاج کے زمانه میں ابن الاشعث نے خروج کیا اور امیر المومنین کا لقب اختیار کیا - حالانکه قرشي نه تھا -

هوا - آنحضرت صلعم کے زمانے سے ابتک خلافت بغیر کسي رکارت کے قریش هي میں رهي - اور آیندہ بهي همیشہ اُنهي میں رهیگي جبتک دو قرشي بهي دنیا میں باقي رهینگے -

حافظ نوادي کا سال وفات سنہ ۶۷۶ھ هے - اور سال پیدایش سنہ ۶۳۱ - یا اس سے بهي پہلے - آخري خلیفۂ بغداد المستعصم کو هلاکو نے سنہ ۶۵۶ میں قتل کیا - پس گو اُنکي وفات فتنۂ تاتار کے بعد هوئي ' لیکن تصنیف و تالیف کا زمانہ مستعصم کي خلافت هي کا زمانہ هے - اگر شرح مسلم وغیرہ بالکل آخري عمر کی تصنیف ثابت هوجاے تو پهر خلفاء عباسیۂ مصر کا زمانہ هوگا کہ في الجملہ قریش کي خلافت قائم تهي - پس وہ اپنے زمانے تک خلافۃ کو صرف قریش هي میں قائم دیکهکر احادیث باب کے اسي مطلب پر قانع اور جمے هوے هیں ' اور اسي لیے " ما بقي منهم اثنان " کا بهي یهي مطلب سمجهتے هیں کہ جب تک خاندان قریش کے دو انسان بهي دنیا میں باقي رهینگے ' خلافت اُنهي میں رهیگي -

لیکن اگر اُنکو اپنے بعد کا حال معلوم هوتا تو کیا ایسا دعوا کرسکتے تهے ؟ کیا اُس صورت میں اپني تمام راے پر نظرثاني نہ کرتے ؟ وہ کیا جانتے تهے کہ عنقریب صفحہ اُلٹنے والا هے' اور خلافۃ نہ صرف قریش سے ' بلکہ عرب هي سے رخصت هو جانے والي هے -

اس سے بهي زیادہ بہتر مثال حافظ سیوطی کي هے - حافظ موصوف عباسیۂ مصر کے آخري عہد میں تاریخ الخلفاء اور حسن المحاضرہ لکهہ رهے هیں - یعني هزارویں صدي کے اوائل میں - چونکہ اسوقت تک مصر میں عباسي خاندان منصب خلافت پر ممتاز تها ' اور گو عالم اسلامي بہت سی نئي عجمي حکومتوں میں بٹ چکا تها ' تاهم لقب خلافۃ بجز عباسیۂ مصر کے اور کسي کے قبضہ میں نہ تها ' اسلیے انہوں نے تاریخ الخلفاء کے ابتدا میں ایک باب باندها هے " احادیث المبشرۃ بخلافۃ بني العبـــاس " اسمیں وہ تمام روایتیں جمع کي هیں جنمیں عباسیہ کو خلافت پانے کي بشارت دي هے ' اور کہا هے کہ تمهاري خلافت حضرۃ عیسیٰ کے نزول تک رهیگي - چنانچہ ابو نعیم کي روایت میں هے - جب حضرۃ عبد اللہ بن عباس پیدا هوے تو آنحضرۃ نے فرمایا "هو ابو الخلفاء' حتیٰ یکون منهم السفاح' حتیٰ یکون منهم المهدي ' حتیٰ یکون منهم من یصلي بعیسیٰ بن مریم "

بعض اوصاف کے اشتراک کي وجه سے دجال سمجھتے رهے - آنحضرةؐ کے زمانے هي میں ابن صیاد کي نسبت حضرة عمر کو خیال هوا تھا - حتی که اسکو قتل کرنا چاها جیسا که امام بخاری کي روایت ابن عمر مندرجه کتاب الجنائز میں موجود هے - اور ایک دوسری روایت مندرجه کتاب الاعتصام بالسنه سے معلوم هوتا هے که حضرة عمر کو اسپر اسدرجه یقین تھا که قسم کھا کر کہتے تھے - یهي دجال هے - اور اسي لیے ابن جابر کو بھي اسپر پورا یقین تھا " روایت جابر بن عبد الله یحلف بالله ان ابن الصیاد الدجال " اسي طرح ابو داؤد کي روایت نافع میں حضرة عبد الله بن عمر کي نسبت مروي هے که قسم کھا کر کہتے تھے " و الله ما أشک ان المسیح الدجال هو ابن صیاد " لیکن دیگر صحابه کو اس سے اختلاف تھا - ابو سعید خدري سے جب ابن صیاد کي صحبت هوئي تو اُنکا شک دور هوگیا حتی که معذرت کرنے کیلیے آماده هوگئے (کما فی المسلم) اور مسلم میں قصه تمیم دارمي موجود هے جسکي بنا پر لوگوں کو ابن صیاد کے دجال هونے سے انکار تھا -

پس چونکه یه پیشین گوئي تھي ' اسلیے مشکل تھا که جب تک تمام واقعات پوري پوري طرح ظاهر نه هو جائیں ' اُنکا ٹھیک ٹھیک مطلب متعین کیا جا سکے - خلافت کا یه حال رها که گو ابتدا سے بهت مدعي اُٹھے ' مگر فی الجمله نویں صدي هجری تک قریش هي میں رهي ' اور اسي بات کي احادیث میں خبر بھي دی گئي تھي - جن علماء کي راے پیش کي جاتي هے ' وه سب وهي هیں جنکا ظهور ساتویں صدی اور اُس سے پیشتر یعنی عهد خلافت قریش میں هوا - پس ضرور تھا که معاملۂ خلافت کو ابتدا سے قریش هي میں محدود دیکھکر یه خیال پیدا هو جاتا که خلافت اسي خاندان سے شرعاً بھي مخصوص هے ' اور یهي مطلب تمام احادیث کا هے - اگر وه بعد کا حال دیکھتے تو معلوم کرجاتے که مقصود تشریع و حکم نه تھا - محض خبر دي گئي تھي - وه ان حدیثوں کا مطلب صرف اپنے وقت تک کے حالات کي روشني هي میں دیکھه رهے تھے ' اور اسکے لیے مجبور و معذور تھے -

حافظ نووي شرح مسلم میں لکھتے هیں " و قد ظهر ما قاله صلعم - فمن زمنه الی الآن الخلافة في قریش من غیر مزاحمة لهم فیها ' و تبقی کذالک ما بقی منهم اثنان" (جلد ۲ : ۱۲۹) یعنی جیسا فرمایا تھا ' ویسا هي

علماء نے جب دیکھا کہ " ما اقاموا الدین "کي شرط کا ظہور شروع ہوگیا ھے اور حکومت قریش کے قبضہ سے نکل گئي ھے ' تو آنکي راے بدل گئي ' اور قاضي عیاض والے اجماع کے دعوے میں تامل کرنے لگے - علامۂ ابن خلدون (المتولد سنه ۷۳۲) مقدمۂ تاریخ میں شرط قرشیة پر بحث کرتے ہوے لکھتے ھیں : " لما ضعف امر قریش ' و تلاشت عصبیتهم بما نالهم من الترف و النعم و بما انفقتهم الدولة في سائر اقطار الارض ' عجزوا عن حمل الخلافة ' و تغلبت علیهم الاعاجم و صار الحل و العقد لهم ' فاشتبه ذلک علی کثیر من المحققین ' حتی ذهبوا الی نفي اشتراط القرشیة و عولوا علی ظواهر في ذلک مثل قوله صلعم : اسمعوا و اطیعوا و ان امر علیکم عبد حبشي ما اقام فیکم کتاب الله " یعنی جب قریش کي قوت کمزور ہوگئي - عیش پرستیوں میں پڑکر اپني عصبیة مٹا دي - خلافت کا بوجهه اُٹهانے سے عاجز ہوگئے ' تو عجمیوں نے اُنپر غلبه حاصل کرلیا ' اور خلافت کا فیصله اُنهي کے هاتهوں میں چلا گیا - یه انقلاب دیکھکر بہت سے محققین کے نزدیک قرشیة کي شرط مشتبه ہوگئي - یہانتک که انہوں نے اس شرط سے انکار کردیا - انتہی -

اشاعرہ کے امام الائمه قاضي ابوبکر باقلاني نے بهي یہي مذهب اختیار کیا تھا که قرشیة کي شرط ضروري نہیں - یہي ابن خلدون لکھتے ھیں " و من القائلین بنفي اشتراط القرشیة ' القاضي ابوبکر الباقلاني "

عباسیه بغداد کے انقراض کے بعد مصر میں عباسي خلافت کا دوسرا دور شروع ہوا ' اسلیے اس عہد کے علماء مصر نے (مثلاً حافظ ابن حجر ' قاضي عیني ' جلال الدین سیوطي و غیرهم) قرشي خلافت کو في الجمله قائم پایا - لیکن جب یه نقش بهي مٹ گیا ' اور وہ زمانه آیا جسکي خبر دیدي گئي تهي که " بعث الله علیکم من یلحاکم کما یلحي القضیب " تو جو اهل نظر اس انقلاب کے بعد پیدا ہوے ' انہوں نے صاف صاف لکھدیا که اشتراط قرشیة کا کوئي ثبوت نہیں ' اور نه خلافت قریش کا وہ مطلب ھے جو ابتک سمجھا جاتا تھا - چنانچه تیرهویں صدي کے مشہور مجدد فقه و حدیث امام شوکاني یمني وبل الغمام میں شرط قرشیة کے دلائل نقل کرکے لکھتے ھیں " لاریب ان في بعض هذه الالفاظ ما یدل علی الحصر ' و لکن قد خصص مفهوم الحصر احادیث وجوب الطاعة لغیر القرشي " الی ان قال " و الاخبار منه صلعم بان الائمة

يعني آپنے فرمایا عبد اللہ بن عباس خلفاء کا باپ ھے یہانتک کہ انھي خلفاء میں سے سفاح ھوگا ' اور انھي میں سے مہدي ھوگا ' اور اُنھي میں وہ ھوگا جو حضرت عیسیٰ کے ساتھہ نماز پڑھیگا -

اگرچہ یہ تمام روایتیں قطعاً جھوٹي ھیں - ابو مسلم خراساني وغیرہ عباسي داعیوں کي بنائي ھوئي ھیں ' اور تمام ائمۂ حدیث و نظر نے اِنکے خرافات و وضعي ھونے پر اتفاق کیا ھے - لیکن چونکہ اُسوقت تک عباسیوں میں خلافت کا انتساب باقي تھا ' اور واقعات کي بنا پر اس پیشین گوئي کي تکذیب نہیں ھو سکتي تھي - نیز عباسي خلافت کا حاکمانہ اثر ان روایات کي مقبولیت کا باعث ھو رھا تھا ' اسلیے حافظ سیوطي انکےلیے ایک خاص باب قائم کرتے ھیں' اور اگر کسي روایت کو سنبھالنے کا ذرا سا بھي موقعہ ملجاتا ھے تو نہیں چوکتے- چنانچہ ابو نعیم اور دیلمي کی روایات سے کچھہ تعرض نہیں کیا ھے ' حالانکہ حافظ مزي ' ابن دقیق العید ' ابن کثیر ' وغیرھم نے سخت انکار کیا ھے ' اور ابن جوزي کتاب الموضوعات میں لاے ھیں- اس سےبھي بڑھکر یہ کہ دیباچہ میں بنوعبید کی خلافت پر بحث کرتے ھوے ان احادیث سے یقین کے لہجہ میں استدلال کرتے ھیں " ان الحدیث ورد بان ھذ الامر اذا وصل الی بني العباس لا یخرج عنھم حتیٰ یسلمون الی عیسي بن مریم او المھدي " (تاریخ الخلفا ٨٠) یعني یہ بات حدیث میں آچکی ھے کہ جب خلافت آل عباس تک پہنچیگي تو پھر اُنھي کے قبضہ میں رھیگی - یہانتک کہ وہ حضرت عیسیٰ یا امام مہدي کے سپرد کردیں -

لیکن اگر حافظ سیوطي پچیس برس اور زندہ رھتے اور دیکھہ لیتے کہ خلافت و حکومت کا نام و نشان تک عباسیہ میں باقي نہ رھا ' تو پھر اُنکو پورا پورا یقین ھوجاتا کہ عباسیہ کو آخر عہد تک خلافت و پادشاھت کی کوئي بشارت نہیں دي گئي ھے ' اور یقیناً یہ تمام حدیثیں وضعی ھیں جیسا کہ ائمۂ اثر فیصلہ کرچکے ھیں -

چنانچہ یہ بات صاف صاف تتبع و نظر سے واضح ھوجاتي ھے کہ خلافت عباسیۂ بغداد کے تنزل اور عجمي حکومت کے ظہور و عروج کے ساتھہ ھي علماء کي آراء میں بھي تدریجي تغیر شروع ھوگیا تھا ' اور اشتراط قرشیۃ میں وہ زور باقي نہ رھا تھا ' جو قاضی عیاض وغیرہ کي مصنفات میں پایا جاتا ھے - اکثر

فضلیت اسفار جمہور کا قول ہے - بعضوں نے اجماع تک کہدیا - لیکن شوافع و محدثین کہتے ہیں کہ قرأة فاتحہ ہی جمہور کا مذہب ہے اور اسی پر جماہیر علماء کا اتفاق ہے - اِنہی حافظ نواوی کی (جو اشتراط قرشیة کو جمہور کا مذہب بتلاتے ہیں) شرح مسلم دیکھہ لی جاے - کس طرح شافعیہ کا ہر مذہب اُنکے نزدیک "جمہور" کا مذہب ہے ' اور مخالف کا ہر قول شاذ - شافعیہ اور حنفیہ کی خلافیات میں تقریباً دو تہائی مسائل تو ضرور ایسے ہونگے جنکی نسبت ہر جگہ شرح مسلم میں پاؤگے : " هذا مذهب الشافعي و الجماهير ' و خالف فيه ابو حنيفه " یعنی امام شافعی اور جمہور کا مذہب یہی ہے مگر امام ابو حنیفہ نے اس سے خلاف کیا - اگر ہمارے علماء احناف حافظ نواوی کی ان تمام جمہوریات و اجماعیات کو تسلیم کرلینے کیلیے طیار ہیں ' تو خیر' اشتراط قرشیة کا ایک اجماع اور سہی - لیکن یاد رہے کہ یہ وہی بات ہوگی :

گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد !

ثانیا ' ہمارا خیال ہے کہ یہ بات بھی اور بے شمار باتوں کی طرح وقت کے سیاسی اثرات کا نتیجہ تھی - یہ ظاہر ہے کہ معاملۂ خلافت ابتدا سے سخت کشمکش و تزاحم میں رہا - جو خاندان قابض ہوا ' اُسکو رقیبوں اور دعویداروں کی طرف سے ہمیشہ کھٹکا لگا رہا - پس جبکہ خلافت اہل عرب کے ہاتھہ میں تھی ' تو وہ کیسے گوارا کرسکتے تھے کہ عجمیوں کے ولولوں کی اس بارے میں جرأت افزائی کی جاے ؟ اور عرب میں سے بھی جب خاص خاندان قریش میں تھی جو ہر طرح سیادة و بزرگی رکھتا تھا ' تو وہ کیونکر پسند کرسکتے تھے کہ غیر قرشی خلافت کا وجود تسلیم کرکے غیر قرشیوں کو ہمتیں دلائی جائیں اور مادی طاقت کے ساتھہ شریعت کی حمایت کا سہارا بھی اُنہیں حاصل ہوجاے ؟ بخاری کی روایت میں پڑھچکے ہو کہ امیر معاویہ نے قحطانی پادشاہ کے ظہور کی روایت سنی تو کس درجہ مضطرب اور غضب ناک ہوے ؟ اور کسطرح فوراً قریش والی روایت کا اعلان کردیا تاکہ پہلے ہی سے سد باب ہوجاے ؟ جن علماء کے اقوال پر متاخرین فقہاء و متکلمین کا اعتماد ہے ' وہ سب کے سب وہی ہیں جنکا ظہور آخر عہد عباسیہ میں ہوا ہے جب قرشی خلافت قائم تھی - مثلاً قاضی عیاض و امام نواوی و غیرہم - پس وقت کی حکومت کا جو پولیٹکل اثر سب پر پڑرہا تھا ' وہ بھی یہی تھا کہ خلافت کو حکمران خاندان کی قوم اور

من قریش ' هو کالاخبار منه بان الاذان فی الحبشه و القضاء فی الازد ' و ما هو الجواب عن هذا ' فهو الجواب عن ذلک - و تخصیص کون الائمة من قریش ببعض بطونهم ' لا یتم الا بدلیل ' و الاخذ بما وقع علیه الاجماع لا شک انه احوط ' و اما انه یتحتم المصیر الیه ' فلیس بواضح ' و لو صح ذلک ' لزم بطلان اکثر ما دونوه من المسائل و المقام و المراکز ' و ما احقه بان لا یدون کذلک " یعني اگرچه امامة قریش کي روایات میں ایسے الفاظ هیں جنسے قریش کي خصوصیت معلوم هوتي هے ' لیکن وجوب طاعت امام کے عام احکام کتاب و سنة میں موجود هیں - وه دلالت کرتے هیں که غیر قرشي کي بهي اطاعت امت پر قرشي هي کي طرح واجب هے - باقي رهي یه بات که آنحضرة نے قریش میں امامت کي خبر دي ' تو اس سے یه لازم نهیں آتا که آنکے سوا کوئي دوسرا امام هوهي نهیں سکتا - یه ویسي هي خبر هے جیسي اس بارے میں خبر دي که اذان کا کام اهل حبش میں هے اور قضاء ازدیون میں - جس طرح ان روایتوں سے یه بات نهیں نکلتي که موذن اور قاضي صرف حبشي اور ازدي هي هونے چاهئیں ' اسي طرح یه بات بهي ثابت نهیں هوتي که امام صرف قرشي هي هوسکتا هے - جو جواب انکا دیا جائیگا ' وهي اسکا هوگا -

یه واضح رهے که جن جن علماء حدیث و کلام کے اقوال سے یه اجماع ثابت کیا جاتا هے ' وه سب کے سب اسي عهد کے هیں جبکه خلافت عباسي قائم تهي - بعد والوں نے جو کچهه لیا هے ' انهي سے لیا هے - سب سے زیاده اعتماد اس بارے میں قاضي عیاض کے بیان پر کیا جاتا هے جنکا قول نواوي نے شرح مسلم اور منهاج میں نقل کیا هے - انکا سال وفات سنه ۵۴۴ هجري هے -

پهر یه بهي واضح رهے که اجماع کے دعوے نے عام طور پر جو وسعت اختیار کرلي هے ' اور جس طرح بتدریج اس لفظ کا استعمال اپنے لغوی و اصولي معنی سے هت کر مختلف مصطلحه معنوں میں هونے لگا هے ' اسکو فراموش نهیں کرنا چاهیے - علی الخصوص فقهاء مذاهب کے استعمالات متکلمین اور ارباب اصول کے مصطلحه اجماع سے بالکل مختلف هیں - هر مذهب کے فقها بلا تامل اپنے مسلک کو " جمهور " اور " اجماع " کے لفظ سے تعبیر کر دیتے هیں - اسمیں کسی کا مطلب کچهه هوتا هے کسي کا کچهه - صاحب هدایه وغیره کے نزدیک عدم وجوب قرأة فاتحه خلف امام اور

باب

خـــلافـــة آل عثمـــان

فصل

(چند لمحـــات تاريخيـــه)

اب بہتر ہوگا کہ تھوڑي دير کيليے ہم آگے بڑھنے سے رک جائیں ' اور گذشتہ تيرہ صديوں کي طرف مڑ کے ديکھیں کہ خلافت اسلاميہ کے مختلف دوروں کا کيا حال رہا ہے ؟

" الخلافة بعدي ثلاثون سنة " (ميرے بعد خلافة خاصہ ۳۰ برس تـک رهيگي) کي خبر کے مطابق خلفاء راشدين کا دور ۳۰ - برس تـک رها - سنہ ۱۱ - ھجري سے شروع هوا اور ٹھیک سنة ۴۱ - تـک باقي رها - اسي سنہ سے بنو اميہ کي خلافت کا دور شروع هوتا ھے اور سنہ ۴۱ - ھ سے سنہ ۱۳۲ - ھ تـک قائم رهتا ھے - اسکے بعد خلافت نے ايک نيا ورق اُلٹا ' اور خاندان عباسيہ کا سلسلہ شروع هوا - خلافت کا سب سے بڑا سلسلہ يہي ھے جو سنہ ۱۳۲ - سے ۶۵۲ - ھ تـک قائم رها - چونکہ کامل پانچ صديوں تـک حکمراني ايک هي گھرانے ميں رهي' اسليے وہ تمام ذهني و جسماني اور اجتمـــاعي و مدني فسادات کمال درجہ تـک پيدا هوگئے ' جو هميشہ امتداد سلطنت اور عروج تمدن کے لازمي نتائج رهے هيں - قريش کي نسبت فرمايا تھا " ما اقاموا الدين " جب تـک وہ دين قائم رکھينگے ' حکومت انهي ميں رهيگي - سو اب ٹھیک وہ وقت آگيا تھا - قريش ز عرب ميں دين قائم رکھنے کي صلاحيت مفقود هوگئي تھي - قيـــام دين کا کام دوسري قوميں اور طاقتيں انجـــام دے رهي تھيں - پس وهي هوا جو تاريخ عالم کے هر ايسے دور ميں هوتا آيا ھے - سنہ ۶۵۶ - ميں هلاکو خان تاتاري نے بغداد پر حملـــہ کيا اور آخري خليفۂ عباسي المستعصم

خاندان سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام ایسي باتوں میں جس میں اجتہاد راے کو دخل ھو' فکر و قیاس کا میلان قدرتي طور پر اُسي جانب ھو جاے - علی الخصوص جبکہ اسکے لیے کسي غلط بیاني یا تحریف احکام کي ضرورت نہ تھي - واقعي احادیث موجود تھیں - صرف مفہـــوم کي تعیین میں اجتہاد کو کام کرنا تھا - اس مسئلہ پر موقوف نہیں' وقت کے پولیٹکل اثرات بے شمار چیزوں میں اندر ھي اندر کام کرچکے ھیں' اور آج اُنکا پتہ لگانا بہت دشوار ھوگیا ھے - ساتویں صدي ھجری میں جب خلافت بغداد کا خاتمہ ھوگیا' تو آھستہ آھستہ اس اثر سے افکار خالي ھونے لگے' اور بتدریج بحث و نظر کي صورت دوسری ھوگئي - حافظ عسقلاني اور قاضي عیني جو آٹھویں صدي میں یا نوویں کے اوائل میں بخاری کي شرح لکھہ رھے ھیں' اُنکے مباحث پڑھو تو قاضي عیاض او ر نوواي سے اُنکا رنگ مختلف نظر آئیگا -

قاضي عیني بخـــاري کي حدیث معاویہ " ما اقامـــوا الدین " کي شرح میں لکھتے ھیں " اي مـــدة اقـــامتھم امور الـــدین - قیل یحتمـــل ان یکون مفہومہ فاذا لم یقیمـــوہ لا یسمع لہم " یعني یہ جو حدیث میں ھے کہ " جب تک دین قائم رکھینگے " تو اسکا یہ مطلب بھي ھوسکتا ھے کہ جب وہ وقت آجاے کہ قریش اقامت دین نہ کریں تو اُنکي بات نہیں سني جائیگي - حافظ عسقلاني گو اشتراط قرشیة سے صاف صاف انکارنہیں کرتے - لیکن طرز بحث و نظر کے اضطراب و ضعف نے خود بخود مسئلہ کا مخالف پہلو قوي کردیا ھے اور بہ یک نظر واضح ھوجاتا ھے کہ وہ اس بارے میں کوئي مضبوط راے نہیں رکھتے اور اگر مائل ھیں تو انکار کي طرف - اشتراط قرشیة کے مویدین کے جس قدر دلائل ھیں' اُن میں سے کوئي دلیل ایسي نہیں جس پر اُنھوں نے سنگین اعتراضات نہ کیے ھوں اور وہ مجروح ھوکر نہ رھگئي ھو - جو صاحب مزید بصیرت حاصل کرني چاھیں' فتح الباري جلد ۳ - کتاب الاحکام کے ابواب " الامراء من قریش " اور " السمع و الطاعة للامام " ملاحظہ فرمائیں -

غرضکہ جہاں تک تمام احادیث و دلائل پر نظر ڈالي جاتي ھے' اشتراط قرشیة کیلیے کوئي نص موجود نہیں' اگرچہ بصورت اشتراط بھي موجودہ مسئلۂ خلافت پر کوئي اثر نہیں پڑ سکتا - موجودہ مسئلہ انتخاب امام کا نہیں ھے - امام قائم و نافذ کي امامت و اطاعت کا ھے -

عباسي خاندان کے دو چار آدمي بغداد کے قتل عام سے بچکر نکل گئے تھے - اُنھي میں مستعصم کا چچا احمد بن ظاهر عباسي بهي تها - وہ سنہ ٦٦٠ میں مصر پہنچا - وهاں ایوبي خاندان کے ممالیک کي حکومت قائم تهي اور ملک ظاهر بیبرس حکمراں تها - اُسکو احمد کے خاندان کا حال معلوم هوا تو منصب خلافت کا حقدار تسلیم کر لیا اور اُس کے هاتهہ پر بیعت کرلی -

احمد بن ظاهر نے المستنصر بالله کا لقب اختیار کیا اور بیبرس کي معیت و اعانت حاصل کرکے کوشش کي کہ دار الخلافة بغداد کو تاتاریوں کے تسلط سے نجات دلاے - لیکن کامیابي نهوئي اور لڑائی میں شہید هوا -

اب پهر وہ وقت آگیا تها کہ قریش سے خلافت کا انتساب بالکل معدوم هو جاے ' لیکن " ما بقی منهم اثنان " کي پیشین گوئي آخر تک اپنے عجائب دکهلانے والي تهي - قتل عام بغداد سے ایک اور عباسي شہزادہ ابو العباس احمد بن علي بچکر نکل گیا تها اور حلب میں مخفي تها - اُس کا حال بیبرس کو معلوم هوا تو بڑے اعزاز و اکرام سے مصر لایا اور اس کے هاتهہ پر بیعت کرلي - حاکم بامر الله کے لقب سے وہ مشہور هوا - اسی کی نسل میں مصرکي عباسی خلافت ۲۹۱ برس تک قائم رهي - یعني سنہ ٦٦٠ ھ سے سنہ ۹۲۳ هجري تک -

اس عرصہ میں عالم اسلامي دو صدیوں تک طرح طرح کے انقلابات وحوادث سے تہہ و بالا هوکر بالاخر ایک نئے دور میں منتقل هوچکا تها - عثماني ترکوں کي حکومت قسطنطنیہ میں قائم هو کر یورپ و ایشیا کے اندر هر طرف پهیل رهي تهي - سنہ ۹۲۳ - ھ (۱۵۱۷ - مسیحي) میں سلطان سلیم خاں اول نے مصر و شام پر قبضہ کیا ' اور آخري عباسي خلیفہ المتوکل نے اُسکے هاتهہ پر بیعت کرکے تمام حقوق و امتیازات خلافت سپرد کردیے - حقوق خلافت کے علاوہ جو چیزیں اس سلسلہ میں سلطان سلیم کو دي گئیں ' اُن میں سب سے بڑي چیز مقامات مقدسہ و حرمین کي کنجیاں تهیں ' اور بعض آثار نبویہ - مثلاً آنحضرة صلي الله علیہ و سلم کي تلوار - جهنڈا - ایک چادر - یہ آثار اسوقت تک قسطنطنیـــہ میں بطـور سند خلافت کے موجود هیں - اسي تاریخ سے عثماني سلاطین نمایاں طور پر " خلیفہ " کے لقب سے دنیا میں مشہور هوے ' اور حجاز اور مصر و شام کے منبروں پر اُنکا ذکر بہ حیثیت امیر المومنین کے هونے لگا - حج کي امارت بهي اُنهي کے قبضہ میں آگئي جو شرعاً خلافت کے اهم ترین فرائض میں سے ہے -

باللہ کے خون نے بہکر ہمیشہ کیلیے عربي و قرشي حکومت کے خاتمہ کا اعلان کردیا - مستعصم کا قتل في الحقیقت عربي خلافت کا قتل تھا : (۱)

و ما کان قیس ہلکہ ہلک واحد
و لکنہ بنیان قوم تہدما !

یہ سب کچھہ ہوچکا ' مگر ابھي پیشین گوئي کي ایک آخري سطر باقي تھي - یعني " ما بقی منہم اثنان " قریش سے حکومت نکل جائیگي - پر نکل جانے پر بھي اُنکي عظمت رفتہ کا یہ اثر باقي رھیگا کہ اگر در قرشي بھي کسي گوشہ میں نکل آئینگے تو لوگ خلافت کا اُنھي کو مستحق مانینگے - بغداد میں قرشي خلافت مٹي ' لیکن مٹتے مٹتے بھي ایک آخري نقش چھوڑ گئي - وہ بغداد کي خون آلود خاک سے اُکھڑا اور تین سو برس تک کیلیے مصر میں جاکر جم گیا - البتہ یہ جماؤ قرشي حکومت کا جماؤ نہ تھا - محض اس کے نقش قدم کا تھا :

گو کہ ہم صفحۂ ہستي پہ تھے اک حرف غلط
لیکن اُٹھے بھي تو اک نقش بٹھا کے اُٹھے !

---

(۱) فتنۂ تاتار کا ظہور مسلمانوں کیلیے وھي معاملہ تھا جو بني اسرائیل کے لیے بخت نصر کے ظہور میں تھا - ثم بعثنا علیکم عباداً لنا اولي باس شدید - فجاسوا خلال الدیار - و کان وعداً مفعولا (۱۷ : ۶) بحکم " یأتي علی امتي ما اتي علی بني اسرائیل حذو النعل بالنعل " (صحیحین) اس اُمت پر بھي وہ سب کچھہ گذرنے والا ھے جو بني اسرائیل پر گزر چکا - بني اسرائیل پر غفلت و ضلالت کے دو سب سے بڑے دور آئے - اس لیے دو ھي مرتبہ عام بربادي بھي چھائي اور اُنکي تعذیب کیلیے دو جابر و قاھر قومیں مسلط ہوئیں : و قضینا الی بني اسرائیل في الکتاب لتفسدن في الارض مرتین و لتعلن علواً کبیرا (۱۷ : ۵) پہلي بربادي بخت نصر کے ھاتھوں ہوئي : عباداً لنا اولي باس شدید - اور دوسري تیٹس قیصر روم کے ھاتھوں - معلوم ھوتا ھے کہ اسي طرح اس امت پر بھي طغیان و عصیان کے دو بڑے وقت آنے والے تھے ' اور اُنکے نتائج دو معذب قوموں کي شکل میں ظاھر ھوے - قوم تاتار اور اقوام یورپ - بني اسرائیل کی پہلي بربادي خود ایشیاء ھي کي ایک قوم کے ھاتھوں ہوئي - یعني اھل بابل کے ھاتھوں - اور دوسري کا ظہور یورپ سے ھوا - یعني روم سے - ٹھیک اسي طرح اُس امت کیلیے بھي پہلا فتنہ ایشیاء کا تھا ' دوسرا یورپ کا - پہلا ھوچکا - دوسرا ھو رھا ھے -

صدیوں سے اسلام و بلاد اسلام کی حفاظت کی تلوار صرف اُنہی کے ہاتھوں میں ہے - صدیوں سے صرف اُنہی کا سینہ اسلام کی راہ میں زخمی ہے ' صرف اُنہی کی لاشیں اسلام کیلیے خاک و خون میں تڑپتی ہیں ' اور صرف اُنہی کی ذمہ داری پر تمام کرۂ ارضی کے مسلمانوں نے اسلام کی مرکزی حفاظت کا کار و بار چھوڑ رکھا ہے - دنیا کے خواہ کسی گوشے میں کوئی مسلمان ہو ' اگر وہ بہ حیثیت ایک مسلمان کے اسلام کا چوتھا رکن حج ادا کرنے کیلیے نکلتا ہے ' تو عرفات کے میدان میں کھڑے ہوکر اسکو عثمانی امامت کی دینی ریاست قبول کرنی پڑتی ہے اور حج کا فریضہ عثمانی خلیفہ ہی کے بھیجے ہوے نائب کے ماتحت انجام دیتا ہے - شریف حسین نے غیر مسلم محاربین کا ساتھ دیکر اگر بغاوت کی اور حجاز کو قسطنطنیہ کے اقتدار حکومت سے الگ کرلیا ' تو یہ فساد و عدوان کی ایک عارضی حالت ہے جو شرعاً معتبر نہیں - حجاز حکماً اب بھی خلیفۂ قسطنطنیہ کی حکومت ہی کا ایک جزء ہے - اور تمام مسلمانان عالم کا شرعاً فرض ہے کہ حرمین کو باغیوں کے تصرف سے نکالنے کی کوشش کریں ' اور اسوقت تک کرتے رہیں جب تک بغاوت اور باغیوں کا بالکل استیصال نہو جاے - اگر ایسا نہ کرینگے تو ہر مسلمان اسکے لیے عند اللہ جوابدہ ہوگا -

تمام کرۂ ارضی کے مسلمان آرام و عیش کے دن بسر کرنے اور فارغ البالی کے بستر پر سونے کیلیے ہیں ' لیکن صرف وہی ایک ہیں جو سارے مسلمانوں کی عزت و زندگی کے بچاؤ کیلیے صدیوں سے تلواروں کے سایے تلے زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں ' اور چاروں طرف سے دشمنوں کی زد میں ہیں - کامل پانچ صدیوں سے یورپ اور ایشیا کا سب سے بڑا رقبہ انکے خون سے رنگین ہورہا ہے - ایک چوتھائی صدی بھی آجتک ایسی نہیں گزری کہ دشمنوں کی تلواروں نے اُنہیں مہلت دی ہو - اُنکا جرم اسکے سوا کچھہ نہیں کہ جب اسلام کا محافظ دنیا میں کوئی نہ رہا - ساری تلواریں ٹوٹ گئیں - سارے بازو شل ہوگئے - تو پانچ صدیوں سے وہ کیوں اسلام کے بچاؤ کیلیے باقی ہیں ؟ اور کیوں وہ وقت آنے نہیں دیتے جب اسلام کی پولیٹکل طاقت کا بالکل خاتمہ ہو جاے ؟

بدوستی تو خصمند عالمے بامن
ہزار دشمن و یک دوست مشکل افتاد است !

سلسلۂ خلافت کي یہ ایک مجمل تاریخ ھے - بالفرض خلیفۂ متوکل عباسي نے سلطان سلیم کے ھاتھہ پر بیعت نہ کي ھوتي ' جب بھي آیندہ پیش آنے والے واقعات کا قدرتي نتیجہ یہي تھا کہ تمام عالم اسلامي کي خلافت کا منصب عثماني سلاطین ھي کے قبضہ میں آجاے - وقت کي جو اسلامي سلطنت سب سے بڑي اور سب سے زیادہ شرع و ملت کي حفاظت کي طاقت رکھتي ھو' وھي شرعاً خلافت کا منصب رکھہ سکتي ھے - گذشتہ چار صدیوں کے اندر اسلامي حکومتوں کے انقلابات کا جو حال رھا ھے ' انکو دیکھتے ھوے کون کہہ سکتا ھے کہ یہ حق بجز اس سلطنت کے اور کسي سلطنت کو ملسکتا تھا ؟ خود ھندوستان میں سلاطین مغلیہ کي حکومت قائم تھي - وہ ھندوستان کے اندر اپنے ھي کو امام سمجھتے تھے ' لیکن عالم اسلامي کي خلافت عظمی کا دعوی کبھي انکے وھم و خیال میں بھي نہیں گزرا ' اور اگر گزرتا تو دنیا ماننے کیلیے طیار نہ تھي - ابتدا سے لیکر آخر تک مقام خلافت کي جو اھم و مشترک خصوصیات رھي ھیں اور جنکو تمام دنیا کے مسلمانوں نے عملاً بطور اسناد خلافت کے تسلیم کرلیا ھے ' وہ خلفاء عباسیہ کے بعد صرف عثماني سلاطین ھي کو حاصل ھوئیں - کوئي دوسري اسلامي حکومت اس عام اقتدار و اختیارات کے ساتھہ قائم نہ ھوسکي -

فصل

(خلافت و امامت سلاطین عثمانیہ)

اس عارضي وقفہ کے بعد اب ھم پھر آگے بڑھتے ھیں - سلطان سلیم خان اول کے عہد سے لیکر آجتک بلا نزاع سلاطین عثمانیۂ ترک تمام مسلمانان عالم کے خلیفۂ و امام ھیں - ان چار صدیوں کے اندر ایک مدعي خلافت بھي انکے مقابلہ میں نہیں اٹھا - بنو امیہ اور عباسیہ کے عہدوں میں بے شمار رقیبوں اور دعویداروں کي کشمکش نظر آتي ھے ' لیکن سلاطین عثمانیہ کي خلافت کي پوري تاریخ میں کسي ایک مدعي خلافت کا نام بھي ڈھونڈھکر نہیں نکالا جا سکتا - حکومت کے دعویدار سیکڑوں اٹھے ھوں ' مگر اسلام کي مرکزي خلافت کا دعوی کوئي نہ کرسکا -

هم یہاں قصداً ترکوں کي سیاسي و تمدني کارگزاریوں کي بحث نہیں چھیڑینگے - هم کو معلوم ھے کہ مسلمانوں کي تمام حکمراں جماعتوں میں ترکوں هي کی جماعت وہ بد قسمت جماعت ھے' جسکے لیے کوئي یوروپین دماغ منصف نہیں ہوسکتا - یورپ کا پچھلا مورخ ہو' خواہ موجودہ عہد کا مدبر' وہ گذشتہ عہد کے بدتر سے بدتر مسلمانوں کي مدح و توصیف کرسکتا ھے جواب موجود نہیں هیں' لیکن اُن ترکوں کي نہیں کرسکتا' جنکي تلواریں پانچ صدیوں سے یورپ کے دل و جگر میں پیوست ہونے کیلیے چمکتي رهي هیں - وہ خلافت بنو امیہ کي ایک بہتر تاریخ لکھہ سکتا ھے - عباسیہ کے دور علم و تمدن کي مدحت سرائي کرسکتا ھے - صلاح الدین ایوبي تک کو ایک بت کي طرح پوج لے سکتا ھے - لیکن وہ اُن ترکوں کیلیے کیونکر انصاف کرسکتا ھے جو نہ تو عرب پر قانع ہوے' نہ ایران و عراق پر - نہ شام و فلسطین کي حکومت اُنکو خوش کرسکي' نہ وسط ایشیا کي' بلکہ تمام مشرق سے بے پروا ہوکر یورپ کي طرف بڑھے' اسکے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کرلیا' اور اُسکي اندروني آبادیوں تک میں سمندر کي موجوں کي طرح در آے - حتی کہ دار الحکومت استریا کي دیواریں اُنکے جولان قدم کي ترکتازیوں سے بارہا گرتے گرتے بچ گئیں !

ترکوں کا یہ وہ جرم ھے جو یورپ کبھي معاف نہیں کرسکتا - مسلمانوں کا کوئي موجودہ حکمران خاندان اس جرم (فتح یورپ) میں انکا شریک نہیں ھے - اسلیے ھر حکمران مسلمان اچھا تھا جو یورپ کي طرف متوجہ نہوسکا' مگر ھر ترک وحشي و خونخوار ھے - اسلیے کہ یورپ کا طلسم سطوت اُسکي شمشیر بے پناہ سے ٹوٹ گیا -

ترکوں نے پانچ صدیوں تک جس آزادي و فیاضي کے ساتھہ حکومت کي ھے' اُسکا ثبوت اس سے بڑھکر کیا ہوسکتا ھے کہ چار صدیوں کي متصل حکمرانی کے بعد بھی محکوم عیسائیوں کی مذھبی و قومی عصبیت ویسی هي زندہ و توانا رهی' جیسي کسي متعصب سے متعصب مسیحی حکومت کے ماتحت رهسکتی تھی - حتی کہ وہ ترکوں کی کمزوری کے ساتھہ هی آزاد و خود مختار هوگئے' اور آج ایک حریف و مقابل کي طرح لڑ رہے هیں-

هندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے پورے تسلط کو ابھی پورے سو سال بھی نہیں ہوے - اتنے هي عرصہ کی حکومت نے قومي عظمت

پس تیرہ سو برس کے متفقہ عقیدۂ و عمل کے مطابق رهي آج تمام مسلمانان عالم کے خلیفۂ و امام اور " اولو الامر " هیں - اُنکي اطاعت و حمایت الله اور اُسکے رسول کي اطاعت و حمایت هے - اُنسے پھرنا اور انکو اپنے جان و مال سے مدد نه دینا ' الله اور اُسکے رسول سے پھرنا هے اور الله اور اسکے رسول کو اپني جان و مال کي طرف سے صاف جواب دیدینا هے - جو اُنکي اطاعت سے باهر هوا ' اگرچه صرف بالشت بھر باهر هوا هو ' اور اسي حالت میں مرگیا ' اُسکی موت اسلامي زندگی کي موت نہوگي - جاهلیة کي موت هوگي - اگرچه نماز پڑھتا هو ' اگرچه روزه رکھتا هو ' اگرچه اپنے زعم باطل میں اپنے تئیں مسلمان سمجھتا هو - جس نے اُنکے مقابله میں تلوار اُٹھائي ' وہ مسلمانوں میں سے نہیں اگرچه دنیا اُسکو مسلمانوں میں سے سمجھتی هو - الله اور الله کے رسول کی شہادت ' اُسکي شریعت کي آن گنت اور بے شمار دلیلیں ' ایک هزار تین سو برس سے مانا هوا اسلام کا حکم و عقیدہ ' اسلام کي سیکڑوں نسلوں اور لا تعداد گھرانوں کا تعامل و اجماع ' اور سورج کي کرنوں کي طرح یقیني اور قطعي حقیقت ' یهي بتلا رهي هے اور هر مسلمان کے دل پر نقش هے - ایک مسلمان کیلیے (بشرطیکه وہ ساري باتوں سے مقدم اپنے اسلامي تعلق کو سمجھتا هو ' اور دنیا سے ایک مومن اعتقاد و عمل ساتھه لے جانا چاهتا هو) اس میں کسي طرح کے شک و شبه کي گنجایش نہیں - جاهل سے لیکر عالم تک ' مزدور سے لیکر نظام دکن تک ' کوئي نہیں جس کا دل اس اعتقاد سے خالي هو - زندگي کا عشق اور نفس کي پرستش جس انسان سے چوري کرالیتي هے ' ڈاکے ڈلواتي هے ' قتل کراتي هے ' اُس انسان سے کیا بعید هے که آج کسي طمع یا خوف سے عثماني خلافت کا انکار کردے ' یا عثماني خلیفه کي اطاعت و حمایت کے نام سے کانوں پر هاتھه دھرنے لگے ؟ دنیا کي پوری تاریخ انساني کمزوریوں کي درد انگیز مثالوں سے لبریز هے - پس یه کوئي عجیب واقعه نه هوگا اگر آج چند نئي مثالوں کا مزید اضافه هوجاے - لیکن حقیقت هر حال میں حقیقت هے - اُس سے انکار کیا جا سکتا هے لیکن اُس کو چھپایا نہیں جاسکتا - اُس سے اغماض کیا جاسکتا هے ' لیکن اُس کا مقابله نہیں کیا جاسکتا - اُس سے آنکھیں بند کرلي جاسکتي هیں لیکن اُس کي زبان بند نہیں کي جا سکتي !

بہر حال ہماری صحبت سے یہ موضوع باہر ہے - ترکوں کی حکمرانی جیسی کچھہ بھی رہی ہو - ہر ترک سلطان حجاج بن یوسف اور خالد قسری جیسے اشرار بنو امیہ سے بھی بد تر کیوں نہ رہا ہو (۱) لیکن مسلمانوں کو اپنے مسلمان حاکموں کی اطاعت کا ہر حال میں حکم دیا گیا ہے - اور انکا از روے شرع یہی عقیدہ ہے کہ وہ خلیفۂ اسلام ہیں - اسمیں کسی دوسرے کو دخل دینے کا حق نہیں :

(۱) آج ترکوں کی وحشت و تمدن کا فیصلہ علم و تحقیق کے ہاتھہ میں نہیں ہے - حریف حکومتوں کے اُن مغرور وزراء کے قبضہ میں ہے جو میدان جنگ سے واپس آکر اپنے ایک جنگی دشمن کی قسمت کا فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں - پس امید نہیں کہ ڈریپر (Draper) جیسے زمانہ حال کے مورخوں کی شہادت اس بارے میں سنی جاے - یہ امریکن مصنف اپنی مشہور کتاب History of The Couflict Between Religiuon And Seince میں لکھتا ہے کہ انصاف و عدالت اور مذہبی بے تعصبی میں اپنے عہد کی تمام عیسائی دنیا پر ترکوں کو وہی فوقیت رہی ہے جو چھٹی صدی عیسوی میں عربوں کو تنزل یافتہ بیزنطائن پر حاصل تھی - ایڈورڈ کریسی نے تاریخ روم میں ترکوں کو تہذیب و تمدن اور علمی ایجادات و اختراعات کے لحاظ سے پندرھویں اور سولھویں صدی کے تمام یورپ میں سب سے برتر قوم تسلیم کیا ہے - وہ کہتا ہے کہ انسائیکلو پیڈیا کے قسم کی کتابیں لکھنے کا ترکوں ہی کی تقلید سے یورپ میں رواج ہوا - یورپ کی زبانوں میں سب سے پہلی انسائیکلو پیڈیا ڈالائمبرٹ (Dalambert) نے لکھی - لیکن اسکو ایک ترک مصنف کلبی بے کی قاموس العلوم ہی کے مطالعہ سے رہنمائی ملی تھی - کمسریٹ ' رسد رسانی ' اور فوجی شفا خانوں کا با قاعدہ انتظام ' ترکوں ہی سے یورپ نے سیکھا - قلعہ کی تعمیرات میں تمام یورپ ترکوں کا شاگرد ہے - فوجی باجا تمام یورپ نے ترکوں سے حاصل کیا - چیچک کے ٹیکہ کا اصلی موجد ایک ترک تھا - یہ ڈریپر ' کریسی ' کدگدم ' کلفرڈ وغیرہ مورخوں کی تحقیق ہے جنھوں نے اپنے کتب خانوں میں بیٹھکر ترکوں کے اعمال پر نظر ڈالی تھی - قدرتی طور پر مسٹر ایسکویتھہ اور مسٹر لائڈ جارج کی راے اس سے مختلف ہونی چاہیے" جو ابھی ابھی گیلی پولی اور عمارہ میں ترکوں کی تلوار کا کاری زخم کھا کر نکلے ہیں ' اور کتب خانوں کی جگہہ نظارت خانوں کے اندر فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں !

و عصبیۃ کے جذبات ان لوگوں کے دلوں سے بھي کھینچ لیے ھیں جنکے آباؤ اجداد ساتھہ ستر برس پہلے اسي سرزمین میں حکمراں تھے - صرف یہي ایک چیز یورپ کے طرز حکومت ' اور ترکوں کے طرز حکومت کا فرق واضح کر دینے کیلیے کافي ھے !

ترکوں کے وھم و خیال میں بھي ظلم و خونخواري کي وہ ھیبت ناک صورتیں اور قومي تعصب و نفرت کي وہ وحشت ناک ھلاکیاں نہیں آسکتیں' جو یورپ کے تمدن و تہذیب کا مغرور بت عین انیسویں اور بیسویں صدي کے سورج کي روشني میں ایشیاؤ افریقہ کے اندر کرچکا ھے - ان دو صدیوں کے اندر جنگل کے درندے آرام کي نیند سوے ' اور سانپوں کو انکي غاروں سے باھر نہیں نکالا گیا ' لیکن ایشیاؤ افریقہ میں یورپ کے ھاتھوں زمین کا ایک ٹکرہ بھي ایسا نہ بچ سکا جسکو وھانکي بد بخت مخلوق اپني زمین کہہ سکے ' اور جہاں ایک مالک و مختارکي طرح امن و عزت کي زندگي بسر کرسکے !

خود اسي آخري جنگ میں یورپ کے ھر درندے نے دوسرے درندے کو جس طرح پھاڑا ' اور ھر سفید بھیڑیے نے دوسرے سفید بھیڑیے پر جس طرح پنجہ مارا ' نہ صرف ترکوں کي تاریخ میں بلکہ تمام ایشیا کي خونریزیوں کي مجموعي تاریخ میں اسکي کوئي مثال نہیں ملسکتي -

با ایں ھمہ ترک خونخوار اور وحشي ھیں ' اور یورپ تہذیب و تمدن اور امن و رحم کا پیغمبر ھے ! علی الخصوص برطانیہ کے مقدس جزیرہ میں تو جس قدر فرشتے بستے ھیں ' وہ صرف انساني آزادي کي حفـــاظت اور چھوٹي قوموں کي حمایت ھي کیلیے آسمان سے اتارے گئے ھیں !

یہ کرۂ ارضي کي تاریخ میں حق و باطل کا سب سے بڑا مقابلـــہ ھے - آج اسکي فتح و شکست کا اصلي فیصلہ نہیں ھوسکتا - زمین فوجوں کے بوجھہ سے دبي ھوئي ھے - فضاء ھوائي جہازوں کي قطـــاروں سے بھري ھوئي - اسکا فیصلہ کل ھوگا جب خدا کا دائمي قانون نتائج و عواقب کي زبان میں حقیقت کا اعلان کریگا ' اور مورخ کا قلم لکھے گا کہ یہ طاقت اور گھمنڈ کا سب سے بڑا چیلنج تھا جو سچائي کو دیا جاسکتا ھے - تا ھم سچائي ھي سب سے بڑي طاقت ھے - اور بالاخر فیصلہ اسي کا فیصلہ ھے - سنۃ اللہ في الذین خلوا من قبل ' و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۳۳ : ۲۲)

" در مدت شش سال دو کرت از امیر المومنین منشور اولو الامری و خلعت شاهي و لواء سلطنت بدو رسید ' و حق جل و علی پادشاه دین پرور ما را در عزت داشت منشور و خلعت و فرستادگان توفیق بخشید ' و شرائط حرمت مراحم امیر المؤمنین بالغاً ما بلغ بجا آورد ' و هم چنین دانست که منشور و خلعت امیر المؤمنین از آسمان منزل شده ' و از درگاه مصطفی صلعم رسیده - عرضداشتی با تحفه و هدایاء در نهایت تواضع بندگی امیر المؤمنین روان کرد " الخ (صفحه - ۵۹۸)

یعني سلطان فیروز شاه کے فضائل و مفاخر میں سے ایک بڑي بات یه سمجھي گئي که خلیفهٔ مصر نے اجازت حکومت کا پروانه اور لواء و خلعت بھیجا ' اور پادشاہ کو اسکي اطاعت و حرمت کي توفیق ملي - فیروز شاہ نے اس بات کي اس درجه قدر کي - گویا آسمان سے یه عزت نازل هوئي هے' اور خود بارگاہ حضرت محمد الرسول الله صلعم سے اسکو قبولیت کی سند ملگئي هے !

شمس الدین سراج عفیف نے تاریخ فیروز شاهي میں یه واقعه زیادہ تفصیل سے لکھا هے - جب خلیفه کے سفراء شہر کے قریب پہنچے تو فیروز شاہ خود استقبال کیلیے پیدل نکلا - فرمان خلافت کو دونوں هاتھوں میں لےلیا - پھر بوسه دیکر سر پر رکھا ' اور اسی طرح سر پر دھرے هوے دربار حکومت تک واپس آیا -

غور کرو ! مقام خلافت کي عظمت و جبروت کا اثر کس درجه عالمگیر رها هے ؟ خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھي خلافت کی صرف براے نام نسبت اسدرجه هیبت و جبروت رکھتي تھی که هندوستان جیسے بعید گوشه میں ایک عظیم الشان فرماں رواے اقلیم ' اذن و اجازت حاصل هوجانے پر فخر کرتا هے - اور مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اسطرح چھائی هوئی هے که وهاں کا فرمان آسمانی فرمان ' اور وهاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا هے !

مغلیه سلطنت خلفاء مصر کے آخري عهد میں قائم هوئی - هندوستان میں بابر شاہ کي قسمت آزمائیوں کا زمانه تھا جب سلطان سلیم خاں کے هاتھه پر خلیفهٔ متوکل عباسی نے بیعت کی اور حجاز و شام میں سلاطین عثمانیه کی خلافت کا اعلان هوا - شاهان مغلیه اگرچه هندوستان میں خود اپنے هی کو

نمي دانم ز منع گريه مطلب چيست ناصح را ؟
دل از من، ديده از من، آستين از من، كنار از من !

فصل

(مسلمانان هند اور خلافت سلاطين عثمانيه)

جب تک بغداد كي خلافت باقي رهى، هندوستان كے تمام حكمران خاندان اُسي كے زير اثر اور فرمانبردار رهے - عباسيهٔ بغداد كي خلافت جب مت گئي، اور سنه ۶۶۰ ھ ميں مصر كي عباسي خلافت كا سلسله شروع هوا، تو اگرچه يه عباسيه كے كاروان رفته كا محض ايک نمود غبار تها، تاهم تمام سلاطين هند اسكى حلقه بگوشي و غلامي كو اپنے ليے موجب فخر و امتياز سمجهتے رهے، اور مركزي خلافت كي عظمت ديني نے مجبور كيا كه اپني حكومت كو شرعي طور پر منوادينے كيليے مقام خلافت سے پروانهٔ نيابت حاصل كرتے رهيں - سلطان محمد بن تغلق شاه كے غرور حكومت كا يه حال تها كه مشهور مورخ ضياء الدين برني اسكو " همت فرعوني و نمرودي " سے تعبير كرنا چاهتا هے - تاهم اِس معامله ميں زياده سے زياده غرور جو وه كرسكا، يهي تها كه اپنے تئيں خليفهٔ مصر كا سب سے بڑا فرمانبردار غلام اور چا كر ظاهر كرے، اور رعايا كو يقين دلاے كه بلا اسكے حكم كے ميں تم پر حكومت نهيں كرتا - تاريخ برني ميں هے :

" امير المومنين خليفه را بنده ترين همه بندگان بود، و بے امر و بے فرمان او دست در امور اولو الامري نه زد " (مطبوعه ايشياٹک سوسيٹي - صفحه - ۴۶۰)

برني نے سلطان فيروز شاه كے فضائل و سوانح كيليے گياره مقدمے ترتيب دیے هيں - اُن ميں نوواں مقدمه يه هے :

" مقدمه نهم در آنكه در كرت از حضرت امير المومنين خلعت اولو الامري و منشور اذن و لواء شاهي بر سلطان عصر فيروز شاه رسيده، و بادشاهي و اولو الامري خداوند عالم بدان استحكام گرفته "

پهر اسي مقدمه ميں لكهتا هے :

صدیوں پہلے سے تفرقۂ و انتشار کی عالمگیر مصیبت تمام عالم اسلامی کو ٹکڑے ٹکڑے کرچکی تھی - لیکن ان ممـــالک کے علاوہ جہاں کہیں بھی مسلمان آباد تھے اور اپنی مقامی اسلامی حکومت نہیں رکھتے تھے ' وہ اگرچہ ترکی حکومت سے کتنے ہی دور دراز گوشوں میں واقع ہوں ' لیکن عثمانی سلاطین ہی کو اسلام کی مرکزی خلافت عظمیٰ پر قابض و متصرف تسلیم کرتے تھے ' اور اسی لیے جمعۂ و عیدین کے خطبوں میں انکے لیے خاص طور پر دعا مانگنا اپنا فرض سمجھتے تھے - خود ہندوستان کے قرب و جوار اور بحر چین کے جزائر میں مسلمانوں کا ایک ایک فرد خلیفۂ قسطنطنیہ کی اس حیثیت دینی کا پورا پورا اعتقاد رکھتا تھا -

جزائر سیلون ہندوستان ہی کا ایک بحری گوشہ ہیں - سنہ ۱۱۷۵ھ (سنہ ۱۷۶۱ع) میں دکن کے ایک مشہور عالم سید قمرالدین اورنگ آبادی حج سے واپسی میں کولمبو پہنچے اور وہاں کی سیر کی - میر غلام علی آزاد بلگرامی اُنکے معاصر ہیں - اپنی کتاب سبحۃ المرجان میں اُنکی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ساحلی مقامات میں ڈچوں کی حکومت ہے - اندرونی جزائر میں ہندو راجہ ہے - کولمبو میں مسلمانوں کے دو محلے ہیں - جمعہ کی نماز تین مرتبہ سید موصوف نے وہاں پڑھی - خطبہ میں امام نے پادشاہ ہند اور سلطان روم کیلیے دعا مانگی تھی " لکونہ خادما للحرمین الشریفین " یعنی اسلیے کہ وہ خادم حرمین ہیں - (سبحۃ المرجان مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۳)

یہ اب سے ڈیڑھ سو برس پیشتر کا واقعہ ہے - سیلون کے جزیروں میں اگر مسلمان ایک غیر مسلم حاکم کے ماتحت رہکر شاہ ہند کا ذکر کرتے تھے ' تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی - ہندوستان بالکل انسے متصل تھا - لیکن قسطنطنیہ کے سلطان کیلیے دعا مانگنا جو بحر ہند سے اسقدر بعید فاصلہ پر واقع ہے ' کیا معنی رکھتا ہے ؟ کیا اسکے سوا کوئی معنی ہوسکتے ہیں کہ تمام عالم اسلامی میں وہی خلیفۃ المسلمین ہے ' اور اسلیے گو اور بھی بہت سی اسلامی حکومتیں موجود ہوں ' مگر ہر گوشۂ عالم کے مسلمانوں کے دلی تعلق و اطاعت کا اصلی مرکز صرف وہی ہوسکتا ہے ؟

صاحب تحفۃ العالم چین کوچک کے ایک سیاح سے اپنی ملاقات کا حال لکھتے ہیں جس نے عجیب عجیب جزیروں اور وہاں کے رسم و رواج کا مشاہدہ کیا تھا - " چین کوچک " سے مقصود بحر چین کے جزائر سماٹرا '

امام سمجھتے تھے ' اور باعتبار حکومت کے یہ حق اُنھیں حاصل بھی تھا - تا ہم عام اسلامی خلافت کا انھوں نے کبھی دعوا نہ کیا - ھمیشہ عرب و شام کے مسلمہ خلفـــاء ھی کو خلیفـــہ تسلیم کرتے رھے - شہنشاہ اکبر اور شاھجہاں بھی اگر حج کیلیے جاتے ' تو اُنکو قسطنطنیـــہ کے خلیفـــہ ھی کی امارت میں حج ادا کرنا پڑتا - میدان عرفات میں وہ خود خطیب نہ ھوتے - قسطنطنیہ کا نائب السلطان خطبہ دیتا - وہ کھڑے ھوکر اُسی طرح سنتے' جس طرح ایک عام مسلمان اُنکے بغل میں کھڑا سن رھا ھوتا - شرعاً و عقلاً تسلیم خلافت کیلیے اس سے زیادہ اور کونسی بات ھوسکتی ھے ؟

بعض یورپین اخبارات کے مشرقی نامہ نگاروں نے بار بار یہ خیال ظاھر کیا ھے کہ ترکی حـــکومت سے باھر ترکی خـــلافت کا اعتقـــاد زیادہ تر سلطان عبد الحمیـــد خاں مرحوم کی سعی سے پیدا ھوا ' اور اُنکا مقصود اس سے یہ تھا کہ نام نہاد " پان اسلامزم " تحریک کو تمام مسلمانان عـــالم میں پھیلایا جاے - یہاں ھم یورپ کے متخیلـــۂ و متوھمـــہ " پان اسلامزم " کی حقیقت سے بحث کرنا نہیں چاھتے - " پان اسلامزم " سے اگر مقصود مسلمانوں کی بلا امتیاز وطن و قومیت باھمی برادری ھے ' تو اسکی تاریخ سلطان عبد الحمید کے زمانے سے نہیں بلکہ نزول قران و ظہور اسلام سے شروع ھوتی ھے - لیکن عثمانی خلافت کے عالمگیر اسلامی اعتقاد کو سلطان عبد الحمیـــد سے منسوب کرنا ایک ایسی بات ھے جو یا تو حد درجہ جہل کا نتیجـــہ ھے یا حد درجہ دروغ گوئی کا - اور ھم نہیں جانتے کہ دونوں میں سے کس چیز کو محققین یورپ کیلیے پسند کریں ؟

سنہ ۹۲۳ھ میں جب بعہد سلطان سلیم خاں سلاطین عثمانیہ خلیفۃ المسلمین تسلیم کیے گئے ' تو اسوقت عالم اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایران میں سلاطین صفویہ کی حکومت تھی ' ھندوستان میں مغلیہ کی ' اندرون یمن میں ائمۂ زیدیہ کی ' اور اندرون عرب میں خود مختار قبائل اور بعض شیوخ کی - پس جہاں جہاں اسلامی حکومتیں موجود تھیں ' وھاں کے مسلمانوں کی اطاعت و انقیاد کا محل و مرکز خود مقامی اسلامی حکومت ھوگئی تھی' اور احکام شرعیہ کے نفاذ و اجراء کیلیے بھی وہ کسی بیرونی حکومت کے محتاج نہ تھے - اس بنا پر ظاھر ھے کہ ان ممالک میں مرکزی خلافت کا تعلق کسی نمایاں شکل میں یکایک ظاھر نہیں ھوسکتا تھا - سلطنت کے رقیبانہ جذبات بھی اپنی انتہائی حالت میں سب پر چھاے ھوے تھے -

کرتے ہیں ' مگر ساتھہ ہی سلاطین عثمانیہ کا ذکر ایسے پیرایہ میں کرتے ہیں جس سے اُنکی اسلامی خلافت و امامت کا مسلمہ ہونا ثابت ہوتا ہے - مثلاً سلطان کو مخاطب کرکے یہ کہنا کہ جو شخص آج روے زمین پر تمام مسلمانوں کا خلیفۂ و امام کہلاے ' اس کے گورنر اس طرح رعایا کے ساتھہ سلوک کریں ؟ جسکے صاف معنی یہی ہیں کہ سلاطین عثمانیہ تمام مسلمانان عالم کے خلیفۂ و امام تسلیم کیے جاتے تھے -

یہ موقعہ مزید اطناب و تفصیل کا نہیں ہے - سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا زمانہ ہزار صدی کے بعد شروع ہوتا ہے - پس اگر اسکا ذکر ملسکتا ہے تو پچھلی تین صدیوں کی مصنفات میں - چونکہ ان عہدوں کی تصنیفات عام طور پر علماء ہند کے مطالعہ میں نہیں آئی ہیں' اسلیے مسئلہ کے تاریخی شواہد سے عموماً لوگ بے خبر ہیں - تلاش کیا جاے تو ایک بڑا ذخیرہ فراہم ہو جا سکتا ہے -

خود یورپین حکومتیں علی الخصوص برٹش گورنمنٹ سلطان عثمانی کی اس دینی حیثیت کا ہمیشہ اقرار کرتی آئی ہے ' اور جب کبھی ضرورت ہوئی ہے' قسطنطنیہ کی طاقت سے بہ حیثیت خلیفۂ اسلام کے کام لیا گیا ہے - غدر سنہ ۵۷ کے موقعہ پر سلطان عبد المجید سے جو فرمان مسلمانان ہند کے نام حاصل کیا گیا تھا اور جسمیں انکو انگریزی حکومت کے ساتھہ بہتر سلوک کرنے کی ہدایت کی تھی ' اُسکی بنا بھی یہی تھی کہ سلطـــان قسطنطنیہ کو بہ حیثیت خلیفۂ اسلام مسلمانان ہند کی ارشاد و ہدایت کا حق حاصل ہے - کوئین وکٹوریا کے عہد میں بارہا حج اور حاجیوں کی مشکلات کا سوال گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اُٹھایا گیا ' اور پھر امپیریل گورنمنٹ نے باب عالی کو اس احتجـــاج کے ساتھہ توجہ دلائی کہ بہ حیثیت خلیفۂ اسلام ہونے کے حجاج کی تکالیف دور کرنا اُنکا مذہبی فرض ہے - فرانس اور روس کی جانب سے بھی سلطان عبد الحمید خاں کے زمانے میں متعدد مرتبہ ایسے اظہارات و اعترافات ہو چکے ہیں -

ملایا ' جاوا ' وغیرہ ھیں - سیاح مذکور کہتا ھے کہ اکثر جزائر میں مسلمان آباد ھیں اور مسجدیں معمور ھیں - جمعہ کے خطبوں میں سلطان روم کیلیے دعا مانگتے ھیں اور وھاں کے حالات سے اچھی طرح باخبر ھیں - یہ واقعہ بھی بارھویں صدی ھجری کے اوائل کا ھے -

باقی رھا یہ خیال کہ ھندوستان کے مسلمانوں میں سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا اعتقاد حال کی پیداوار ھے ' تو یہ بھی صحیح نہیں - یہ ظاھر ھے کہ جب تک خود ھندوستان میں اسلامی حکومت قائم تھی ' کسی بیرونی اسلامی حکومت سے مسلمانوں کو بلا واسطہ تعلق رکھنے کی ضرورت ھی پیش نہ آئی - البتہ سلطنت مغلیـــہ کے انقراض کے بعد وہ مجبور ھوگئے کہ بلا واسطہ خلافت قسطنطنیہ سے اپنا رشتۂ انقیاد و عقیدت قائم کرلیں - تا ھم اسلام کی مرکزی خلافت پر سلاطین عثمانیہ کا قابض ھونا ایک ایسی مسلم و معروف بات ھے جو ھمیشہ علماء ھند کے علم و اعتقاد میں رھی ھے - حضرۃ شاہ ولی اللہ کا سال وفات سنہ ۱۱۷۴ - ھجری ھے - اُنکا زمانہ احمد شاہ ابدالی کی آمد و رفت کا زمانہ تھا اور ھندوستان میں اسلامی حـــکومت ابھی قائم تھی - انھوں نے تفہیمات الاھیہ میں دو جگہ سلاطین روم کا ذکر کیا ھے - ایک جگہ لکھتے ھیں :

" از زمان سلطان سلیم خان کہ در اوائل سنہ الف بود ' اکثر بلاد عرب و مصر و شام تحت تصرف سلاطین روم اند ' و خدمت حرمین الشریفین زاد ھما اللہ شرفاً وکرامۃ ' و امارت موسم ' و ریاست حجاج ' و اھتمام محامل و قوافل بر ایشان استقرار یافت ' و بہ ھمین جہت بر منابر عرب و شام خصوصاً حرمین شریفین ھر یکے از ایشان بہ لقب امیر المومنین مذکور ست "

یمن میں اگرچہ آئمۂ زیدیہ سلاطین عثمانیہ کے رقیب و حریف تھے ' اور انھوں نے اندرون ملک میں کبھی اُنکی حکومت جمنے نہ دی - با این ھمہ گیارھویں سے تیرھویں صدی تک کے علماء یمن کی مصنفات کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ھے ' اُن سے پوشیدہ نہیں کہ اکثروں نے سلاطین عثمانیہ کی مرکزی حیثیت تسلیم کی ھے جس کے معنی بجز خلافت اسلامیہ کے اور کچھہ نہیں ھوسکتے - علامۂ صالح مقبلی صاحب العلم الشامخ المتولد" سنہ ۱۰۴۷ ' علامۂ فلانی صاحب ایقاظ الھمم ' شیخ عبد الخالق زبیدی صاحب صفوۃ الاخبار وغیرھم اپنی کتابوں میں جا بجا ترکی گورنروں کے جبر و ستم کی شکایتیں

گوشۂ عالم میں قائم ہوگئی تھیں، مگر ہمیشہ ایک خاص مقام ایسا ضرور رہا جہاں کی حکمرانی دنیا کی تمام اسلامی حکمرانیوں میں ایک مرکزی اقتدار کی حیثیت رکھتی تھی - دوسرے مقامات کے فرمانروا اپنے دائرۂ حکومت سے باہر کوئی اثر نہیں رکھتے تھے، لیکن وہاں کا حکمراں تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک خاص کشش و دعوۃ اپنے اندر رکھتا تھا - یہ بلاد شام و عراق اور عرب و حجاز کی حکومت تھی - عرب اسلام کا اصلی سرچشمہ و مبدء ہے - حجاز اسلامی قومیت کا دائمی مرکز اور اسلام کے رکن حج کا کارگاہ ہے - شریعت نے عرب ہی کو یہ شرعی خصوصیت دی ہے کہ ہمیشہ غیر مسلم اقوام کے اثر سے محفوظ رکھی جائے - شریعت کے اس حکم کی تعمیل بغیر حکومت کے ممکن نہیں - جو حکومت اس پر قابض ہوگی، وہی اس شرعی حکم کی تعمیل و نفاذ کی ذمہ دار اور اقامۂ حج کی بھی کفیل ہوگی - پس قدرتی طور پر یہ بات ہوئی کہ یہاں کی حکومت کو تمام اسلامی حکومتوں میں مرکزی اقتدار اور تمام مسلمانان عالم کے قلوب کیلیے ایک انجذابی اثر حاصل ہوجائے - اسلام کے ازمنۂ متوسطۂ و اخیرہ میں یہی مرکزی اقتدار خلافت عظمیٰ کا قائم مقام تھا - خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھی ان مقامات کی حکومت خلفاء مصر ہی کے قبضہ میں رہی -

"مرکزی حکومت" سے مقصود یہی مرکزی اقتدار ہے - خلفاء مصر کے بعد جب سلاطین عثمانیہ تمام بلاد عرب و حجاز اور مصر و شام پر قابض ہوگئے تو اسلامی خلافت عظمیٰ کا مرکزی اقتدار بلا نزاع انہی کو حاصل ہوگیا - یہی وجہ ہے کہ ہزار صدی کے بعد سے تیرھویں صدی کے اوائل تک اگرچہ بڑی بڑی اسلامی حکومتیں دنیا میں قائم رہیں، لیکن خلافت عظمیٰ کے اعتقاد کے ساتھ جب کبھی کسی مسلمان کی نظر اٹھتی تو وہ صرف قسطنطنیہ ہی کی طرف دیکھ سکتا تھا -

فصل

(ترکان عثمانی اور عالم اسلامی)

اب ہم چاہتے ہیں کہ اس پوری تاریخ سے قطع نظر کرلیں - صرف اس اعتبار سے مسئلہ پر ایک آخری نظر ڈالیں کہ احکام شرعیہ کی بنا پر سلاطین

فصل

(قرون متوسطهٔ و اخیرہ میں مرکزی حکمرانی)

هم نے جا بجا " اسلام کی مرکزی حکمرانی " اور " خلافت عظمی " کا لفظ استعمال کیا ھے - تشریح اس اجمال کی یہ ھے کہ اسلام کے تمام احکام کا محور و اساس مسئلهٔ " توحید " ھے - " توحید " کے معنی یہ ھیں کہ ایک ھونا - صرف الله کی ذات و صفات ھی میں یہ حقیقت محدود نہ تھی جیسا کہ بد قسمتی سے لوگوں نے سمجھہ رکھا ھے ' بلکہ عقائد و اعمال کی ھر شاخ اور ھر شکل میں اسلام کا اصل الاصول توحید ھی ھے - وہ مسلمانوں کی تمام اُن باتوں میں جو فرد و اجتماع سے تعلق رکھتی ھیں ' ایک کامل توحیدی حالت پیدا کردینی چاھتا ھے - جس طرح خدا کی ذات کی طرح اُس کی خلقت اور قوانین خلقت میں بھی ھر چیز پر اور ھر جگہ یگانگی و یک عملی اور وحدت و واحدیۃ کارفرما ھے - ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت - فارجع البصر ' هل تری من فطور ؟ (ملک)

اس بنا پر اسلام نے جس طرح مسلمانوں کی ساری باتیں ایک قرار دی تھیں - اُنکی شریعت ' اُنکا قانون ' اُنکی کتاب ' اُنکا نام ' اُنکی زبان ' اُنکی قومیت ' اُنکا قبلہ ' اُنکا کعبہ ' اُنکا مرکز اجتماع ' مرکز ارض ' اُسی طرح اُنکی حکومت بھی ایک ھی قرار دی تھی - یعنی تمام روے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ھی فرمانرواء و خلیفہ ھو - لیکن جہاں ساری باتوں میں انحراف اور تفرقهٔ و انتشار ھوا ' وھاں یہ بات بھی جاتی رھی - خلفاء راشدین کے بعد صرف بنو امیہ کے ابتدائی عہد تک وحدۃ حکومت نظر آتی ھے - اُسکے بعد کوئی زمانہ ایسا نہ آیا جب تمام عالم اسلامی کی حکومت کسی ایک طاقت میں جمع رھی ھو - مختلف گوشوں میں مختلف دعویدار اُٹھے ' اور جسکا قدم جہاں جم گیا ' خود مختارانہ فرمانروائی کرنے لگا -

با ایں همہ ایک خاص مرکزی اقتدار ھر زمانے میں نمایاں طور پر نظر آتا ھے اور مورخ کی بصیرۃ محسوس کرلیتی ھے کہ اس تفرقهٔ و انتشار کی عام سطح میں ایک مرکزی قوت اُبھری ھوئی ھے - اسلامی حکومتیں ھر

اسلام کا جب ظہور ہوا ، تو دشمنوں کی پہلی جماعت قریش مکہ کی جماعت تھی - اُنکے مٹ جانے کے بعد اس پوری تیرہ صدیوں میں صرف عیسائی قومیں ہی مسلمانوں کی دائمی حریف رہی ہیں - دوسری غیر مسلم قوموں میں سے کوئی قوم ایسی نہ تھی جس میں اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا داعیہ ہو - ایران کی مجوسی قوت کا ابتدا ہی میں خاتمہ ہوگیا تھا - یہودیوں کی کوئی پولیٹکل قوت نہ تھی - ہندوستان کے ہندوؤں اور بدھہ مذہب کے پیرؤں نے ہندوستان سے نکل کر کبھی مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا اور نہ ان میں کوئی داعیانہ قوت تھی - چین کے تاتاری اُٹھے اور بلا شبہہ سب سے بڑی ہلاکت کا باعث ہوے لیکن بالآخر خود اسلام کے محکوم ہوگئے - یعنے ایک صدی کے اندر ہی اندر مسلمان ہوگئے -

پس تمام روے زمین پر بجز مسیحی اقوام کے اور کوئی حملہ آور حریف اسلام کا نہ تھا - نہ ہے - مشرقی عیسائیوں کی قوت ابتدا ہی میں شکست ہوگئی تھی - صرف یورپ کی حکومتیں اور قومیں تھیں جنکو خواہ مسیحیت کے نام سے موسوم کرو خواہ یورپ کے نام سے - یہی آخری چار صدیاں ہیں جن میں بتدریج یورپ کی طاقت ترقی کرتی گئی ، اور اُسکی ترقی کا دوسرا رخ یہ تھا کہ اسلام کی پولیٹکل طاقت کو روز افزوں تنزل ہوا -

تمام کرۂ ارضی کے مسلمانوں میں سے کونسی قوم ہے جس نے اِن چار صدیوں کے اندر یورپ کا مقابلہ کیا ہے ، اور دفاع و جہاد جاری رکھکر اسلام اور مسلمانوں کی اُس کے سب سے بڑے حریف کے مقابلے میں حفاظت کی ہے ؟ سولھویں صدی عیسوی ہی میں یورپ کی اُن تمام طاقتوں نے جو مشرقی ممالک کے دروازوں سے قریب تھیں ، بتدریج قدم بڑھانا شروع کردیا تھا - اگر کوئی طاقتور اور مقاوم روک موجود نہ ہوتی تو ابسے دو صدی پیشتر ہی تمام وسط ایشیا ، شام ، عرب ، اور اسلامی افریقہ یورپ کے استیلاء سے پامال ہوچکا تھا -

پھر وہ کونسی نا قابل تسخیر فوجی قوت تھی جس نے پہلے تو اپنے پے درپے حملوں سے تمام یورپ کو اس طرح پامال کردیا کہ پوری دو صدیوں تک سنبھلنے اور قدم اُٹھانے کی مہلت ہی نہ دی ، اور پھر تمام ایشیا و

عثمانیه کے اعمال خـــلافت کا کیا حال رہا ہے ؟ بحث کا یہ سب سے زیادہ قطعی اور سب سے زیادہ سہل فیصلہ ہوگا -

اسلام نے خلیفہ کے نصب و تقرر کے خاص مقاصد قرار دیے ہیں - پچھلي پانچ صدیوں کے اندر متعدد اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود تھیں اور بعض ابتک موجود ہیں - قوم و جماعت کے اعتبار سے متعدد مسلمان قوموں میں حکومت رہي اور بعض حکمراں قومیں اب بھي باقي ہیں - سوال یہ ہے کہ ان تمام حکمراں جماعتوں میں کونسي حکومت ایسي ہے جسنے شریعت کے ٹھہراے ہوے مقاصد خلافت انجام دیے ؟ اور جو غرض شرعي خلیفہ کے قیام اور بحکم " الذین ان مکنا هم في الارض " الخ تمکین في الارض سےتھي ' وہ اُنکے ہاتھوں پوري ہوئي ؟ جس حکومت اور جس حکمراں قوم نے ایسا کیا ہو ' صرف وہي حکومت اور قوم تمام مسلمانان عالم کي خلافت و امامت کا دعوا کر سکتي ہے -

اس اہم سوال کا فیصلہ چند سطروں میں ہو جا سکتا ہے - " خلافت اسلامیه " کا مقصد شرعي پچھلي صحبتوں میں صاف ہوچکا ہے - سب سے پہلا مقصد اس کا یہ ہے کہ ایک ایسی طاقتور حکومت قائم ہو جو دشمنوں کے حملوں سے اسلامي ممالـک اور مسلمانوں کي حفاظت کرسکے - اسلام و ملت کے دشمنوں کا استیصال و انسداد ہو - کلمۂ حق دنیا میں بلند اور دور دور تـک جاري و نافذ ہو جاے - کلمۂ کفر و فساد کو خسران و ناکامي نصیب ہو - یہي مقصد پہلا مقصد ہے - باقي سب فروع و توابع ہیں -

یہي وجہ ہے کہ تمام کتب عقائد و اصول میں خلافت کي تعریف کرتے ہوے " اقامة الدین باقامة ارکان الاسلام ' و القیام بالجهاد ' و حفظ حدود الاسلام ' و ما یتعلق به من ترتیب الجیوش و الفرض للمقاتلة " کے جملے سب سے پہلے ملتے ہیں - یعني وہ مسلمانوں کي ایسي حکومت ہے جو ارکان اسلام کو قائم رکھے ' جہاد کا سلسلہ و نظام درست کرے ' اسلامي ملکوں کو دشمنوں کے حملوں سے بچاے ' اور ان کاموں کیلیے فوجي قوت کي ترتیب اور لڑائي کا سامان وغیرہ جو کچھہ مطلوب ہو ' اُسکا انتظام کرے - مختصر یہ کہ اسلام کا خلیفہ وہ حکمراں ہوسکتا ہے جو اسلام و ملت کیلیے دفاع و جہاد کي خدمت انجام دیسکے - ساري باتیں ان دو لفظوں میں آگئیں -

اب فیصلہ کرلو کہ گذشتہ چار صدیوں کے اندر کس حکومت اور کس قوم نے دفاع و جہاد کي خدمت انجام دي ہے ؟

مسلمانوں کی جانب سے یہ پورا کام انجام دیتے رہے - انہوں نے تمام مسلمانان عالم کو عیش و راحت کے بستروں پر چھوڑ دیا - خود اپنے لیے خاک و خون کی دائمی زندگی پسند کی - اِن قرون اخیرہ میں اگر ترکوں کی جانفروش و سر باز جماعت تن تنہا اس فرض کو نہ سنبھال لیتی ' تو نہیں معلوم آج جغرافیۂ عالم میں مسلمانوں کی آبادیوں کا کیا حال ہوتا ؟ اور جو مصیبت اسوقت درپیش ھے ' وہ کب کی آچکی اور مسلمانوں پر سے گزر چکی ہوتی ؟ تمام دنیا کے مسلمانوں پر ترکوں کا یہ وہ احسان عظیم ھے کہ اگر اسکے معاوضہ میں مسلمانان عالم اپنا سب کچھہ اُن پر سے قربان کردیں ' جب بھی اُنکے بار احسان سے سبکدوش نہیں ھوسکتے - اگر گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں نے پادشاھتیں کی ھیں تو صرف اُنھی کی بدولت ' اور اگر آج پادشاھتیں کھوکر بھی کچھہ نہ کچھہ عزت کی پونجی اپنے ساتھہ رکھتے ھیں تو صرف اُنھی کی بدولت - مسلمان خواہ دنیا کے کسی حصہ میں بستا ھو ' چین میں ھو یا افریقہ کے بعید گوشوں میں ' لیکن صدیوں سے اُسکی قومی زندگی ' قومی عزت ' قومی عیش و آرام ' اور وہ سب کچھہ جو ایک قوم کیلیے ھے اور ھوسکتا ھے ' صرف ترکوں ھی کے طفیل ھے اور اُنھی کا بخشا ھوا -

یہی وجہ ھے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا فرض ھوا کہ ترکوں کی مدد کریں - لیکن ترکوں کیلیے یہ کچھہ ضروری نہیں کہ وہ ھندوستان یا افریقہ میں بانٹنے کیلیے روپیہ بھیجتے رھیں - وہ چار صدیوں سے وہ کام انجام دے رھے ھیں جسکے تصور سے بھی ھم مسلمانان ھند کے دل کانپ اُٹھتے اور جسکے وھم ھی سے ھم پر موت طاری ھوجاتی ھے - یعنے اپنی جانیں اسلام کی حفاظت کی راہ میں قربان کررھے ھیں - اس سے بڑھکر اور کونسا کام ھے جو اسلام اور مسلمانوں کیلیے کیا جاسکتا ھے ؟ اور اسکے بعد کیا رھگیا جسکی طلب اور سوال ھو ؟ بہت ممکن ھے کہ کسی دوسرے حصے کے مسلمانوں نے ترکوں سے زیادہ نمازیں پڑھی ھوں ' لیکن نماز کے قیام کی راہ میں اُنسے زیادہ اپنا خون کسی نے نہیں بہایا - بہت ممکن ھے کہ عرب اور ھندوستان کے مسلمانوں کی زبانوں نے انسے زیادہ قرآن کی تلاوت کی ھو ' لیکن قرآن کی حفاظت کی راہ میں چار سو برس سے زخم صرف اُنھی کے سینے کھا رھے ھیں - اگر اللہ کی شریعت حق ھے ' اگر قرآن و سنت کا فیصلہ باطل نہیں ' تو ھمیں یقین کرنا چاھیے کہ دوسرے ملکوں کے ھزاروں عابد و زاھد

بلاد اسلامی کے عین دروازہ پر مغربی مدافعت کی ایک آهنی دیوار قائم کردی ' اور اس طرح حکم جہاد کے دونوں فرض بہ یک وقت تن تنہا انجام دیے - هجوم بھی - اور دفاع بھی ؟

کیا هندوستان کی سلطنت مغلیہ نے جس نے اپنی پوری تاریخ میں ایک بار بھی هندوستان سے قدم باهر نہ نکالا ؟ اور جسکی تلوار پانچ صدیوں کے اندر ایک مرتبہ بھی کسی حریف ملت کے خون سے رنگین نہ هوئی ؟ عین اکبر اعظم کے زمانے میں هندوستان کے حاجیوں کو پرتگالیوں اور ڈچوں کے جرگے ساحل هند کے سامنے لوت رهے تھے اور وہ اُنکے انسداد سے عاجز تھا !

کیا ایران کے سلاطین نے ' جنکے عقبی حملوں نے همیشہ سلاطین عثمانیہ کو مجبور کیا کہ یورپ کا فتح مندانہ اقدام ترک کرکے ایشیاء کی طرف متوجہ هوجائیں - جسکی وجہ سے یکایک یورپ کو ترکی تلواروں سے مہلت ملگئی اور تمام وسط یورپ فتح هوتے هوتے رهگیا ؟

کیا یمن کے خود مختار قبائل اور عرب آئمہ نے ' جنکو اسلام کے اس سب سے بڑے حریف کا شاید حال بھی معلوم نہ تھا ؟

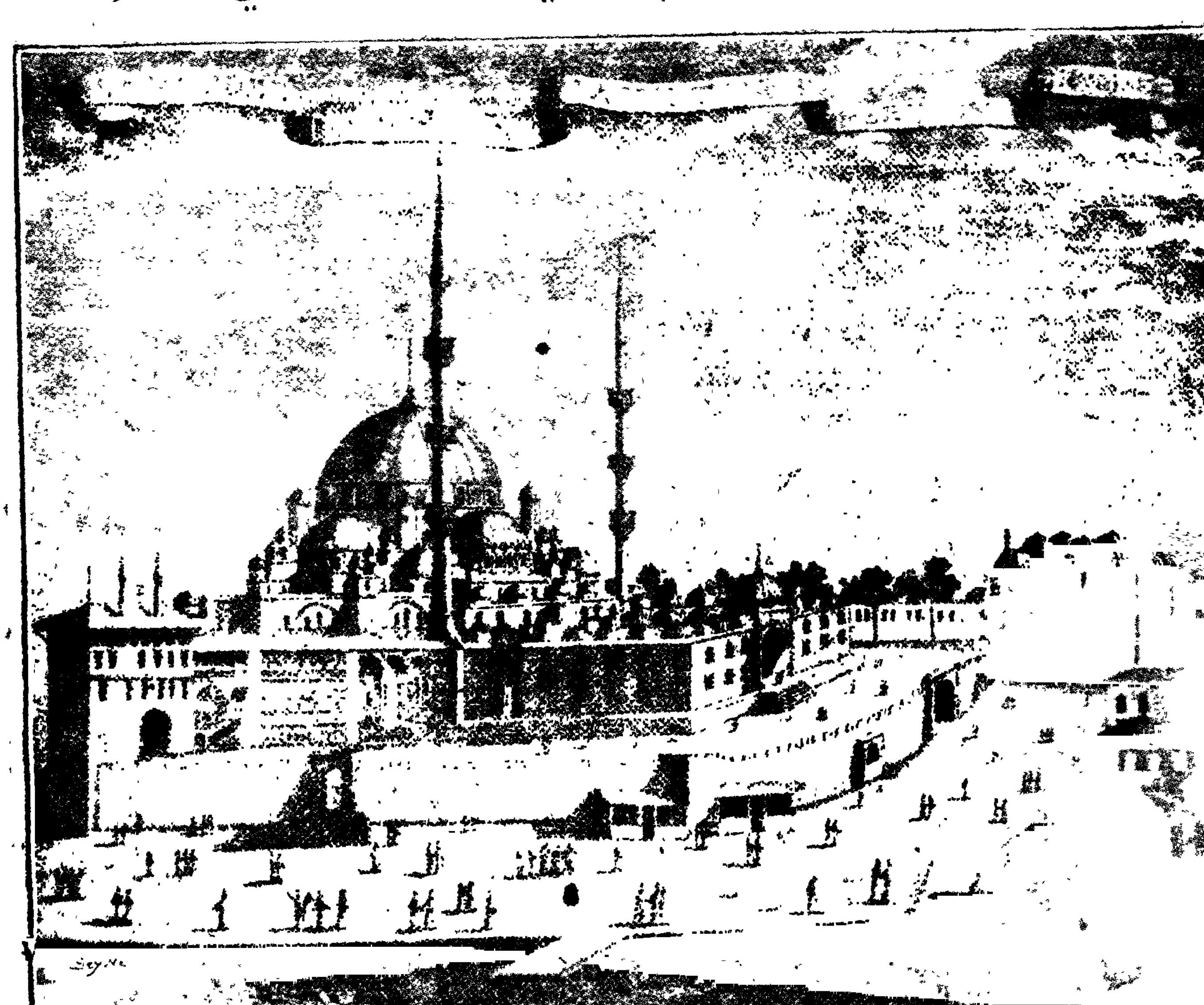
هر انسان جو دور اور دور کو صرف چار هي کہنا چاهتا هو ' اسکا اقرار کریگا کہ بجز سلاطین عثمانیہ اور ترکوں کے مسلمانوں کی کوئی حکومت اور قوم نہیں هے جس نے قرون اخیرہ میں حفظ اسلام و ملت کی یہ خدمت انجام دی هو - اور جو فرض تمام مسلمانان عالم کے ذمے عائد هوتا تھا ' اُسکو سب کی طرف سے تن تنہا اُتھا لیا هو ؟

حقیقت یہ هے کہ ترکوں کا یہ وہ عظیـــم الشان کارنامہ هے جسکی نظیر قرون اولی کے بعد مسلمانوں کی کسی حکمراں قوم کی تاریخ پیش نہیں کرسکتی - صرف صلاح الدین ایوبی کی دعوۃ اس سے مستثنی هے جس نے تمام یورپ کے متحدہ مسیحی جہاد کو شکست دی - تاهم وہ بھی ایک محدود زمانے کا دفاع تھا - مسلسل تین چار صدیوں تـک صرف ترکوں هي کی اسلامی مدافعت قائم رهي هے - ان پوری چار صدیوں میں تمام روے زمین کے مسلمان اپنے سب سے بڑے قومی فرض سے غافل رهے - کسی قوم نے ایک زخم بھی اس مقدس راہ میں نہیں کھایا - کسی پادشاہ نے ایک قدم بھی اسکے لیے نہیں اُتھایا - صرف تن تنہا ترک هي دنیا بھر کے

سے اپنا خون بہا رہے هیں ' انہوں نے اسکے لیے کیا کیا ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ کبھی کبھار چند لاکھہ سکے ترک زخمیوں کی مرهم پٹی کیلیے بھیجدیے جو ایک ترک بیوہ کی مصیبت اور ایک ترک یتیم کے آنسوؤں کی قیمت بھی نہیں ہوسکتے ؟ کیا ایسے لوگوں کو جو اپنی راتیں فارغ البالی کے بستروں پر اور دن آرام و بےفکری کی چھتوں کے نیچے بسر کرتے ہوں' یہ حق پہنچتا ہے کہ اُن لوگوں پر زبان طعن کھولیں جو چار سو برس سے اپنی لاشیں خاک و خون میں تڑپا رہے هیں ؟

بہر حال منصب خلافت کا پہلا مقصد قیام دفاع و جہاد ہے - وہ پچھلی چار صدیوں میں بجز ترکوں کے اور کسی اسلامی حکومت نے انجام نہیں دیا - پس اگر اور دلائل و شواهد نہ ہوتے ' جب بھی صرف یہی ایک بات سلاطین عثمانیہ کی خلافت و امامت کیلیے کفایت کرتی تھی -

اور پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ تمام مبحث اس سوال سے تعلق رکھتا تھا کہ گذشتہ صدیوں میں متعدد اسلامی حکومتوں کے رہتے ہوے سلاطین عثمانیہ ھی کیوں خلافت عظمی کے حقدار تسلیم کیے گیے ؟ لیکن موجودہ زمانے میں جبکہ تمام اسلامی حکومتیں مٹ چکی هیں ' مسلمانان عالم کیلیے بجز سلطان عثمانی کے کسی دوسری خلافت کا وجود ھی نہیں رہا -



ایڈریا نوپل کی جامع سلیم کا بیرونی منظر !

مسلمانوں سے جنکے دلوں میں کبھي جہاد في سبیل اللہ کا خطرہ بھي نہیں گذرتا ' ترکوں کا ایک گناهگار و معصیت آلود فرد بھي اللہ کے آگے کہیں زیادہ فضلیت و محبوبیت رکھتا ھے - ھماري مدة العمر کي عبادتیں بھي اُنکے سینے کے ایک خونچکاں زخم اور اس سے بہنے والے ایک قطرۂ خون کي عظمت نہیں پاسکتیں - حدیث ھے کہ " حرس لیلة في سبیل اللہ افضل من الف لیلة یقـــام لیلها و یصام نهارها " (۱) جہاد في سبیل اللہ کي ایک رات ھزار دنوں کے روزوں اور ھزار راتوں کي عبادت سے بھي افضل ھے ! حضرت عبد اللہ بن مبارک نے حضرة فضیل بن عیـــاض کو ایک مرتبہ یہ اشعار لکھکر بھیجے تھے :

یا عـابد الحـــرمین لو ابصرتنـــا * لعلمت انک في العبادة تلعب !
من کان یخضب خده بـدموعـه * فنحـــورنا بدمـائنـــا تتخضب !
ریح العبیر لکـــم ' و نحن عبیـــرنا * رهج السنابک والغبار الا طیب (۲)

جو مسلمان یورپ کے مسیحي و سیاسي اثر سے مختل ھوکر ترکوں پر اعتراض کیا کرتے ھیں ' اُنکو چاھیے کہ پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں کہ صدیوں سے اُنکي منافقانہ غفلت و اعراض کا کیا حال رھا ھے ؟ علی الخصوص ھندوستان کے مسلمانوں کو (جو تعداد میں ھر جگہ کے مسلمانوں سے زیادہ ھیں) غور کرنا چاھیے کہ جس اولین فرض دیني کیلیے ترک چار سو برس

---

(۱) اخرجہ الامام احمد عن مصعب بن زبیر -

(۲) حافظ ابن عساکر نے امام موصوف کے ترجمہ میں یہ اشعار نقل کیے ھیں - امام موصوف ایک سال درس حدیث دیتے ' ایک سال تجارت کرتے ' ایک سال جہاد میں شرکت فرماتے - حضرة فضیل اُس عہد کے مشہـــور عباد و زھاد میں سے ھیں - حاصل ان اشعار کا یہ ھے " اے حرمین کے گوشہ نشین عابد ! اگر تو نے ھمارا حال دیکھا ھوتا تو معلوم کر لیتا کہ جس زھد و عبادت میں مشغول رھتا ھے وہ تو ایک طرح کا کھیل ھے - جو شخص اپنے رخسار آنسوؤں سے (عبادت میں) تر کرتا ھے ' اُسے معلوم ھونا چاھیے کہ ھماري عبادت وہ ھے جسمیں رخسار آنسوؤں سے نہیں بلکہ گردنیں خون سے رنگین ھوا کرتي ھیں " ! حضرة فضیل نے جب یہ اشعار پڑھے تو اُنکي آنکھیں اشکبـــار ھوگئیں اور فرمایا " صدق ابو عبد الرحمن " عبد اللہ بن مبارک نے سچ کہا !

ھے کیونکہ اُن پر ظلم ھورھا ھے ' اور اللہ مظلوموں کی مدد پر قادر ھے - یہ وہ لوگ ھیں کہ بلا کسي حق کے اپنی آبادیوں سے نکال دیے گئے - انکا کوئي قصور نہ تھا - صرف یہ کہ اپنے پروردگار کے ماننے والے ھیں - (۱)

لیکن بعض مفسرین نے سورۂ بقرہ کی حسب ذیل آیت کو اذن قتال کا پہلا حکم قرار دیا ھے :

و قاتلوا في سبیل اللہ الـذین یقاتلـــونکم ' و لا تعتـدوا - ان اللـہ لا یحب المعتـــدین - و اقتـــلوھم حیـــث ثقفتموھم ' و أخرجـوھم من حیث أخرجـوکم - والفتنة اشد من القتل - (۲ : ۱۸۷)	اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو مسلمانوں سے لڑائي لڑ رھے ھیں - مگر زیادتی نہ کرو - اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا - اور ایسا کرو کہ جہاں کہیں بھی وہ جمے ھوے ملیں ' قتل کردو - اور جہاں کہیں سے انہوں نے مسلمانوں کو نکالا ھے ' تم بھي نکال باھر کرو - ایسا کرنا اگرچہ خونـریزي ھے ' مگر خونریزی کی برائي سے بھي بڑھکر ظلم و فساد کی برائی ھے -

امام ابن جریر نے ابو العالیہ کا قول نقل کیا ھے کہ جنگ کی نسبت یہي پہلي آیت ھے جو نازل ھوئي " أنہا اول آیت نزلت في القتال بالمدینہ فلما نزلت کان رسول اللہ صلعم یقاتل من قاتلہ و یکف عمن کف عنہ ' حتی نزلت سورۃ براۃ " پس اذن قتال کی پہلي آیت یا سورۂ حج کی ھے یا بقرہ کی -

ان دونوں آیتوں اور انکي ھم مطلب آیات میں قران حکیم نے حکم قتال کے اُس حصہ کو صاف صاف مسلمانوں پر فرض کردیا ھے جسکا مقصد دفاع (ڈیفنس) ھے (۲) - یعنی جب کبھي غیر مسلموں کي کوئي جماعت

---

(۱) روي الحاکم من حدیث الاعمش عن ابن عباس - قال : لما خرج رسول اللہ صلعم من مکہ قال ابو بکر " اخرجوا نبیہم - انا للہ و انا الیہ راجعون - لیھلکن " فانزل اللہ اذن للذین یقاتلون الخ و ھي اول آیۃ نزلت فی القتال - اسنادہ علی شرط الصحیحین -

(۲) یعنی حکم جہاد کي مختلف قسموں اور صورتوں میں سے ایک قسم قتال ھے - پھر قتال کي بھي دو قسمیں ھیں - دفاع اور ھجوم - ان آیات میں دفاع کا حکم ھے - ھجوم کا حکم دوسري آیتوں میں ھے اور اسکے مواقع و بواعث اور شرائط دوسرے ھیں -

باب

(فريضهٔ عظيمهٔ دفاع)

فصل

(حقيقت حكم دفاع)

اسلام كے شرعي واجبات و فرائض ميں ايك نهايت اهم اور اكثر حالتوں ميں ايمان و كفر تك كا فيصله كرديني والا فرض " دفاع " هے -

تشريح اسكي يه هے كه جب كبهي كسي مسلمان حكومت يا كسي مسلمان آبادي پر كوئي غير مسلم گروه حمله كرے ' تو يكے بعد ديگرے تمام دنيا كے مسلمانوں پر شرعاً فرض هوجاتا هے كه دفاع (ڈيفنس - Difence) كيليے اُٹهه كهڑے هوں' اس حكومت اور آبادي كو غير مسلم قبضه سے لڑكر بچائيں ' اگر فوري قبضه هوگيا هے تو اس سے نجات دلائيں ' اور اس كام كيليے اپني ساري قوتين اور هر طرح كي ممكن كوششيں وقف كرديں - اس بارے ميں قرآن و حديث كے احكام اس كثرت سے موجود هيں ' اور اسلامي فرائض ميں يه اسدرجه مشهور فرض هے ' كه شايد هي دنيا ميں كوئي مسلمان اس سے ناواقف نكلے - يهي باهمي مددگاري و ياوري اور دفاع اعداء كا قانون هے جس پر اسلام نے شريعت و امت كي حفاظت كي ساري بنياديں استوار كي هيں - لڑائي لڑنے كي نسبت سب سے پهلي آية جو نازل هوئی وه سورهٔ حج ميں هے :

ان الله يدافع عن الذين آمنوا ' ان الله لا يحب كل خوان كفور ' أذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ' و ان الله على نصرهم لقدير ' الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله - (۲۲ : ۴۲)

الله تعالى مومنوں پر سے اُنكے دشمنوں كو هٹاتا رهتا هے - وه اُن لوگوں كا ساتهي نهين جو اُسكي بخشي هوئي طاقت كے امانت دار نهيں هيں ' اور شكر گزاری كي جگهه كفران نعمت ميں سرشار هيں - جن مسلمانوں سے كافر لڑ رهے هيں ' اب اُن مسلمانوں كو بهي كافروں سے لڑنے كی اجازت دي جاتي

ولكم في القصاص حياة يا اولى الالباب - (۲ : ۱۷۹)

تمھارے لیے قصاص کي موت میں امن کي زندگي پوشیدہ ھے !

لہذا حکم دیا کہ جب تک دنیا جنگ اور بواعث جنگ سے باز نہ آجاے ' جنگ کرتے رھو - کبھي اس سے نہ تھکو - یہانتک کہ دنیا میں جنگ کا نام و نشان ھي باقي نہ رھے " تضع الحرب اوزارھا " جنگ اپنے ھتیار ڈالدے - یعنی جنگ بالکل موقوف ھوجاے - فساد و بطلان کي وہ قوتیں ھي باقي نہ رھیں جو خدا کي زمین کو ھمیشہ انساني خون سے رنگتي رھتي ھیں - قرآن کا دعوا ھے کہ عالمگیر امن کا یہ وقت دنیا پر ضرور آئیگا - مگر اُسي وقت آئیگا جب تمام دنیا اسلام کي دعوت امن و اخوت کے آگے جھک جائیگي : ھو الذي ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ' ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون (۹ : ۶۱)

فصل

(فضائل دفاع)

اسلامي احکام میں یہ حکم " دفاع " جو اھمیت رکھتا ھے ' وہ عقائد ضروریہ کے بعد کسي حکم ' کسي فرض ' کسي رکن ' کسي عبادت کو حاصل نہیں - قرآن و حدیث میں بار بار یہ بات بتلائي گئی ھے کہ قومي زندگي اسي عمل کے بقاء پر موقوف ھے - جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ باقي رھیگا اور اس کام کي راہ میں ھر فرد اپني زندگي اور اپنا مال قربان کردینے کیلیے طیار رھیگا ' اُسوقت تک دنیا کي کوئي قوم اُنپر غالب نہ آسکیگي - جسدن یہ جذبہ مردہ ھوجائیگا - اُسي دن سے مسلمانوں کي قومي موت بھي شروع ھوجائیگی - چنانچہ قرآن نے مثال میں یہودیوں کي تاریخ پیش کي ھے - جب تک یہودیوں میں اعتقاداً و عملاً یہ جذبہ باقي رہا ' حکومت و عزت اُنھي کیلیے تھي - جب چند گھڑیوں کے عیش و راحت کا عشق قومي زندگي و عزت کے دائمي عیش کي طلب پر غالب آگیا ' اور اس چیز کو چھوڑ بیٹھے ' تو ذلت و محکومي کا داغ ھر یہودي کي پیشاني پر لگ گیا ' اور ھمیشہ کیلیے خوار و ذلیل ھوکر رھگئے : ضربت عليهم الذلة والمسكنة و باؤا بغضب من الله !

مسلمانوں کي کسي حکومت یا آبادي پر حملہ کرے ' یا اُس پر خود قابض ہو جانا چاھے ' تو مسلمانوں کو چاھیے کہ وہ اپنے بھائیوں کي مدد کیلیے اُٹھہ کھڑے ھوں - جس طرح حملہ آوروں نے حملہ کیا ھے ' یہ بھي کریں - قتل و جنگ کي جو جو چال وہ چلے ھیں ' یہ بھي چلیں - البتہ یہ جائز نہیں کہ اس بارے میں رحم و عدل کے جو حدود شریعت نے باندھدیے ھیں (مثلاً ضعیفوں ' بوڑھوں ' نہتوں ' عورتوں ' راھبوں ' مذھبي عبادتگاھوں وغیرہ سے تعرض نہ کرنا) اُنسے قدم باھر نکالیں - پھر اُس حکم کي علت بھي بتلادي کہ الفتنة اشد من القتل - بلاشبہ یہ جنگ قتل ھے اور انساني قتل بہت بڑي برائي ھے ' لیکن اس برائي سے بھي بڑھکر برائي یہ ھے کہ لوگ اپني آبادیوں اور حکومتوں پر قانع نہیں رھتے - دوسروں کے حقوق آزادي و حکومت چھیننا چاھتے ھیں - توحید کي جگہ کفر و شرک کے ماتحت مسلمانوں کو لانا چاھتے ھیں ' قوموں کا قدرتي حق حریت پامال کر رھے ھیں - اگر اسکے دفع کا انتظام نہ کیا جاے ' تو پھر دنیا میں کوئي قوم زندہ و باقي نہیں رھسکتي - پس بڑي برائي کے دور کرنے کیلیے چھوٹي برائي اختیار کر لیني چاھیے - یہ خود نیچر کا عالمگیر قانون اور کارخانۂ حیات کا دائمي عمل ھے - اگر ایسا نہ ھوتا تو خدا کبھي جنگ کا حکم نہ دیتا -

سورۂ محمد (ص) میں قرآن نے حکم قتال اور جواز جنگ کي اصلی علت بھي بتلادي ھے :

حتی تضع الحرب اوزارھا - (۴۷ : ۶) لڑتے رھو ' یہانتک کہ لڑائي موقوف ھو جاے -

یعنی اسلام کا اصلي مقصد یہ ھے کہ دنیا میں عالمگیر صلح و امن قائم ھو جاے - ساری دنیا ایک قوم' اور تمام نوع انساني ایک گھرانے کي طرح زندگي بسر کریں - لیکن جب تک جنگ کرنے والی ظالم و حریص قوتیں باقي ھیں ' یہ مقصد حاصل نہیں ھوسکتا - پس پہلے مفسد و جابر قوتوں کا مقابلہ کرنا اور اُنکو فنا کردینا ضروری ھوا - مضبوط اور مستقل امن اُسي وقت قائم ھوگا ' جب پہلے امن کي خاطر اچھی طرح جنگ کرلی جاے :

حتی اذا اثخنتموھم (۴۷ : ۵) یہانتک لڑو کہ جنگ آزما دشمن چور چور ھو جائیں -

قاتلوں کا جب تک خون نہ بہایا جائیگا ' مقتولوں کا خون بہنا بند نہ ھوگا :

ہے - یہی اساس شرع ہے - یہي ملاک اسلام ہے - یہي ایمان و نفاق کي اصلی کسوٹی ہے - یہی مومن کو منافق سے الگ کردینے کیلیے اصلی پہچان ہے - نماز اسی سے ہے - روزہ اسی ہے - حج اسی سے ہے - زکواۃ کا سب سے پہلا اور افضل مصرف یہی ہے - سب اسکے لیے ملتوي ہو جاسکتے ہیں - اسکو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جا سکتا - نماز دین کا ستون ہے اور روزہ برائیوں سے بچنے کی ڈھال ' لیکن یہ دین کی بنیاد ہے اور برائیوں کو معدوم کردینے والی تلوار - پس اسکی فضیلت کو نہ نماز پہنچ سکتی ہے نہ روزہ - نہ اس سے بڑھکر کوئی دوسرا عمل ہے جو اللہ کی نظروں میں محبوب ہو اور کرنے والے کو اسکی دائمي محبوبیت سے سرفـــراز کردے - ہزاروں نمازیں اور ہزاروں روزے بھي اُس ایک قطرۂ خون کي فضیلت و تقدیس نہیں پا سکتے جو اس راہ میں بہایا گیا ' اور عمر بھر کي صدقات و خیرات بھی اُس ایک درہم کے اجر کا مقابلہ نہیں کرسکتیں جو اس راہ میں خرچ کیا گیا - حتیٰ کہ یہي عمل اسلام و ایمان کي اصلی پہچان قرار پایا - جس مسلمان کا دل اس کے ولولۂ و طلب سے خالي ہوا ' وہ ایمان و اسلام کي روشني سے محروم ہوگیا - نفاق کي ظلمت اُسپر چھا گئی - صحیح مسلم میں ہے :

مـــن مـات و لـم یغـــزو لم یحـــدث نفسہ بہ ' مات علی شعبـــۃ مـــن النفاق - (عن ابي ہریرہ)

جو مسلمان اس حالت میں دنیا سے گیا کہ نہ تو کبھي اللہ کي راہ میں لڑائي لڑی ' اور نہ اُسکے دل میں اس بات کي طلب رہي ' اُسکي موت ایسی حالت میں ہوئی جو نفاق کي شاخوں میں سے ایک شاخ ہے -

قرطبي نے اسکی شرح میں کہا " فیہ دلیل علی وجوب العزم " اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جہاد کا عزم اور ارادہ ہر مسلمان پر واجب ہے - اسکے عزم اور طلب سے بھي اگر دل خالی ہو گیا تو وہ مومن نہیں ہے ' منافق ہے - اگر ہندوستان کے مسلمان چاہیں تو اس فرمان رسول کو سامنے رکھکر اپنے ایمان و نفاق کا فیصلہ کر لے سکتے ہیں !

ترمذي میں ہے - ایک مرتبہ صحابہ کي ایک جماعت میں اس بات کا چرچا ہوا " ای الاعمال احب الي اللہ " ؟ ساري نیکیوں اور عبادتوں میں

الـم تر الی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسی ؟ اذ قالوا لنبي لهم " ابعث لنا ملکا نقـاتل فی سبیل الله " قال " هل عسیتم ان کتب علیکم القتال ان لا تقاتلـــوا " قالوا " وما لنا ان لا نقاتل في سبیل الله وقـد أخرجنـــا من دیارنا وابنائنا ؟ " فلما کتب علیهم القتال ، تولوا الا قلیلاً منهم ، والله علیـــم بالظـالمین - (۲ : ۲۴۲)

کیا بني اسرائیـــل کا حال نہیں دیکھتے کہ موسی کے بعد کیا ہوا ؟ پہلے تو خودھي اپنے عہد کے نبی سے درخواست کی " کسی کو ہم پر پادشاہ بنادو کہ اُسکے ماتحت الله کی راہ میں لڑیں " نبي نے کہا " اگرچہ تم ایسا کہتے ہو لیکن امید نہیں کہ وقت پر پورے اُترو - اگر تم کو لڑائی کا حکم دیا گیا تو بـزدلي دکھـلا کے نافرمانی کرجاؤگے " ان لوگوں نے جواب دیا " نہیں ایسا نہیں ہوسکتا - ہمکو کیا ہوگیا ہے کہ حق کي راہ میں ظالموں سے جنـگ نہ کریں ؟ حالانکہ انہوں نے ہم کو اور ہماري اولاد کو ہمارے شہروں سے نکال دیا ہے " لیکن دیکھو ، جب لڑائي کا حکم دیا گیا تو بجز چند حق پرستوں کے سب اپنے قول و قرار سے پھر گئے - وقت پر اُنکا دعوا سچا ثابت نہ ہوا -

سنن ابو داؤد میں ہے " اذا ضن الناس بالدینار والدرهم و تبایعوا بالعین واتبعوا اذناب بقر ، و ترکوا الجهـــاد في سبیل الله ، انزل الله بهم بلاء ، فلم یرفعه حتی یراجعوا " یعنی جب کوئي جماعت جہاد فی سبیل الله ترک کردیتي ہے تو اسپر بلائیں نازل ہوتي ہیں جو کبھي دور نہیں ہوسکتیں - الا یہ کہ وہ اس معصیت سے باز آئیں -

چونکہ شریعت و ملت کے قیام کي اصلي بنیاد یہي چیز تھي ، اسلیے ہر حیثیت اور ہر اعتبار سے اس پر زور دیا گیا ، اور سارے عملوں اور نیکیوں سے جو ایک مسلمان دنیا میں کرسکتا ہے ، اس عمل کا مرتبۂ و اجر افضل و اعلی ٹھہرایا - جس عمل میں جسقدر زیادہ ایثار و قرباني ہوگي ، اُتنا ہي زیادہ اُسکا اجر و ثواب بھي ہوگا - ظاہر ہے کہ اس عمل سے بڑھکر اور کس عمل میں مال و جان کا ایثار ہوسکتا ہے ؟

کوئي خاص وقت اور عہد اسکے لیے مخصوص نہیں - ہر حال اور ہر زمانے میں ایک مسلم و مومن زندگي کے ایمان و صداقت کي بنیاد یہي چیز اور اسي کا سچا عشق و ولولہ ہے - یہي سنام دین ہے - یہي عماد ملت

کي ایک صبح یا شام تمام دنیا اور اُسکي نعمتوں سے بہتر ھے اور اُن ساري چیزوں سے افضل ھے جن پر سورج نکلتا اور ڈوبتا ھے !

بخاري میں دو حدیثیں ھیں " ما من عبد یموت له عند الله خیر یسره أن یرجع الي الدنیا و أن له الدنیا و ما فیها ' الا الشهید - لما یری من فضل الشهـــادة فانه یسره أن یرجع الي الدنیا فیقتل مرة أخری " اور روایت انس " ما احد یدخل الجنة یحب أن یرجع الي الدنیا و له ما علي الارض من شيء ' الا الشهید ' یتمني أن یرجع الي الدنیا فیقتل عشر مرات لما یري من الکرامة " حاصل دونوں کا یه ھے که مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں آنے کي کسي کو آرزو نہیں ھوسکتي مگر اُس کو جو الله کي راہ میں شہید ھوا - جب وہ شہادت کا اجر و ثواب دیکھتا ھے تو تمنا کرتا ھے - کاش پھر دنیا میں جاسکوں اور دس مرتبه اِسي طرح الله کي راہ میں مارا جاؤں - اور ھر مرتبه شہادت کي عزت و کرامت حاصل کروں !

حد ھوگئي که جن لوگوں نے جنـگ بدر میں جاں نثاریاں کي تھیں ' اگر کبھي انسے کوئي لغزش ھوئي اور معصیت میں مبتلا ھوگئے ' تو آپ نے سزا دینے سے انکار کردیا اور فرمایا " لعل الله اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم " یه وہ جاں نثار حق ھیں جنھوں نے جنـگ بدر میں شرکت کي ھے - عجب نہیں که اس ایک عمل کے صله میں الله نے انکي ساري پچھلي اور آئندہ خطائیں بخشدي ھوں اور کہدیا ھو که جو جي میں آے کرو !

طبراني نے عمـــران بن حصین سے روایت کي ھے که جب شام کے رومیوں کي طیاریوں کي خبر پہنچي تو مدینه میں مسلمانوں کي حالت نہایت نازک اور کمزور تھي - کسي طرح کا سازوسامان میسر نه تھا - حضرة عثمـــان نے یه حال دیکھا تو اپنا پورا تجارتي قافله آنحضرة کیخدمت میں پیش کردیا جو شام جانے کیلیے طیار ھوا تھا - اسمیں دو سو اونٹ مال و اسبـــاب سے لدے ھوے تھے ' اور دو سو اوقیه سونا تھا - آنحضرة نے فرمایا " لا یضر عثمان ما عمل بعدها " آج کے دن کے بعد سے عثمان خواہ کچھه ھي کرے لیکن کوئي عمل اسکو نقصـــان نہیں پہنچا سکتا - (اخرجه الترمذي و الحاکم ایضاً من حدیث عبد الرحمن بن حباب نحوہ)

سبحان الله اس عمل عظیـــم کي برکت و بخشش ! اس حدیث سے معلوم ھوا که عمل دفاع کیلیے اپنا مال و متاع قربان کرنا خدا ورسول کي

سب سے زیادہ کونسا عمل الله کے نزدیک محبوب و مقبول ھے ؟ اسپر سورۃ صف نازل ہوئی (۱)

ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیـــله صفـــا کانهـــم بنیـــان مرصوص ! الله تعالی تو اُن لوگوں کو محبوب رکھتا ھے جو اُسکی راہ میں صف باندھکر اس استقامت اور جماؤ سے لڑتے ھیں، گویا ایک دیوار ھے جو تلواروں کے سامنے کھڑی کردی گئی ھے، اور دیوار بھی کیسی ؟ ایسی جسکی ھر اینٹ دوسری اینٹ سے سیسہ ڈالکر جوڑ دی گئی ھو !

پھر اسی سورۃ میں آگے چلکر فرمایا - یہی وہ عمل ھے جسکے کرنے کے بعد تمام گناہ بخشدیے جاتے ھیں - کوئی خطا، کوئی معصیت، کوئی برائی باقی نہیں رھتی - ابدی نجـــات کا دروازہ ھمیشہ کیلیے کھل جاتا ھے :

یا ایها الذین آمنوا ! هل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ؟ تؤمنون با لله و رسوله، و تجاهدون فی سبیل الله باموالکم و انفسکم، ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون - یغفر لکم ذنوبکم، و یدخلکم جنات تجری من تحتها الانهار، و مساکن طیبة فی جنات عدن - ذلک الفوز العظیم !

بخاری و مسلم میں حضرۃ ابو ھریرہ سے مروی ھے - آنحضرۃ سے سوال کیا گیا - " ای العمل افضل" ؟ کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ھے ؟ فرمایا " ایمان با للـــه و رسوله " اللـــه اور اسکے رسول پر ایمان لانا - پوچھا " ثم ما ذا " ؟ اس کے بعد ؟ - فرمایا " الجهاد فی سبیل الله " - الله کی راہ میں جہاد !

بخاری میں ابوسعید خدری سے ھے " قیل ای الناس افضل ؟ فقال مومن یجاهد فی سبیل الله بنفسه و ماله " آپ سے پوچھا گیا - سب سے زیادہ افضل آدمی کون ھے ؟ فرمایا وہ مومن جو الله کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتا ھے -

اور فرمایا " لغدوۃ فی سبیل الله أو روحة خیر من الدنیا و ما فیها " اور " خیر مما تطلع علیه الشمس و تغرب " (بخاری) جہاد فی سبیل الله

---

(۱) و اخرجه ایضا امام احمد عن عبد الله بن سلام، و ابن ابی حاتم و ابن حبان، و الحاکم و قال صحیح علی شرط الصحیحین، و البیهقی فی شعب الایمان و السنن، و الطبری فی التفسیر -

بخاري و مسلم میں ھے - تین مرتبہ آپ سے پوچھا گیا - " ما یعدل الجهاد في سبیل الله ؟" کونسا کام ھے جو جہاد کے برابر درجۂ و فضیلت رکھتا ھو؟ تینوں مرتبہ فرمایا " لا تستطیعونه " تم اسکي طاقت نہیں رکھتے - یعني کوئی عمل ایسا نہیں ھے جو جہاد کے برابر درجہ رکھتا ھو اور تم کرسکو- پھر فرمایا " مثل المجاھد کمثل الصائم القائم القانت بایات الله لا یفتر عن صلاته و لا صیامه حتی یرجع"

اور فرمایا " من اغبرت قد ماہ في سبیل الله ساعة من نہار، فھما حرام علی النار" (رواہ احمد) جس کے پاؤں الله کي راہ میں ایک گھنٹہ کیلیے بھي گرد آلود ھوے ، دوزخ کي آگ اُن قدموں پر حــرام ھے -

امام بخاري نے اسي حدیث کو یوں روایت کیا ھے " ما اغبرت (و في روایة المستملي" اغبرتا " با التثنیه) قدما عبد في سبیل الله فتمسه النار" ایسا نہیں ھو سکتا کہ جس بندے کے پانوں جہــاد کي راہ میں غبار آلود ھوے ھوں ، اُن کو جھنم کي آگ بھي چھو سکے - حافظ عسقلاني اس کي شرح میں لکھتے ھیں - اس حدیث سے جہاد في سبیل الله کي عظمت و فضیلت کا اندازہ کیا جا سکتا ھے - جب صرف غبار راہ سے قدموں کا آلودہ ھونا اتنا بڑا اجر رکھتا ھے کہ جھنم کي آگ اُن پر حرام ھوجاتي ھے ، تو جو خوش نصیب جہاد و دفاع میں کمال سعي و تدبیر کرے اور اپني جان اور مال کو اس کے لیے وقف کردے ، اس کے اجر و ثواب کا کیا حال ھوگا ؟ اور کون ھے جو اس کا اندازہ لگا سکتا ھے ؟ و الله یضاعف لمن یشاء -

اور فرمایا " ما من میت یموت الا ختم عمله ، الا من مات مرابطا في سبیل الله ، فانه ینمو له عمله الی یوم القیامة و امن من فتنة القبر" (رواہ اصحاب السنن) کوئي ایسي موت نہیں جسکے ساتھہ اعمال کا سلسلہ بھي ختم نہ ھو جاتا ھو ، الا وہ شخص کہ جہاد کي راہ میں دشمن کے حملے کا انتظار کرتا ھوا دنیا سے گیا - سو اُسکا عمل ایسا ھے جو مرنے کے بعد بھي قیامت تــک بڑھتا رھیگا -

یعنی عمل جہاد بھي حسنات جاریہ میں سے ھے - حسنات جاریہ بموجب نص حدیث مسلم تین ھیں - اولاد صالح، علم نافع، اوقاف و تعمیرات خیریہ - مثلاً مساجد و مدارس وغیرہ جو بعد کو باقي رھیں - اس حدیث اور اسکی ھم معني احادیث سے معلوم ھوا کہ جہاد کا ھر کام بھي اسي قسم میں داخل

نظروں میں ایسا محبوب و محترم کام ہے ' جسکے بعد کوئي برائي بھي صاحب عمل کو نقصان نہیں پہنچا سکتي - کسي عمل کسي طاعت ' کسي عبادت کو بھي یہ فضیلت نصیب نہ ہوئي !

ترمذي میں ہے " من رابط لیلة في سبیل اللہ ' کانت لہ کالف لیلة صیامها و قیامها " جس مسلمان نے ایک رات بھي جہاد کرتے ہوے دشمن کے انتظار میں کاٹي ' اسکے لیے ایسا اجر ہے ' گویا ہزار دنوں کا روزہ اور ہزار راتوں کی عبادت !

اور فرمایا " مقام احدکم في سبیل اللہ خیر من عبادة احد کم فی اهلہ ستین سنة " (ترمذي) ساٹھہ برس تک اپنے گھر میں عبادت کرنے سے بھی یہ افضل ہے کہ جہاد کے میدان میں کھڑے نظر آؤ -

اور فرمایا " حرس لیلة في سبیل اللہ ' افضل لہ من الف لیلة ' یقام لیلها و یصام نهارها " (رواہ احمد) جہاد کی ایک رات اس سے افضل ہے کہ ہزار راتیں عبادت میں اور ہزار دن روزہ میں بسر کیے جائیں !

اور فرمایا " حرمت النار علی عین دمعت من خشیة اللہ' و حرمت النار علی عین سهرت في سبیل اللہ " (ایضاً) جو آنکھہ اللہ کے خوف سے اشکبار ہوئي' یا جہاد میں کام کرتے ہوے جاگي ' اسپر دوزخ کي آگ حرام ہے !

ایک شخص نے پوچھا - یا رسول اللہ ! کوئي ایسا عمل بتلادیجیے کہ مجاهدین کا ثواب حاصل ہو - فرمایا " هل تستطیع ان تصلی فلا تفتر' و تصوم فلا تفطر ؟ " اسکي طاقت رکھتے ہو کہ برابر نماز پڑھتے رہو اور قضا نہو ' برابر روزہ رکھتے رہو ' اور کبھي بیچ میں افطار نہ کرو ؟ عرض کیا " انا اضعف من ان استطیع ذلک " یہ تو میري طاقت سے باہر ہے - فرمایا " و الذي نفسي بیدہ ! لو طوقت ذلک ' ما بلغت فضل المجاهدین في سبیل اللہ - اما علمت ان فرس المجاهد لیستن في طولہ فیکتب لہ بذلک الحسنات ؟ " خدا کي قسم ! اگر تم ایسا کرنے کي طاقت بھي رکھتے اور کر دکھاتے' جب بھي اُن لوگوں کي فضیلت کہاں پاسکتے تھے جو اللہ کي راہ میں جہاد کرتے ہیں ؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ مجاهد کا گھوڑا لگام میں اُچھلتا ہے تو اسکے لیے بھي اسکے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج ہوتي رهتي ہیں ؟ (رواہ احمد ' و ایضاً رواہ البخاري باختلاف یسیر)

خدمت انجام دیں، تو اگرچہ وہ مجاھدین کا اجر و ثواب نہیں پا سکتے، لیکن اُن کے لیے بھي اجر ھے، اور ساري عبادتوں اور طاعتوں سے بڑھکر اجر ھے -

ابن ماجہ میں ھے " من ارسل بنفقة فی سبیل اللہ و اقام فی بیتہ، فلہ بکل درھم سبع مائة درھم، و من غزا بنفسہ فی سبیل اللہ و أنفق فی وجھہ ذلک، فلہ بکل درھم سبع مائة الف درھم - ثم تلا ھـــذہ الایہ - و اللہ یضـــاعف لمن یشاء " یعنی جو مسلمان ایسے وقتوں میں گھر سے نہ نکلا، صرف اپنے روپیہ سے جہاد میں مدد دي، تو اسکو ھر ایک روپیہ کے بدلے سات سو روپیوں کا اجر ملیگا - یعنے اس انفاق میں سات سو درجہ زیادہ اجر ھے - اور جس نے روپیہ بھی لگایا اور خود بھی شریک کار ھوا، تو اسکے لیے سات ھزار درجہ زیادہ اجر ھے - پھر آپنے یہ آیت پڑھی " اللہ جس کسی کا اجر و ثواب چاھتا ھے دوگنا کردیتا ھے "

اور امام بخاري نے باب باندھا ھے " فضل من جھز غازیا " اسمیں زید بن خالد کي حدیث لاے ھیں " من جھز غازیا في سبیل اللہ فقد غزا و من خلف غازیا في سبیل اللہ بخیر فقد غزا " یعني جس شخص نے مجاھد و غازي کے سامان کا انتظام کردیا تو گویا اُس نے خود جہاد کیا - اور جس نے اُسکے پیچھے اُسکے کاموں کي دیکھہ بھال کي تو اسکے لیے بھي ایسا ھي اجر ھے !

اسلام نے حقوق العباد پر جسقدر زور دیا ھے، معلوم ھے - علی الخصوص والدین اور اقرباء کے حقوق کہ ساري نیکیوں اور ھر طرح کی عبادتوں سے مقدم تھہرائے گئے - لیکن صرف یہی وہ عمل عظیم ھے جسکے لیـــے یہ حقوق بھی روک نہیں ھوسکتے - امت اور شریعت کی حفاظت ھی پر تمام افراد کی حفاظت موقوف ھے - پس اگر امت دشمنوں کے نرغہ میں ھے، تو نیکی کا سب سے بڑا کام جو زمین پر ھوسکتا ھے مسلمانوں کے سامنے آ گیا - اب اس بڑے کام کے لیے سارے چھوٹے کام چھوڑ دینـــے چاھئیں - ماں، باپ، بھائی، بہن، بیوي، بچـــے، رشتے ناتے، اپنی اپني جگھہ سب حق ھیں - سب کا حق ادا کرنا چاھیـــے - لیکن خدا اور اسکي سچائی کا حق سب سے بڑا حق ھے - اُسکے رشتہ کے سامنـــے سارے رشتے ھیچ ھیں - پس اگر اُسکے کام کا وقت آ گیا تو سب کو اُسکی خاطر چھوڑ دینا پڑیگا :

ھے - علت اسکي بالکل واضح ھے - عمل جہاد کي بنیاد ھي یہ ھے کہ اپنے بعد کے زمانے اور آنے والي نسلوں کی حفاظت و سعادت کیلیے اپنا وجود قربان کردیا جاے - پس کوئي عمل نہیں جو اس سے زیادہ سچی اور بے لاگ انسانی خدمت اور نوع پرستی کے جذبات رکھتا ھو - اور اسي لیے ضروري ھوا کہ اسکا اجر بھی وقتی نہو ' دائمی ھو - عمل کا اجر تو عمل کے نتائج پر موقوف ھے - جب نتائج بعد کے زمانوں اور نسلوں کو ملینگے ' تو صاحب عمل کا اجر بھي فوراً کیوں منقطع ھو جاے ؟

اس حدیث میں " مرابطاً في سبیل اللہ " کا لفظ آیا ھے - اور دوسري حدیثوں میں بھي جا بجا " رباط " کا لفظ وارد ھے - " رباط " سے مقصود یہ ھے کہ کسي مقام میں ٹھہر کر دشمن کے حملہ کا انتظار کرنا - تاکہ جب دشمن آجاے تو اللہ کي راہ میں مقابلہ کیا جاے - نہایہ میں ھے " ھو الاقامة في مکان یتوقع ھجوم العدو فیہ لقصد دفعہ للہ " پس " مرابطا في سبیل اللہ " کا مطلب یہ ھوا کہ اگر لڑکر شہید ھونے کا موقعہ نہیں ملا ' اور حملہ کے انتظار ھي میں موت آگئي ' جب بھي اسکا اجر مرنے کے بعد برابر بڑھتا رھیگا - اور وہ ھزار دنوں کے روزہ و نماز سے بھي افضل ھے ! اسي بنا پر امام بخاري و امام نواوي وغیرھما نے فضل الرباط في سبیل اللہ کا باب باندھا ھے -

قرآن بھي ھر جگہ اور بار بار یہي کہتا ھے :

الذین آمنوا و ھاجروا و جاھدوا في سبیل اللہ باموالھم و انفسھم ' اعظم درجة عند اللہ و اولائک ھم الفائزون - یبشرھم ربھم برحمة منہ و رضوان و جنات لھم فیھا نعیم مقیم - خالدین فیھا ابدا - ان اللہ عندہ اجر عظیم ! (۹ : ۲۳)

جو لوگ ایمان لاے ' حق کي راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا ' اپني جان و مال سے جہاد کیا ' سو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ اور اونچا درجہ انھي کا ھے - یھی لوگ ھیں کہ دنیا اور آخرة میں کامیاب ھونگے - اللہ کي طرف سے انکے لیے بشارت ھے - اسکي رحمت ' اسکي محبت ' بہشتي زندگي کي نعمتیں ' اور انکي دائمی اور ھمیشگي ' سب کچھہ انھی کیلیے ھے -

جو لوگ خود اپني ذات سے جہاد و دفاع میں حصہ نہ لے سکیں مگر مجاھدین کو اپنے مال و متاع سے مدد پہنچائیں ' یا اور کسي طرح کي

فصل

(عہد نبوت کا ایک واقعہ)

یہ قرآن و سنت کے احکام ہیں - اب دیکھیں ' صاحب شریعت کا اس بارے میں میں طرز عمل کیا رہا ہے ؟

ہجرۃ کے نوویں سال آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ رومیوں کی فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھی ہو رہی ہے - یہ سنکر آپنے بھی طیاری کا حکم دیدیا ' اور تیس ہزار مجاہدین کے ساتھہ مدینہ سے کوچ کردیا - چونکہ یہ فوج بڑی ہی تنگدستی اور بے سر و سامانی کے حال میں نکلی تھی - اٹھارہ آدمیوں کے حصے میں صرف ایک سواری آئی تھی - جنگل کے پتے کھا کر لوگوں نے گزارہ کیا تھا ' اس لیے اس فوج کا نام " جیش العسرۃ " مشہور ہوا - الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ (۹۹ : ۱۱۹)

آج تم خدا اور اُس کے ایمان کی جگہ لوہے اور گندھک کے سامان و اسلحہ کی پرستش کر رہے ہو - لیکن ایک وقت وہ بھی تھا ' جب بے سر و سامان مسلمانوں کی یہ بھیڑ نکلی تھی ' تا کہ کرۂ ارضی کی سب سے بڑی متمدن قوم یعنی رومیوں سے مقابلہ کرے !

حضرۃ ابوبکر (رض) نے اسی دفاع کیلیے اپنا تمام مال و متاع پیش کردیا تھا - جب اُنسے پوچھا گیا " ما ابقیت لاھلک " اپنے بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ آے ہو ؟ تو اس پیکر ایمان و مجسمۂ عشق حق نے جواب دیا تھا " ابقیت لھم اللہ و رسولہ " ! اللہ اور اُس کے رسول کو !

آنکس کہ ترا بخواست ' جانرا چہ کند ؟
فرزند و عیال و خانمان را چہ کند ؟
دیوانہ کنی ھر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند ؟

تبوک نامی مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا مسلمانوں کی دلیرانہ طیاریوں کا حال سنکر رومیوں کے حوصلے پست ہوگئے اور فوجیں منتشر کردی گئیں - آنحضرت نے ایک ماہ قیام فرمایا اور پھر مدینہ واپس آگئے -

قل ان كان اباؤكم ، و ابناؤكم ، و اخوانكم ، و ازواجكم ، وعشيرتكم ، و اموال اقترفتموها ، و تجارة تخشون كسادها ، ومساكن ترضونها ، احب اليكم من الله و رسوله و جهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره و الله لا يهدي القوم الفاسقين - (٩ : ٢٥)

مسلمانوں سے کہدو کہ تمہارے والدین، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور اسکے تمام رشتے، یہ مال و متاع جو تم نے کمایا ہے، یہ کاروبار و تجارت جسکے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو، یہ تمہارے رہنے کے محل جن میں تمہارا دل اٹکا ہوا ہے، اگر تمہیں الله اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں، اور تمہارے پاؤں ان زنجیروں میں ایسے بندھگئے ہیں کہ الله کی پکار بھی انہیں نہیں ہلا سکتی، تو جان لو کہ الله کا کام بھی تمہارا محتاج نہیں - نتائج کا انتظار کرو - یہانتک کہ الله کو جو کچھہ کرنا منظور ہے کر دکھاے - الله کا قانون ہے کہ وہ نافرمانوں پر کامیابی کی راہ نہیں کھولتا !

اگرچہ عمل کے اعتبار سے اس فرض کی تعمیل اُس وقت لازم سے الزم ہوجاتی ہے جب حملۂ اعداء کی وجہ سے خاص طور پر ضرورت پیش آجاے، لیکن عزم و استعداد کے لحاظ سے یہ حکم کسی خاص وقت میں محدود نہیں - ہمیشہ اور ہر حال میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ دفاع اعداء کیلیے طیار رہیں اور طیاری کرتے رہیں - اوپر حدیث گزرچکی ہے کہ جو دل اس کے عزم و طلب سے خالی ہوا، اُس پر ایمان کی جگہ نفاق کا قبضہ ہوگیا :

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم و آخرين من دونهم لا تعلمونهم (٨ : ٦٠)

جسقدر بھی تم سے ممکن ہو، دشمنوں کے مقابلے کیلیے اپنی قوت اور ساز و سامان سے طیار رہو - تا کہ تمہاری مستعدی دیکھکر الله اور اُسکی اُمت کے دشمنوں پر خوف اور رعب چھا جاے - تم پر حملہ کرنے کی کو جرأت ہی نہو -

رکھا ہے ' اسکی گیرائیوں اور دلربائیوں کا حال تمہیں کیا معلوم ؟ اسکی بے التفاتی بھی دوسروں کی محبت و عزت سے ہزار درجہ زیادہ عزیز و محبوب ہے :

اے جفا ہاے تو خوشتر ز وفاے دگراں !

ان مومنین صادقین کی یہ آزمائش پورے پچاس دن تک جاری رہی - بالاخر اللہ تعالی نے توبہ قبول فرمائی اور سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی :

و علی الثلثة الذین خلفوا ' حتی ضاقت علیهم الارض بما رحبت و ضاقت علیهم انفسهم و ظنوا ان لا ملجا من الله الا الیه ثم تاب علیهم لیتوبوا - ان الله هوالتواب الرحیم ! (۹ : ۱۲۰)

اور وہ تین آدمی جنکا معاملہ فیصلہ الہی کیلیے ملتوی کردیا گیا تھا ' سو جب انکا یہ حال ہوا کہ تمام مسلمانوں نے انکو چھوڑ دیا ' زمین باوجود اپنی وسعت کے انپر تنگ ہوگئی ' اپنی زندگی سے بیزار ہوگئے اور انھوں نے دیکھہ لیا کہ اللہ سے پناہ نہیں ہے مگر صرف اسی کی طرف ' تو پھر اللہ نے انکی توبہ قبول کرلی - یقیناً اللہ ہی ہے جو توبہ قبول کرتا اور خطا کاروں کیلیے مہربانی رکھتا ہے !

حضرۃ کعب کو جب قبولیت توبہ کی بشارت ملی تو بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور اپنا سارا مال و متاع شکرانۂ قبولیت میں لٹا دینا چاہا -

اس واقعہ میں متعدد باتیں قابل غور ہیں :

(۱) رومیوں نے حملے کی طیاریاں کیں تو اسلام و امت کی حفاظت کیلیے دفاع کرنا ہر مسلمان پر فرض ہوگیا - موسم سخت گرمی کا تھا - سفر دور دراز کا - بے سروسامانی حد درجہ کی - مقابلہ اس حکومت سے جو نصف دنیا پر حکمراں تھی - حجاز میں فصل پک چکی تھی اور کٹائی کا اصلی وقت تھا - یہی فصل ملک کیلیے سال بھر کی خوراک تھی - اگر مشکلوں اور مجبوریوں کے عذر سنے جاسکتے ہیں تو ان حالات سے بڑھکر اور کون سے حالات عذر داری کے لیے مناسب ہوسکتے ہیں ؟ مگر دفاع کا فرض ایسا سخت اور اٹل ہے کہ نہ کوئی عذر سنا گیا ' نہ کوئی مشکل رکاوٹ ہوسکی - حکم ہوا کہ سب کچھہ چھوڑ دو - ساری مصیبتیں جھیل لو - مگر دشمنوں کو روکنے کے لیے نکل کھڑے ہو - سورۂ توبہ میں اس کا بڑا ہی

عبرت انگیز تذکرہ ہے - یہ موقعہ تفصیل کا نہیں - قالوا لا تنفروا فی الحر - قل نار جهنم اشد حرا لو کانوا یفقهون (۹ : ۸۳)

اس دفاع میں بجز منافقین کے تمام مسلمان شریک ہوے تھے - صرف تین شخص نہ جاسکے - کعب بن مالک - ہلال بن اُمیہ - مرارہ بن ربیع - کعب بن مالک سابقین انصار میں سے ہیں ' اور اُن ۷۳ سابقین مخلصین میں سے جو عقبہ کی بیعت میں حاضر ہوے تھے - انکے ایمان و اخلاص میں کیا شبہہ ہوسکتا ہے ؟ اُنکا شریک نہ ہونا کسی بری نیت سے نہ تھا - سستی اور کاہلی سے آج کل کرتے رہے اور فوج کے ساتھہ ملنے کا موقعہ نکل گیا -

با ایں ہمہ یہ معاملہ اللہ اور اسکے رسول کی نظروں میں اس درجہ اہم ہے کہ اتنی سستی اور کاہلی بھی ایک سخت جرم قرار پائی - معذرت کرنے کیلیے حاضر ہوے تو توبہ قبول نہ ہوئی - حکم ہوا کہ گھر میں بیٹھو اور فیصلۂ وحی کا انتظار کرو - مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تمام تعلقات انسے ترک کردیں - نہ کوئی بات چیت کرے - نہ ملے جلے - نہ اور کسی طرح کا واسطہ رکھے - پھر انکی بی بیوں کو حکم ملا کہ وہ بھی الگ ہوجائیں اور کوئی واسطہ نہ رکھیں - امام بخاری نے ایک طول طویل روایت خود حضرۃ کعب بن مالک کی زبانی نقل کی ہے اور اس واقعہ کیلیے خاص باب باندھا ہے - کعب کہتے ہیں - ہمارا یہ حال ہوگیا تھا کہ سارا مدینہ انسانوں سے بھرا تھا ' مگر ہمارے لیے نہ ایک آنکھہ دیکھنے والی تھی نہ ایک زبان بات کرنے والی - خود عزیز و اقارب نے ملنا جلنا ترک کردیا تھا - حسرت سے ایک ایک کا منہ تکتے اور دیوانوں کی طرح پھرتے تھے - ایک دن اپنے چچیرے بھائی ابو قتادہ کے یہاں گیا - مجھے دیکھتے ہی منہ دوسرے طرف پھرا لیا - سلام کیا تو جواب نہ ملا -

اللہ اللہ ! کیا مسلمان تھے کہ انکا رشتہ تھا تو اللہ اور اسکے رسول کا رشتہ - زندگی تھی تو صرف اسی کے حکم پر ! الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی مجسم تصویر تھے !

غسان کے عیسائی پادشاہ نے یہ حال سنا تو خوش ہوا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا اچھا موقعہ نکل آیا ہے - کعب کے نام اس مضمون کا خط لکھکر بھیجا کہ تمہارے آقا نے تمہاری ساری عمر کی خدمتوں کا جو معارضہ دیا ہے وہ دیکھہ چکے ہو - اب میرے پاس چلے آؤ - دیکھو یہاں تمہاری کیسی عزت ہوتی ہے ؟ کعب بن مالک کو خط ملا تو ایلچی کے سامنے آگ میں جھونک دیا اور کہا جواب میں کہدینا - ہم نے جس آقا کی چوکھٹ پر سر

مغفرت کهلا پاؤ گے - لیکن دیکهو' امت کي حفاظت و مدافعت سے غفلت کرنا الله کي نظروں میں کیسا سخت جرم هے که یکایک توبه بهي قبـــول نهوئي - تینوں صحابي آپکي واپسي کے بعد پهلي هي صحبت میں عفو تقصیر کیلیے حاضر هوگئے تهے ' مگر حکم ملا که ابهي نهیں - انتظار کرو - پچاس دن سزاؤ عقوبت کے گذر چکے تب کهیں جا کر توبه قبول هوئي !

(۴) جب اُن پاک انسانوں کا یه حال هوا که ایمان اُنکا ایمان تها ' اور نیکیاں اُنکي نیکیــــاں - اُن کے بستر خواب کے اجر و ثواب کا بهي هماري بڑي بڑی عبادتیں مقابله نهیں کرسکتیں ' تو خدا را بتــــلاؤ ' هم بدبختوں اور سیه کاروں کا کیا حشر هوگا که نه ایمان کي دولت ساتهه هے نه طاعت و حسنات کي پونجي دامن میں - زندگي یکسر برباد غفلت و معصیت ' اور عمریں یکقلم تاراج نفس پرستي و نافرماني - وهاں عزم و ایمان کے ساتهه سهو و نسیان تها مگر عذر قبول نه هوا - یهاں اعراض و نفاق کے ساتهه صریح نافرماني و انکار هے اور پهر نه ندامت هے نه توبهٔ و انابت ! اُنکے ساتهه سب کچهه تها اور کام نه آیا - همارے پاس تو کچهه بهی نهیں هے - پهر کیا هے جس نے آنے والے دن کي طرف سے بے فکر کردیا هے اور همارے غافل دلوں پر بیخوفي کي موت چها گئي هے ؟ بتلاؤ' زمین و آسمان میں کون هے جو اُس دن همیں بچا سکیگا جب خدا کے غضب کا بے پناه هاتهه هماري طرف بڑهیگا ؟ یقول الانسان یومئذ این المفر ؟

فصل

(ایک عام غلط فهمي)

البته یاد رهے که " جهاد " کی حقیقت کي نسبت سخت غلط فهمیاں پهیلي هوئي هیں - بهت سے لوگ سمجهتے هیں که جهاد کے معني صرف لڑنے کے هیں - مخالفین اسلام بهي اسي غلط فهمي میں مبتلا هوگئے - حالانکه ایسا سمجهنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی عملي وسعت کو بالکل محدود کردینا هے -

" جهاد " کے معني کمال درجه کوشش کرنے کے هیں - قرآن و سنت کي اصطلاح میں اس کمال درجه سعي کو جو ذاتي اغراض کي جگه حق پرستی

(۲) یہ تینوں مسلمان جو شرکت دفاع سے رهگئے ' مخلصین مومنین میں سے تھے - انکی زندگیاں اسلام کی بے شمار خدمتوں اور جان نثاریوں میں بسر هوئی تھیں - عبادتوں اور نیکیوں کا کیا پوچھنا کہ شب و روز اللہ کے رسول کے سایۂ تربیت میں رهتے تھے ' انهی کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے ' انهی کے ساتھہ روزے رکھتے تھے - صحابہ کے ایک ادنی فرد کی عبادت کا مقابلہ هم اپنی پوری نسلوں اور قوموں کی عبادت گزاریاں پیش کرکے بھی نہیں کرسکتے - حضرۃ کعب بن مالک سابقون الاولون میں سے هیں - جب اسلام کا کوئی ساتھی نہ تھا تو مدینہ کے انصار نے ساتھہ دیا - عقبہ کی بیعت ثانیہ میں ۷۳ جان نثاروں نے بیعت کی تھی - یہ انهی عشاق اسلام میں سے هیں - خود کہتے هیں کہ کسی اسلامی خدمت میں دوسروں سے پیچھے نہ رها - هر جنگ میں شرکت کی - هر موقعہ پر جان و مال نثار کیا - اس دفاع کی شرکت سے بھی جو رهگئے ' تو دل کی کمزوری اور نیت کے فساد کی وجہ سے نہیں - چلنے کا پورا سامان کرلیا تھا - صرف یہ قصور هوا کہ سستی اور کاهلی کی - پوری طرح مستعدی سے کام نہ لیا - تاهم دیکھو ' یہ سستی اور کاهلی بھی خدا کے حضور کیسا بڑا جرم قرار پائی کہ نہ تو کوئی پچھلی خدمت آڑے آسکی ' نہ مدۃ العمر کی نیکیوں اور عبادتوں هی نے کچھہ کام دیا - نہ کوئی بزرگی اور بڑائی اس معاملہ میں شفیع هو سکی - نہ ایک ایسے پکے اور پرکھے هوے مخلص مسلمان کیلیے عذر و معذرت کی گنجائش نکل سکی - سخت سے سخت سزا جو دی جاسکتی تھی ' دی گئی - مسلمانوں سے اسلامی برادری کا رشتہ توڑ دیا گیا - پچاس دنوں کیلیے جماعت سے باهر کردیے گئے - یہ سارا زمانہ گریۂ و زاری اور عبادت و استغفار میں بسر هوا - تب کہیں جاکر توبہ قبول کی گئی -

(۳) اسلام کے احکام کا قبولیت توبہ کے بارے میں جو حال ہے ' معلوم ہے - خدا کا دروازۂ رحمت کسی آنے والے کا اتنا انتظار نہیں کرتا ' جسقدر اس مضطرب روح کا ' جو توبہ کیلیے اسکی طرف بڑھے - " لو اخطاتم حتی تملاء خطایاکم ما بین السماء و الارض ' ثم استغفرتم ' اللہ یغفر لکم " (رواہ مسلم عن ابی هریرۃ) اگر تم نے اتنے گناہ کیے هوں کہ زمین و آسمان کا فاصلہ انسے بھر دیا جاسکے ' پھر بھی توبہ کا آنسو بہاتے هوے آؤ تو دروازہ

هی نه تهي' اور نه اُن سے کبهي جنگ کي گئی - سو یه جهاد بهي تبلیغ حق واتمام حجة ومقاومة فساد کا جهاد تها جو قلب و زبان سے تعلق رکهتا هے -

بخاري وابن ماجه میں هے - حضرة عائشه نے پوچها " علی النساء جهاد؟ " کیا عورتوں کیلیے بهی جهاد هے ؟ فرمایا " نعم جهاد ' لا قتال فیـــه - الحج و العمرہ " هاں ' جهاد هے مگر اسمیں لڑنا نہیں هے - حج اور عمرہ - اس حدیث میں اُس سعی اور ترک وطن کی محنت کو جو حج و عمرہ میں پیش آتی هے' عورتوں کیلیے جهاد فرمایا ' اور کہا ایسا جهاد جسمیں لڑائی نہیں - اس سے معلوم هوا که لڑائی کے الگ کردینے کے بعد بهی حقیقت " جهاد " باقی رهتی هے -

اگر اُمت کیلیے دفاع و جنگ کا وقت آ گیا ' یا کهی جماعت مفسدین ارض پر امام نے حمله کیا ' تو ایسے وقتوں میں بهي صرف نفس جنگ هي نہیں بلکه سعي و کوشش کی ساري باتیں شریعت کے نزدیک جهاد هیں - جسکي طاقت میں جنگ کرنا نہیں هے اور اُس نے مال دیا تو وہ بهي مجاهد هے - جس نے زبان سے دعوة و تبلیغ کي وہ بهي مجاهد هے - جس نے اس راہ میں اور کسي طرح کي تکلیف و محنت اُٹهائي ' وہ بهي مجاهد هے - البته ایسے وقتوں میں اگر کوئي مسلمان لڑائي کي طاقت رکهتا هے اور اس سے پہلو تهي کرے ' تو اُسکا کوئي عذر نہیں سنا جائیگا - اسکا شمار مومنوں کي جگه منافقوں میں هوگا - جو مال دیسکتا هے اور نه دیا ' تو وہ بهي ایمان و اخلاص کي زندگي سے نکل گیا - زمین پر گو مسلمان کہلاے پر الله کے حضور منافق کہلائیگا - جس شخص کي زبان اعلان حق اور دعوة الی الجهاد میں کهل سکتي هے مگر نه کهلي ' اُس نے بهي ایمـــان چهوڑ کر نفاق کي راہ اختیار کرلي - گو شیطان حیل اور نفس خادع اسکو هزاروں فریب دیتا رهے - ترمـــذي اور ابو داؤد میں هے - " افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جایر " سب سے زیادہ فضیلت رکهنے والا جهاد وہ کلمۂ حق هے جو شاهان جور و ظلم کے سامنے بے باکانه کہا جاے -

اور پهر ان سب سے بالاتر مرتبه اُن مجاهدین کاملین اور اصحاب عزیمة عمل کا هے' جنکي زندگي سر تا سر جهاد في سبیل الله ' اور جنکا وجود یکسر خدمت حق ' و شیفتگي صدق ' و عشق دعوة هے - جو اس عمل مقدس کیلیے کسي خاص صداے نفیر اور اعلان وقت کے منتظر نہیں رهتے - بلکه هر صبح جو اُنپر آتي هے' جهاد في سبیل الله کي صبح هوتی هے' اور هر شام

اور سچائی کی راہ میں کی جائے' "جہاد" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے - یہ سعی زبان سے بھی ہے' مال سے بھی ہے' انفـــاق وقت و عمر سے بھی ہے' محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھی ہے' اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی ہے - جس سعی کی ضرورت ہو' اور جو سعی جسکے امکان میں ہو' اسپر فرض ہے' اور جہاد فی سبیل اللہ میں لغۃ و شرع' دونوں اعتبار سے داخل - یہ بات نہیں ہے کہ "جہاد" سے مقصود مجرد لڑائی ہی ہو - اگر ایسا ہوتا تو جہاد کا اطلاق اعمال قلبی و لسانی پر نہ ہوتا - حالانکہ کتاب وسنت ایسے اطلاقات سے لبریز ہیں - شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول صاحب اقناع نے نقل کیا ہے جو حقیقت جہاد کے بارے میں قول فیصل و جامع ہے " الامر بالجہـــاد منہ ما یکون بالقلب' کالعزم علیـــہ' ومنہ ما یکون باللسان کالدعوۃ الی الاسلام والحجۃ و البیان' و الرای و التدبیر فی ما فیہ نفع المسلمین - و بالبدن - ای القتال بنفسہ - فیجب الجہاد بغایۃ ما یمکنہ من ہذہ الامور" (جلد - ١ - ٦٥٣)

دشمنوں کی فوج سے خاص وقت ہی میں مقابلہ ہوسکتا ہے' لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی اور زندگی کی ہر صبح و شام جہاد حق میں بسر کرتا ہے - مشہور حدیث ہے " المجاہد من جاہد نفسہ فی ذات اللہ' و المہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ "

سورۂ فرقان میں ہے فلا تطع الکافرین وجاہدہم بہ جہاداً کبیرا (٢٥ : ٥٥) یعنی کفار کے مقابلہ میں بڑے سے بڑا جہاد کرو - سورۂ فرقان بالاتفاق مکی ہے' اور معلوم ہے کہ جہاد بالسیف یعنی لڑائی کا حکم ہجرۃ مدینہ کے بعد ہوا - پس غور کرنا چاہیے کہ مکی زندگی میں کونسا جہاد تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے ؟ جہاد بالسیف تو ہو نہیں سکتا - یقیناً وہ حق کی استقامت اور اسکی راہ میں تمام مصیبتیں اور شدتیں جھیل لینے کا جہاد تھا - مکی زندگی میں جس طرح یہ جہاد جاری رہا' سب کو معلوم ہے - حق کی راہ میں دنیا کی کسی جماعت نے ایسی تکلیفیں اور مصیبتیں نہ اٹھائی ہونگی' جیسی اللہ کے رسول اور اسکے ساتھیوں نے مکی زندگی میں برداشت کیں - اسی پر جہاد کبیر کا اطلاق ہوا -

اسی طرح منافقوں کے ساتھ بھی جہاد کرنے کا حکم دیا گیا - جاہد الکفار و المنافقین و اغلظ علیہم (٩ : ٦٦) حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ و محکومانہ زندگی بسر کر رہے تھے - انسے جنگ و قتال کی ضرورت

فصل

(احـــکام قطعیـــۂ دفـــاع)

غرضکه " دفاع " اسلام کے اُن بنیادی حکموں میں سے ھے ' جنکو ایک مسلمان مسلمان رھکر کبھی ترک نہیں کرسکتا - اگر ایک مسلمان کے دل میں رائی برابر بھی ایمان کی محبت باقی رهگئی ھے ' تو اُسکی طاقت سے باھر ھے که الله کی یه صداے حق سنے ' اور از سر تا پا کانپ نه اُٹھے :

یا ایها الذین آمنوا ! ما لکم اذا قیـــل لکـــم انفـــروا فـــي سبـیـــل اللـــه ' اثا قلتـــم الـــی الارض ؟ ارضیتـــم بالحیـــاة الـــدنیا مـــن الاخـــرة ؟ فمـــا متاع الحـــیاة الـــدنیا فی الاخرة الا قلیـــل - (۹ : ۳۹)

مسلمانوں ! تمہیں کیا ھوگیا ھے که جب تم سے کہا جاتا ھے " الله کی راہ میں نکل کھڑے ھو " تو تمھارے قدموں میں حرکت نہیں ھوتی اور زمین پر ڈھیر ھوے جاتے ھو ؟ کیا تم نے آخرۃ چھوڑکر صرف دنیا ھی کی زندگی پر قناعت کرلی ؟ اگر یہی بات ھے تو یاد رکھو ' جس زندگی پر ریجھے بیٹھے ھو ' وہ آخرۃ کے مقـــابله میں بالکل ھی ھیچ ھے !

اسکے بعد فرمایا :

الا تنفروا ' یعذبکم عذاباً الیما و یستـــبدل قوما غیـــرکم ' ولا تضـــروہ شیئا - والله علی کـــل شيءِ قدیر ! (۹ : ۳۰)

یاد رکھو ! اگر تم نے حکم الہی سے سرتابی کی ' اور وقت کے آنے پر بھی راہ حق میں کمر بسته نہوے ' تو الله نہایت ھی سخت عذاب میں ڈالکر اسکی سزا دیگا ' اور تمھارے بدلے کسی دوسری قوم کو خدمت اسلام کیلیے کھڑا کردیگا - تم چھانت دیے جاؤگے - کلمۂ حق تمھارا محتاج نہیں ھے - تم ھی اپنی زندگی و نجات کیلیے اُسکے محتاج ھو !

اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت ' اُنکی حکومتوں کے مٹانے ' اور اُنکی آبادیوں اور شہروں کو آپسمیں بانٹ لینے کیلیے کفار ایک دوسرے کے ساتھی اور حامی ھیں :

والذین کفـــروا بعضهـــم اولیـــاء بعـــض -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی تو وہ ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار ھیں -

کي تاريکي جو اُنپر پهيلتي هے ' وہ اسي راہ کي شام هوتي هے - اُنکي زندگي پر کوئي لمحہ ايسا نهيں گزرتا جو جهاد کے مرتبۂ عليا و فضيلۃ عظمى کے اجر و ثواب سے خالي هو -

کائنات هستي کے هر عمل کي طرح يہ عمل بهي تين عنصروں سے مرکب هے - دل ' زبان ' اعضاؤ جوارح - سو اُنکا دل هميشہ عشق حق اور عزم مقصد کي آتش شوق ميں پهنکتا رهتا هے - انکی زبان هميشہ اعلان حق ' و دعوۃ الى اللہ ميں سرگرم رهتي هے - اُنکے هاتهہ اور اُنکے تمام جوارح کبهي اس راہ کي سعي و محنت سے نهيں تهکتے - اسکے بعد جهاد کا کونسا کام رهگيا جو انهوں نے نهيں کيا ؟ اور اس راہ کا کونسا مرتبہ رهگيا جو اُنهوں نے نهيں پايا ؟ و ذلک فضل اللہ يوتيہ من يشاء و اللہ ذوالفضل العظيم !

يہ رتبۂ بلند ملا جس کو ملگيا
هر مدعي کے واسطے دار و رسن کهاں ؟

جهاد کی اس حقيقت کو سامنے رکهکر غور کرو ! انساني اعمال کي کونسي بڑائي اور عظمت هے جو اسکے دائرہ سے باهر رهگئي ؟ اور نوع انساني کي هدايت و سعادت کا کونسا عمل حق هے جو اسکے بغير انجام پا سکتا هے ؟ پس يهي وجہ هے کہ شريعت نے اسکي اهميت و فضيلت پر اسقدر زور ديا کہ ساري نيکياں ساري عبادتيں اس سے پيچهے رهگئيں - سب کا حکم شاخوں کا هوا - جڑ يهي عمل قرار پايا - اس سے بڑهکر اور کيا دليل فضيلت هوسکتي هے کہ خود اللہ کے رسول نے فرمايا : " والذي نفسي بيدہ ' لوددت اني اقتل في سبيل اللہ ثم احيا ' ثم اقتل ثم احيا ' ثم اقتل ثم احيا ' ثم اقتل " (رواہ البخاري) خدا کي قسم ! اگر ممکن هوتا تو ميں يہ چاهتا کہ اللہ کي راہ ميں قتل کيا جاؤں ' پهر زندہ هوں - پهر قتل کيا جاؤں ' پهر زندہ هوں - پهر قتل کيا جاؤں پهر زندہ هوں - پهر قتل کيا جاؤں - تاکہ اُسکي راہ ميں جان دينے کي لذت و سعادت ايک هي مرتبہ ميں ختم نہ هوجاے !

تمنت سليمى ان نموت بحبها
و اهون شي عندنا ما تمنت !

مقابلہ جاري رکھا جاے - اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو دشمن مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دینگے اور اسلام کي اشاعت اور اسکے مشن کي تبلیغ و تکمیل میں ہمیشہ مانع ہونگے-

فقہاء کي اصطلاح میں فرائض شرعیہ کي دو قسمیں ہیں - " کفایہ " اور " عین" - یہ بھي اعمال انساني کي قدرتي تقسیم ہے جسکو " جماعتي فرائض " اور " شخصي فرائض " کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے - " فرض کفایة " سے مقصود وہ احکام ہیں جو بہ حیثیت جماعت و اجتماع قوم پر فرض ہیں - نہ کہ بہ حیثیت فرد و انفراد - یعنے ایسے فرائض جو مسلمان جماعتوں اور آبادیوں کے ذمے عائد کردیے گئے ہیں کہ اُنکا انتظام کردیں - پس انتظام ہو جانا چاہیے - یہ ضروري نہیں کہ ہر فرد بہ ذات خاص اُس میں حصہ بھي لے- اگر ایک گروہ نے ایک وقت میں انجام دیدیا تو باقي مسلمانوں پر سے اُسوقت ساقط ہوگیا - جیسے تجہیز و تکفین اموات اور نماز جنازہ - البتہ ایک مسلمان کیلیے عزیمة اسي میں ہوگي کہ اداء فرض کفایہ میں بھي شخصاً حصہ لے -

فروض کفایہ میں شریعت کا خطاب اشخاص سے نہیں ہے بلکہ جماعت سے ہے پس ہر مسلمان جماعت اور آبادي کو اُسکا انتظام کر دینا چاہیے - جب انتظام ہوگیا تو اس آبادي کے بقیہ افراد پر اسکا وجوب باقي نہ رهیگا -

دوسري قسم " اعیان " کي ہے - یعنے وہ فرائض جنکي فرضیت جماعت پر نہیں بلکہ فرداً فرداً ہر مسلمان پر عائد ہوتي ہے - اور ایک کے کرنے سے دوسرا بري الذمہ نہیں ہو جاسکتا - جیسے پانچ وقت کي نماز' روزہ ' زکوة ' حج -

شرعاً قتال کي پہلي صورت (یعني ہجوم و مقابلہ کا دائمي سلسلہ) فرض کفایة ہے بحکم " وما کان المومنون لینفروا کافة " - ضروري نہیں کہ بہ یک وقت ہر مسلمان اسمیں حصہ لے - ہر عہد اور ہر ملک میں مسلمانوں کي ایک جماعت ضرور ایسي ہوني چاہیے جو یہ فرض انجام دیتي رهے - اگر ایک جماعت انجام دے رهی ہے تو کافي ہے - جو مسلمان شریک ہوگا ' اُسکے لیے بڑا اجر ہے - جو شریک نہ ہوگا ' اسکے لیے کوئي گناہ نہیں - صاحب ہدایہ (جسکا انگریزي ترجمہ بھي ہوچکا ہے اور ہندوستاني عدالتوں میں محمڈن لا کي بنیادي کتاب ہے) لکھتے ہیں :

مسلمانوں کي مخالفت میں خزانوں کے خزانے خرچ کرڈالتے هیں :

والذین کفروا ینفقون اموالهم لیصـــدوا عن سبیل الله - جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي' تو وہ حق کي مخالفت میں اپنا مال خرچ کررهے هیں-

پس مسلمانوں کي بهي سب سے بڑي اسلامي و ایماني خصلت یه قرار پائي که :

والمومنون والمومنات بعضهم اولیـــاء بعض - (۹ : ۷۲) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں باهم ایک دوسرے کي رفیق اور مددگار هیں !

اور اسي بنا پر مسلمانوں کا فرض ٹهرا که اگر دنیا کے کسي ایک اسلامي حصه پر غیر مسلـــم حمله کریں اور وهاں کے مسلمان اُنکے مقابله کی کافي قوت نه رکهتے هوں ' یا بالکل مغلوب و مقهور هوگئے هوں ' تو تمام دوسرے حصص عالم کے مسلمانوں پر فرض هے که انکي یاوري و اعانت کیلیے اُسي طرح اُٹهه کهڑے هوں - جس طرح خود اپني آبادیوں کی حفاظت کیلیے اُٹهتے - اور اپني جان و مال سے اُسي طرح مدد دیں ' جس طرح خود اپنے گهر بار کي حفاظت کیلیے مدد دیتے -

یه نه کوئي نیا مذهبي اجتهاد هے ' نه کوئي پولیٹکل فتوی - تمام دنیا کے مسلمان فقه و قوانین شریعت کي جو کتابیں صدیوں سے پڑهتے پڑهاتے آئے هیں ' اور جو چهپي هوئي بازاروں میں هر جگه ملتي هیں ' اور جن پر خود هندوستاني عدالتوں میں عمل کیا جارها هے ' اُن سب میں یه احکام موجود هیں - اسلامي دینیات کا کوئي طالب علم ایسا نهیں ملیگا جو ان حکموں سے بے خبر هو - اور پهر ان سب کے اوپر مسلمانوں کي کتاب الله هے جو اپنے هر پارہ اور هر سورۃ کے اندر اس حکم کا اعلان اور اس قانون کي پکار تیرہ صدیوں سے بلند کررهي هے - نوع انساني کي کامل بیس نسلیں گزر چکیں ' اور یه احکام اپني یکساں ' غیر مبدل ' اٹل ' اور لا انتها طاقت کے ساتهه مسلمانوں کے دلوں پر حکمراني کررهے هیں !

" جهاد " کي بهت سے قسموں میں سے ایک قسم " قتال " یعني لڑائي هے - اور اُسکي بهي دو صورتیں هیں - " هجوم " اور " دفاع " - یعني افنسو (Offensive) اور ڈیفنسو (Defensive) دراصل هجوم کي بنیاد بهي دفاع هي هے - یعنے جب تک دنیا میں عالم گیر صلح و امن اور عام اخوت قائم نه هو جاے ' ضروري هوا که حریف و مفسد قوتوں سے همیشه

مسلمان اسکو انجام دیتے رهیں بلکه هر ملک کے مسلمانوں میں سے اُتنے مسلمانوں کو انجام دینا چاهیے جو حصول مقصد جهاد کیلیے کافي هو - پس ایک ملک میں سلسلۂ جهاد کے بقاء سے دوسرے ملک کے مسلمان بري الذمه نهیں هوسکتے اُنپر بدستور اسکا وجوب باقي رهیگا اور بصورت ترک وهاں کے تمام مسلمان گنه گار هونگے - گذشته پانچ صدیوں سے مسلمانان عالم نے اس فرض شرعي کو فراموش کردیا هے - اور صرف کسي ایک حصے کے مسلمانوں هي کے ذمه اس کو چهوڑ کر خود فارغ البال هوکر بیٹهه رهے هیں - اسي کا نتیجه هے که اعداء حق کو صدیوں کي صدیاں عروج و ظهور کیلیے مل گئیں ' اور مسلمانوں کیلیے تمام کرۂ ارضي میں کوئي ایک گوشۂ بهي امن و سکون کا باقي نهیں رها

و ما کان الله لیظلمهم و لکن کانوا انفسهم یظلمون !

اور فتح الباري میں هے " هو فرض کفایة علی المشهور ' الا ان تدعو الحاجة الیه " اسکے بعد کہا " و ان جنس جهاد الکفار متعین علی کل مسلم ' إما بیده ' و إما بلسانه ' و إما بما له ' و إما بقلبه " [جلد ۶ : ۲۸] یعني جهاد کي یه قسم فرض کفایه هے - باقي رها نفس جهاد ' تو وه هر مسلمان پر فرض عین هے ' کسي کیلیے هاتهه سے ' کسي کیلیے مال سے ' کسي کیلیے دل سے - یعني جس وقت ایک گروه هاتهه اور تلوار سے مشغول جهاد هوگا تو بقیه مسلمانوں پر دل اور زبان سے انکے لیے سعي و اعانت فرض هوگي - اور مال و دولت والوں کا فرض هوگا که مال سے مدد کریں -

اسي طرح اقناع میں هے " هو فرض کفایة اذا قام به من یکفی سقط وجوبه عن غیرهم " ابن ادریس اُسکي شرح میں لکهتے هیں " و معني الکفایة في الجهاد ان ینهض الیه قوم یکفون في جهادهم ' إما ان یکونوا جندا لهم دوا وین او یکونوا اعدوا انفسهم له تبرعاً و تکون في الثغور من یدفع العدو عنها و یبعث في کل سنة جیشا یغیرون علي العدو في بلادهم " (جلد ۱ - ۲۵۱)

یه صورت تو اُس قتال کي هے جسکي صورت حملۂ و هجوم کي هوگي ' دوسري قسم " دفاع " هے - یعني جب کوئي غیر مسلم جماعت مسلمانوں کي آبادیوں اور حکومتوں پر حمله کا قصد کرے ' تو اُس حملۂ و تسلط کو هر طرح مقابله کرکے روکنا ' اور اسلامي ملکوں اور آبادیوں کو غیر مسلموں کي حکومت اور هر طرح کے قبضۂ و اثر سے محفوظ رکهنا -

الجهاد فرض على الكفايه - اذا قام فريق من الناس ، سقط عن الباقين * * فان لم يقم به أحد ، أثم جميع الناس بتركه - لان الوجوب على الكل (كتاب السير)

جہاد فرض کفایہ ہے - جب مسلمانوں کی کوئی ایک جماعت اسکے لیے کھڑی ہوگئی ، تو باقی مسلمانوں کیلیے واجب نہ رہا - لیکن اگر کوئی گروہ بھی اسکے لیے نہ اُٹھا ، تو پھر تمام مسلمان جہاد ترک کردینے کی وجہ سے گناہگار ہونگے - کیونکہ فرض پوری قوم پر ہے -

لیکن جماعت سے کیا مقصود ہے ؟ تمام دنیا کے مسلمانوں کی مجموعی جماعت یا ہر ہر ملک اور اقلیم کی جماعت ؟ اسکی تشریح سعدی چلپی حاشیۂ عنایۃ میں کرتے ہیں :

اقول لاينبغي ان يفهم منه ان الوجوب على جميع اهل الارض كافة حتى يسقط عن اهل الهند بقيام اهل الروم ، اذ لا يندفع بقيامهم الشر عن الهنود المسلمين - و ان قوله تعالى قاتلوا الذين يلونكم من الكفار يدل على ان الوجوب على اهل كل قطر يقربون الكفار - (مجموعۂ فتح القدير - ۴ : ۲۸۰)

ہدایہ کی عبارت کا یہ مطلب نہ سمجھا جاے کہ اگر ایک ملک کے مسلمانوں نے یہ فرض ادا کردیا تو دوسرے ملک کے مسلمانوں پر سے بھی ساقط ہوگیا - مثلاً اگر روم کے ترکوں نے جہاد قائم رکھا تو ہندوستان کے مسلمانوں پر سے ساقط ہوگیا - کیونکہ مقصود قیام جہاد سے یہ ہے کہ مسلمانوں پر سے دشمنوں کے حملوں اور شر کو دور کیا جاے - ظاہر ہے کہ مسلمانان روم کے جہاد کرنے سے مسلمانان ہند محفوظ نہیں ہو جاسکتے - وہ تو جبھی ہونگے جب خود اپنے ملک میں اسکا انتظام کریں - پس مطلب یہ ہے کہ ہر ملک کے مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے - اگر اس ملک کے تمام مسلمانوں میں سے ایک جماعت یہ فرض انجام دیتی رہی ، تو وہانکے بقیہ مسلمانوں پر سے ساقط ہوجائیگا - لیکن دوسرے ملکوں کے مسلمانوں پر فرضیت باقی رہیگی - قرآن میں ہے : قاتلوا الذين يلونكم من الكفار - اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اُن مسلمانوں پر جو دشمنوں سے قریب ہوں ، قتال واجب ہے - انتہی -

اس سے واضح ہوگیا کہ اس فرض میں خطاب تمام مسلمانان عالم سے نہیں ہے بلکہ ہر جماعت اور ملک کے مسلمانوں سے ہے - اور علی الکفایہ ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تمام دنیاکے مسلمانوں میں سے کچھہ

حملۂ و هجوم کے دائمي جہاد میں (جب قتال فرض کفایہ ہے ہوتا) بعض جماعتیں مستثنیٰ ہیں - مثــلاً عورتیں اور نوکر- عورتوں کے لیے شوہر کي خدمت اور نوکر کیلیے آقا کي خدمت مقدم ہے - لیکن اگر دفاع کي صورت پیش آ گئي ہو تو اسکي فرضیة ایسي ہمہ گیر اور بالاتر ہے کہ بچوں اور معذوروں کے سوا کوئي گروہ ' کوئي فرد' مستثنیٰ نہیں ہوسکتا - بیوي بلا شوہر کي اجازت کے نکل کھڑي ہو - غلام بلا آقا کي اذن کے مشغول جہاد ہو جاے - ہدایہ میں ہے :

فان ہجم العدو علی بلد' وجب علی جمیع الناس الدفع' تخرج المرآة بغیر اذن زوجها و العبــد بغیر اذن المولی - لانه صار فــــرض عین' و ملک الیمین ورق النکاح لا یظهـــــر فی حق فروض الاعیان کما فی الصلوة و الصوم - بخلاف ما قبل النفیر' لان بغیرهما مقنعا فلا ضرورة الی ابطال حـــق المولی و الــــزوج - (کتاب السیر)

لیکن اگر دشمنوں نے کسی شہر پر حملہ کیا ' تو پھر تمام لوگوں پر دفاع فرض ہوگیا - بیوي بلا شوہر کي اجازت کے اور غلام بلا آقا کي اذن کے دفاع میں حصہ لے - اسلیے کہ اب جہاد فرض عین ہوگیا ' اور جو فرائض ایسے ہیں' اُنپر مالکیت اور زوجیة کے حقوق موثر نہیں ہوسکتے - جیسے نماز اور روزہ - اگر نماز کا وقت آ گیا ہے تو عورت پر نماز فرض ہوگئي - شوہر کي اذن پر موقوف نہیں - البتہ نفیر سے پہلے یہ صورت نہ تھی - اُسوقت عورتوں اور غلاموں کی شرکت کے بغیر بھي یہ فرض ادا ہوسکتا تھا - پس ضرورت نہ تھی کہ شوہر اور آقا کے حقوق باطل کیے جائیں -

ہم نے ہدایہ اور متداول کتب فقہ کی عبارتیں سب سے پہلے اسلیے نقل کیں کہ ان کتابوں کے نام سے ہندوستان کی سرکاري عدالتیں بھی آشنا ہیں - اور انگریزي میں محمڈن لا پر جسقدر کتابیں لکھي گئي ہیں ' سب میں ان کا حوالہ موجود ہے - پس بآسانی دیکھہ لیا جاسکتا ہے کہ فی الحقیقت اسلام کے احکام شرعي یہي ہیں یا نہیں ؟ ورنہ تمام کتب تفسیر و حدیث میں بھی یہ احکام موجود ہیں - امام بخاري نے باب باندھا ہے " وجوب النفیر " یعنے جب حفظ ملت کي ضرورت پیش آ جاے تو قتال کیلیے سب کا اُٹھہ کھڑا ہونا واجب ہے - پھر آیۂ " انفروا خفافاً و ثقالا " اور " مالکم اذا قیل لکم انفروا " الخ سے وجوب پر استدلال کیا ہے - اسکے بعد حضرة ابن عباس کي روایت درج کی ہے " لا ہجرة بعد الفتح

یه فرض کفایه نہیں ھے ' بلکه بالاتفاق مثل نماز روزہ کے ھر مسلمان پر فرض عین ھے - ایک گروہ کے دفاع کرنے سے باقي مسلمان بري الذمه نہیں هوجاسکتے - جسطرح ایک گروہ کے نماز پڑھہ لینے سے باقي مسلمانوں کے ذمه نماز ساقط نہیں هو جاتي - اسي هدایه میں ھے -

" الا ان یکون النفیر عاماً فحینئذ یصیر من فروض الاعیان "

نفیر " نفر " سے ھے -" نفر " کے معني هیں تیزي کے ساتھہ ایک جگه سے دوسري جگه دوڑ جانا - پس قوم کے ایسے بلاوے اور اجتماع پر جو لڑائي کیلیے هو " نفیر " کا اطلاق هوا - قران میں ھے - انفروا خفافا و ثقالا - اور الا تنفروا - مطلب یه ھے که اگر حفظ و دفاع کي ضرورت سے عام اجتماع و قیام کا وقت آ گیا ' تو پھر جنگ کرنا هر مسلمان پر فرض عین هوجاتا ھے -

ابن همام اسکي شرح میں لکھتے هیں :

هذا اذا لم یکن النفیر عاماً ' فاذا کان النفیر عاماً بان هجموا علی بلدة من بلاد المسلمین ' فیصیر من فروض الاعیان سواء کان المستنفر عدلاً او فاسقاً -
(فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

فرض کفایه کي صورت اسوقت تک ھے که نفیر کي حالت نهو - لیکن اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسي شہر پر غیر مسلموں نے حمله کردیا ' تو اسوقت جنگ کرنا هر مسلمان فرد پر فرض عین هوجائیگا - خواہ جنگ کے لیے دعوت دینے والا عادل هو یا فاسق -

اور عنایه میں ھے :

ثم الجهاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو وهو یقدر علیه - (مجموعه فتح القدیر - ۴ : ۲۸۱)

اور اگر نفیر عام کي حالت هو ' تو پھر جہاد کرنا ان مسلمانوں پر فرض عین هوجائیگا جو دشمن سے قریب هوں اور اس پر قابو رکھتے هوں -

اسي طرح سراجیه ' در المختار ' شامي وغیرہ تمام کتب فقه میں ھے - " اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو " اور " الجهاد فرض کفایة اذا لم یکن النفر عاماً ' فاذا اقام به البعض ' یسقط عن الباقین - فاذا صار النفیر عاما ' فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " الخ -

کي بدنظمي و بدحالي هے - انکا فرض هوگا کہ داعی و امیر کا انتظام کریں یہی حال تمام فرائض کا هے - نماز کا جب وقت آ جاے تو خواہ مؤذن کي صداے " حي علی الصلاۃ " سنائي دے یا نہ دے ' وقت کا آ جانا وجوب کیلیے کافي هوتا هے -

فصل

(ترتیب وجوب دفاع)

جب دفاع کا فرض عین هونا واضح هوگیا ' تو اب معلوم هونا چاهیے کہ اس فرض کي انجام دهي کیلیے شریعت نے ایک خاص ترتیب اختیار کي هے - عقل و حکمت کي بنا پر رهي اس معاملہ کي قدرتي اور صحیح ترتیب هوسکتي تهي - صورت اسکي یہ هے کہ جب غیر مسلموں نے کسي اسلامي حکومت اور آبادي کا قصد کیا ' تو اس شہر کے تمام مسلمانوں پر بہ مجرد قصد اعداء ' دفاع فرض عین هوگیا - باقي رهے دیگر ممالک کے مسلمان ' تو اگر زیر جنگ مقامات کے مسلمان دشمن کے مقابلہ کے لیے کافي قوت نہیں رکھتے - دشمن بہت زیادہ قوي هے - یا رکھتے هیں اور غفلت و تساهل کرنے لگے هیں ' تو اس حالت میں یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر بهی دفاع فرض عین هوجائیگا - بالکل اسیطرح جیسے نماز اور روزہ -

مگر صورت اس کي یوں هوگي کہ پہلے ان مقامات سے قریب تر مقام کے مسلمانوں پر واجب هوگا - پهر ان سے قریب تر پر - پهر ان سے قریب تر پر - حتی کہ مغرب و مشرق جنوب و شمال ' تمام اکناف عالم کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے فرضیت عائد هوجائیگي -

اسوقت سارے فرائض ' سارے وظائف ' سارے کام ' ملتوي کردینے چاهیئیں - بمجرد اطلاع هر مسلمان کو اپنی تمام قوتوں اور تمام سامانوں کے ساتهہ وقف دفاع ملت و جهاد في سبیل اللہ هوجانا چاهیے - اور قیام دفاع کے لیے شرعاً جن جن وسائل و انتظامات کي ضرورت هے ' سب کو مل جلکر انکا انصرام کرنا چاهیے - اگر کسي آبادي میں مسلمانوں کا کوئي امام و پیشوا نہیں هے جو نظم و قیام اپنے هاتهہ میں لے تو سب کا فرض هوگا کہ پہلے امام

و لکن جهاد و نیة و اذا استنفرتم فاستنفروا " یعنی وہ جو اوائل اسلام میں ایک خاص طرح کی ھجرۃ فرض ھوئي تھي ' تو فتح مکہ کے بعد اسکي ضرورت نہیں رھي - البتہ جہاد اور عزم جہاد قیامت تک باقي ھے - تو جب جمع ھونے کیلیے پکارے جاؤ ' جمع ھو جاؤ اور جہاد کرو -

فتح الباري میں ھے " الا ان تدعوا الحاجة الیه کان یدھم العدو و یتعین علی من عینه الامام " (جلد ٦ : ٢٨)

اور موطا امام مالک میں ھے " اذا کان الکفار مستقرین ببلاد ھم ' فالجہاد فرض کفایة ' ان اقام به بعضهم سقط الحرج عن الباقین ' و اذا قصدوا بلادنا و استنفر الامام المسلمین ' وجب علی الاعیان " یعنی اگر کفار اپنے اپنے ملکوں میں ھیں - مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ھوے ھیں - تو اس حالت میں جہاد فرض کفایہ ھے - لیکن جب وہ ھمارے ملکوں کا قصد کریں اور امیر اسلام نفیر کا اعلان کرے تو پھر فرض عین ھو جائیگا -

چونکہ جابجا " نفیر " کا لفظ آیا ھے ' اسلیے یہ بات بھي صاف ھوجاني چاھیے کہ نفیر عام سے مقصود کیا ھے ؟ یہ مقصود ھے کہ دفاع کي ضرورت پیش آ جاے اور ھر شخص کو اُسکا علم ھو جاے - یا یہ مقصود ھے کہ جب تک کوئي بلانے والا مسلمانوں کو نہ بلائیگا ' نفیر عام کي حالت پیدا نہ ھوگي ؟ اسکا جواب شاہ ولي اللہ نے موطا کي شرح میں دیدیا ھے :

" نزدیک استنفار جہاد فرض علی الاعیان می شود - استنفار را چوں منقح کنیم حاصل شود حالتی کہ مقتضاي استنفار شدہ است از قصد کفار بلاد مارا ' و قیام حرب درمیان جیوش مسلمین و کافرین ' و عدم کفایہ ازاں مسلماناں ' و انچہ بداں ماند " (مسوی جلد ٢ - ١٢٩)

شاہ صاحب کے بیان سے یہ بات واضح ھوگئي کہ نفیر کي صورت کیا ھے ؟ تو یہ ضرور نہیں کہ کوئي خاص شخص مسلمانوں کو یہ کہکر پکارے کہ آؤ جہاد کرو - مقصود یہ ھے کہ ایسي حالت پیدا ھو جاے جو مقتضاے نفیر ھے - پس جب غیر مسلموں نے اسلامي ملکوں کا قصد کیا اور مسلمانوں اور کافروں میں لڑائي شروع ھوگئي تو جہاد فرض ھوگیا ' اور جب دشمنوں کي طاقت اُن ممالک کے مسلمانوں سے زیادہ قوي ھوئي اور انکے شکست کا خوف ھوا ' تو یکے بعد دیگرے تمام مسلمانان عالم پر فرض ھوگیا - خواہ کوئي پکارے یا نہ پکارے - پکارنے والا نہیں ھے تو یہ مسلمانوں

هر ح یه فرض عائد هوگا - اسي طرح یکے بعد دیگرے اسکا وجوب منتقل هوتا جائیگا - حتی که تمام مسلمانوں پر مشرق میں هوں یا مغرب میں ' دفاع کے لیے اُتھہ کھڑا هونا فرض هوجائیگا - انتهی -

ایسا هي تمام کتب معتمدۂ فقه و حدیث میں هے - عبارتوں کے نقل و ترجمه میں طول هوگا - رد المحتار وغیرہ شروح میں ذخیرہ سے نقل کیا هے :
" فاما من ورائهم ببعد من العدو ' فهو فرض كفاية عليهم حتى يسعهم تركه ' اذا لم يحتيج اليهم بان عجز من كان يقرب من العدو عن المقاومة ' او لم يعجزوا عنها لكنهم تكاسلوا ' فانه يفترض على من يليه فرض كالصلوة والصوم لا يسعهم تركه ' و ثم و ثم ' الى ان يفترض على جميع اهل الاسلام شرقاً و غرباً "

اور عنايه شرح هدايه میں هے " ثم الجهاد يصير فرض عين عند النفير العام على من يقرب من العدو و هو يقدر عليه ' و اما من ورائهم فلا يكون فرضا عليهم الا اذا احتيج اليهم ' اما لعجز القريب و اما للتكاسل ' فحينئذ يفرض على من يليهم " الخ -

اور شرح موطا میں هے " فان لم تقع الكفاية بمن نزل بهم ' يجب على من بعد منهم من المسلمين عونهم " (جلد ۲ - ۱۲۹)

البته یاد رهے که یه دفاع کي عام صورت هے - لیکن دو حالتیں شرعاً ایسي بهي هیں' جن میں وجوب دفاع کیلیے یکے بعد دیگرے اس ترتیب اور الاقرب فالاقرب کي ضرورت باقي نہیں رهتي - بیک وقت اور بیک دفعه هي تمام مسلمانان عالم پر دفاع فرض هوجاتا هے -

پہلي حالت یه هے که خلیفۂ وقت تمام مسلمانان عالم سے طالب اعانت هو یا اُسکي بے بسي و بیچارگي کي حالت ایسي هوجاے که بلا تمام مسلمانان عالم کي مجموعي اعانت کے مخلصي و فتح ممکن نهو -

دوسري صورت یه هے که اسلام کے عین مرکزي مقام یعني جزیرۂ عرب پر غیر مسلم حمله آور هوں جنکو همیشه غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھنا هر مسلمان پر فرض هے خواہ وہ دنیا کے کسي حصه میں بستا هو - تفصیل اسکي آگے آتي هے -

ر امیر کا انتظام کریں - پھر جن جن وسائل کي ضرورت ھو اُن کے حصول کے لیے ھر ممکن تدبیر و سعي کام میں لائیں - اگر ایسا نہ کیا گیا تو سب اللہ کے حضور جوابدہ ھونگے - سب مبتلاے معصیت و فسق ھونگے - ایسي معصیت ' ایسا فسق ' ایسا عدوان ' ایسا نفاق ' جس کے بعد صرف کفر ھي کا درجہ ھے -

اگر قیامت کا آنا حق ھے ' اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ھے ' تو مسلمانان عالم کے پاس اُسوقت کیا جواب ھوگا ' جب قیامت کے دن پوچھا جائیگا کہ تم کروروں کي تعداد میں زندۂ و سلامت موجود تھے - تمھارے جسموں سے روح کھینچ نہیں لي گئي تھي - تمھاری قوتوں کو سلب نہیں کرلیا گیا تھا - تمھارے کان بہرے نہ تھے نہ ھاتھہ کٹے ھوے اور پانوں لنگڑے - پھر تمھیں کیا ھوگیا تھا کہ تمھارے سامنے تمھارے بھائیوں کي گردنوں پر دشمنوں کي تلواریں چل گئیں - وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ھوگئے - اسلام کي آبادیاں غیروں کے قبضۂ و تسلط سے پامال ھوگئیں - پر نہ تو تمھارے دلوں میں جنبش ھوئي ' نہ تمھارے قدموں میں حرکت ھوئی ' نہ تمھاری آنکھوں نے محبت و ماتم کا ایک آنسو بخشا ' اور نہ تمھارے خزانوں پر سے بخل و زر پرستي کے قفل توٹے ؟ تم نے چین اور آرام کے بستروں پر لیٹ کر بربادی ملت اور پامالي اسلام کا یہ خونین تماشہ دیکھا ' اور اُس بے درد تماشائي کي طرح بے حس و حرکت تکتے رھے جو سمندر کے کنارے کھڑے ھوکر ڈوبتے ھوے جہازوں اور بہتي ھوئي لاشوں کا نظارہ کر رھا ھو ! ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ ؟ فما حیاۃ الدنیا الا قلیل !

فتح القدیر میں ھے :

فیجب علی جمیع اھل تلک البلدۃ النفر ' و کذا من یقرب منھم ان لم یکن باھلھا کفایۃ ' و کذا من یقرب ممن یقرب ان لم یکن بمن یقرب کفایۃ ' او تکاسلوا ' او عصوا ' و ھکذا الی ان یجب علی جمیع اھل الاسلام شرقاً و غرباً - (جلد ۴ - صفحہ - ۸۲۰)

اگر غیر مسلموں نے حملہ کیا تو پھر اُس شہر کے تمام باشندوں پر دفاع کے لیے اُتھہ کھڑا ھونا فرض عین ھوجائیگا - اور اگر دشمن زیادہ طاقتور ھیں اور مقابلہ کیلیے وھاں کے مسلمان کافي نہیں' توجو مسلمان اُنسے قریب ھونگے ' انپر بھي فرض عین ھو جائیگا - اور اگر وہ بھي کافي نہیں ' یا انھوں نے سستي کي ' یا دانستہ انکار کیا ' تو پھر اُن تمام لوگوں پر جو اُن سے قریب

" مرکز ارضي " سے مقصـــود یہ ھے کہ اسلام کي دعوۃ ایک عالمگیر اور دنیا کي بین الملي دعوۃ تھي - وہ کسي خاص ملک اور قوم میں محدود نہ تھي - مسلمانوں کي قومیت کے اجزاء تمام کرۂ ارضي میں بکھر جانے اور پھیل جانے والے تھے - پس ان بکھرے ھوے اجزاء کو ایک دائمي متحدہ قومیت کي ترکیب میں قائم رکھنے کیلیے ضروري تھا کہ کوئي ایک مقام ایسا مخصوص کردیا جاتا ' جو ان تمام متفرق و منتشر اجزاء کیلیے اتحاد و انضمام کا مرکزی نقطہ ھوتا - سارے بکھرے ھوے اجزاء وھاں پھنچکر سمٹ جاتے - تمام پھیلي ھوئي شاخیں وھاں اکٹھي ھوکر جڑ جاتیں - ھر شاخ کو اس جڑ سے زندگی ملتی ' ھر نہر اس سر چشمہ سے سیراب ھوتي - ھر ستارہ اس سورج سے روشني اور گرمي لیتا - ھر دوري اس سے قرب پاتی - ھر فصل کو اس سے مواصلت ملتي - ھر انتشار کو اس سے اتحاد و یگانگي حاصل ھوتي -

وھی مقام تمام امت کی تعلیم و ھدایت کیلیے ایک وسطي درسگاہ کا کام دیتا - وھی تمام کرۂ ارضی کی پھیلی ھوئی کثرت کیلیے نقطۂ وحدت ھوتا - ساری دنیا ٹھنڈی پڑ جاتي ' پر اسکا تنور کبھي نہ بجھتا - ساري دنیا تاریک ھو جاتی' مگر اسکي روشنی کبھی گل نہ ھوتي - اگر تمام دنیا اولاد آدم کے باھمی جنگ و جدال اور فتنۂ و فساد سے خون ریزي کی دوزخ بن جاتی' پھر بھي ایک گوشۂ قدس ایسا رھتا جو ھمیشہ امن و رحمت کا بھشت ھوتا ' اور انساني فتنۂ و فساد کي پرچھائیں بھي وھاں نہ پڑ سکتي -

اسکا ایک ایک چپہ مقدس ھوتا ' اسکا ایک ایک کونہ خدا کے نام پر محترم ھو جاتا ' اسکا ایک ایک ذرہ اسکے جلال و قدوسیت کا جلوہ گاہ ھوتا - خونریز اور سرکش انسان ھر مقام کو اپنے ظلم و فساد کي نجاست سے آلودہ کر سکتا ' پر اسکي فضاء مقدس ھمیشہ پاک و محفوظ رھتی ' اور جب زمین کے ھر گوشے میں انساني سرکشي اپني مجرمانہ خداوندی کا اعلان کرتي تو وھاں خدا کي سچي پادشاھت کا تخت عظمت و اجلال بچھہ جاتا ' اور اسکا ظل عاطفت تمام بندگان حق کو اپني طرف کھینچ بلاتا -

دنیا پر کفر و شرک کے جماؤ اور اٹھان کا کیسا ھی سخت اور برا وقت آجاتا ' مگر سچی توحید اور بے میل خدا پرستي کا وہ ایک ایسا گھر ھوتا ' جہاں خدا اور اسکی صداقت کے سوا نہ کسي خیال کي پھنچ ھوتي ' نہ کسي صدا کی گونج اٹھہ سکتی -

باب

جزیرۂ عرب و بلاد مقدسہ

فصل

(مرکز ارضي)

کوئي قوم زندہ نہیں رهسکتي ' جب تک اسکا کوئي ارضي مرکز نہ هو - کوئي تعلیم باقي نہیں رهسکتي ' جب تک اُسکي ایک قائم وجاري درسگاہ نہ هو - کوئي دریا جاری نہیں رهسکتا ' جب تک ایک محفوظ سر چشمہ سے اُسکا لگاؤ نہ هو -

نظام شمسي کا هر ستارہ روشني اور حرارت صرف اپنے مرکز شمسي هي سے حاصل کرتا ہے - اُسی کي بالاتر جاذبیة ہے جسنے یہ پورا معلق کارخانہ سنبھال رکھا ہے ! اللہ الذي رفع السمـارات بغیر عمد ترونہا ' ثم استـوی علي العرش ' و سخر الشمس و القمر ' کل یجري لاجل مسمی ! (۱۳ : ۲)

یہي قانون الهي ہے جسپر اُسکي شریعت کے تمام جماعتي احکام مبني هیں - پس جس طرح اسلام نے امت کے بقا اور حق و هدایت کے قیام کیلیے هر طرح کے مرکز قرار دیے ' ضرور تھا کہ ایک ارضی مرکز بھي قیامت تک کیلیے قرار دیدیا جاتا -

اُن بے شمار مصلحتوں اور حکمتوں کي بنا پر جنکي تشریح کا یہ موقعہ نہیں ' اسلام نے اس غرض سے سر زمین حجاز کو منتخب کیا - یہي ناف زمین دنیا کي آخري اور دائمي هدایت و سعادت کیلیے مرکزی سر چشمہ اور روحاني درسگاہ قرار پائي - اور چونکہ سر زمین حجـاز جزیرۂ عرب میں واقع تھي ' وهي اسلام کا اولین موطن ' وهي اسکا سب سے پہلا سر چشمہ تھا ' اسلیے ضرور تھا کہ اسلامي مرکز کے قریبي گرد و پیش کا بھي وهي حکم هوتا جو اصل مرکز کا - لہذا یہ تمام سر زمین بھي کہ حجاز کي " وادی غیر ذي زرع " کو گھیـرے هوے ہے ' اسي حکم میں داخل هوگئي - ذلک تقدیر العزیز العلیم !

و اذ جعلنا البیت مثابة للناس و امنا (۲:۱۲۵) اور جب ایسا ہوا کہ ہم نے خانۂ کعبہ کو انسانوں کیلیے اجتماع کا مرکز اور امن کا گھر بنایا۔

اور

من دخلـــه کان امنــا (۳ : ۹۷) جو اسکے حدود کے اندر پہنچ گیا ، اسکے لیے کسی طرح کا خوف اور ڈر نہیں -

اور یہی علت تھی تحویل قبلہ کی - نہ وہ جو لوگوں نے سمجھی :

و حیث ما کنتـــم فولوا وجوهکم شطرہ (۲:۱۵۰) اور تم کہیں بھی ہو ، لیکن چاہیے کہ اپنا رخ اسی کی جانب رکھو !

کیونکہ جب یہی مقام ارضی مرکز قرار پایا ، تو تمام افراد قوم کیلیے لازمی ہوا کہ جہاں کہیں بھی ہوں ، رخ اُنکا اسی طرف رہے - اور دن میں پانچ مرتبہ اپنے قومی مرکز کے طرف متوجہ ہوتے رہیں - اور یاد رہے کہ من جملہ بے شمار مصالح و حکم کے ، ایک بڑی مصلحت فریضۂ حج میں یہ بھی ہے کہ ساری اُمت ، تمام کرۂ ارضی ، اور تمام اقوام عالم کو ، اس نقطۂ مرکز سے دائمی پیوستگی بخشدی :

و اذن فی الناس بالحــج یا توک رجـالا و علی کل ضامر یاتین من کل فــج عمیق (۲۲ : ۲۸) اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو - پھر ایسا ہوگا کہ ساری دنیا کو یہ گوشۂ برکت کھینچ بلائیگا - لوگوں کے پیادے اور سوار قافلے دور دور سے یہاں پہنچیں گے !

فصل

(احــکام شرعیـــہ)

اس مرکز کے قیام و بقاء کیلیے سب سے پہلی بات یہ تھی کہ دائمی طور پر اسکو صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جبتک یہ خصوصیت قائم نہ کی جاتی ، امت کیلیے اس مرکزیت کے مطلوبہ مقاصد و مصالح حاصل نہ ہوتے -

چنانچہ اسی بنا پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا : انما المشرکـــون نجس ، فلا یقربو المسجد الحرام بعد عامهـــم هذا - مسجـــد حرام کے حدود صرف توحید کی پاکی کیلیے مخصوص ہیں - اب آیندہ کوئی غیر مسلم اسکے

وہ انسان کی پھیلی ہوئی نسل کیلیے ایک مشترک اور عالمگیر گھر ہوتا - کٹ کٹ کر قومیں وہاں جڑتیں ' اور بکھر بکھر کے نسلیں وہاں سمٹتیں - پرند جس طرح اپنے آشیانوں کی طرف اُڑتے ہیں ' اور پروانوں کو تم نے دیکھا کہ روشني کی طرف دوڑے - ٹھیک اِسي طرح انسانوں کے گروہ اور قوموں کے قافلے اُسکي طرف دوڑتے' اور زمین کي خشکي و تري کی وہ ساري راہیں جو اُس تک پہنچ سکتیں ' ہمیشہ مسافروں اور قافلوں سے بھري رہتیں -

دنیا بھر کے زخمی دل وہاں پہنچتے اور شفا اور تندرستی کا مرہم پاتے - بیقرار و مضطر روحوں کیلیے اُسکے آغوش گرم میں آرام و سکون کی ٹھنڈک ہوتي - گناہ کي کثافتوں سے آلودہ جسم وہاں لائے جاتے' اور محرومي و نامرادي کي مایوسیوں سے گھائل دل چیختے اور تڑپتے ہوے اُس کي جانب دوڑتے ' تو اسکي پاک ہوا امید و مراد کي عطر بیزي سے مشکبار ہوجاتي' اسکے پہاڑوں کي چوٹیاں خدا کي محبت و بخشش کے بادلوں میں چھپ جاتیں ' اور اُس کي مقدس فضاء میں رحمت کے فرشتے غول در غول اُتر کر اپني معصوم مسکراہٹ اور اپنے پاک نغموں کے ساتھہ مغفرت و قبولیت کي بشارتیں بانٹتے !

شاخوں کي شادابي جڑ پر موقوف ہے - درختوں کي جڑ اگر سلامت ہے تو شاخوں اور پتوں کے مرجھا جانے سے باغ اجڑ نہیں جا سکتا - دس ٹہنیاں کاٹ دي جائینگي' تو بیس نئی نکل آئینگی - اسیطرح قوم کا مرکز ارضي اگر محفوظ ہے ' تو اسکے بکھرے ہوے ٹکڑوں کي بربادی سے قوم نہیں مٹ جاسکتي - سارے ٹکڑے مٹ جائیں ' مگر مرکز باقي ہے تو پھر نئي نئي شاخیں پھوٹینگي اور نئي نئي زندگیاں اُبھرینگي - پس جس طرح مسلمانوں کے اجتماعي دائرہ کیلیے خلیفۂ و امام کے وجود کو مرکز ٹھہرایا گیا' اُسي طرح اُنکي ارضي وسعت و انتشار کیلیے عبادتکدۂ ابراھیمي کا کعبۃ اللہ' اسکی سر زمین حجاز' اور اُسکا ملک جزیرۂ عرب' دائمي مرکز قرار پایا - یہی معني ان آیات کریمہ کے ہیں کہ :

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس (۵ : ۱۰۰)	اللہ نے کعبہ کو کہ اسکا محترم گھر ہے' انسانوں کے بقاؤ قیام کا باعث ٹھہرایا -

الا بعضهم لحقوا برسول الله فامنهم و اسلموا ' و اجلی یهود المدینة کلهم بني قینقاع و هم قوم عبد الله بن سلام و یهود بني حارثه ' وکل یهودي کان بالمدینه "

بخاري و مسلم میں اس آخري اخراج کا واقعه بروایت حضرة ابو هریرة مروي هے - آپ صحابه کو ساتهه لیکر یهودیوں کي تعلیم گاه میں تشریف لیگئے اور فرمایا " یا معشر الیهود ! اسلموا تسلموا " اسلام قبول کرو - نجات پاؤگے - پهر فرمایا " اعلموا ان الارض لله و رسوله و اني ارید ان اجلیکم من هذه الارض ' فمن وجد منکم بماله شیئاً فلیبعه ' و الا ' فاعلموا ان الارض لله و رسوله " میں نے اراده کرلیا هے که تم کو اس ملک سے خارج کردوں - پس اپنا مال و متاع فروخت کرنا چاهو توکردو- ورنه جان رکهو که اس ملک کي حکومت صرف الله اور اُسکے رسول هي کیلیے هے -

جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو دو مقام ایسے رهگئے تهے جهاں سے یهود و نصارا کا اخراج نه هوسکا تها - خیبر اور نجران - پس آپنے وصیت فرمائي که آینده جزیرۂ عرب صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے- جو غیر مسلم اس ملک میں باقي رهگئے هیں ' خارج کردیے جائیں - امام بخاري نے باب باندها هے " اخراج الیهود من جزیرة العرب" اسمیں پهلي روایت یهود مدینه کے اخراج کي لاے هیں جو اوپر گزرچکي - دوسري روایت حضرت ابن عباس کي هے - آنحضرة صلعم نے مرض الموت میں تین باتوں کي وصیت فرمائي تهي - ایک یه تهي " اخرجوا المشرکین من جزیرة العرب " حافظ ابن حجر لکهتے هیں " اقتصـــر علی ذکر الیهود لانهم یوحـــدون الله تعالی الا القلیل ومع ذلك امر باخراجهم' فیکون اخراج غیرهم من الکفار بطریق اولی" (فتح الباری - ٦ : ۱۹۴) یعنی امام بخاری نے عنوان باب میں صرف یهود کا ذکر کیا - اسمیں استدلال یه هے که تمام غیر مسلم اقوام میں یهودي سب سے زیاده توحید کے قائل هیں - انکو خارج کیا گیا تو دیگر مذاهب کے اخراج کا وجوب بدرجۂ اولی ثابت هوگیا - پس حاجت تصریح نهیں -

حضرة عمر کي روایت میں " یهود و نصاری " کا لفظ هے " لاخرجن الیهود و النصاری من جزیرة العرب حتی لا ادع الا مسلما " رواه مسلم و احمد و الترمذي و صححه - ابو عبیده بن جراح سے امام احمد نے روایت کیا هے: " اخر ما تکلم به رسول الله صلعم اخرجوا یهود اهل الحجاز و اهل نجران من جزیرة العرب " حضرة عائشه کي روایت میں اسکي علت بهي واضح کردي

قریب بھي نه آنے پاے - یعنی نه صرف یه که وهاں غیر مسلم نه رهیں ' بلکه کسي حال میں داخل بھي نه هوں - جمہور اهل اسلام نے اتفاق کیا که مسجد حرام سے مقصود صرف احاطۂ کعبه هي نہیں هے ' بلکه تمام سر زمین حرم هے - اور دلائل و مباحث اسکے اپنے مقام پر درج هیں -

اور اسي طرح احادیث صحیحۂ و کثیرہ سے جو حضرۃ علي ' سعد بن وقاص ' انس ' جابر ' ابو هریرہ ' عبد الله بن زید ' رافع بن خدیج ' سهل بن حنیف ' و غیرهم اجلۂ صحابه سے مروي هیں ' ثابت هوچکا هے که مدینه کي زمین بھي مثل مکه کے حرم هے ' اور عیر و ثور اسکے حدود هیں - " المدینة حرام ما بین عیر الی ثور " اخرجه الشیخان - اور روایت سعد که " اني احرم ما بین لابتي المدینه ان یقطع عضاها او یقتل صیدها " رواہ مسلم - اور روایت انس متفق علیه که " اللهم ان ابراهیم حرم مکه ' و اني احرم ما بین لابتیها " (۱) خدایا ! ابراهیم نے مکه کو حرم ٹھہرایا اور میں مدینه کو ٹھہراتا هوں !

یه احکام تو خاص اس مرکز کي نسبت تھے - باقی رها اسکا گرد و پیش ' یعنی جزیرۂ عرب ' تو گو اسکے لیے اسقدر اهتمام کي ضرورت نه تھي ' تاهم اسکا خالص اسلامي ملک هونا ضروري تھا - تا که اسلامي مرکز کا گرد و پیش اور اسکا مولد و منشاء همیشه غیروں کے اثر سے محفوظ رهے -

اسلام کا جب ظہور هوا تو علاوہ مشرکین عرب کے یہود و نصارا کی بھي ایک بڑي جماعت جزیرۂ عرب میں آباد تھي - مدینه میں یہودیوں کے متعدد قبیلے تھے - خیبر میں انھي کي ریاست تھي - یمن میں نجران عیسائیوں کا بڑا مرکز تھا -

مدینه کي سر زمین خود آپکي زندگي هي میں یہودیوں سے خالي هوگئي - آخري جماعت جو مدینه سے خارج کي گئي ' بنو قینقاع اور بنو حارثه کا گروہ تھا - امام مسلم نے ابن عمر کا قول نقل کیا هے " ان یهود بني النضیر حاربوا رسول الله صلعم فاجلي بني النضیر و اقر قریظه و من علیهم ' حتی حاربت قریظه ' فقتل رجالهم وقسم اولادهم و نسائهم بین المسلمین

---

(۱) زیادہ مفصل بحث رساله " جامع الشواهد " میں لکھه چکا هوں - اِس رساله کا اصل موضوع مسئلۂ خلافت هے - یه تذکرہ ضمنا آگیا هے - پس اشارات پر اکتفا کیا گیا -

اُن کي نسبت يا تو بطريق پيشين گوئي کے خبر ديدي جاتي هے - يا اپنے جانشينوں کو وصيت کردي جاتي هے -

يه معامله اسي دوسري قسم ميں داخل تها - پس ضرور نه تها که اس کا پورا پورا نفاذ خود آنحضرة صلعم کي حيات طيبه هي ميں هوجاتا - آپ نے يہود مدينه کے اخراج سے عملاً نفاذ شروع کرديا - يہود خيبر سے ابتدا هي ميں شرط کرلي تهي که جب ضرورت هوگي ' اس سر زمين سے خارج کرديے جاؤگے - پهر تکميل کيليے اپنے جانشينوں کو وصيت فرمادي - چنانچه حضرة عمر (رض) کے زمانے ميں تکميل کا وقت آ گيا - اور يہود خيبر نے طرح طرح کي شرارتيں اور نا فرمانياں کرکے خود هي اس کا موقعه بهم پہنچاديا - پس حضرة عمر نے اس وصيت کي تحقيق کي ' اور جب پوري طرح تصديق هوگئي تو تمام صحابه کو جمع کر کے اعلان کرديا - سب نے اتفاق کيا ' اور يہود خيبر و فدک خارج کرديے گئے - اسي طرح نجران سے بهي عيسائيوں کا اخراج عمل ميں آيا - امام زهري نے ابن عتبه سے اور امام مالک نے ابن شهاب سے روايت کيا هے " ما زال عمر حتى وجد الثبت عن رسول الله انه قال لا يجتمع بجزيرة العرب دينان ' فقال من كان له من اهل الكتابين عهد فليات به ' انفذ له ' والا فاني مجليكم ' فاجلا هم " (اخرجه ابن ابي شيبه)

امام بخاری نے يہود خيبر کے اخراج کا واقعه کتاب الشروط کے باب " اذا اشترط فی المزارعة اذا شئت اخرجتک " ميں درج کيا هے ' اور ترجمۂ باب ميں استدلال هے که يہود خيبر کا تقرر پہلے هي سے عارضي و مشروط تها - بالاستقلال نه تها - حافظ عسقلانی لکهتے هيں - حضرة عمر کے اجلاء کردہ اهل کتاب کی تعداد چاليس هزار منقول هے -

پس صاحب شريعت کے قول و عمل ' اُن کے آخرين لمحات حيات کي وصيت ' حضرة عمر کے فحص و تصديق ' تمام صحابه کے إجماع و اتفاق سے يه بات ثابت هوگئی که اسلام نے هميشه کيليے جزيرۂ عرب کو صرف اسلامي آبادي هي کے ليے مخصوص کرديا هے - الا يه که کسي مصلحت سے خليفۂ وقت عارضي طور پر کسي گروہ کو داخل هونے کي اجازت ديدے - اور ظاهر هے که جب وهاں غير مسلموں کا قيام اور دو دينوں کا اجتماع شريعت کو منظور نہيں ' تو غير مسلم کی حکومت يا حاکمانه نگراني و بالا دستي کو جائز رکهنا کب مسلمانوں کيليے جائز هوسکتا هے ؟

ھے " آخر ما عہد رسول اللہ صلعم ان قال لا یترک بجزیرۃ العرب دنیان "
رواہ احمد - یعنی سب سے آخری وصیت رسول اللہ کی یہ تھی کہ جزیرۂ
عرب میں دو دین جمع نہ ہوں - صرف اسلام ھی کیلیے مخصوص ہوجاے -
امام مالک نے موطا میں عمر بن عبد العزیز اور ابن شہاب کے مراسیل نقل
کیے ہیں اور مصمودي و غیرھم نے باب باندھا ھے " اخراج الیہود و النصاری
من جزیرۃ العرب " عمر ابن عبد العزیزکي روایت میں ھے : " کان من آخر
ما تکلم بہ رسول اللہ صلعم انہ قال قاتل اللہ الیہود و النصاری ' اتخذوا قبور
انبیائہم مساجد - لا یبقیان دنیان بارض العرب " اور ابن شہاب کا لفظ ھے
" لا یجتمع دنیان في جزیرۃ العرب "

حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے آخر تکلم " قاتل اللہ الیہود و النصاری "
جو نقل کیا ھے ' تو حضرۃ عائشہ سے صحیحین وغیرھا میں بطریق رفع بھي
ثابت ھے -

حافظ نواوي نے گو امام بخاري کا اتباع کیا اور " اجــلاء الیہـــود "
کا باب استدلالاً کافي سمجھا ' لیکن حافظ منذري نے تلخیص مسلم میں
" اخراج الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب " کا الگ باب باندھکر جزیرۂ عرب
والي روایتیں روایات اجلاء یہود سے الگ کردي ہیں - یہ وصیۃ نبوي علاوہ
طرق بالا کے مسند امام احمد ' مسند حمیدي ' سنن بیہقي وغیرہ میں
بھي مختلف طریقوں سے مروي ھے' اور سب کا مضمون متحد اور باھمدگر
اجمال و تبیین اور اعتضاد و تقویت کا حکم رکھتا ھے -

احکام شرعیہ دو قسم کے ہیں - ایک قسم اُن احکام کي ھے جنکا تعلق
افراد کي اصلاح و تزکیہ سے ہوتا ھے - جیسے تمام اوامر و نواھي اور فرائض
و واجبات - دوسرے وہ ہیں جنکا تعلق افراد سے نہیں بلکہ اُمت کے قومي اور
اجتماعي فرائض اور ملکي سیاسییات سے ہوتا ھے - جیسے فتح ممالک اور
قوانین سیاسیۂ و ملکیہ -

سنۃ الہي یوں واقع ہوئي ھے کہ پہلي قسم کے احکام خود شارع کي
زندگي ھي میں تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں ' اور وہ دنیا نہیں چھوڑتا مگر
اُنکي تکمیل کا اعلان کرکے - لیکن دوسري قسم کے لیے ایسا ہونا ضروري
نہیں - بسا احکام ایسے ہوتے ہیں جنکے نفاذ و وقوع کے لیے ایک خاص وقت
مطلوب ہوتا ھے اور وہ شارع کے بعد بتدریج تکمیل و تنفیذ پاتے ہیں - پس

حاصل سب کا یہي ہے کہ جزیرۂ عرب وہ سر زمین ہے جسکے تین جانب سمندر ہیں اور شمالي جانب دریاے دجلہ و فرات -

سب سے زیادہ مفصل جغرافیہ یاقوت حموي نے معجم البلدان میں دیا ہے - اِس سے زیادہ جامع و معتبر کتاب عربی میں جغرافیہ و تقویم بلدان کي کوئي نہیں :

" انما سمیت بلاد العرب جزیرۃ لاحاطۃ الانہار و البحار ' و ذلک ان الفرات اقبل من بلاد الروم ' فظہر بناحیۃ قنسرین ' ثم انحط علی اطراف الجزیرۃ و سواد العراق ' حتی وقع في البحر في ناحیۃ البصرۃ و الابلہ ' و امتد الی عبادان ' و اخذ البحر في ذلک الموضع مغربان منعطفاً ببلاد العرب " الخ -

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ عرب اسلیے جزیرہ مشہور ہوا کہ سمندروں اور دریاؤں سے گھرا ہوا ہے - صورت اسکی یوں ہے کہ دریاے فرات بلاد روم سے شروع ہوا ' اور قنسرین کے نواح میں عرب کي سرحد پر ظاہر ہوا - پھر عراق میں ہوتا ہوا بصرہ کے پاس سمندر میں جا ملا - وہاں سے پھر سمندر نے عرب کو گھیرا ' اور قطیف و ہجر کے کناروں سے ہوتا ہوا عمان اور شحر سے گزر گیا - پھر حضرموت اور عدن ہوتا ہوا پچھم کي جانب یمن کے ساحلوں سے جا ٹکرایا - حتی کہ جدہ نمودار ہوا جو مکۃ و حجاز کا ساحل ہے - پھر ساحل طور اور خلیج ایلہ پر جاکر سمندر کي شاخ ختم ہوگئي - پھر سر زمین مصر شروع ہوتي ہے اور قلزم نمودار ہوتا ہے ' اور اسکا سلسلہ بلاد فلسطین سے سواحل عسقلان ہوتا ہوا سر زمین صور و ساحل اردن تک بیروت پر پہنچتا ہے ' اور آخر میں پھر قنسرین تک منتہی ہوکر وہ جگہ آجاتي ہے جہاں سے فرات نے عرب کا احاطہ شروع کیا تھا - پس اس طرح چاروں طرف پانی کا سلسلہ قائم ہے - بحر احمر اور قلـــزم کي درمیاني خشکی بھی پاني سے خالي نہیں - کیونکہ سوڈان سے دریاے نیل وہاں آ پہنچا ہے اور قلزم میں گرا ہے - یہی جزیرہ ہے جس سے عرب کي سر زمین عبارت ہے ' اور یہي عرب اقوام کا مولد و منشاء ہے - انتہی ملخصا - (جلد ۳ - ۱۰۰)

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ جزیرۂ عرب کے حدود کیا ہیں ؟ عرب کا نقشہ اپنے سامنے رکھو اور اسپر مندرجۂ بالا تخطیط منطبق کرکے دیکھو - اوپر شمال ہے - دھنے مشرق - بائیں مغرب - شمال میں دریاے فرات مغرب سے خم کھاتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور صحراے شام کے کنارے سے گزرتا

فصل

(جزیرۂ عرب کي تحدید)

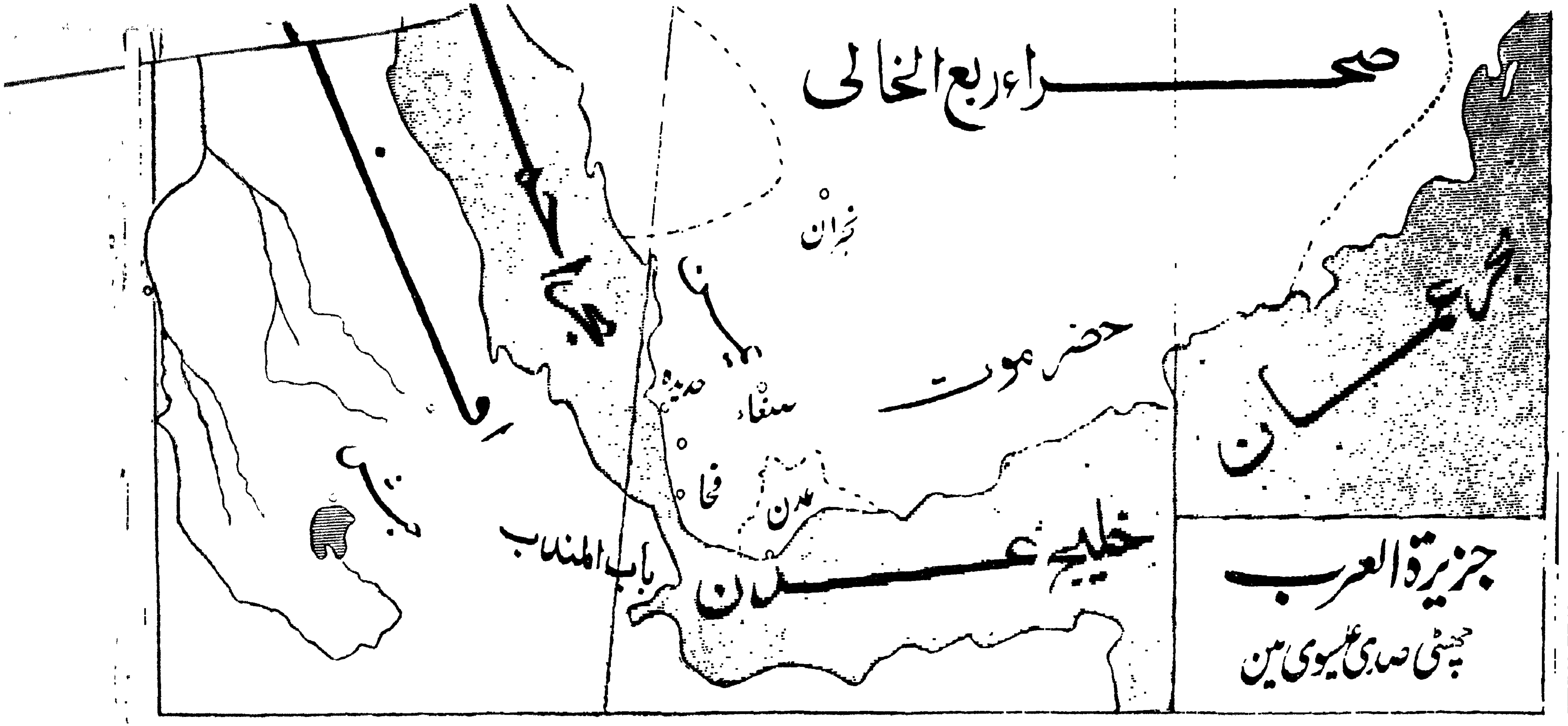
باقي رہا یہ مسئلہ کہ جزیرۂ عرب سے مقصود کیا ہے ؟ تو یہ بالکل صاف و واضح ہے - اس کے لیے کسي بحث و نظرکي ضرورت هي نہیں - نص حدیث میں " جزیرۂ عرب " کا لفظ وارد ہے ' اور عقلاً و اصولاً معلوم ہے کہ جب تک کوئي سبب قوی موجود نہ ہو ' کسی لفظ کے منطوق اور عام و متعارف مدلول سے انحــــراف جائز نہ ہوگا - اور نہ بلا مخصص کے قیاساً تخصیص جائز- شارع نے " جزیرہ " کا لفظ کہا ' اور دنیا میں اس وقت سے لیکر ابتک جزیرۂ عرب کا اطلاق ایک خاص ملک پر ہر انسان کر رہا اور رجان رہا ہے - پس جو مطلب اسکا سمجھا جاتا تھا اور سمجھا جاتا ہے ' رھي سمجھا جایگا -

تمام مورخین اور جغرافیہ نگاران قدیم و جدید متفق ہیں کہ عرب کو " جزیرہ " اسلیے کہا گیا کہ تین طرف سمندر اور ایک جانب دریا کے پاني سے محصور ہے - یعني تین طرف بحـــر ہند ' خلیج فارس ' بحر احمر و قلزم واقع ہیں - ایک جانب دریاے دجلہ و فرات -

فتح الباري وغیرہ میں ہے " قال الخلیل سمیت جزیرة العرب ' لان بحر فارس و بحر الحبشه و الفرات و الدجله احاطت بها " (۶ : ۱۱۸) اور اصمعي کا قول ہے : " لاحاطة البحار بها ' یعني بحر الهند و القلزم و بحر فارس و بحر الحبشه و دجله " (ایضاً)

نہایہ میں امام زہري کا قول نقل کیا ہے " سمیت جزیرة لان بحر الفارس و بحر السودان احاط بجانبیها ' و احاط بالجانب الشمالي دجله و الفرات " -

یہي قول ارباب لغة کا بھي ہے - قاموس میں ہے " جزیرة العرب ما احاط به بحرالهند و الشام ثم دجله و الفرات " پروفیسر پطرس بستاني نے بھی (جو زمانۂ حال میں شام کا ایک مشہور مسیحي مصنف گزرا ہے اور جس نے عربي میں انسائیکلو پیڈیا لکھني شروع کي تھي) محیط المحیط میں یہي تعریف کي ہے -



F.D.AHMED. 7-8-1335.

ہوا دجلہ میں ملجاتا ہے - پھر دونوں ملکر خلیج فارس میں گرتے ہیں - فرات کے پیچھے دجلہ کا خط ہے - اسي پر بغداد واقع ہے - خلیج فارس کے مشرق میں ایران ہے اور مغربی ساحل میں قطیف و حساء - پھر یہ خلیج تنگ ناے ہرمز سے نکل کر مسقط و عمان کے کناروں سے گزرتا ہے اور اسکے بعد هي بحر عمان نمودار ہوجاتا ہے - اسکے بعد حضرموت کا ساحل دیکھوگے - پھر عدن آگیا' اور باب المندب سے جونہي آگے بڑھے' بحر احمر شروع ہوگیا - چونکہ اسکا مغربي ساحل افریقہ و حبش سے متصل ہے ' اسلیے قدیم جغرافیہ میں اسکو بحر حبش بھي کہتے تھے - بحر احمر کے کنارے پہلے یمن ملیگا - پھر جدہ - اسکے بعد ساحل حجاز - حتی کہ سمندر کي شاخ پتلی ہوکر طور سینا تک منتہي ہوگئي ' اور اسکے ساتھہ هي خلیج عقبہ کي شاخ نمودار ہوئی - اب مصر کي سر زمین شروع ہوگئی - نہر سوئیس کے بننے سے پہلے یہ خشکی کا ایک ٹکرہ تھا جس نے بحر احمر کو بحر متوسط سے جدا کردیا تھا - اسلیے صاحب معجم نے یہاں دریاے نیل کا ذکر کیا' جسکو اسی درمیاني تختۂ خشک کے بائیں جانب دیکھہ رہے ہو - وہ قاہرہ سے ہوتا ہوا اسکندریہ کے پاس سمندر میں گرتا ہے - پس اگرچہ اس زمانے میں یہ ٹکرہ خشک تھا مگر سمندر کي جگہ دریاے نیل کا خط آبي موجود تھا -

اس کے بعد بحر متوسط ہے جس کے ابتدائي حصہ کو قدیم جغرافیہ نویس بحر مصر و شام سے موسوم کرتے تھے - اسي پر بیروت واقع ہے اور ساحل سے اندر کي جانب دیکھوگے تو پھر وهي مقام سامنے ہوگا ' جہاں سے دریاے فرات نمودار ہوکر خلیج فارس کي جانب بڑھا تھا -

پس یہ ایک مثلث نما ٹکرہ ہے جو اس تمام بحري احاطہ کے اندر واقع ہے - صرف خشکي کا ایک حصہ شمال میں فرات کے بائیں جانب نظر آتا ہے - یعني سرحد شام - یہي مثلث ٹکرہ جزیرۂ عرب ہے - قدیم و جدید جغرافیہ نگار' دونوں اس پر متفق ہیں -

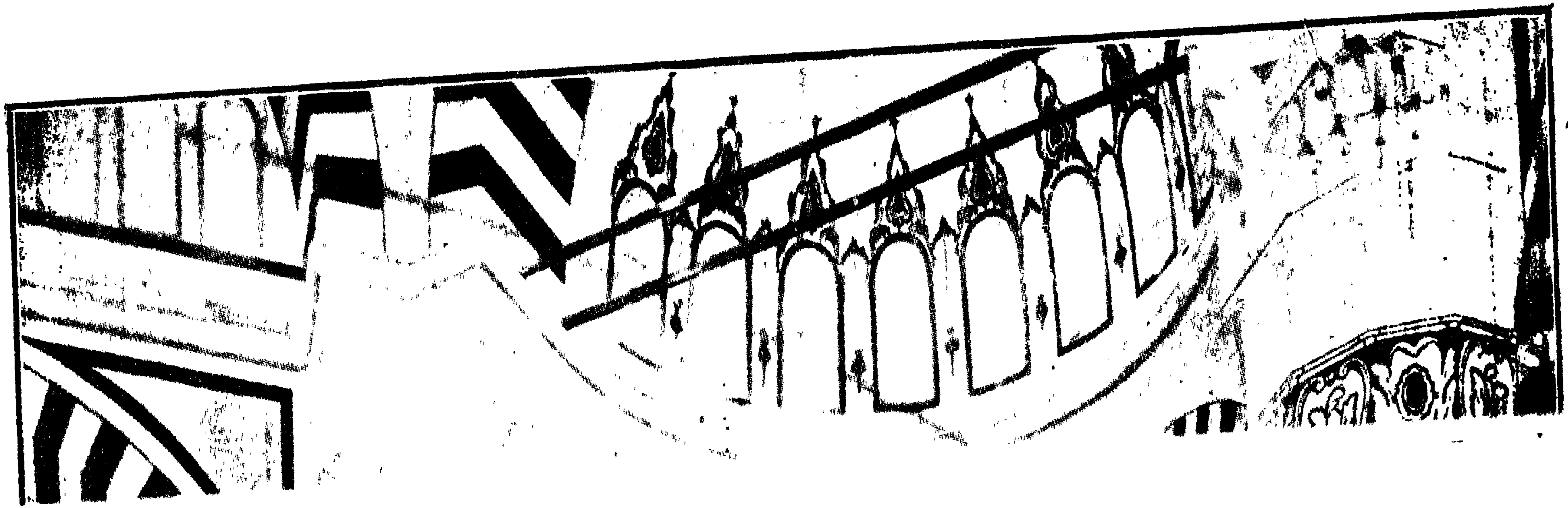
اس سے معلوم ہوا کہ عرب کے " جزیرہ " اور " جزیرہ نما " ہونے میں سب سے زیادہ اہم وجود دریاے دجلۂ و فرات کا ہے - کیونکہ اگر یہ عرب کے حدود سے کوئي متصل تعلق نہیں رکھتے ' تو پھر اس کي ایسي صورت هي باقي نہیں رهتي جس پر جزیرہ کا اطلاق ہوسکے - یعني شمال کي جانب بالکل خشک رهجاتي ہے - یہي وجہ ہے کہ جس کسي نے عرب کي تعریف کي'

احاطۂ بحر و نہر کا لفظ کہکر واضح کردیا کہ جانب شمال دجلہ تک پھیلا ہوا ہے - اور جنہوں نے مقامات کے نام لیکر حدود متعین کیے ' انہوں نے بھي صاف کہدیا کہ شمالي حد دجلہ ہے - نہایہ ' معجم البلدان ' اور فتح الباري میں اصمعي کا قول منقول ہے " من اقصی عدن ابین الی ریف العراق طولاً ' و من جدہ و ساحل البحر الی اطراف الشام عرضاً " کرماني نے کہا " هي ما بین عدن الی ریف العراق طولاً ' و من جدہ الی الشام عرضاً " یہي قاموس میں ہے - ایسا هي ابن کلبي سے مروي ہے - رفاعہ بک طہطاوي نے قدیم وجدید کتب سے اخذ کرکے عربي میں " تعریفات الشافیہ لمرید الجغرافیہ " لکھي - اسمیں بھي یہي حدود هیں - پس صاحب معجم کي تفصیل اور تمام اقوال سے ثابت هو گیا کہ عرب طول میں عدن سے لیکر عراق کي ترائي تک ' اور عرض میں ساحل بحر احمر سے خلیج فارس تک پھیلا هوا ہے - اس کي حد شمال میں دهني جانب دجلہ ہے ' اور اگر عرض کا خط کہینچیں تو بائیں جانب شام - آجکل کے جغرافیوں میں بھي عرب کے یہي حدود بتلائے جاتے هیں - پچھم میں بحر احمر' جنوب میں بحر هند' پورب میں خلیج فارس ' اور دکھن میں ملک شام -

اسی معجم البلدان میں عراق کي وجہ تسمیہ بیان کرتے هوے لکھا ہے: " ای انہا اسفل ارض العرب " (جلد ۶ : ۱۳۳) یعني عراق اسلیے نام هوا کہ زمین عرب کا سب سے زیادہ نچلا حصہ ہے - اس سے بھي ثابت هوا کہ عراق عرب میں داخل ہے - البتہ عراق کا وہ حصہ جو دجلہ کے پار واقع ہے ' اس میں داخل نہ هوگا -

هم یہاں عرب کا ایک نقشہ تفسیر البیان کے مسودہ سے لیکر درج کرتے هیں - اس نقشہ میں ظہور اسلام کے وقت جزیرۂ عرب کي حالت دکھلائي ہے - یہ نقشہ دراصل یورپ کے بعض مشہور مستشرقین (اورنٹیلسٹ) نے قدیم نقشوں اور تعریفات سے مدد لیکر طیار کیا تھا جسکو سنہ ۱۸۵۰ میں پروفیسر فرڈنینڈ ویسٹن فیلڈ (Ferdinand Wustenfeld) نے لیڈن یونیورسٹی سے شائع کیا - جزیرۂ عرب کے تمام قدیم نقشوں میں سب سے زیادہ صحیح اور مستند نقشہ یہي ہے - نقطوں کے خطوط سے تجارتي قافلوں کي وہ سڑکیں دکھلائي هیں جو چھٹی صدي عیسوي میں عرب کے اندروني مقامات سے سواحل تک جاتي تھیں -

حتى المحاريب تبكي وهي جامدة
حتى المنابر ترثي وهي عيدان !



ایڈریا نوپل کی جامع مسجد
جو بقیہ یورپین ترکی میں اسلام کی آخری متاع عزت تھی اور یونان کے سپرد کردی گئی !

مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھہ اس وراثت کي بشارت دي تھي -

و لقد کتبنا في الزبور من بعد الذکر' ان الارض یرثہا عبادي الصالحون -
ان في ھذا لبلاغاً لقوم عابدین - وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (۲۱ : ۱۰۵)

حضرة ابن عباس وغیرہ سے مروي ھے کہ اس آیت میں " الارض " سے مقصود بیت المقدس اور فلسطین ھے - اسمیں خبر دي گئي تھي کہ اب وھانکي پادشاھت مسلمانوں کے حصے میں آئیگي - اسي لیے کہا : ان في ھذا لبلاغا الخ -

یہي وجہ ھے کہ مسلمانوں نے ھمیشہ اس سر زمین کي خدمت و وراثت کو اللہ کي طرف سے ایک مخصوص عطیہ و امانت سمجھا ' اور اسکي حفاظت کو حرمین کي طرح ساري دنیا کي حکومت و فرماں روائي سے بھي زیادہ عزیز و محبوب سمجھتے رھے - یہی اعتقاد دیني تھا جسنے مسیحي جہاد کي اُن آتھہ لڑائیوں کو کامیاب ھونے نہ دیا جن میں تمام یورپ کي طاقت اکٹھي ھوگئي تھي ' حالانکہ وہ وقت مسلمانوں کی پولیٹـکل طاقت کے عروج کا نہ تھا - تنزل و انحطاط کا تھا ' اور تمام عالم اسلامي مختلف حکومتوں میں متفرق ھوچکا تھا - اُسوقت سے لیکر آجتـک وھاں کي حکومت خلیفۂ اسلام کے ماتحت رھي ھے ' اور ھمیشہ خود یورپ نے مسیحي دنیا کے امن و سکون کیلیے اسی بات کو بہتر سمجھا ھے - پس اگر آج پھر ازمنۂ مظلمہ (مدل ایجز) کي تاریخ دھرائی جائیگي ' اور اسلام کي جگہ اُسے مسیحیت یا یہودیت کے زیر اثر لانے کي کوشش کي جائیگي ' تو مسلمانان عالم کیلیے ناممکن ھوگا کہ خاموش رھسکیں - اُنکا فرض ھوگا کہ جب گذشتہ کروسیڈ کا ایک حصہ دھرایا گیا ھے' تو دوسرا حصہ بھي ظہور میں آجاے - وہ مسلمانوں کي دیني زیارت گاہ ھے - اُنکا مقدس اولین قبلہ ھے - اسکي مذھبي وابستگي اُنکے ایمان و مذھب کا جزء ھے - اگر وھاں یہودیوں کا اقتدار بڑھایا جاتا ھے ' یا کسي مسیحی حکومت کو نگراني و بالا دستی کے نام سے قائم کیا جاتا ھے ' تو یہ صرف مسلمانوں کی آبادیوں ھی کو نہیں بلکہ انکی شریعت کو چیلنج دینا ھے ' اور مسلمانوں کو مجبور کردینا ھے کہ یا تو اسلام کی جانب سے اس چیلنج کو قبـــول کرلیں ' یا اسکی اطاعت و حمایت سے دست بردار ھو جائیں -

فصل

(مسجد اقصیٰ و ارض مقدس)

مقامات مقدسۂ اسلامیہ کے سلسلہ میں بیت المقدس اور اسکی سرزمین کا مسئلہ بھي مسلمانوں کے لیے اس سے کم اهمیت نہیں رکھتا جس قدر حرم مکہ اور حرم مدینہ کا -

اسلام نے صرف تین مقامات کے لیے بہ نیت طاعت و ثواب سفر کرنے کي اجازت دي هے - اُن میں جسطرح مکہ و مدینہ کا نام هے ' اُسیطرح بیت المقدس کا بھي - بخاری و مسلم کي مشہور روایت میں هے : " لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد : المسجد الحرام ' و مسجدي هذا ' و المسجد الاقصیٰ " یعني بہ نیت زیارت وطاعت سفر کا قصد و اهتمام کرنا نہیں هے مگر ان تین جگہوں کے لیے - مسجد حرام ' مسجد مدینہ ' اور مسجد اقصیٰ - اس سے معلوم هوا کہ تمام دنیا میں مسلمانوں کے لیے شرعاً یہي تین مقام سب سے زیادہ مقدس و محترم هیں ' اور انھي کو یہ خصوصیت حاصل هے کہ انکي زیارت کیلیے نیت کرکے اپنے وطنوں سے نکلتے هیں ' سفر کي تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتے هیں ' اور یقین کرتے هیں کہ اس کے معاوضہ میں اُنکے لیے بڑا هي اجر هے -

یہي وجہ هے کہ جمہور آئمۂ اسلام نے اتفاق کیا کہ اگر مسجد اقصیٰ کي زیارت کي نذر مانی هو' تو اسکا ادا کرنا اسي طرح واجب هوگا ' جس طرح زیارت مسجد نبوی اور حج و عمرہ کا ادا کرنا - حالانکہ ان تین جگہوں کے علاوہ اگر کسي دوسري زیارتگاہ کے سفر کیلیے نذر مانی هو' تو اسکا ادا کرنا باتفاق ائمہ واجب نہ هوگا - اسي بات سے اندازہ کرلیا جاسکتا هے کہ بیت المقدس کي سرزمین مسلمانوں کے مذهبي احکام و اعتقاد میں کیسا اهم درجہ رکھتي هے ؟

یہي وہ مقدس سرزمین هے جسکا اللہ نے یہودیوں سے وعدہ کیا تھا ' اور بالاخر وعدہ پورا هوکر رها - لیکن وہ اسکے اهل ثابت نہ هوے ' اور دنیا کي حکومت و عزت کے ساتھہ یہاں کي پادشاهت بھي اُن سے چھین لي گئی - پھر مسیحي دور شروع هوا - اسکے بعد مسلمان وارث هوے - قرآن حکیم نے

اسلام کی جگہ جاهلیة مول لی - جس نے انکے مقابلے میں لڑائی کی ' یا انکے دشمنوں کا ساتھه دیا ' اُس نے خدا اور اُسکے رسول سے لڑائی کی -

(۵) صرف خلیفۂ اسلام هي کے لیے یه حکم مخصوص نہیں ہے - جب کبھي مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں لڑائي هو' تو کسي مسلمان کیلیے شرعاً جائز نہیں که غیر مسلمان فوج کا ساتهي هوکر مسلمانوں سے لڑے - یا انکي مدد کرے - اگر کریگا تو بحکم " من حمل علینا السلاح فلیس منا " اور نص قراني من یقتل مومناً متعمداً فجزاءه جهنم خالداً فیها وہ اسلامي جماعت سے خارج هو جائیگا - اس کا ٹھکانا دوزخ ہے -

(۶) جب کسي اسلامي حکومت یا جماعت پر غیر مسلم حمله کریں یا حمله کا قصد کریں ' یا اُنکی آزادي و خود مختاري کو کسي دوسري طرح نقصان پہونچانا چاهیں ' تو هر ملک کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے اُنکي مدد کرنا ' اور حمله کرنے والوں سے لڑنا ' فرض هو جاتا ہے - علی الخصوص ایسي حالت میں جب که حمله آور زیادہ طاقتور هوں ' اور ان کے مقابله کي کافي طاقت اُن مسلمانوں اور وهاں کي اسلامی حکومت میں نهو - اس صورت میں جهاد کي فرضیة علی الکفایه نه هوگی - مثل نماز روزہ کے فرض عین هوگي -

(۷) اگر خلیفۂ اسلام کو دشمنوں کا ایسا طاقتور گروہ گھیر لے که ان کا مقابله کرنا اس کی طاقت سے باهر هو' اور بلا تمام مسلمانان عالم کي فوري مدد و نصرت کے اسلامي ممالک کي حفاظت نه هو سکے' تو اُس صورت میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا به یک وقت فرض هوگا که جس طرح بهي ممکن هو' اس کی مدد کریں - اور اُس کے دشمنوں پر حمله آور هوں -

(۸) اسلام کا حکم شرعی ہے که جزیرۂ عرب کو غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھا جاے - اُس میں عراق کا ایک حصه اور بغداد بهي داخل ہے - پس اگر کوئي غیر مسلم حکومت اس پر قابض هونا چاهے ' یا اُس کو خلیفۂ اسلام کي حکومت سے نکال کر اپنے زیر اثر لانا چاهے' تو یه صرف ایک اسلامي ملک کے نکل جانے هي کا مسئله نه هوگا' بلکه اُس سے بهي بڑهکر ایک مخصوص سنگین حالت پیدا هو جائیگي - یعنی اسلام کی مرکزي سر زمین پر کفر کا اثر چها رہا ہے - پس اس حالت میں تمام مسلمانان عالم کا

باب

(خاتمۂ سخن)

فصل

(نتائج بحث)

گذشتہ مباحث و تفصیلات کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

(۱) اسلام کا قانون شرعی یہ ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفۂ و امام ہونا چاہیے - " خلیفہ " سے مقصود ایسا خود مختار مسلمان پادشاہ اور صاحب حکومت و مملکت ہے جو مسلمانوں اور اُنکی آبادیوں کی حفاظت اور شریعت کے اجراء و نفاذ کی پوری قدرت رکھتا ہو اور دشمنوں کے مقابلے کیلیے پوری طرح طاقتور ہو-

(۲) اُسکی اطاعت و اعانت ہر مسلمان پر فرض ہے - اور مثل اطاعت خدا و رسول کے ہے - تاوقتیکہ اُس سے کفر بواح (صریح) ظاہر نہو - جو مسلمان اسکی اطاعت سے باہر ہوا ' وہ اسلامی جماعت سے باہر ہوگیا - جس مسلمان نے اُسکے مقابلہ میں لڑائی کی - یا لڑنے والوں کی مدد کی ' اُس نے اللہ اور اسکے رسول کے مقابلے میں تلوار کھینچی - وہ اسلام سے باہر ہوگیا ' اگرچہ نماز پڑھتا ہو ' روزہ رکھتا ہو ' اور اپنے تئیں مسلم سمجھتا ہو-

(۳) ایک خلیفہ کی حکومت اگر جم چکی ہے ' اور پھر کوئی مسلمان اُسکی اطاعت سے باہر ہوا اور اپنی حکومت کا دعوا کیا ' تو وہ باغی ہے - اسکو قتل کردینا چاہیے -

(۴) صدیوں سے اسلامی خلافت کا منصب سلاطین عثمانیہ کو حاصل ہے ' اور اسوقت از روے شرع تمام مسلمانان عالم کے خلیفہ و امام وہی ہیں - پس اُنکی اطاعت و اعانت تمام مسلمانوں پر فرض ہے - جو انکی اطاعت سے باہر ہوا ' اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکالدیا ' اور

اس اعلان جنگ کي اطلاع جب سرکاری طور پر هندوستان میں مشتہر کی گئي ' تو ساتهه هي حسب ذیل امور کا بهی اعلان کیا گیا تها :

(۱) ترکی حکومت کے ساتهه هماري جنگ دفاعي هے - نه که حمله آورانه - هم نے دو ماه تک هر طرح کا مخالفانه اور جنگ جویانه سلوک برداشت کیا ' اور پوري کوشش کی که کسي طرح یه جنگ ٹل جاے ' لیکن ترکي گورنمنٹ نے برابر اپنے حملے جاری رکهے - اب مجبوراً هم کو بهی اعلان جنگ کرنا پڑا هے -

(۲) هندوستان کے مسلمانوں کو پوري طرح بهروسه رکهنا چاهیے که اس جنگ میں همارے یا همارے ساتهیوں کی جانب سے کوئی بات ایسي نه هوگي جو انکے مذهبي محسوسات کو صدمه پهونچاے - اسلام کے تمام مقدس مقامات محفوظ رهینگے جن میں عراق بهی داخل هے - انکے احترام کا پورا پورا لحاظ رکها جاے گا - اسلام کے مقدس مقام خلافت کے خلاف کوئی کارروائي عمل میں نه آئیگي - هماري جنگ موجوده ترکي وزارت سے هے جو جرمني کے زیر اثر کام کررهي هے - خلیفة المسلمین سے اور اسلام سے نهیں هے - گورنمنٹ برطانیه نه صرف اپني جانب سے بلکه اپنے تمام حلیفوں کي جانب سے اِن باتوں کي ذمه داري لیتي هے -

یه خلاصه اُس سرکاري اعلان کا هے جو پهلي نومبر سنه ۱۹۱۴ کو اعلان جنگ کي اطلاع کے ساتهه هي گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کیا تها ' اور پهر تمام صوبوں میں سرکاري طور پر اسکي اشاعت کی گئي تهي - حتیٰ که هر کمشنري ' هر ضلع ' هر صدر مقام ' هر شهر کے مسلمانوں کو جمع کرکے مقامی حکام نے اسکي نقلیں بانٹي تهیں اور زباني بهي پڑهکر سنایا تها - برٹش انڈیا کا کوئي مسلمان گهر ایسا نهیں ملیگا جو اس اعلان سے بے خبر چهوڑ دیا گیا هو - بعد کو " نیر ایسٹ " وغیره اخبارات سے معلوم هوا که مصر و سوڈان میں بهی بجنسه یهی اعلان شائع کیا گیا تها -

اس اعلان کے بعد بهي همیشه ذمه دار حکام هند و انگلستان کي زبان سے یه دونوں باتیں بار بار ظاهر هوتي رهیں - اگر کسی اظهار و بیان کي مضبوطی میں اعلان کي تکرار و اشاعت کي کثرت و وسعت کو دخل هے ' تو بلا خوف رد کہا جاسکتا هے که جسقدر کثرت و تکرار کے ساتهه یه اعلان شائع کیا گیا ' شاید هی کوئی انساني وعده اسقدر دهرایا گیا هو -

اولین فرض ہوگا کہ اس قبضہ کو وہاں سے ہٹانے کے لیے اُٹھہ کھڑے ہوں ' اور اپنی تمام قوتیں اس کام کے لیے وقف کردیں -

(۹) اسلام کے مقامات مقدسہ میں بیت المقدس اُسی طرح محترم ہے جس طرح حرمین شریفین - اس کے لیے لاکھوں مسلمان اپنی جانوں کی قربانیاں ' اور یورپ کے ساتھہ صلیبی جہادوں کا مقابلہ کرچکے ہیں - پس تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس مقام کو دوبارہ غیر مسلموں کے قبضہ میں جانے نہ دیں - علی الخصوص مسیحی حکومتوں کے قبضۂ و اقتدار میں - اور اگر ایسا ہو رہا ہے ' تو اُس کے خلاف دفاع کرنا صرف وہاں کی مسلمان آبادی ہی کا فرض نہوگا - بلکہ بہ یک وقت و بہ یک دفعہ تمام مسلمانان عالم کا -

(۱۰) اس صورت میں جو فرض شرعی مسلمانوں پر عائد ہوگا ' اس میں پہلی چیز " ترک " ہے - دوسری " اختیار " - " ترک " سے مقصود یہ ہے کہ تمام ایسے تعلقات ترک کردینا پڑینگے جن میں برٹش گورنمنت کی اعانت و موالات ہو- "اختیار" سے مقصود یہ ہے کہ وہ تمام وسائل اختیار کرنے پڑینگے ' جنکے ذریعہ فریضۂ دفاع انجام پاسکے -

و تلک عشرة کاملہ -

فصل

(خلیفة المسلمین اور گورنمنت برطانیہ)

جب کہ اسلام کے اوّل اور اپنے پیرؤں کے لیے دائمی احکام کا یہ حال ہے ' تو یکایک ۴ - اگست ۱۹۱۴ کو عالمگیر جنگ عالم کا شرارہ وسط یورپ میں چمکا ' اور دیکھتے ہی دیکھتے مغربی تمدن کا تمام آتشگیر مادۂ جنگ بھڑک اُٹھا : نار اللہ الموقدة التي تطلع علی الافئدہ ! پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جنگ نے مسلمانان ہند کے لیے ایک ایسی نازک صورت اختیار کرلی ' جو برطانیہ کی حکومت ہند کی پوری تاریخ میں آج تک کبھی پیش نہیں آئی تھی - یعنی خلیفة المسلمین کی فوجیں بھی میدان جنگ میں مشغول پیکار نظر آئیں ' اور ترکی کے برخلاف برطانیہ نے اعلان جنگ کردیا -

شریف ثابت کریں ' لیکن بیسویں صدي کي تہذیب میں حکومتوں کیلیے
شریف ہونا چنداں ضروري بات نہیں ہے ' اور اگر طاقت موجود ہے تو پھر
اخلاقي صداقت کے مطالبہ کا وہم و گمان بھی نہیں کرنا چاہیے - جب
وعدوں کا ایفا اور عہد و پیمان کي پابندي کمزور حکومتوں کے ساتھہ ضروري
نہیں سمجھی جاتی ' تو پھر محکوم و بے سرو سامان رعایا کے ساتھہ کیوں
ضروري سمجھي جاے ' جو اپني وفاداري میں کتے کی طرح قابل تعریف
مگر بے زباني میں اُسی کي طرح بے بس بھي ہے ؟

انگلستان کي حکومت نے نپولین کے عہد سے لیکر آجتک اپنے وعدوں
کو جس طرح پورا کیا ہے ' انکي عبرۃ انگیز سرگذشت صفحات تاریخ پر
ثبت ہے -

برطاني وعدوں کے اعتماد اور آنکے ایفاء کي اخلاقي نمائش کا یہ پہلا ہي
موقعہ نہیں ہے - ۱۵ - جولائي سنہ ۱۸۱۵ع کو جب نپولین نے بلرافان نامي
انگریزي جہاز پر قدم رکھا تھا تو اُس نے بھي انگلستان کے وعدوں پر اعتماد
ہي کیا تھا - کچھہ بے اعتمادي نہ کي تھي - لیکن خود اُسي کے لفظوں میں
" انگلستان نے ہاتھہ بڑھا کر اپنا مہمان بنانے کیلیے بلایا ' اور جب وہ آگیا
تو اسکا خاتمہ کردیا "

سینٹ ہلینا کي سنگلاخ چٹانیں آجتک سمندر کے طوفانوں کے اندر
انگریزي مواعید کي اخلاقي قدر و قیمت کا اعلان کر رہي ہیں !

۴ - اگست سنہ ۱۸۱۵ کو جنگ واٹر لو کے بعد جب شہر پیرس متحدہ
افواج کے حوالے کیا گیا ' اور اس عہد نامہ کو فرانسیسیوں نے عہد نامہ
سمجھا جس پر انگلستان کے نامور ہیرو ڈیوک آف ویلنگٹن کے دستخط تھے '
تو یقیناً انھوں نے بھي انگلستان پر اعتماد ہي کیا تھا - لیکن قبضہ کے بعد
جو نتیجہ نکلا ' اس پر تاریخ کا اٹل فیصلہ صادر ہوچکا ہے ' اور خود انگریز
مورخوں کي زباني اُسکا افسانۂ خونیں سن لیا جاسکتا ہے -

خود ہندوستان کے گذشتہ سو سالوں کي تاریخ ہي اسکے لیے کافی ہے -
دوسرے ملکوں کي سرگذشتوں کي طرف نظر اُٹھانے کي ضرورت کیا ہے ؟

شمشاد خانہ پرور ما از کے کمتر ست ؟

یہ کہنا ضروري نہیں کہ اسوقت میدان جنگ کا کیا حال تھا ؟ برٹش گورنمنٹ کو اپنی زندگي کیلیے لاکھوں سپاھیوں اور توپوں کي جسقدر ضرورت تھی ' اس سے کہیں زیادہ اس اعلان اور اسکي کامیابی کی ضرورت تھي - اگر اسوقت ھندوستان کے مسلمانوں میں ذرا بھی بے چینی پیدا ھوجاتي ' تو نہیں معلوم جنگ کي تاریخ کیسا پلٹا کھاتي ' اور آج نتائج کا کیا حال ھوتا ؟

اس اعلان کا نتیجہ وھی نکلا جو مطلوب تھا - یعنی مسلمانان ھند پر صورت حال مشتبہ ھوگئی - نادان و حیلہ جو علماء اس خیال میں پڑگئے کہ جب ترکوں نے انگلستان و دول متحدہ پر حملہ کیا ھے' تو شرعاً صورت دفاع کی نہیں ھے بلکہ حملۂ و ھجوم کي ھے' اور اسلیے اسکي شرکت فرض کفایہ کا حکم رکھتی ھے - نہ کہ فرض عین کا - پس شرعاً ضروري نہیں کہ مسلمانان ھند بھی اسمیں حصہ لیں - عام مسلمانوں پر یہ اثر پڑا کہ برٹش گورنمنٹ صرف اپنا بچاؤ کر رھي ھے - اسکا مقصود اسلامی ممالک پر قبضۂ و تصرف کرنا یا خلیفۂ اسلام کي حکومت کو نقصان پہنچانا نہیں ھے - نیز اسلام کے مقدس مقامات یعني جزیرۂ عرب اور بیت المقدس وغیرہ ھر حال میں محفوظ رھینگے - ان تمام باتونکا نہ صرف انگلستان کي جانب سے وعدہ کیا جاتا ھے ' بلکہ تمام حلیف حکومتوں کي جانب سے بھي -

نہایت افسوس اور روسیاھی کے ساتھہ اقرار کرنا پڑتا ھے کہ مسلمانوں کا نہ یہ مذھبی فیصلہ صحیح تھا - نہ وعدوں اور اعلان پر اعتماد - انھوں نے اپني سیزدہ صد سالہ تاریخ حیات میں شاید ھی کوئي ایسي قومي و مذھبي غلطي کي ھوگي ' جیسی اس موقعہ پر کی ' اور جسکے نتائج کي پہلي قسط آج آنکے سامنے ھے - " وما تخفی فی صدورھم اکبر "

فما کان اللہ لیظلمھم و لکن کانوا انفسھم یظلمون !

تھوڑي دیر کیلیے اس سے قطع نظر کرلو کہ احکام شرع کي بنا پر یہ راے کہانتک صحیح تھي ؟ صرف اس پہلو سے دیکھو کہ جن وعدوں پر بھروسہ کیا گیا ' اُنکا حال کیا تھا ؟

پرانے وقتوں کي طرح موجودہ زمانے کی سوسائٹي بھي اشخاص کیلیے ضروري سمجھتی ھے کہ ایفاے عہد میں اپنے تمدن

احکام شرعیہ اوپر گذر چکے ھیں - پس اگر موجودہ حالت میں تبدیلی نہ ھوئی اور صلح کے نام سے اسلامی خلافت کے خلاف وھی حملہ آورانہ جنگ عمل میں لائی گئی جسکا اظہار ھو رہا ھے ' تو نتائج حسب ذیل ھونگے :

(۱) جس وقت خلیفۃ المسلمین نے جنگ میں شرکت کی ھے تو برٹش گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا کہ حملہ اُنکی جانب سے ھے - انگلستان و حلفاء کی جانب سے نہیں ھے - لیکن اب موجودہ حالت بالکل اسکے برعکس ھے - یعنی خلیفۃ المسلمین کسی غیر مسلم ملک و حکومت پر حملہ آور نہیں ھیں بلکہ غیر مسلم حکومتیں مسلمان آبادیوں اور خلیفۂ اسلام کی حکومت پر قابض ھو رھی ھیں ' اور خلیفۃ المسلمین پر حملہ آور ھیں - پس اگر اس حالت میں تبدیلی نہ ھوئی اور عارضی صلح کے بعد بھی یہی حال رہا ' تو مسلمانوں کیلیے قطعاً صورت دفاع اور نفیر عام کی پیدا ھو جائیگی جب جہاد ھر مسلمان پر فرض عین ھو جاتا ھے - حملۂ و ھجوم کی صورت نہ ھوگی کہ فرض علی الکفایہ ھو - لہذا ھندوستان کے ھر مسلمان کا یہ شرعی فرض ھوگا کہ خلیفۃ المسلمین ' اور اُن تمام اسلامی آبادیوں کی اعانت کیلیے اُتھہ کھڑا ھو ' جہاں سے اسلامی حکومت متائی جا رھی ھے -

(۲) یہ حقیقت پہلے سے آشکارا تھی ' مگر چار سال کی جنگ اور اسکے نتائج نے آخری درجۂ یقین تک ظاھر کردی کہ نہ تو خلیفۃ المسلمین کی موجودہ طاقت غیر مسلم حریفوں کے مقابلے کیلیے کافی ھے - نہ موجودہ اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی - یعنی وہ شکست کھا چکے ھیں اور بعض مقامات کے مسلمانوں کی درماندگی و تباھی غایت درجۂ ھلاکت تک پہنچ چکی ھے - جیسے ولایت سمرنا وغیرہ کے مسلمان - پس اس بنا پر بھی مسلمانان ھند کا فرض شرعی ھوگا کہ انکی مدد کیلیے اُتھہ کھڑے ھوں - کیونکہ اگر ایک مقام کے مسلمان دشمن کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے تو دیگر ممالک کے مسلمانوں پر دفاع میں شریک ھونا فرض ھوجاتا ھے -

(۳) جن بلاد اسلامیہ پر غیر مسلم دخل و تصرف کرنا چاھتے ھیں ' یا کرچکے ھیں - مثلاً ایڈریا نوپل ' تھریس ' ایشیاے کوچک ' سمرنا ' عراق ' فلسطین ' انکے قرب و جوار میں مسلمانوں کی کوئی ایسی جماعت موجود نہیں جو دشمنوں کے دفاع میں مددگار ھوسکے ' اور اسکی اعانت کی وجہ سے مسلمانان ھند بری الذمہ ھو جائیں - پس اس بنا پر بھی ساری شرعی

تاهم بدبخت مسلمانوں نے بھروسہ کیا اور جنگ کے نتائج کی طرف سے مطمئن ہوگئے - اُنکا روپیہ ' اُنکی جانیں ' اُنکے ملک کی تمام قوتیں ' بے دریغ خرچ کی گئیں - دنیا کی آخری اسلامی حکومت و خلافت کے مٹانے میں اُنکی ہر چیز نے پورا پورا کام دیا - یہانتک کہ برٹش گورنمنٹ اپنی تاریخ حیات کے سب سے بڑے مہلک وقت سے بچ گئی ' اور وہ فتح مندی مکمل ہوگئی جسکا پہلا نتیجہ اسلامی خلافت کی بربادی و تباہی ہے -

اثناء جنگ ہی میں اس اعتماد کے تمام نتائج ظاہر ہوگئے تھے - بغداد پر انگریزی فوج قابض ہوگئی تھی جو جزیرۂ عرب کی مقدس سرزمین میں داخل ہے - عین حدود حرم مکہ کے اندر سازشیں کرکے بغاوت کرائی گئی اور اسکی وجہ سے جسقدر توہین اس مقدس مقام کی ہونی تھی وہ ہوکر رہی - پھر بھی مسلمانان ہند اپنے اعتماد سے دست بردار نہ ہوے اور اس انتظار میں رہے کہ یہ جنگ کی عارضی حالتیں ہیں - صلح کے بعد ہی برطانی اعلان و مواعید کی مقدس صداقت تمام عالم پر آشکارا ہو جائیگی -

فصل

(موجودہ و آیندہ حالت اور احکام شرعیہ)

بحث کے اس ٹکڑہ کو ہم دانستہ حذف کردیتے ہیں کہ جنگ کے بعد ان وعدوں اور اعلانات کا کیا نتیجہ نکلا ؟ نہ ہم اُن پیہم اعلانات کا یہاں ذکر کرینگے جنکا سلسلہ برابر اثناے جنگ میں بھی جاری رہا - مثلاً وزیر اعظم کی تقریر ۵ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ - کیونکہ یہ تمام باتیں دنیا کے سامنے ہیں - اور سورج کی روشنی جن چیزوں کو دکھلادے ' انکے لیے بحث و نظر کی روشنی سے مدد لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

ہمکو یہاں صرف ایک بات کا فیصلہ کرنا ہے - اسکے علاوہ نہ اب کوئی بات ہمارے لیے سونچنے سمجھنے کی باقی رہی ہے - نہ گورنمنٹ کیلیے - وہ صرف موجودہ و آیندہ حالت کا سوال ہے -

نتیجه هے که هندوستان میں هر قوم کي طرح مسلمان بھي روزمرہ اپنے مذهبي فرائض انجام دے رهے هیں - انکي مسجدیں قائم هیں - پانچ وقت اذان کي صدائیں بلند هوتی هیں - کوئي حاکم مسلمانوں سے یه نهیں کهتا که نماز نه پڑھو -

لیکن اگر برٹش گورنمنٹ بلاد اسلامیه کے خلاف اپنے موجوده طرز عمل پر قائم رهي ' اسکے جهاز اسلامي حکومت کے ٹکرے ٹکرے کردینے کیلیے سمندروں میں دوڑتے رهے ' اُسکی فوجیں عراق کي سرزمین پر قابض رهیں جو مقدس جزیرۂ عرب میں داخل هے ' اور ساتھه هي وه اس کی بھي متوقع رهي که هندوستان کے بد بخت مسلمان اسکے وفادار بنے رهیں ' تو اسکے معني یه هونگے که وه مسلمانوں کو انکے مذهب کے چھوٹے چھوٹے حکموں میں تو آزادي دینے کیلیے طیار هے ' لیکن جو احکام اسلام کے بنیادی عقائد هیں اور اُن بڑے حکموں میں داخل هیں جن کے ترک کردینے سے مسلمان مسلمان نهیں رهتا ' اُنکے لیے چاهتی هے که حق و آزادي کا نام بھي زبان پر نه لائیں ' اور برطانیه کي وفاداري کي خاطر اپنے اسلام سے باغی هو جائیں !

وه مسلمانوں کو آزادي دیتی هے که نماز پڑھیں جو مذهبي احکام میں شاخ کا حکم رکھتی هے ' لیکن ساتھه هي اسلامي خلافت و امامت پر حمله آور بھی هے جو شاخ نهیں بلکه بنیاد اور جڑ کے حکم میں داخل هے ؟

وه نماز پڑھنے میں مداخلت نهیں کریگی جس کے نه پڑھنے سے مسلمان گناهگار هو جاتا هے ' لیکن خلیفة المسلمین کو اُنکي حکومت و مملکت سے محروم کردیگي جنکي مدد نه کرنے سے مسلمان گناهگار هي نهیں بلکه اسلامي جماعت سے باهر هو جاتا هے ؟

وه مسلمانوں کو حج کے سفر سے نهیں روکتي کیونکه انکا مذهبی عمل هے- لیکن وه خلیفة المسلمین کو اپنی فوجی طاقت سے محصور کرکے مجبور کریگي که اسلامی مملکتوں کو غیر مسلموں کے حواله کردیں - اسوقت مسلمان دفاع کیلیے اُتھینگے تو کهیگی که یه بغاوت هے - پھر کیا دفاع مسلمانوں کا مذهبی عمل نه هوگا ؟ اور کیسا مذهبي عمل ؟ ایسا عمل که شرعا هزاروں حج سے بڑھکر - حج اس کے لیے چھوڑ دیا جا سکتا هے ' لیکن حج کی خاطر وه نهیں چھوڑا جا سکتا -

ذمہ داري مسلمانان هند هي کے ذمے عائد هوتي هے ' جنکي تعداد دنیا کي تمام اسلامي آبادیوں سے زیادہ ' اور جو بهت سي باتوں میں دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے بهتر حالت رکھتے هیں -

(۴) عراق کا تمام خطه دریاے دجله تک جزیرۂ عرب میں داخل هے - پس اگر انگریزي قبضه وهاں قائم رها ' یا کسي طرح کا بهی انگریزي اقتدار حکم برداري اور نگرانی کے نام سے حاصل کیا گیا ' تو یه صریح جزیرۂ عرب پر غیر مسلم اقتدار هوگا ' اور از روے شرع مسلمانان هند کا فرض هوگا که اس اقتدار کے دور کرنے کیلیے حریف کا مقابله کریں -

(۵) بیت المقدس اسلام کے مقامات مقدسه میں داخل هے - اگر اسپر غیر مسلم اقتدار قائم رکها جائیگا ' تو تمام دنیا کے مسلمانوں کي طرح هندوستاني مسلمانوں کا بهي فرض هوگا که دفاع کیلیے مستعد هوجائیں -

(۶) غرضکه هندوستان کے مسلمانوں پر ایک وفادار برٹش شهري کی زندگي بسر کرنا شرعاً ناجائز هوجائیگا - اور یه فرائض کی سب سے بڑي کشمکش هوگی جسمیں کوئی انسانی جماعت مبتلا هو سکتی هے - یعنی بمجرد ان حالات کے برٹش گورنمنٹ کی حیثیت از روے شرع یه هوجائیگی که وه " اسلام اور مسلمانوں کي حمله آور دشمن هے ' اور اسلیے اس سلوک کي مستحق هے جو از روے شرع مسلمانوں کو حمله آور حریف کے ساتھه کرنا چاهیے " جب ایسا هوا ' تو مسلمان مجبور هونگے که دو راهوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں - یا برٹش گورنمنٹ کا ساتھه دیں ' یا اسلام کا - یه ناممکن هوگا که دونوں تعلق ایک وقت میں جمع کیے جاسکیں -

کیا چهه کڑوڑ سے زائد انسانوں کو اس کشمکش میں مبتلا کردینا کوئي عاقبت اندیشانه فعل هوسکتا هے ؟ فرصت کي آخري گهڑیاں گزر رهي هیں - اگر عارضي فتح مندي کا گهمنڈ مهلت دے ' تو گورنمنٹ اس سوال پر غور کرلے -

اگر انگلستان کے وزرا (نپولین کے لفظوں میں) وعدہ اسلیے نهیں کیا کرتے که وفا کیا جاے ' تو کم از کم اُس ایک وعدہ کو تو اس اخلاقی کلیه سے مستثنیٰ کردینا چاهیے جسکو هندوستان میں برٹش گورنمنٹ کا بنیادي اصول سمجها جاتا هے - یعني کامل مذهبي آزادي کا وعدہ - اسی وعدہ کا

باب

ترک و اختیار

فصل

(ترک موالات)

اس صورت میں مسلمانوں پر ترک و اختیار ' دونوں طرح کے احکام شرعاً عائد ہونگے -

" ترک " سے مقصود یہ ہے کہ بہت سی باتیں جو اس وقت کر رہے ہیں ' ترک کردینی پڑینگي -

" اختیار " سے مقصود یہ ہے کہ بہت سی باتیں جو اس وقت نہیں کر رہے ' کرنی پڑینگي -

اس سلسلہ میں سب سے پہلي چیز وہ ہے جس کو شریعت نے " ترک موالات " سے تعبیر کیا ہے - یعنی جو غیر مسلم مسلمانوں کے حریف و دشمن اور حملہ آور فریق کا حکم رکھتے ہوں ' اُن سے تمام ایسے تعلقات ترک کردینا جو محبت' خدمت' اور اعانت پر مبني ہوں - اگر کوئی مسلمان ایسا تعلق رکھیگا ' تو اُس کا شمار بھي شریعت کے نزدیک اُنھي غیر مسلموں میں ہوگا - مسلمانوں میں نہ ہوگا -

قرآن حکیم نے اس بارے میں ایک اصولي تقسیم کردي ہے - تمام غیر مسلم اقوام و افراد کو دو قسموں میں بانٹ دیا ہے - ایک قسم اُن غیر مسلموں کی ہے جو نہ تو مسلمانوں سے لڑتے ہیں - نہ انپر حملہ آور ہیں ' نہ اُن کي آبادیوں پر قابض ہونا چاھتے ہیں - دوسري قسم اُن غیر مسلموں کی ہے جو یہ ساري باتیں کر رہے ہیں - یعنی لڑتے ہیں ' حملہ آور ہیں ' اسلامي ممالک پر قبضہ کرنا چاھتے ہیں - یا کرچکے ہیں -

مسلمان هندوستان کی مسجدوں اور اُنکے اندرکي نمازوں کو لیکر کیا کرینگے جنکي اجازت دیدینے پر برٹش گورنمنٹ کي آزادي کو ناز هے ' جبکه شریعت کے وہ احکام اُن کے سامنے آجائینگے جنکي تعمیل هزار نمازوں سے بھی بڑھکر اور هزار روزوں سے بھي اشد و اهم هے ' اور جنکی نا فرمانی کے بعد نہ تو اُنکی نمازیں هی اُن کے لیے سود مند رهینگي - نہ اُن کے روزے هی اُن کو نجات دلا سکینگے ؟

بلکه ایک خاص قسم کے محارب غیر مسلموں سے اور ایک خاص حالت جنگ میں - اسي طرح سورۂ عمران میں ھے : لا تتخذوا بطانة من دونكم لا يالونكم خبالا - ودوا ماعنتم ' قد بدت البغضاء من افواههم ' و ما تخفي في صدورهم اكبر - (۳ : ۱۱۸)

یہاں ضمناً یہ بات بھی واضح ہوگئي که هندوستان کے هندوؤں کے ساتھه مسلمانوں کو شرعاً کیسا تعلق رکھنا چاھیے ؟ سو معلوم ھوگیا که قران کي اس تقسیم کي بموجب رہ دوسری قسم میں داخل هیں - پس ان کے ساتھه برو احسان اور نیکي و همدردي کرنے سے شریعت ھرگز ھرگز نہیں روکتي - آجتک انھوں نے نه کبھي اسلامي ممالک پر حمله کیا ' نه مسلمانوں سے قتال فی الدین کیا ' نه کسي اسلامی ملک سے مسلمانوں کے اخراج کا باعث ھوے -

فصل

(واقعۂ حاطب بن ابي بلتعه)

سورۂ ممتحنه کے شان نزول کا واقعه اس بارے میں مسلمانوں کیلیے بڑا ھي عبرت انگیز ھے -

بخاري و مسلم میں حضرت علي سے مروي ھے که حاطب بن ابي بلتعه مہاجرین صحابه اور شرکاء بدر میں سے تھے - آنحضرت صلعم نے مکه پر چڑھائی کا قصد کیا تو انھوں نے اپنے اھل و عیال کي حفاظت کے خیال سے ایک خط لکھکر مکه میں اطلاع دیدیني چاھي - وحي الهي سے آنحضرت اسپر مطلع ھوگئے اور راستے ھي میں سے خط پکڑوا منگوایا - جب حاطب سے پوچھا گیا تو انھوں نے معذرت کي " ما فعلت هذا كفرا و لا ارتدادا " میں نے کفر و ارتداد اور اسلام کي مخالفت کے خیال سے ایسا نہیں کیا - صرف اپنے اھل و عیال کي حفاظت کے خیال سے خط بھیجدیا تھا - میری نیت بري نه تھي - حضرة عمر نے چاھا که انھیں قتل کردیں اور کہا : " انه منافق - قد خان الله و رسوله " یه منافق ھے - اس نے الله اور اسکے رسول کے ساتھه خیانت کي !

اسلام کا حکم یہ ھے کہ پہلی قسم کے غیر مسلموں کے ساتھہ مسلمانوں کو نیکی و محبت اور ھر طرح کے احسان و خیر خواھی کا سلوک کرنا چاھیے - اسلام اس سے ھرگز مانع نہیں - عالمگیر محبت اس کی دعوۃ حق کا اصل الاصول ھے - البتہ دوسری قسم کے غیر مسلموں کے ساتھہ وہ اجازت نہیں دیتا کہ اس طرح کا کوئی علاقہ بھی مسلمان رکھیں - اگر رکھینگے تو اُن کا شمار بھی اللہ اور اس کی شریعت کے دشمنوں میں ھوگا - ایک مسلمان کے سارے گناھوں سے شریعت درگزر کرلے سکتی ھے ' لیکن اگر دوسری قسم کے غیر مسلموں سے محبت کرتا ھے ' یا کسی طرح کا واسطہ رکھتا ھے ' تو یہ گناہ نہیں ھے - نفاق ھے - اور منافق مومن نہیں ھے -

قرآن نے یہ تقسیم سورۂ ممتحنہ میں کردی ھے : لا ینہا کم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم في الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ' ان تبرو ھم و تقسطوا الیھم ' ان اللہ یحب المقسطین - انما ینہا کم اللہ عن الذین قاتلوکم في الدین و اخرجوکم عن دیارکم و ظاھروا علی اخراجکم ' ان تولو ھم ' و من یتولھم فاولئک ھم ' الظلمون - [۶۰ : ۱۰]

اور اسي سورۃ کے اوائل میں فرمایا : یا ایھا الذین آمنوا ! لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء ' تلقون الیھم بالمودۃ و قد کفروا بما جاءکم من الحق ؟ الخ مسلمانو ! جو غیر مسلم تمہارے اور تمہارے خدا کے دشمن ھیں ' اُنکو اپنا دوست نہ بناؤ - اور سورۂ مائدہ میں ھے : لا تتخذوا الیھود و النصاری اولیاء ' بعضھم اولیاء بعض - و من یتولھم منکم فانہ منھم (۵ : ۵۴) اُن یہود و نصاری کو جو مسلمانوں کی دشمنی اور نقصان رسانی میں سرگرم ھوں ' اپنا دوست نہ بناؤ - اور جو مسلمان بنائیگا ' خدا کے حضور اسکا شمار بھی اُنھی میں ھوگا - اس سے بھی زیادہ واضح فرمایا : لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین (۳ : ۲۸) اور لاتتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین (۴ : ۱۴۳) یعنی جبکہ غیر مسلموں اور مسلمانوں میں باھم جنگ ھو ' تو مسلمانوں کو نہیں چاھیے کہ اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر اُن کے دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں - " من دون المومنین " جہاں جہاں آیا ھے ' اس نے واضح کردیا ھے کہ مقصود ھر قسم کے غیر مسلموں سے ترک موالات نہیں ھے '

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ' ایبتغون عندھم العزۃ ؟ فان العزۃ للہ جمیعا ! (۴ : ۱۳۸)

جو مسلمان ' مسلمانوں کو چھوڑ کر انکے مخالف غیر مسلموں کو اپنا دوست بنا رھے ھیں ' تو کیا وہ چاھتے ھیں کہ آنکی بارگاھوں سے عزت حاصل کریں ؟ اگر عزت ھي کي طلب ھے تو یاد رکھیں کہ اصلي عزت دینے والے وہ نہیں ھیں - عزت اللہ کیلیے ھے اور ایک مسلمان کو ملسکتي ھے تو اسي کي چوکھٹ سے -

سورۂ نساء میں یہ تمام خصلتیں منافقوں کي قرار دي ھیں ' جن میں آج ھمارے بڑے بڑے مدعیان علم و مشیخت مبتلا ھیں - آن کا حال یہ ھوتا ھے کہ ایک ھي وقت میں اسلام و کفر ' دونوں سے ساز باز رکھنا چاھتے ھیں - یعني وہ چاھتے ھیں کہ مسلمان بھی رھیں ' اور اسلام کے مخالفوں سے بھی رسم و راہ جاري رھے - مذبذبین بین ذالک - لا الی ھا ولاء ' ولا الی ھا ولاء (۴ : ۱۴۳) تو ایسے لوگوں کي نسبت فرمایا : یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین - اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا ؟ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (۴ : ۱۴۳)

اسلام تو ایک مسلمان کے لیے یہ بات بھی جائز نہیں رکھتا کہ اگر اس کے ماں باپ ' بھائی بہن ' مسلمانوں سے لڑ رھے ھوں ' تو آن سے بھي کسی طرح کا واسطہ رکھے : لا تتخذوا آباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبو الکفر علی الایمان ' و من یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون (۹ : ۲۳) اور جو مسلمان ایسے وقتوں میں محارب غیر مسلموں سے محبت و اعانت کا تعلق رکھیں ' خواہ وہ آنکے ماں باپ ھی کیوں نہوں ' آن کے مومن ھونےکي صاف صاف نفي کررھا ھے : لا تجد قوما یومنون با اللہ و الیوم الاخر ' یوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا آبائھم (۵۸ : ۲۲) مہاجرین صحابہ نے اس حکم کی تصویر بنکر دنیا کو دکھلا دیا کہ ایمان کے معنی کیا ھیں ؟

پس اب فیصلہ کرلو کہ آن لوگوں کا حکم کیا ھونا چاھیے جو ایسے وقتوں میں بھي محارب غیر مسلموں کے دیے ھوے خطابوں سے پیار کرینگے ' آن کے دیے ھوے تمغوں کو (جن میں سے اکثر اسلام فروشي ھي کے صلے میں ملے ھیں) اپنے سینوں پر جگہ دینگے ' آنکی بارگاھوں میں جاکر اطاعت و تعبد

اسپر سورۂ ممتحنہ کا نزول ہوا :

یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عـــدوي و عـــدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ ' و قد کفروا بما جاء کم من الحق -	مسلمانو! خدا کے اور خود اپنے دشمنوں کو ایسا دوست نہ بناؤ کہ محبت و الفت کے اُنسے تعلقات رکھو - یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام سے انکار کرچکے ہیں ' اور اللہ اور اسکے دین برحق کے دشمن ہیں -

اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑي ھي عبرت ہے - حاطب بن ابي بلتعہ مہاجرین و بدریین میں سے تھے - انھوں نے صرف اپنے اہل و عیال کي حفاظت کے خیال سے خط لکھا تھا - دشمنان اسلام کي مدد کرنا مقصود نہ تھا - اسپر بھي اللہ کی جانب سے یہ عتاب نازل ہوا ' اور حضرۃ عمر قتل کردینے کیلیے اُتھے کہ یہ منافق ہے - غور کرنا چاھیے کہ جب باوجود علاقۂ قرابت ' مخالف و محارب فریق کے ساتھہ اتنا تعلق بھي گوارا نہیں کیا گیا ' تو پھر اُن مسلمانوں کا شرعاً کیا حکم ہونا چاھیے جو برٹش گورنمنت کے محارب فریق ہونے پر بھي ' ہر طرح کي محبت و موالات اور اعانت و مشارکت کے تعلقات اُسکے ساتھہ رکھتے ہیں - اور جنکا ابتک یہ حال ہے کہ اُسکے درباروں کے دیے ہوے بے سود خطابوں کو بھی ترک کر دینا اُنکے نفس حق فراموش پر گراں گزر رہا ہے ؟

علي الخصوص اُن مدعیان علم و تقدس کا حال قابل تماشا ہے جنکو اُنکي بارگاہوں سے " شمس العلماء " کے خطابات ملے ہیں - یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے تئیں اسلام کي دیني ریاست کا اولین حقدار اور مسلمانوں کي مذہبي پیشوائي کا سب سے زیادہ مستحق ظاہر کرتے ہیں - یا سبحان اللہ ! مسلمانوں پر اُنکي قومي بدبختي کا اس سے بڑھکر اور کونسا وقت آسکتا ہے ؟ جن لوگوں کو اسلام اور اسکي کتاب قطعاً منافق قرار دے رہي ہو ' اور جو اللہ کے نزدیک اسکے بھي حقدار نہوں کہ مسلمانوں کي صف میں جگہ پائیں ' اُنکو مسلمانوں کي ریاست و پیشوائي کا دعوی ہو ' وہ مسلمانوں کي بڑي بڑی درسگاہوں کے مالک ہوں جہاں صبح شام قال اللہ اور قال الرسول کا چرچا رہتا ہو ' اور پھر اس سے بھي عجیب تر یہ کہ بہت سے مسلمان ہوں جو انکی پیشوائي کو جان و دل سے مان رہے ہوں ' اور اُنکے آگے عقیدت و ارادت کا سر جھکا کر اللہ اور اُسکے رسول سے گردن موڑ رہے ہوں !

مدار روزگار سفلہ پرور را تماشا کن !

امام بخاري کا یه استدلال نهایت واضح اور صاف هے - آنحضرة صلی الله علیه و سلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیدیا تها که کسي طرح کا واسطه ان لوگوں سے نه رکهیں - نه سلام کریں - نه کلام کریں - نه ملیں جلیں - یهانتک که انکي بیویوں تک کو تعلقات زوجیة رکهنے کي اجازت نه تهي - بالاخر یه حالت هوگئي که " ضاقت علیهم الارض بما رحبت " پس اس سے ثابت هوا که جب کبهي اسلام اور امت کي حفاظت اور دفاع کا وقت آ جاے اور تمام مسلمانوں کا اسمیں شریک هونا ضروري هو' تو جس مسلمان کي طرف سے اسمیں سستي و کاهلي هو' یا انکار و تخلف هو' اُسکا جرم عند الله نهایت شدید و عظیم هے' اور مسلمانوں کی جماعت کو حق پهنچتا هے که زجر و تنبیه کیلیے اُسکے ساتهه وهي سلوک کریں جو اُن تینوں شخصوں کے ساتهه کیا گیا تها - اور جبتک وه اپنے رویه سے باز نه آجائیں ' کوئي مسلمان اُن سے کسي طرح کا علاقه نه رکهے - جب اُن مسلمانوں کیساتهه یه سلوک جائز هوا جو سابقین انصار اور شرکاء بدر میں سے تهے اور جنکا قصور بجز سستي و کاهلي کے اور کچهه نه تها ' تو جو لوگ صریح طور پر اعـداء اسلام کے ساتهه اطاعت و اعانت کے تعلقات رکهیں ' اور دفاع اسلام کي سعي و تدبیر میں شامل هونے سے صاف صاف انکار کردیں ' انکے لیے تو ایسا حکم دینا نه صرف جائز و مشروع هوگا' بلکه یقیناً واجب و لازم هوگا -

ابن ابي حاتم نے امام حسن بصري کا کیا خوب قول نقل کیا هے - قال " یا سبحان الله ! ما أکل ها اولاء الثلاثة مالاً حراماً ' و لا سفکوا دماً حراما ' و لا افسدوا فی الارض ' اصابهم ما سمعتم ' و ضاقت بهم الارض بما رحبت ' فکیف بمن یواقع الفواحش و الکبائر ؟ "

حافظ ابن حجر لکهتے هیں " و فیها ترک السلام علی من أذنب و جواز هجره أکثر من ثلاث - و اما النهي عن الهجر فوق الثلاث فمحمول علی من لم یکن هجرانه شرعیا " (۱) یعنی اس واقعه سے یه بات بهي ثابت هوتي هے که مجرمین شرع سے ترک سلام و کلام کرنا جائز هے اور تین دن سے زیاده

---

(۱) امام بخاري اپني عادت کے مطابق حدیث کعب کو مختلف ابواب میں لاے هیں - باب متذکرۂ متن کتاب الاحکام کا آخري باب هے ' اور مفصل حدیث کتاب المغازي میں هے - کتاب المغازي کي شرح میں حافظ موصوف کي یه عبارت ملیگي - (جلد ۸ - ۹۴)

کا سر جھکائینگے ' اور آہ ' ان سب سے بھي بڑھکر وہ ' جو انکي راھوں میں غلاموں کي طرح بچھینگے ' اُنکے حکموں پر کتوں کی طرح لوٹینگے ' اُنکي خدمت و چاکري کے عشق میں اپنے دین و ایمان تک کو نثار کردینگے ؟ فیا للہ و للمسلمین ! من هذہ الفاقرة التي هي اعظم فواقر الدین ' والرزیة التي ما رزي بمثلها سبیل المومنین !

لمثـــل هذا یذوب القلب من کمد
ان کان في القلب اســلام و ایمان !

فصل

هل للامام ان یمنع المتخلفین والقاعدین من الکلام معهم و الزیارة و نحوہ ؟

ایک اهم سوال شرعاً یہاں یہ پیدا هوتا ھے کہ جو مسلمان باوجود تبلیغ و تفهیم ' محارب غیر مسلموں سے ترک موالات نہ کریں ' اور اُنکي مودت و اعانت سے باز نہ آئیں ' اُنکے ساتھہ مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاھیے ؟

حضرة کعب بن مالک اور غزوۂ تبوک کے متخلفین کا واقعہ گذشتہ باب میں گزر چکا ھے - اس موقعہ پر آنحضرة صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا ' اس سے ثابت هوتا ھے کہ جو مسلمان مصالح امت کے خلاف روش اختیار کریں ' اور دشمنان ملت کے دفاع میں با وجود استطاعت حصہ نہ لیں ' انسے بھي مسلمانوں کو ترک موالات کردینا چاھیے -

امام بخاری نے کتاب الاحکام میں باب باندھا ھے " هل للامام أن یمنع المجرمین و اهل المعصیة من الکلام معہ و الزیارة و نحوہ ؟ " یعنی کیا مسلمانوں کے امام کو اس بات کا حق پہنچتا ھے کہ جو لوگ شرعي جرائم کے مرتکب هوں ' اُنسے ملنے ' بات چیت کرنے ' اور اسي طرح کے تعلقات رکھنے سے لوگوں کو روک دے ؟ اور پھر اسمیں حضرة کعب بن مالک کي روایت درج کي ھے - گویا اس واقعہ سے وہ استدلال کرتے ھیں کہ امام کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ھے ' اور زجر و تنبیـــہ اور عبرت پذیري کے لیے ایسا کرنا اعمال نبوت کے ٹھیک ٹھیک مطابق هوگا -

سزا اسلیے دی گئي که انصار میں سے تھے اور انصار نے آنحضرت کي حمایت کا خاص طور پر وعدہ کیا تھا - آنپر دوسروں سے کہیں زیادہ معیت و نصرت فرض تھي - اسمیں کوتا ہي ہوئي تو مستحق تعزیر ہوے -

ہم کو افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے که یه شبه جسقدر تعجب انگیز ہے' اس سے کہیں زیادہ ان اکابر و اعلام کے جوابات و تعلیلات تعجب انگیز ہیں - سخت حیراني ہوتي ہے که ایک نہایت صاف و واضح معامله کي نسبت کیوں اسقدر غیر ضروری کا وشیں کي گئیں ' اور کیوں اصلي علت سامنے نه آگئي ؟

حضرت ہلال اور مرارہ کا بدري ہونا مسلم ہے - بخاري کي روایت میں خود حضرة کعب کہتے ہیں " رجلین صالحین قد شهدا بدرا " اور حاطب بن ابي بلتعه کے واقعه اور اس معامله میں کسي طرح کي منافات نہیں ہے - دونوں معاملے اپني اپني جگه ٹھیک ہیں - اس واقعه پر جن لوگوں کو تعجب ہوا ' انھوں نے حکم دفاع کي اہمیت پر نظر نه ڈالي - اگر اسپر غور کرلیتے تو یه شبه پیدا ہي نه ہوتا - نه ان کمزور توجیہوں کي ضرورت پیش آتي -

ایک صورت عام طور پر حفظ ملک و نصرت قوم کي ہے - اور ایک صورت خاص دشمن کے حملهٔ و ہجوم کی ہے - پہلي حالت میں اگر جنگي احکام کي تعمیل میں سستي و کاہلي ہو' تو اُس درجه سنگین نہیں ہوتي جسقدر دوسري حالت میں - پہلي حالت اندروني امن کي ہے - دوسري بیروني حمله ؤ جنگ کي - جنگ و دفاع کي حالت میں ایک ذرا سي سستي اور کاہلي بھي اتنا بڑا جرم ہوتي ہے که اسکي پاداش میں موت کي سزا کو بھي سخت نہیں کہا جاسکتا -

اسي بنا پر شریعت نے ایک حالت تہیهٔ جہاد و رباط خیل و استعداد کار کي قرار دي ہے - دوسري حالت " دفاع " اور نفیر کي بتلائی - جب کسي دشمن نے مسلمانوں پر حمله کردیا ہو اور مسلم و غیر مسلم جنگ کي حالت پیدا ہوگئي ہو' تو وہ حالت دفاع کی ہے -

حاطب بن ابي بلتعه کا واقعه یه ہے که مدینه میں امن تھا - قریش یا کسی دوسرے دشمن کی طرف سے اُسوقت حمله کا خوف نه تھا - خود مسلمان مکه پر حمله کرنے والے تھے - کیونکه قریش نے اپنا عہد و میثاق توڑ دیا تھا -

اُن سے ترک تعلق کیا جا سکتا ہے - باقی رہی حدیث - " لا یحل لرجل ان یہجر اخاہ فوق ثلاث" یعنی کسی مسلمان کیلیے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی مسلمان سے جدا رہے - تو اُس سے مقصود وہ جدائی ہے جو بلا سبب شرعی ہو' اور اس واقعہ میں جدائی کا حکم جرم شرعی کے ارتکاب کی بنا پر ہوا - پس زیادہ عرصہ تک ترک علائق جائز ہے -

حافظ ابن قیم نے بھی ہدی میں اس واقعہ سے یہ حکم مستنبط کیا ہے اور اپنے مخصوص طرز میں مشرح بحث کی ہے -

فصل

(ایک شبہ اور اُسکا ازالہ)

بیجا نہ ہوگا اگر یہاں ایک شبہ دور کردیا جاے جو اس معاملہ کی نسبت ہوا ہے اور ہوسکتا ہے - حافظ ابن حجر لکھتے ہیں " استدل بعض المتاخرین لکونهما لم یشهدا بدرا بما وقع في قصة حاطب' و ان النبي صلعم لم یهجره و لا عاقبه مع کونه جس علیه بل قال لعمر لما هم بقتله : لعل الله اطلع علي اهل بدر فقال اعملو ما شئتم فقد غفرت لکم : قال - و این ذنب التخلف من ذنب الجس ؟ " یعنی بعض متاخرین نے اس سے انکار کیا ہے کہ مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ شہداء بدر میں سے تھے - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو انکو یہ سزا نہ دی جاتی - حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش مکہ سے خط و کتابت کی اور وہ جرم بڑا ہی سخت جرم تھا - یعنی جاسوسی کا تھا - اسپر بھی بوجہ بدری ہونے کے آنحضرة نے معاف کردیا اور لوگوں کو انکے ساتھہ ترک تعلق کا حکم نہیں دیا - کعب اور اُنکے ساتھیوں کا اس سے بڑھکر تو قصور نہ تھا ؟ پھر اتنی بڑی سخت سزا انکو کیوں دی گئی ؟ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حاطب کی معافی اُنکے بدری ہونے کی وجہ سے تھی' اور یہ لوگ اسلیے ماخوذ ہوے کہ بدری نہ تھے - انتہی -

پھر حافظ موصوف نے اسکا جواب دیا ہے کہ یہ لوگ ضرور بدری تھے - حاطب کو اسلیے کوئی سزا نہیں دی گئی کہ اُنھوں نے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کا عذر پیش کیا تھا - لیکن ان لوگوں کے پاس کوئی عذر نہ تھا - پھر آگے چلکر سہیلی کا جواب نقل کیا ہے کہ ان لوگوں کو سخت

مرتب ھیں اور مدرسوں کے اندر شب و روز زیر درس و تدریس رھتے ھیں - پس گورنمنٹ کو چاھیے کہ صرف اس بات کي جانچ کرلے کہ واقعي اسلام کے شرعي احکام ایسے ھي ھیں یا نہیں ؟

اگر ثابت ھوجاے کہ ایسا ھی ھے ' تو پھر صرف دو ھي راھیں گورنمنٹ کے سامنے ھوني چاھئیں :

یا مسلمانوں کیلیے اُنکے مذھب کو چھوڑدے اور کوئي بات ایسی نہ کرے جس سے انکے مذھب میں مداخلت ھو اور وہ اپنے مذھبي احکام کی بنا پر برٹش گورنمنٹ کے خلاف ھوجانے پر مجبور ھو جائیں -

یا پھر اعلان کردے کہ اس کو مسلمانوں کے مذھبی احکام کي کوئي پروا نہیں ھے - نہ اس پالیسي پر قائم ھے کہ ان کے مذھب میں مداخلت نہوگي - اس کو صرف زیادہ سے زیادہ زمیں چاھیے ' زیادہ سے زیادہ حکومت چاھیے ' موصل کے تیل کے چشمے چاھئیں ' عراق کي زر خیز زمین کي دولت چاھیے ' اور اسلامي خلافت کا خاتمہ ' تاکہ دنیا میں اس کا کوئی اسلامي حریف باقی نہ رھے - اگر ایسا کرنے کي وجہ سے مسلمانوں کے مذھبي احکام متصادم ھوتے ھیں ' تو ھوں - اگر انپر طرح طرح کے اشد فرائض عائد ھوجاتے ھیں ' تو ھوا کریں - اُنکو ھر حال میں برٹش گورنمنٹ کا وفادار غلام بنا رھنا چاھیے ' اگرچہ اسکی خاطر اپنے مذھب سے بھی دست بردار ھو جانا پڑے -

اسکے بعد مسلمانوں کیلیے بھي نہایت آسان ھوجائیگا کہ اپنا وقت بے سود شور و فغاں میں ضائع نہ کریں ' اور برٹش گورنمنٹ اور اسلام ' اِن دونوں میں سے کوئي ایک بات اپنے لیے پسند کرلیں -

لیکن حضرت کعب بن مالک کا معاملہ دوسرا تھا - اُنھوں نے اسوقت اداء فرض میں سستی کی جب دشمن کے حملۂ و ہجوم کا اعلان ہوچکا تھا اور چالیس ہزار رومیوں کے اجتماع کي خبریں آچکی تھیں - وہ حملہ کا وقت نہ تھا - دفاع کا تھا - امام نے حکم دیدیا تھا ' اور نفیرعام کی صورت پیدا ہوگئی تھی - اُسوقت اداء فرض میں غفلت کرنا ایسا سنگین جرم ہے کہ کسی طرح معاف نہیں کیا جاسکتا - پس ضروری تھا کہ عبرت کیلیے کوئی سخت طرز عمل اختیار کیا جاتا ' تا کہ آیندہ ایسی غفلتوں کی کسی کو جرأت نہ ہو -

تعجب ہے کہ حافظ ابن قیم کو بھی ھدي میں یہی شبہ لاحق ہوا اور اسی لیے اُنھوں نے ھلال اور مرارہ کے بدری ہونے سے انکار کردیا ہے - والغلط لا یعصمہ الانسان -

فصل

(گورنمنت کے لیے اصلي سوال)

گورنمنت صرف اپنے فوائد و اغراض ھی سامنے رکھکر غور کرلے کہ ھندوستان کے کروروں انسانوں کو جو دنیا اور زندگي کي ساري چیزوں سے زیادہ اپنے مذھب کو محبوب رکھتے ھیں ' ایک ایسي اٹل اور لا علاج کشمکش میں ڈالدینا بہتر ہوگا جس میں ایک طرف انکے مذھبي احکام ھیں ' دوسري طرف برٹش گورنمنت ؟ اور دونوں باتیں اس طرح آپس میں لڑگئی ھیں کہ کسي طرح بھي جمع نہیں ہو سکتیں ؟

اگر انسان کے ھاتھہ اشارے کرکے طوفانوں اور بجلیوں کو بلا سکتے ھیں ' تو یقیناً برٹش گورنمنت اِسوقت اُس آدمي کي طرح سمندر کے کنارے کھڑي ہے جو اپنا ھاتھہ ھلا ھلا کر طوفانوں کو دعوت دے رھا ہو -

في الحقیقت یہ نہ تو کوئي اُلجھاؤ ہے نہ کوئي مشکل مسئلہ - بالکل صاف اور سیدھي سی بات ہے - بشرطیکہ حاکمانہ غرور اور طاقت کا نشہ چند لمحوں کے لیے عقل و انصاف کو کام کرنے دے -

مسلمانوں کا مطالبہ شرعي احکام کا مطالبہ ہے - اسلام کے احکام کوئی راز نہیں ھیں جن تک گورنمنت کي رسائي نہو - چھپي ہوئي کتابوں میں

کوئي قوم اس نظام کو ترک کردیتي ھے تو گو اسکے افراد فرداً فرداً کتنے ھي شخصی اعمال و طاعات میں سرگرم ھوں ' لیکن یہ سرگرمیاں اس بارے میں کچھہ سود مند نہیں ھوسکتیں ' اور قوم جماعتي معصیت میں مبتلا ھوجاتي ھے -

قرآن و سنۃ نے بتلایا ھے کہ شخصي زندگي کے معاصي کسی قوم کو یکایک برباد نہیں کردیتے - اشخاص کی معصیت کا زھر آھستہ آھستہ کام کرتا ھے - لیکن جماعتي زندگی کی معصیت کا تخم (یعني نظام جماعتی کا نہونا) ایسا تخم ھلاکت ھے جو فوراً بربادي کا پھل لاتا ھے اور پوري قوم کي قوم تباہ ھو جاتی ھے -

شخصی اعمال کي اصلاح و درستگي بھي نظام اجتماعی کے قیام پر موقوف ھے - مسلمانان ھند جماعتي زندگی کي معصیت میں مبتلا ھیں - اور جب جماعتي معصیت سب پر چھاگئي ھے تو افراد کی اصلاح کیونکر ھوسکتی ھے ؟

کتاب و سنۃ نے جماعتی زندگی کے تین رکن بتلائے ھیں :

تمام لوگ کسي ایک صاحب علم و عمل مسلمان پر جمع ھوجائیں ' اور وہ اُنکا امام ھو -

وہ جو کچھہ تعلیم دے ' ایمان و صداقت کے ساتھہ قبول کریں -

قرآن و سنت کے ماتحت اسکے جو کچھہ احکام ھوں ' اُنکی بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں -

سب کی زبانیں گونگی ھوں - صرف اسی کی زبان گویا ھو - سب کے دماغ بیکار ھوجائیں - صرف أسي کا دماغ کار فرما ھو - لوگوں کے پاس نہ زبان ھو نہ دماغ - صرف دل ھو جو قبول کرے ' صرف ھاتھہ پاؤں ھوں جو عمل کریں !

اگر ایسا نہیں ھے ' تو ایک بھیڑ ھے ' ایک انبوہ ھے ' جانوروں کا ایک جنگل ھے ' کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ھے ' مگر نہ تو " جماعت " ھے نہ " امت " - نہ " قوم " نہ " اجتماع " - اینٹیں ھیں مگر دیوار نہیں - کنکر ھیں مگر پہاڑ نہیں - قطرے ھیں مگر دریا نہیں - کڑیاں ھیں جو ٹکرے ٹکرے کردي جاسکتي ھیں ' مگر زنجیر نہیں ھے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کرلے سکتي ھے -

باب

(نظام عمل)

فصل

(مسلمانان هند اور نظام جماعت)

لیکن همارے لیے اصلي سوال اب یه نهیں رها هے که گورنمنٹ کو کیا کرنا تها ؟ صرف یه هے که همیں کیا کرنا چاهیے ؟

اس بارے میں مسلمانوں کیلیے راہ عمل همیشه سے ایک هی رهي هے ' اور همیشه کي طرح اب بهي ایک هي هے - یعني هندوستاں کے مسلمان اپني جماعتي زندگي کي اُس معصیت سے باز آجائیں جسمیں ایک عرصه سے مبتلا هیں ' اور جسکي وجه سے فوز و فلاح کے تمام دروازے انپر بند هوگئے هیں -

" جماعتي زندگي کي معصیت " سے مقصود یه هے که ان میں ایک " جماعت " بنکر رهنے کا شرعي نظام مفقود هوگیا هے - وہ بالکل اُس گلے کي طرح هیں جسکا انبوہ جنگل کي جهاڑیوں میں منتشر هوکر گم هوگیا هو - وہ بسا اوقات یکجا اکٹهے هوکر اپني جماعتي قوت کي نمایش کرني چاهتے هیں - کمیٹیاں بناتے هیں - کانفرنسیں منقعد کرتے هیں - لیکن یه تمام اجتماعي نمائشیں شریعت کي نظروں میں " بهیڑ " اور " انبوہ " کا حکم رکهتی هیں - " جماعت " کا حکم نهیں رکهتیں - " بهیڑ " اور جماعت " میں فرق هے - پهلي چیز بازاروں میں نظر آجاتي هے جب کوئی تماشه هورها هو - دوسري چیز جمعه کے دن مسجدوں میں دیکهي جا سکتي هے جب هزاروں انسانوں کی منظم و مرتب صفیں ایک مقصد ' ایک جهت ' ایک حالت ' اور ایک هي کے پیچهے مجتمع هوتي هیں -

شریعت نے مسلمانوں کیلیے جهاں انفرادي زندگي کے اعمال مقرر کردیے هیں ' وهاں اُنکے لیے ایک اجتماعي نظام بهی قرار دیدیا هے - وہ کهتي هے که زندگي اجتماع کا نام هے - افراد و اشخاص کوئي شے نهیں - جب

اسلامی زندگی اختیار کرلینی چاہیے " اس ایک کام کے انجام پانے پر سارے کام خود بخود انجام پا جائینگے - سوال حکومتوں کے نکل جانے کا نہیں ھے - ایمان کی گم گشتگی اور محرومی کا ھے :

درازی شب و بیداری من این همه نیست
ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست !

اسی مسئلۂ خلافت کو دیکھو ! شرعی اور سیاسی ' دونوں پہلوؤں سے کسقدر اھم اور نازک معاملہ ھے ؟ اگر آج مسلمانوں میں اُنکے ائمۂ و مشاھیر موجود ھوتے ' تو اُنمیں سے بھی ھر شخص زبان نہ کھولتا - کسی ایک صاحب نظر و عمل کے احکام پر سب کاربند ھو جاتے - لیکن اسکے مقابلہ میں آج تمھارا حال کیا ھو رھا ھے ؟ کمیٹیوں اور تجویزوں کی عادت برسوں سے پڑی ھوئی ھے - اُسی قینچی سے اس پہاڑ کو بھی کترنا چاھتے ھو - ھر زبان تجویزیں پیش کر رھی ھے - ھر قلم امام و مجتھد کی طرح احکام نافذ کر رھا ھے - کوئی کچھہ کہتا ھے - کوئی کچھہ کہتا ھے - کوئی دھنے بلاتا ھے - کوئی بائیں - کیا اس طوائف الملوکی اور ذھنی انارکی کے ساتھہ جو عالم فکر و نظر کا ایک پورا پورا غدر ھے ' یہ مہم سر ھوسکتی ھے ؟

شرعی پہلو سے مسئلہ کا یہ حال کہ ایک صاحب نظر و اجتہاد دماغ کی ضرورت ھے جسکا قلب کتاب و سنۃ کے معارف و غوامض سے معمور ھو - وہ اصول شرعیہ کو مسلمانان ھند کی موجودہ حالت پر ' انکے توطن ھند کی حدیث العہد نوعیت پر ' ایک ایک لمحہ کے اندر متغیر ھوجانے والے حوادث جنگ و صلح پر ' ٹھیک ٹھیک منطبق کرے ' اور پھر تمام مصالح و مقاصد شرعیۂ و ملیہ کے تحفظ و توازن کے بعد فتوئ شرع صادر کرتا رھے - نہ ھر عالم اسکا اھل ھے - نہ ھر مدرسہ نشین اس کا اسرار شناس -

سیاسی پہلو سے دیکھا جاے تو جو کام فوجوں اور حکومتوں کی طاقت سے انجام پا سکتا ھے ' اسکو تم صرف اپنی جماعتی قوت کے استعمال سے حاصل کرنا چاھتے ھو - پھر کسقدر نامرادی ھے کہ وہ قوت بھی ناپید ؟

بلاشبہ لوگوں میں احساس اور طلب کی کمی نہیں - نہ جوش و سرگرمی کی کمی ھے ' اور یہ بڑی ھی قیمتی چیز ھے - لیکن اگر صحیح راہ عمل اختیار نہ کی گئی تو یہی بات سب سے زیادہ مضر بھی ھو جاسکتی ھے - جذبات کی مثال اسٹیم کی سی ھے - بغیر اسٹیم کے کچھہ نہیں ھوسکتا ' لیکن وہ بھی بغیر مشین اور سائق (ڈرائیور) کے کچھہ نہیں کرسکتی - مشین اسکی

کسی گذشتہ فصل میں بہ ضمن شرح حدیث حارث اشعری "جماعت" کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے - اس موقعہ پر وہ پیش نظر رہے -

یہ وقت فصل کاٹنے کا تھا' نہ کہ دانہ ڈالنے کا - لیکن مسلمانوں نے اپنی جد و جہد کی تمام گذشتہ زندگی گمگشتگی و بے حاصلی میں ضائع کردی - حتی کہ سچ مچ وہ وقت آگیا جسکی تباہیوں کا تخیل پیدا کرکے کبھی ڈرانے والے ڈرایا کرتے تھے : فقد جاء اشراطها - فانی لهم اذ جاءتهم ذکراهم ؟ (٤٧ : ٢١) اب بھی اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور غم ہونا چاہیے تو اسی کا - سچے کام کے کرنے میں کتنی ہی دیر ہو جاے' مگر جب کبھی کیا جاے' سچائی ہے - اسکے لیے نہ تو کوئی وقت ناموافق ہے نہ کوئی جگہ مخالف - اسکے کرنے میں جسقدر دیر کی جائیگی' معصیت اور ہلاکی ہے - لیکن جب کبھی کردیا جاے' سچائی اور نیکی ہے' اور اسکا ثمرہ زندگی اور کامرانی -

تمہاری سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ خاص خاص وقتوں میں خاص خاص کاموں کا نام سن پاتے ہو' اور پھر چیخنے چلانے لگتے ہو' اور جسطرح اونگھتا ہوا آدمی ایک مرتبہ چونک اُٹھتا ہے' یکایک اعتقاد اور عمل' دونوں تمہیں یاد آ جاتے ہیں - حالانکہ نہ تو خاص خاص وقتوں ہی میں تمہاری مصیبت وجود میں آتی ہے - نہ کامیابی کی راہ کسی خاص کام کے پڑ جانے پر موقوف ہے - تمہاری مصیبت دائمی' تمہارا ماتم ہمیشگی کا' تمہارا روگ تمہاری ہڈیوں کے اندر سمایا ہوا' اور تمہاری نحوست چوبیس گھنٹے تمہاری ساتھی ہے - اور ٹھیک اُسی کی طرح تمہاری کامیابی و خوشحالی بھی ہر وقت تمہارے سایے کے ساتھہ ساتھہ دوڑ رہی ہے - اور ہر آن و ہر لمحہ تمہارے وجود کے اندر سمائی ہوئی ہے -

تم وقت پر سامنے آجانے والی چیزوں کے غم میں کیوں گھلے جاتے ہو؟ اپنا ہمیشہ کا معاملہ ایک مرتبہ درست کیوں نہیں کر لیتے ؟ جبتک دل و جگر کا علاج نہوگا' روز نئے نئے روگ لگتے رہینگے - خلافت کا مسئلہ کل سے سامنے آیا ہے' مگر تمہاری بربادی کا مسئلہ کل ہی سے نہیں شروع ہوا - پس تمہارا اصلی کام کوئی خاص مسئلہ اور کوئی خاص تحریک نہیں ہو سکتی - ہمیشہ سے اور ہمیشہ کیلیے صرف یہی ہے کہ " ہندوستان کے مسلمانوں کو مسلمان بننا چاہیے' اور قوم و فرد' دونوں اعتباروں سے ٹھیک ٹھیک

سب سے بڑھکر یہ کہ اعمال مہمۂ اُمت کی راہ میں منہاج نبوت پر اسکا قدم استوار ہوگا ' اور ان ساری باتوں کے علم و بصیرۃ کے بعد ہر وقت ' ہر تغیر ' ہر حالت ' ہر جماعت کے لیے احکام شرعیہ کا استنباط کرسکے گا -

فصل

زبان ز نکتہ فرو ماند و راز من باقیست !
بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست !

عزیزان ملت ! اس طول طویل صحبت میں جو کچھہ بیان کیا گیا ' اُس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جو میری زبان پر نئی ہو - یہ تمام وہی افسانۂ کہن ہے جو پچھلے دس سالوں سے برابر دھراتا رہا ہوں ' اور اگر " الہلال " و " البلاغ " کی پیہم صدائیں تمھارے حافظہ میں فراموش نہیں ہوگئی ہیں ' تو تم اُسکی تصدیق کروگے - تمھارے رہبروں اور پیشواؤں کی رائیں اور صدائیں کتنی ہی مضطرب و متزلزل رہی ہوں ' لیکن میری طرف دیکھو ! میں ایک انسان تم میں موجود ہوں جو دس سال سے صرف ایک ہی صداے دعوۃ بلند کر رہا ' اور صرف ایک ہی بات کی جانب تڑپ تڑپ کر بلا رہا اور لوٹ لوٹ کر پکار رہا ہوں - و لکن لا تحبون الناصحین (٧ : ٢٨) افسوس ! کہ تم حقیقی اور سچی بات کہنے والوں کو پسند نہیں کرتے - تم نمائش کے پجاری ' شور و ہنگامہ کے بندے ' اور وقتی جذبات و انفجار ہیجان کی مخلوق ہو - تم میں نہ امتیاز ہے نہ نظر - نہ تم جانتے ہو نہ پہچانتے ہو - تم جس قدر تیز دوڑ کر آتے ہو ' اُتنی ہی تیزی کے ساتھہ فرار بھی کر جاتے ہو - تمھاری اطاعت جس قدر سہل ہے اور تمھاری ارادت جتنی سستی ' اُتنا ہی تمھارا انحراف آسان ہے ' اور اُسی نسبت سے تمھاری مخالفت بھی ارزان ہے - پس نہ تو تمھاری تحسین کی کوئی قیمت ' نہ تمھاری توہین کا کوئی وزن - نہ تمھارے پاس دماغ ہے نہ دل - وساوس ہیں جنکو تم افکار سمجھتے ہو ' خطرات ہیں جنکو تم عزائم کہتے ہو - خدا را بتلاؤ ! میں تمھارے ساتھہ کیا کروں ؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آج جن باتوں کے لیے تم رو رہے ہو ' یہ وہی باتیں ہیں جو ایک زمانے میں میری زبان سے فریاد کا اضطراب اور طلب

طاقت کو ترتیب دیتي اور ڈرایور اس سے کام لیتا ھے - اگر یہ دونوں باتیں نہیں ھیں ' تو اس سے زیادہ کوئي خطرناک اور مہلک چیز بھي نہیں ھوسکتي - کاش وہ نہ ھوتي - وہ ٹرین کو منزل مقصود پر پہنچاتي ھے ' مگر انجنوں کو ٹکرا کر ھزاروں انسانوں کو ھلاک بھي کردیتي ھے !

" جذبات " اُسي وقت کام دے سکتے ھیں ' جب اُنکو مرتب کرنے اور اُنپر حکم و قضاء کیلیے " ادراک " اور " دماغ " بھي موجود ھو - و ذلک من عمل النبوۃ ' و لکن لا یعقلها الا العالمون -

بہر حال اسوقت ' اور ھمیشہ سے ' اور ھمیشہ کیلیے ' " راہ عمل " یہي ھے کہ مسلمان سب سے پہلے اسلام کي جماعتي زندگي اختیار کرلیں - اسي پر مسئلۂ خلافت اسلامي کے بھي تمام مہمات و اعمال موقوف ھیں -

تمام مسلمانوں کو اُن ھمدردان ملت کا شکرگزار ھونا چاھیے جنھوں نے آل انڈیا خلافت کمیٹي کي بنیاد ڈالي اور تمام ملک میں اسکي شاخوں کے قیام کا سروسامان کیا - لیکن خلافت کمیٹي کا نظام مسلمانوں کو نظـــام جماعتي و شرعي کے قیام سے مستغنی نہیں کردے سکتا - خلافت کمیٹي روپیہ جمع کریگي - ایجي ٹیشن جاری رکھیگي - تبلیغ و اشاعت کریگي - لیکن نہ تو وہ قوم کو سنبھال سکتي ھے ' نہ کمیٹیوں سے " جماعت " پیدا ھوسکتي ھے ' نہ شرعي نظام کي قائم مقامي ھوسکتي ھے - وہ خود احکام شرعیہ کے علم کیلیے ' اپنے قیام و تکمیل کیلیے ' دفع تفرقۂ و انتشار کیلیے ' اور روح اجتماع و قوام کے نفوذ کیلیے ایک بالاتر قوت حاکمۂ و نافذہ کي محتاج ھے - اور اگر وہ قوت نہیں ھے تو پھر اسکي ھستی بھی قائم نہیں رھسکتی -

نظام شرعي یہ نہیں ھے کہ ھر شخص فرداً فرداً سونچتا رھے کہ مسئلۂ خلافت کیلیے کیا کرنا چاھیے ؟ اور اخبارون میں آرٹیکل لکھے جائیں کہ عملي راہ کیا ھوني چاھیے ؟ اور نہ ھر شخص یا چند آدمیوں کي گڑھي ھوئي کمیٹي کو یہ حق ھے کہ لوگوں کو کسي خاص راہ کي طرف دعوت دینا شروع کردے - یہ کام صرف ایک صاحب نظر و اجتہاد کا ھے جسکو قوم نے بالاتفاق تسلیم کرلیا ھو - وہ وقت اور حالت پر اصول و احکام شریعت کو منطبق کریگا - ایک ایک جزئیۂ حوادث و واقعات پر پوری کار داني و نکتہ شناسی کے ساتھہ نظر ڈالیگا ' اُمت و شرع کے اصولي مصالح و مقاصد اسکے سامنے ھونگے - کسي ایک گوشے ھي میں ایسا مستغرق نہوجائیگا کہ باقي تمام گوشوں سے بے پروا ھوجاے :

حفظت شیئاً و غابت عنك اشیاء !

قیاسوں میں هوسکتي هیں ' پرلیٹکل حکمت عملیوں میں هوسکتی هیں ' انسانی تقلید اُسکا سرچشمه هے ' اور انسانوں اور قوموں کا اتباع اسکا منبع ' لیکن اُن عقائد میں کبھی تبدیلی نہیں هوسکتی جو وحی و تنزیل کی اٹل اور دائمی هدایتوں سے ماخوذ هوں - الحمد لله که میں جو کچھه کہتا اور کرتا رها ' وه میرے عقائد و معلومات تھے ' تمہارے بڑوں کی طرح آراء و مظنونات نه تھے - و ان الظن لا یغني من الحق شیئا (۵۴ : ۳) اُسوقت تم میں سے اکثروں نے اعراض کیا ' بہتوں نے استہزاء کیا ' کتنوں هي نے کہدیا که یه تو ایک طرح کي مذهبی بنارت اور ما فوق الفطرة دعوؤں کا اعلان هے : یرید ان یتفضل علینا - بعضوں نے تو فیصله هي کردیا که یه صرف فصاحت و بلاغت کي ساحري اور ایک طرح کي ادیبانه افسونگري هے : اکتتبها فهي تملی علیه بکرة و اصیلا (۲۵ : ۷) لیکن دیکھو! بالاخر رفته رفته سب نے اپني جگھیں چھوڑ دیں - سب اُسي راه پر چل پڑے - بہتوں نے دانسته ' اور بہتوں نے نادانسته ' مگر راه سب نے وهي اختیار کی - آج تم سب اُسي " ما فوق الفطرة دعوؤں " اور " ساحرانه فصاحت طرازیوں " کو اپنا اصل الاصول بنائے هوے هو ' اور " قیام شریعت " اور " تقدیم و اتباع شریعت " اور " حفظ و دفاع ملت " کے ناموں سے موسوم کرتے هو -

پس جبکه یه پہلا تجربهٔ و مشاهده تمہارے سامنے هے ' تو آج میں اعلان کرتا هوں که دوسرے تجربه کا وقت آگیا - راه عمل کیلیے تمہارا رخ وه هے جسکي طرف تم دوڑ رهے هو - اور میري راه وه هے جسکي طرف پچھلے صفحوں میں بلا چکا هوں - تم بارش کے وجود سے انکار تو نہیں کرتے ' مگر منتظر رهتے هو که پاني برسنے لگ جاے تو اقرار کریں ' لیکن میں هواؤں میں پاني کي بو سونگھه لینے کا عادي هوں ' اور صرف بادلوں هي کو دیکھه لینا میرے علم کیلیے کافي هوتا هے - پس اگر پچھلا تجربه بس کرتا هے تو اس سے عبرت پکڑو ' اور اگر ابھی اور انتظار کرنا چاهتے هو تو انتظار کر دیکھو : فستذکرون ما اقول لکم ' و افوض امري الی الله - ان الله بصیر بالعباد (۴۰ : ۴۷)

کي چيخ بنکر نکلتي تهيں ' مگر تمهارے سينے کے اندر پتهر کا ايک ٹکرہ هے '
اس سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آجاتي تهيں ؟ اور تم يکقلم انکار و اعراض ميں غرق تهے ؟

تم نے هميشه اعراض کيا - تم نے اعـــراض هي نهيں کيا ' بلکـــه جعلوا اصابعهم في آذانهم ' و استغشوا ثيابهم ' و اصروا ' و استکبروا استکبارا [٧١ : ٧] کي ساري سنتيں غفلت و انکار کي تازہ کرديں - ميں نے تم ميں سے هر گروہ کو ٹٹولا - ميں نے دلوں اور روحوں کا ايک ايک گوشه چهان مارا - جب کبهي کوئي بهيڑ ديکهي ' فرياد کي - جب کبهي انسانوں کو ديکها اپني طرف بلايا - ليکن فلم يزدهم دعائي الا فـــرارا (٧١ : ٦) بهت کم روحيں ايسي نکليں جنکو حقيقت کا فهم هو ' اور بهت کم دل ايسے ملے جو طلب و عشق سے معمور هوں - يهانتک که ميں تمهاري آباديوں سے الگ هوکر رانچي کے گوشۂ قيد و بند ميں چلا گيا ' اور خدا هي بهتر جانتا هے که وهاں بهي ميری صبحيں اور ميري شاميں کن فکروں اور کاموں ميں بسر هوتي رهيں - اب ميں پهر تم ميں واپس آ گيا هوں - ليکن تمهاري بهيڑوں اور غولوں ميں سچي جستجو کا چهرہ اسي طرح مفقود هے ' جيسا که هميشه سے مفقود رها هے - ابتک حقيقت شناسي کي کوئي گيرائی تم ميں نظر نهيں آتي - تم مجهے بلاتے هو که استقبال سے بهرے هوے ريلوے اسٹيشنوں پر اتارو ' اور ايسے پرجوش انسانوں کے نعرے سناؤ جنکے هاتهوں ميں فتح منذ فوجوں کی طرح جهنڈياں هوں ' اور پهر اتنے انسان ميري گاڑي کے چاروں طرف اکٹهے کردو که انکے هجوم ميں دو چار آدميوں کا خون هو جاے ' مگر آہ ! ميں تمهاري ان بهيڑوں کو ليکر کيا کروں جب تمهارے دلوں ميں سناٹا چهايا هوا هے ' اور تمهارے اس جوش استقبال سے مجهے کيا خوشي هو جب تمهاري روحيں موت کي افسردگي سے مرجهائي هوئي هيں - افسوس ! تم ميں کوئي نهيں جو ميري زبان سمجهتا هو - تم ميں کوئي نهيں جو ميرا شناسا هو - ميں سچ سچ کهتا هوں که تمهارے اس پورے ملک ميں ميں ايک بے يار و آشنا غريب الوطن هوں :

مـــن بهر جمعيتے نالاں شـدم * جفت خوشحالاں و بد حالاں شدم
هر کسے از ظن خـود شـد يار من * وز درون من نه جست اسرار من
سر من از نالۂ مـــن دور نيست * ليک کس را گوش آں منظور نيست

ميري راہوں ميں نه کبهي تبديلي هوئي ' نه ميرے سفر ميں کبهي يمين و يسار کا تذبذب پيش آيا هے - تبديلياں فکروں ميں هوسکتي هيں '

٢١	المهدي بن منصور	١٥٨	٧٧٤
٢٢	الهادي بن المهدي	١٦٩	٧٨٥
٢٣	هارون الرشيد بن المهدي	١٧٠	٧٨٦
٢٤	محمد الامين بن هارون	١٩٣	٨٠٨
٢٥	المامون بن هارون	١٩٨	٨١٣
٦٦	المعتصم بن هارون	٢١٨	٨٣٣
٢٧	الواثق بن المعتصم	٢٢٧	٨٤٢
٢٨	المتوكل علي الله بن المعتصم	٢٣٢	٨٤٧
٢٩	المستنصر بالله بن المتوكل	٢٤٧	٨٦١
٣٠	المستعين بالله بن المعتصم	٢٤٨	٨٦٢
٣١	المعتز بالله بن المتوكل	٢٥٢	٨٦٦
٣٢	المهتدي بالله بن الواثق	٢٥٥	٨٦٩
٣٣	المعتمد بالله بن المتوكل	٦٥٢	٨٧٠
٣٤	المعتضد بالله بن الموفق	٢٧٩	٨٩٢
٣٥	المقتدر بالله بن الموفق	٢٩٥	٩٠٨
٣٦	الراضي بالله بن المقتدر	٣٢٢	٩٣٣
٣٧	المقتفى بالله بن المقتدر	٣٢٩	٩٤٠
٣٨	المستكفى بالله بن المقتفى	٣٣٣	٩٤٤
٣٩	المطيع بالله بن المقتدر	٣٤٣	٩٤٦
٤٠	الطائع لله بن المطيع	٣٦٣	٩٧٤
٤١	القادر بالله بن المقتدر	٣٨١	٩٩١
٤٢	القائم بامر الله بن القادر	٤٢٢	١٠٣١
٤٣	المقتدي بالله بن القائم	٤٦٧	١٠٧٥
٤٤	المستظهر بالله بن المقتدي	٤٨٧	١٠٩٤
٤٥	المسترشد بالله بن المستظهر	٥١٢	١١١٨
٤٦	الراشد بن المسترشد	٥٥٩	١١٣٦
٤٧	المقتفي بن المستظهر	٥٣٠	١١٣٦
٤٨	المستنجد بالله بن المقتفي	٥٥٥	١١٦٠
٤٩	المستضئى بنور الله بن المستنجد	٥٦٦	١١٨٠
٥٠	الناصر لدين الله بن المستضئى	٥٧٥	١١٨٠

ضميمه

جدول سنين خلافة اسلاميه

عدد	خلفاء	سنه هجري	سنه مسيحي
۱	ابوبكر الصديق (رض)	۱۱	۶۳۲
۲	عمر بن الخطاب (رض)	۱۳	۶۳۴
۳	عثمان بن عفان (رض)	۲۳	۶۴۴
۴	علي بن ابي طالب (رض)	۳۵	۶۵۲
	سلسلة بنو اميه		
۵	معاويه بن ابي سفيان	۴۱	۶۶۱
۶	يزيد بن معاويه	۶۰	۶۸۰
۷	معاويه بن يزيد	۶۴	۶۸۳
۸	مروان بن الحكم	۶۴	۶۸۳
۹	عبد الملک بن مروان	۶۵	۶۸۴
۱۰	الوليد بن عبد الملک	۸۶	۷۰۵
۱۱	سليمان بن عبد الملک	۹۶	۷۱۴
۱۲	عمر بن عبد العزيز	۹۹	۷۱۷
۱۳	يزيد بن عبد الملک	۱۰۱	۷۱۹
۱۴	هشام بن عبد الملک	۱۰۵	۷۲۳
۱۵	الوليد بن يزيد بن عبد الملک	۱۲۵	۷۴۲
۱۶	يزيد بن الوليد	۱۲۶	۷۴۳
۱۷	ابراهيم بن الوليد	۱۲۶	۷۴۳
۱۸	مروان بن محمد بن مروان	۱۲۷	۷۴۴
	سلسلة عباسيه		
۱۹	ابو العباس سفاح	۱۳۲	۷۴۹
۲۰	ابو جعفر منصور	۱۳۷	۷۵۴

٧٨	مراد رابع	١٠٣٢	١٦٢٣
٧٩	ابراهیم اول	١٠٤٩	١٦٤٠
٨٠	محمد رابع	١٠٥٣	١٦٧٤
٨١	سلیمان ثانی	١٠٩٩	١٦٨٧
٨٢	احمد ثانی	١١٠٢	١٦٩١
٨٣	مصطفی ثانی	١١٠٦	١٦٩٥
٨٤	احمد ثالث	١١١٥	١٧٠٣
٨٥	محمود اول	١١٤٢	١٧٣٠
٨٦	عثمان ثالث	١١٦٨	١٧٥٤
٨٧	مصطفی ثالث	١١٧١	١٧٥٧
٨٨	عبد المجید اول	١١٨٧	١٧٧٣
٨٩	سلیم ثالث	١٢٠٣	١٧٨٩
٩٠	مصطفی رابع	١٢٢٢	١٨٠٧
٩١	محمود ثانی	١٢٢٣	١٨٠٨
٩٢	عبد المجید	١٢٥٥	١٨٣٩
٩٣	عبد العزیز	١٢٧٧	١٨٦١
٩٤	مراد خامس	١٢٩٣	١٨٧٦
٩٥	عبد الحمید ثانی	١٢٩٣	١٨٧٦
٩٦	محمد خامس	١٣٢٤	١٩٠٨
٩٧	امیر المومنین السلطان محمد خان سادس - خلدالله ملکه و شوکته	١٣٣٦	١٩١٨

۵۱	الظاهر باللہ بن الناصر	۲۶۲	۱۲۲۵
۵۲	المستنصر باللہ بن الظاهر	۶۲۳	۱۲۲۳
۵۳	المستعصم باللہ بن المستنصر	۶۴۰	۱۲۴۳

عباسیۂ مصر

۵۴	المستنصر باللہ	۶۵۶	۱۲۵۸
۵۵	الحاکم بامر اللہ	۶۶۱	۱۲۶۲
۵۶	المستکفي با للہ	۷۰۱	۱۳۰۱
۵۷	الواثق با للہ	۷۴۰	۱۳۳۹
۵۸	الحاکم بامر اللہ	۷۴۲	۱۳۴۱
۵۹	المعتضد با للہ	۷۵۳	۱۳۵۲
۶۰	المتوکل علی اللہ	۷۶۳	۱۳۶۱
۶۱	الواثق باللہ	۷۸۵	۱۳۸۳
۶۲	المستعین با للہ	۸۰۸	۱۴۰۱
۶۳	المعتضد با للہ	۸۱۵	۱۴۱۲
۶۴	المستکفي با للہ	۸۴۰	۱۴۴۱
۶۵	القائم بامر اللہ	۸۵۴	۱۴۵۰
۶۶	المستنجد با للہ	۸۵۹	۱۴۵۴
۶۷	المتوکل علی اللہ	۸۸۴	۱۴۷۹
۶۸	المستمسک با للہ	۹۰۳	۱۴۹۷
۶۹	المتوکل علی اللہ	۹۱۲	۱۵۰۶

سلسلۂ عثمانیہ

۷۰	سلیم خان اول	۹۲۳	۱۵۱۷
۷۱	سلیمان اول	۹۲۶	۱۵۲۰
۷۲	سلیم ثاني	۹۷۴	۱۵۶۶
۷۳	مراد ثالث	۹۵۲	۱۵۷۴
۷۴	محمد ثالث	۱۰۰۴	۱۵۹۶
۷۵	احمد اول	۱۰۱۲	۱۶۰۴
۷۶	مصطفی اول	۱۰۲۷	۱۶۱۸
۷۷	عثمان ثاني	۱۰۲۷	۱۶۱۸

(۲) ۵ - جنوري سنه ۱۹۱۸ - کو مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے اپني مشہور تقریر میں کہا :

" هم اسلیے جنگ نہیں کر رهے هیں که ترکی کو اس کے دارالخلافة سے محروم کردیں - یا ایشیاے کوچک اور تهریس کے زرخیز و شهرۀ آفاق علاقے لے لیں جن میں ترکي النسل آبادي کا جزء غالب هے -

هم اس بات کے بهی مخالف نہیں که جن علاقوں میں ترکي نژاد آبادي هے ' وهاں ترکوں کی سلطنت قایم رهے ' یا قسطنطنیه اس کا پایه حکومت هو - البته بحیرۀ روم اور بحیرۀ اسود کے درمیاني راسته کو بین الاقوامی ضبط و نگراني میں لانے کے بعد هماری راے میں عرب ' آرمینیا ' عراق ' شام ' اور فلسطین اپنی اپنی جداگانه قومي حکومتوں کے مستحق هیں "

وزیراعظم نے یه جو کچهه کہا تها ؟ کیا محض انکی ذاتی راے تهي جسکی ذمه داری صرف اُنپر عائد هوتي هے ' یا برطانیه کا سرکاری اعلان تها ؟ اور اگر سرکاري اعلان تها تو صرف وزارت اور اُسکي گورنمنٹ کا تها ' یا تمام برٹش قوم اور امپائر کا ؟ اسکا جواب اُس تمهید سے ملتا هے جو اس تقریر کے ابتدا میں موجود هے :

" اس تمام بحث و گفتگو کے بعد جو قلمرو کے مختلف الخیال اور مختلف الراے طبقوں کے نمایندوں کے ساتهه هوئي هے ' میں خوشی سے اس بات کا اظہار کرتا هوں که آج میں جو کلمات کہونگا ' اُنکے لیے گو تنہا حکومت هي ذمه دار هوگی ' مگر همارے جنگی مقاصد ' شرائط صلح کي نوعیت ' اور اُسکي غرض و غایت کے متعلق میرے جو بیانات آپ سے اور آپکي معـــرفت تمام دنیا سے هونگے ' اُنسے تمام قوم متحد و متفق هے - میں دلیري کے ساتهه اس بات کا دعوی کرسکتا هوں که میں صرف گورنمنٹ کے ما في الضمیر هی کي نہیں بلکه تمام قوم اور تمام قلمرو کي بحیثیت مجموعی ترجماني کر رها هوں "

ضمیمہ

۲

مواعید و عہود

اس کتاب میں گورنمنٹ انگلستان و ہند کے جن وعدوں اور سرکاری اعلانات کی طرف جا بجا اشارہ کیا گیا ہے ' اُن میں سے بعض حسب ذیل ہیں :

(۱) گورنمنٹ آف انڈیا کا اعلان جو ترکی کے شامل جنگ ہونے کے بعد ۲ - نومبر سنہ ۱۹۱۴ع کو شائع ہوا :

برطانیہ عظمی اور ترکی میں جنگ چھڑ گئی ہے - برطانیہ کو اسکا سخت افسوس ہے کہ یہ بڑے مشورے سے اور بلا کسی اشتعال کے اور خوب سونچ سمجھہ کر دولت عثمانیہ کی طرف سے عمل میں آئی ہے - لہذا ہزیکسلنسی وایسرائے ہند ہز مجسٹی کی گورنمنٹ کے حکم کے مطابق عرب کے مقامات مقدسہ کے بارے میں جن میں عراق کے متبرک مقامات اور بندرگاہ جدہ بھی شامل ہے ' مندرجہ ذیل اعلان کرتے ہیں تا کہ ہز مجسٹی کی نہایت وفادار مسلم رعایا کو غلط فہمی پیدا نہو - اس جنگ میں مذہبی جنگ کا کوئی سوال ہی نہیں ہے -

ان مقامات مقدسہ اور بندرگاہ جدہ پر برطانی بری و بحری طاقتوں سے کبھی حملہ نہ ہوگا ' نہ ان کو ستایا جائیگا جب تک کہ حجاج و زائرین ہند سے جو ان مقامات مقدسہ میں جائیں ' کوئی چھیڑ نہ کی جاے - ہز مجسٹی کی گورنمنٹ کی استدعا پر گورنمنٹ فرانس و روس نے بھی اسی طرح کا یقین دلایا ہے -

(۶) ۵ - جون سنه ۱۹۱۶ - کو خاص سر زمین حجاز میں سازش کي گئي اور شریف مکه سے بغاوت کرائي گئي - اس بغاوت کي وجه سے اس محترم دارالامن میں کشت و خون کا بازار گرم هوا اور حدود حرم میں گوله باري هوئي -

(۷) حسب تصریح نامه نگار لندن ٹائمس بندرگاه جده پر گوله باری کي گئی -

(۸) میجر راس کے هوائي جهاز نے عین مدینهٔ طیبه کي فضا میں چکر لگاے (جیسا که ڈاکٹر هاگرتهه نے فروري سنه ۱۹۲۰ - کو ٹاون هال اکسفورڈ کي تقریر میں بیان کیا)

(۹) کوفه ' کربلاے معلیٰ ' نجف اشرف پر قبضه کیا گیا جو عراق کي مشهور زیارت گاهیں هیں -

(۱۰) ترکي کو تهریس کے کل علاقه سے مع ایڈریا نوپل کے محروم کردیا گیا جهاں مسلمانوں کي سب سے زیاده آبادي هے -

(۱۱) صلح نامه ترکی کي دفعه ۳۶ کے مطابق ترکي سے اس کے دار السلطنت کي خود مختارانه فرمان روائي بهي سلب کرلي گئي اور اس پر طرح طرح کي پابندیاں عائد کردي هیں -

(۱۲) سمرنا جو ایشیاء کوچک کا مشهور زر خیز مقام هے ' ترکي سے علحده کردیا گیا - وهاں کي مسلمان آبادي پر یونانیوں نے اس قدر ظلم و ستم کیے که بے شمار جانیں هلاک و تباه هوگئیں اور هو رهی هیں -

(۱۳) صلح نامه کي شرائط نے بقیه ایشیاء کوچک کے مالي اور هر طرح کے فوجي اختیارات کي خود مختاري سے بهی ترکي کو محروم کردیا هے - وه ایک محدود تعداد سے زیاده فوج نهیں رکهه سکتي - چند چهوٹے جنگي جهازوں کے علاوه کوئی بحري قوت حاصل نهیں کرسکتي - اپني عیسائي رعایا پر اسے کوئي اختیار نهیں رها - اس کي حیثیت بالکل ایک ماتحت ریاست کی سی هوگئي هے جو براے نام پادشاهت سے ملقب کردي گئي هو -

(۱۴) صلح نامه کي دفعه ۳۹ - کے بموجب سلطان المعظم کے وه تمام دیني و اسلامي اختیارات سلب کر لیے گیے هیں جو بحیثیت خلیفة المسلمین انهیں حاصل تهے ' اور جن کے الگ کردینے کے بعد خلافت کا وجود هی باقي نهیں رهتا - اس دفعه کا منشاء یه هے که :

پھر ۲۶ - فرورري سنه ۱۹۲۰ کو هاوس اف کا منز میں تقریر کرتے هوے اسی اعلان کي نسبت وزیر اعظم کہتے هیں :

" همارا وہ اعلان بہت وسیع المعني تها ' اور بہت کچھہ سونچ سمجھکر کیا گیا تها - تمام جماعتوں کي مرضي کے مطابق تها - مزدوروں کي جماعت بهي اُس سے متفق تهي "

(۳) پریسیڈنٹ امریکہ مسٹر ولسن نے ۸ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ - کو چودہ شرطوں کا اعلان کیا تها جو بہ اتفاق فریقین صلح کیلیے بنیادي شرطیں قرار پائي تهیں - اُن میں بارھویں شرط یہ تهي :

" موجودہ سلطنت عثماني میں ترکي کا جو حصہ ھے ' اُسکو یقین دلایا جائیگا کہ اس کي وہ سلطنت محفوظ رهیگي - لیکن دوسری اقوام جو سلطنت ترکي کے زیر حکومت هیں ' اُنکو بهي اسکا اطمینان دلادیا جاے کہ اُنکي جان و مال محفوظ ھے ' اور اُنکي ترقي میں کوئي رکاوٹ نہ هوگي "

ایفـــاء عہـــد

یہ وعدے جس طرح پورے کیے گئے ' اُنکي مختصر تفصیل یہ ھے :

(۱) گورنمنٹ هند نے عراق پر حملہ کیا جس کا بڑا حصہ جزیرۂ عرب کے مقدس حدود میں داخل ھے -

(۲) ۲۹ - نومبر سنہ ۱۹۱۴ - کو بصـــرہ پر قبضہ کیا گیا جو عراق کي بندر گاہ اور زیارت گاہ ھے -

(۳) - ۲۲ - نومبر سنہ ۱۹۱۵ - کو عراق کی مشہور زیارت گاہ سلمان پاک پر حملہ کیا گیا جہاں حضرت سلمان فارسي (رض) کا مزار ھے -

(۴) مارچ سنہ ۱۹۱۷ - کو بغداد پر قبضہ کیا گیا جو عراق کي مشہور زیارت گاہ ھے -

(۵) ۹ - ڈسمبر سنہ ۱۹۱۷ - کو بیت المقدس میں برطاني فوجیں داخل هوئیں اور انگریزي قبضہ کا اعلان کیا گیا ' جو اسلام کي مقدس زیارت گاہ اور تین مقدس مقامات میں سے ایک ھے -

اعتذار

براہ عنایت پہلے ان اغلاط کی تصحیح کرلیں ' پھر مطالعہ فرمائیں -

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۴	وغیرہ ذلک	وغیر ذلك
۵	۱۳	خلفه	خلیفه
۱۱	۱۰	الامرء	الامر
۱۸	۲۲	فکر و نظر	فکر و نظر سے
۱۹	۳	هو دور	هر دور
۲۵	۹	پس جو شخص	جو شخص
۳۳	۱۹	قوتوں کے	قوتوں کو
۳۶	۱۵	سمجھتے	سمجھتے هو
۳۸	۲۴	Selectian	Selection
۷۱	۱۰	عدارت	عدارت
۷۲	۲۸	گئے	گئے تھے
۸۲	۲۵	تو یه	توبه
۱۲۳	۱۲	Couflict	Conflict
"	"	Religiuon	Religion
"	۱۳	Seince	Science
"	۲۰	Dalambert	Dalembert
۱۵۰	۲۵	کی کو جرأت	کي جرأت
۱۰۸	۷	روایت	رأیت
۱۵۱	۳	میں میں	میں
۱۶۲	۱۰	چلي	چلپی
۱۶۳	۲	جو حصول	که حصول
"	۶	فراموش	یکقلم فراموش
"	۸	ارر	اور
"	۹	نهیں رها	نه رها
"	۱۹	بکفی	یکفی

" حکومت ترکي اپنے اُن تمام اختیارات سے
جو حکم برداري کے یا دوسري طرح کے مسلمانوں پر
رکھتي ھے ' بالکل دست بردار ھوتی ھے "
" ترکي بلا واسطه یا بالواسطه کسي طرح کے اختیارات
اُن ممالک پرنه رکھیگي جو ترکی سے علحدہ ھوگئے ھیں "

حالانکه شرعاً منصب خلافت کے معني ھي یه ھیں که تمام دنیا کے مسلمانوں اور تمام دنیا کي اسلامی حکومتوں پر اسکو ایک بالا تر اختیار حاصل ھو ' اور وہ تمام اسلامي دنیا میں ایک مرکزی اسلامي اقتدار کي حیثیت رکھے - لیکن اس دفعه نے ترکي کو ان تمام اختیارات خلافت سے محروم کردیا ' اور اسلامي خلافت اپنے کامل معنوں میں پارہ پارہ ھوگئی -

(۱۵) شام کو ترکي سے الگ کرکے آزادي نہیں دی گئي بلکه فرانس کي حکم برداری و بالادستي ماننے پر مجبور کیا گیا - شام کي تمام آبادی انسانیت و صداقت عہد کے نام پر فریاد کرتي رھي اور فرانس کي فوجوں نے اُس پر جبراً قبضه کرلیا -

(۱۶) عراق کی آبادي کو خود مختاری و آزادی نہیں دی گئی بلکه برطانیه نے اُسکی حکم برداری کا دعوی کیا اور اسپر اپنا قبضه قائم رکھا - وھاں کی آبادی ایفاے عہد کا مطالبه کرتے کرتے مایوس ھوگئی اور اب بزور شمشیر اپنا حق حاصل کرنے کے لیے اُٹھه کھڑی ھوئی ھے - اب اُنکو "باغی" کہا جارھا ھے - حالانکه اگر برطانیه کے اعلانات سچے تھے ' اور اسکی فوجیں " رعایا " بنانے کے لیے نہیں بلکه آزاد کرانے کیلیے گئی تھیں ' تو وہ " باغی" کیونکر ھوسکتے ھیں ؟ بغاوت کا اطلاق رعایا کی شورش پر ھوتا ھے - نه که کسی آزاد جماعت کی شمشیر زنی پر -

(۱۷) یه تمام نتائج صلح نامه ترکی کے ھیں - لیکن قبل اسکے که ترکی اپنی مرضی اور آزادی کے ساتھه صلح کرے ' برٹش فوجوں نے دار الخلافت قسطنطنیه پر قبضه کرلیا ' اور خلیفة المسلمین کی حیثیت بالکل ایک نظربند قیدي کی سی ھوگئی - اس قبضه کی وجه سے اسلام کے دار الخلافت میں جو درد انگیز واقعات و حوادث پیش آے ' اور عثمانی خلافت عظمی کي متصل پانچ صدیوں میں پہلی مرتبه جو توھین ھوئی ' اُسکی تفصیل کا یه موقعه نہیں - یه وہ سلوک ھے جو نه تو جرمنی کے ساتھه کیا گیا ' نه آسٹریا کے ساتھه ' اور نه کسی دوسرے فریق جنگ کے ساتھه -

۱۶۵	۱	ھے ھوتا	ھوتا ھے
۱۶۹	۱	ھو ؟	ھوں
۱۷۰	۳	دربا	دریا
۱۸۱	۲۵	Wustenfeld	Westenfeild
۱۸۸	۲۸	کے لئے	کیلیے
۱۹۹	۱۵	سطانا	سلطانا
۲۰۰	۸	معهم	معه

(۱) صفحہ ۳۲ - سطر ۲۷ میں " ھجرۃ " کے معنی " الھجر و الھجران مفارقۃ الانسان غیرہ " الخ نقل کیے ھیں - یہ عبارت مفردات راغب اصفہانی کی ھے -

(۲) صفحہ ٦۸ میں ھے " فصل : من حمل علینا السلاح فلیس منا " در اصل یہ فصل نہیں بلکہ ایک مستقل باب ھے - صحیح یوں ھے " باب : حکم حمل سلاح علی المسلم " پھر اسکے بعد اس باب کی پہلی فصل ھے " من حمل علینا " الخ -

(۳) صفحہ ۸٦ میں فصل ھے " واقعہ امام حسین علیہ السلام " اسکو باب حمل سلاح سے پہلے پڑھنا چاھیے - غلطی سے اسکے بعد درج ھوگئی -

(۴) صفحہ ۲۱ سطر ۴ - میں حدیث ھے " اذا اصلحت ' صلحت کلھا ' و اذا فسدت ' فسدت کلھا " لیکن امام بخاری کے الفاظ یہ ھیں " اذا صلحت ' صلحت الجسد کلہ ' و اذا فسدت ' فسدت الجسد کلہ - الا ' وھی القلب ! "

(۵) صفحہ ۲۱۵ سلسلہ عباسیہ کے جدول سنین میں نمبر ۳۳ کا سنہ ھجری ٦۵۴ کے بجاے ٦۵٦ - نمبر ۴٦ کا سنہ ھجری ۵۵۹ کے بجاے ۵۲۹ اور سنہ مسیحی ۱۱۳٦ کے بجاے ۱۱۳۵ - اور نمبر ۴۹ میں سنہ مسیحی ۱۱۸۰ کے بجاے ۱۱۷۰ پڑھیے -

Printed and published by F. D. Ahmed Mirza
at the "Albalagh" printing & publishing House
45, Ripon Lane, Calcutta.

(2nd Edition, October 1920)